

مارچ 2015

ماہنامہ سچی اور دکھی کہانیوں کا مجموعہ

جواب عرض



WWW.PAKSOCIETY.COM

انہول محبتیں نذر

RS:90

مارچ 2015 خواتین اور مردوں کی دکھی کہانیاں شائع کرنے والا پاکستان کا پہلا ماہنامہ جواب عرض بانی شہزادہ عالمگیر CPL NO 220

RS:90

دکھی اور زخمی کہانیوں کا مجموعہ

جواب عرص

انمول محبتیں نمبر

جلد نمبر 40 - شماره نمبر 10

ماہ مارچ 2015

قیمت - 90 روپے

بانی - شہزادہ عالمگیر
عمران اعلیٰ - شہلا عالمگیر
چیئر مین - شہزادہ اتش
مینیجنگ ایگزیکٹو شہزادہ فیصل

آفس نمبر - ریاض احمد
فون - 0341.4178875
سرکولیشن نمبر - جمال الدین
فون - 0333.4302601

مارکیٹنگ - کرن - ماہ نور -
فاطمہ - رابعہ - سارا - زارا



جواب عرص پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ III لاہور

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

ماہنامہ جواب عرض مارچ 2015 کے شمارے انمول محبتیں نمبر کی جھلکیاں

عادت

رضوان آکاش

98

لاوارث - حصہ اول

کشور کرن - پتوکی

6

جلد نمبر 40

شمارہ نمبر 10

انمول محبت

ارشاد گل - مانسہرہ

107

انمول محبتیں

افراناز - آزاد کشمیر

16

مارچ

2015

محبت کے دشمن کے ہاتھ کیا آیا

ذوالفقار تبسم - میاں جنوں

112

پیار کا سراب

فلک زاہد لاہور

32

انمول محبتیں نمبر

اگر تم نہ ہوتے

منائل - آزاد کشمیر

116

محبت زندہ آج بھی ہے

مجید احمد جانی - ملتان

50

پہلا قدم - آنیہ لاہور

انتظار

محمد یونس ناز

120

دوستی اور محبت

حسین کاظمی

14

کہانوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانوں کے تمام نام و اوقات قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے ہیں جن سے حالات میں کمی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا نتیجہ مائنڈ - ادارہ - یا ہمیشہ روز سمارن ہوگا۔ (پبلیشرز رشیدز ادارہ عالمگیر - پرنٹرز زاہد بشیر - روپنی گمن روڈ لاہور)

محبت کا دوزخ
سراج اللہ خٹک

169

عذاب محبت
معاویہ عزیز وٹو

164

آئینہ روبرو

پر دہلی محبت
پرنس مظفر شاہ

174

محبت ایک پھول ہے
بشارت علی پھول

174

گلاستہ

زندگی کا پیار مل گیا
نزاکت علی - رسول پور

180

مجبوری یا بیوفائی
وقاص انجم جزائوالہ

134

ماں تجھے سلام
حسن رضا کنہی

کہاں ہیں اپنے
حسنین شاکر

184

وقا کی خاطر
شائلہ رئیس عباس

142

غزلیں نظمیں

انوکھے روگ محبت کے
انتظار حسین ساقی

192

کیسا پودا کیسا پھول
محمد سلیم اختر

150

اسلامی صفحہ

غیبت

ہم میں سے شاید ہی کوئی غیبت کے گناہ سے بچا ہو غیبت ایسا گناہ ہے جس سے بچنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سختی سے حکم دیا ہے لیکن پھر بھی ہم سب چھوٹے بڑے اس میں جلاء ہیں فرمان الہی ہے (ترجمہ) اور تم میں سے کوئی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس تم اسے ناپسند کرتے ہو غیبت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہنا جو اگر اس کے سامنے کی جائے تو اسے ناگوار گزرے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کا کوئی ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں موجود نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بھی غیبت ہے اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں تو وہ بہتان ہے جب رسول اللہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے آپ کا گزرا ایسی جگہ پر سے ہوا جہاں لوگ کچھ لوگوں کے ناخن تانے کے تھے وہ لوگ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو کوچ رہے تھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کا گوشت کھاتے ہیں اور ایک دوسرے کی آبرو بگاڑتے ہیں یعنی غیبت کرتے ہیں آپ ﷺ نے غیبت کی بہت حرمت کی ہے اس سے معاشرے میں بگاڑ اور انتشار پیدا ہوتا ہے لوگوں کے دلوں میں رنجش پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ لوگوں کی چمچی ہوئی برائیاں منظر عام پر آ جاتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشیدہ کا حکم دیا ہے اور لوگوں کے عیب اچھالنے سے منع کیا ہے بعض اوقات اس سے برائی کی ترغیب ملتی ہے لیکن چند صورتوں میں غیبت قابل قبول کی گئی ہے مثلاً مظلوم کے حق میں آواز اٹھانے کے لیے کسی کے کمرہ فریب سے آگاہ کرنے کے لیے اگر اس میں اصلاح کا پہلو دکھتا ہو۔

ظلیل احمد ملک - شیدانی شریف۔

اے اللہ رب العزت

اے اللہ۔ تو اپنے ظلم غیب اور مخلوق پر اپنی قدرت کی بدولت مجھے زندہ رکھ جب تک تو سمجھتا ہے کہ میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اور اے اللہ اور غیب اور حاضر میں تجھ سے ڈرتے رہنے کا سوال کرتا ہوں رضامندی اور غضب کی حالت حق بات کہنے کی توفیق چاہتا ہوں محتاجی اور غنی میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں نہ منقطع ہونے والی آنکھیوں کی خشک مانتا ہوں تقدیر کے فیصلے پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں موت کے بعد اچھی زندگی کا طلب گار ہوں تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا آرزو مند ہوں ملاقات کا شوق رکھتا ہوں بغیر کسی نقصان پہنچانے والی تکلیف کے اور بغیر گمراہ کرنیوالے وقت کے اور اے اللہ تو ہم کو ایمان کی زینت نصیب فرما دے اور ہم کو بدایت یافتہ لوگوں کا رہنما بنا دے۔ آمین۔

ضیافت علی۔ کوٹلی چوکی سوگ

اسلامی صفحہ

شہزادہ عالمگیر ہسپتال

شہزادہ عالمگیر صاحب کی دیرینہ خواہش کی تکمیل پوری ہونے جا رہی ہے

قارئین کرام آپ حضرات کے تعاون سے ہم عالمگیر ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ شہزادہ عالمگیر صاحب کے خوابوں کو پورا کیا جائے۔ یہ فیصلہ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے امید ہے کہ آپ قارئین ہمارے اس فیصلہ کو مددگار سمجھیں گے اور اپنے تعاون سے نوازیں گے اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپوں کی ضرورت ہے آپ کے تعاون سے ہم اس ہسپتال کی بنیاد میں انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ سے جو بھی ہو سکتا ہے اس ہسپتال کی تعمیر میں ہماری مالی مدد کریں آپ کی مدد سے ہی ہم اس کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک روپیہ اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمارے لیے بہت اہم ہوگا۔ بہت جلد ہم اس کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں آپ حضرات سے مالی تعاون کی پر زور اپیل کرتے ہیں امید ہے کہ آپ اس نیک مقصد کو پورا کرنے میں ہمارا بھرپور ساتھ دیں گے۔ چاہے سو روپے ہی سہی آپ ہمارے اس اکاؤنٹ میں ڈال سکتے ہیں۔ آپ کے ایک ایک روپے کی حفاظت کی جائے گی اس ہسپتال میں نہ صرف غریبوں کا فری علاج کیا جائے گا بلکہ ان کے لیے کھانے کا بھی بندوبست کیا جائیگا۔ یہ ہسپتال آپ کا ہسپتال ہوگا۔ آپ کے تعاون سے بننے والے اس ہسپتال کا کام جلد شروع کر دیا جائے گا۔ تمام قارئین کرام اپنی رقم اس اکاؤنٹ میں جمع کروا کر ہمیں شکر یہ کا موقع دیں اور دعا کریں کہ ہم اس نیک کام میں جلد کامیاب ہو جائیں۔

شہزادہ امتش عالمگیر

اکاؤنٹ 01957900347001 حبیب بینک کمرشل ایریا کیولری گراؤنڈ لاہور

لا وارث

تحریر۔ کشور کرن۔ چٹوکی۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قاری میں ایک ایسی کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں جسے پڑھ کر آپ بھی کانپ جائیں
گے اور یہی فیصلہ کریں گے کہ وہ ایک ننھا پھول سے ہر چیز کی ضرورت تھی وہ بھی ہمارے بچوں کی طرح
پڑھنا لکھنا چاہتا تھا مگر اس کے نصیب میں ایسا کیوں نہیں گیا وہ اتنا مجبور کیوں تھا وہ کہیں بھی جاسکتا تھا
اپنے گناہ گنہگار نہ پال سکتا تھا مگر نہیں وہ شروع میں ہی احساس کمتری کا شکار ہو کر رہ گیا تھا اب وہ مجبور تھا
ایک دن یہ غلامی کی زنجیر توڑ کر اس نے از جانا ہے وہ تب تک اسے ٹھٹھٹ کر رہے تھے کہ میں نے اس کہانی
کا نام۔ لا وارث۔ رکھا ہے اور اس کے پڑھ کر بتائیے گا ضرور یہی تھی۔۔۔۔۔
ادارہ جو اب عرض کی پاسی ٹیوڈ نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج پھر ایک بار وہ آسمان کا دل چیر گیا
اور آج پھر کسی کے افسردہ دل نے
عرش کی دیواریں بنا کر رکھ دیں آپ
پھر اس کی آہوں نے اس دل نواز و دیوانہ آج پھر اس
کی مجبور خاموشی نے میرے دل کو چھلنی کر دیا تھا اس
کے مظلوم نگاہوں نے میرے اندر رکی دنیا کو کمرچی
کر پتی کر دیا تھا اس معصوم نے میرے دل کے
سارے دکھ بھلا دیئے تھے کیوں کہ میں نے آج
تک اپنی لائف میں ایسا معصوم اور پیارا بچہ اتنا
مجبور نہیں دیکھا تھا۔
www.urdubooks.com
حسب عادت ہم رات کو دس کے قریب کھانا
کھا کر بیٹھے ہوئے تھے بھائی بھی سندھ سے کی چھٹی
مزار نے نے لیے گھر آ گئے تھے ہم ٹپ شپ میں
مصروف خوشی سے سردیوں کے دن انجوائے کر
رہے تھے کہ مجھے انڈے سے بوائل کرنا یاد نہیں رہا تھا
جب کہ میں نے انڈے بھی مگھوائے تھے مگر کسی نے

بھی یاد نہیں کر دیا جب یاد آیا تو میں نے چولہا جلایا
مگھریس کی لوڈ شیڈنگ نے دماغ خراب کیا ہوا تھا
نیا کر تے کھانا دن رات بازار سے آ رہا تھا کیوں
کہ جب سے گیس کا مسئلہ بنا تھا کچھ کھانے پینے کا
مذہ نہیں آ رہا تھا رات کے گیس دو بجے کے قریب
تھوڑی سے گیس آتی تھی جب مجھے انڈے یاد آئے
تو میں نے بھائی سے کہا۔
جاؤ کہیں کوئی انڈے والا بیچ رہا ہوگا تو اس
سے لے آتا بھائی کیا تو موگ پھلی اور کھانے والا
گڑھ لے کر آیا آکر کہتے کہ انڈے نہیں ملے۔ تو
میں نے گیس کا وینٹ کرنا چاہا کیوں کہ رات کے
ایک بج کر پندرہ منٹ ہو گئے تھے مگر انڈے کسی نے
نہیں کھایا تھا کیوں کہ سب ہی رات کو انڈے
کھائے بنا نہیں سوتے تھے اور پھر فل سردی کی
راتیں۔ بہت سردی کی وجہ سے انڈے زیادہ یوز ہو
رہے تھے۔



<http://www.paksociety.net/>

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

اچانک رات کو اٹھنے والے کی آواز آئی تو
میں نے دیند سے اس کو بلایا اور دروازہ کھولا
اور ہلکی ہلکی بارش کی پھوہار گر رہی تھی۔
اس اٹھنے والے سے میں نے کہا۔

تم دروازے سے اندر ہو کر اٹھنے سے گن کر دو
نیوں کہ باہر سردی تھی اور بارش بھی تھی مگر مجھے
حیرت اس وقت ہوئی جب میں نے اس بچے کی
حالت روشنی میں دیکھی تو تو یہ کرتی ہوں کہ اس کی
حالت ایسی تھی کہ پہلے تو مجھے یقین نہیں آیا کہ یہ بچہ
بھی پتہ نہیں کس چیز کا بنا ہوا ہے کہ اس کو بالکل بھی
سردی نہیں لگتی جبکہ ہم کمروں میں بیٹھ کر کمرے
سرم کر کے اپنے بچوں کو یا خود ایسی سہولیات اپنے
پاپ کو بچاتے ہیں کہ کسی کسی کو ذرا بھی سردی محسوس
نہ ہو اگر ہم خود کو اتنا محفوظ رکھتے ہیں تو کیا یہ بچہ بھی
تو انسان کا بچہ ہے اس کا بھی دل کرتا ہے کہ اسے ہر
سہولت ملے اس کا دل بھی کرتا ہے کہ وہ اس وقت
رات کے وہ بچے اپنے بستر میں چھپ کر سو یا مگر
کیوں مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسی
حالت میں کیوں اٹھنے سے بچ رہا تھا کیونکہ وہ ابھی
اتنا ذرا دار تو نہیں تھا کہ اسے اپنے ماں باپ کی
خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے اپنی یہ حالت بنانا
پڑی تھی وہ تو رو کر روٹی مانگنے والا تھا ہر وقت بیٹھ
کرنے کی عمر تھی اس کی عمر وہ اس وقت اس کی کیا
بجوبی تھی میں خود سے ہی سوالوں میں الجھ رہی تھی
کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ جب میں نے گھر کا دروازہ
کھولا تو صحن کی لائٹ جلائی اور اسے اندر آنے کو کہا
تو وہ اندر آ گیا ایک گیارہ سال کا معصوم سا بھولا
بھالا سا ننھا سا بچہ تھا وہ گول منول منہ موٹی آنکھیں
تیکھی ناک ایک صورت کی طرح لگ رہا تھا مگر اس
کی حالت ایسی تھی کہ میں کمرے سے اپنے بستر
سے اٹھ کر جب دروازہ کھولنے آئی تو مجھے اتنی
سردی محسوس ہونے لگی کہ میں نے خود کو ایک جرسی

میں اور ایک موٹی چادر میں محفوظ کیا ہوا تھا پھر بھی
میری حالت سردی کو بہت زیادہ محسوس کر رہی تھی۔
جب میں نے اس کی حالت دیکھی تو میرا دل
کانپ کر رہ گیا کہ یہ بچہ انسانی بچہ نہیں جو اس طرح
اتنی سردی میں چھوٹی چھوٹی پھوہار میں نہ سر پر ٹوٹی
نہ کوئی موٹا کپڑا نہ پاؤں میں اچھے جوتے کیا اس کو
سردی نہیں لگتی میں نے اس کو اندر بلا کر کہا۔
بیٹا کیا تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے تمہیں
سردی نہیں لگتی کیا۔

اس نے میری طرف غور سے دیکھا اور نگاہیں
جھکا میں غم میں نے اس کی اٹھ کر جھکنے والی آنکھوں
میں ہزاروں سوال پڑھ لیے تھے۔ اس کی ایک نظر
اس کی جھکی ہوئی آنکھیں کیا کچھ بول گئی تھی جو سننے
بغیر ہی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اس کے
پاؤں میں وہ جوتے تھے جو فٹ گرمی میں ہوائی سیلپر
فوم ہم اپنے پاؤں کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے پہنتے ہیں
کہ پاؤں کو ذرا بھی گرمی نہ لگے۔ اس میں سارا
پاؤں نکال رہتا ہے۔ اور اس کی ٹیٹھ کے ٹوٹل چار
پن تھے جن میں سے دو غائب تھے اور دو اس نے
بند کئے ہوئے تھے بازو کے کف کا کوئی پن نہیں تھا
سردی کی وجہ سے اس کے پاؤں اور منہ برخ ہو چکے
تھے اس کی گالوں پر لالگی سی تیر رہی تھی وہ بار بار
ناک کو شون شون کر رہا تھا شاید اس کو اس سردی
میں زکام ہو چکا تھا اور اس سے بولا نہیں جا رہا تھا
میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کی وجہ
جاننے کے لیے اسے سوال کیے مگر اس کی آنکھوں
اور خاموشی نے مجھے اس کی مجبوری سے آگاہ کیا کہ
وہ خود کو کسی اذیت میں نہیں ڈالتا چاہتا میں نے پھر
اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

بیٹا تم اس طرح کیوں پھر رہے ہو تمہارے
پاس موٹے کپڑے نہیں ہیں کیا۔
اس نے پھر بھی کچھ نہیں کہا میں نے اس کا

مجھے یہ کہتی کہ اپنی اوقات مت بھولنا اب تو میں بہت سمجھدار ہو گیا ہوں کہ کیونکہ چچی کے بچوں کے ساتھ تو نہیں مگر دوسرے بچوں کی باتیں تو ضرور سنتا ہوں میں حالات کا مقابلہ کر رہا ہوں اگر میں بار گیا تو میں زندگی بھر کیسے جینوں گا اور اپنے باپ سے اپنی ماں کی موت کا بدلہ کیسے لوں گا۔

اس کے اس الفاظ نے میرے دل کو بلا کر رکھ دیا کہ تھا کہ باپ جی نہیں اور ماں بھی اس دنیا میں نہیں باپ سے ہوتے ہوئے ہی وولا وارث تھا اور مطلب یہ تھا کہ اس کے باپ نے اس کی پیاری ماں کو مارا ہو گا اس معصوم سی جان سے اس کی ماں کا سایہ چھیننے والا اس کا باپ ہے میں نے اسے کہا۔

تم خود انڈا کھاتے ہو یا نہیں۔
اس نے کہا کہ دل تو بہت کرتا ہے مگر کھر جا کر ان کا حساب دینا ہے اور اگر پورے انڈے نہ بیچے تو روٹی نہیں ملے گی۔

اُف خدایا یہ کیا کچھ بول رہا تھا ایک چھوٹا سا بچہ روٹی نہیں ملے گی اس کا مطلب اس نے ابھی تک روٹی نہیں کھائی تھی اور اگر اتنی رات گئے اس کے انڈے نہ بکے تو وہ کیا کھائے گا بھوکا ہی سو جائے گا یا پھر خیر میں میری آنکھوں میں تو سوال کا بادلی پھٹ پڑا تھا اور یوں برس رہا تھا کہ رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا اس کے ہر الفاظ نے میرے اندر کے انسان کو چوڑھوڑ کر رکھ دیا تھا میں نے اس سے انڈے لیے اور جلدی جلدی سے انڈا چھیل کر اس کے منہ میں ڈالنے کے لیے جب آگے کیا تو اس نے کہا۔

نہیں آپی یہ کیا کر رہی ہیں آپ میں نہیں کھاؤں گا ورنہ مجھے۔۔۔ یہ کہہ کر وہ رگ گیا جیسے اس پر ہوا کوئی ظلم اس کا یاد آ گیا تھا میرا ہاتھ وہی پر رکا رہا تھا انڈا۔۔۔ میں نے اسے بیتر کے پاس بیٹھنے

ہاتھ پکڑ کر دیکھا جو ٹھنڈا تھا میری اپنی سردی یوں غائب ہوئی جیسے بھی سردی تھی ہی نہیں اس معصوم نے میرے اندر وہ موسم پیدا بنا دیا کہ تھا کہ کبھی سردی آئی ہی نہیں اس۔ پوچھا۔

آپنی کتنے انڈے کھاتے ہیں
میں نے کہا۔ تم چلے مجھے اپنی حالت کے سے میں بتاؤ ادھر آنا انڈے رکھنے میں بیٹر چل رہا ہے اپنے ہاتھ پاؤں گرم رکھو تم سے تو بولا بھی نہیں رہا کیسے بیٹوں کے سارے انڈے۔
میں نے اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس انڈے کی طرف اشارہ کیا اس نے کہا۔

نہیں آپی میں اگر بیٹر کے پاس بیٹھ گیا تو انڈے نہیں بیچ پاؤں گا یوں کہ پھر مجھے زیادہ سردی لگے گی اب تو میں وہی ہو چکا ہوں۔
میں نے دوسرا سوال کیا۔ آپ کی امی آپ کو پڑے یا جوتا لے کر نہیں دیتی یا پھر اب آپ کو ٹوں و پیسے نہیں دیتے کہ آپ اپنے لیے گرم کپڑے یا اچھے جوتے خرید سکو۔ تو اس کا جواب یہ تھا۔

آپنی آپ رہنے دیں اگر میں نے آپ کو سب بتا دیا تو آپ نے رونے سے باز نہیں آنا میں بھی خود کو معاف نہیں کروا سکتا کہ میری وجہ سے آج اتنی اچھی آپی کی آنکھوں نہ آنسو آئے ہیں کیونکہ میں نے آج تک کسی کو کو دکھ نہیں پہنچایا اس لیے میرے اپنے دکھ میری زندگی بن چکے ہیں اب مجھے ہر روز باہر پھرنے کی عادت ہے اس لیے ماسروٹی کی پروا نہیں کرتا اور میرے ماں باپ میں ہیں اگر وہ ہوتے تو شاید آج میری یہ حالت۔۔۔ ہوئی اور میں بھی اپنی ماں کے پاس اس طرف نہ تر میں بیٹھ کر بیوی دیکھتا اور کھاتا پیتا کرے کے اندر اپنی ہر فرمائش پوری آواتا میرا نصیب مجھ سے روٹھ جانے کا اگر میں۔ آپ کی ذرا سی رہنمائی کی وجہ سے اپنی اوقات! لا دتی کیونکہ میری چاچی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈفری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety

کہا اور یہ بھی کہا۔

بیٹا تم جینھو میں تمہارے پاس جتنے انڈے
سارے لے لوں گی ورتم جلدی گھر چلے جاؤ
اور میں تمہیں کھانا دین ہوں تم وہ کھا لو کیوں
رکے رہو گے جس دن بہارے سارے انڈے
میں پاتے اس دن تم یوں سو کے سوتے ہو کیا۔
اس نے کہا۔ آپنی نہیں روئی تو نہیں ملتی مگر
بہان بورے سے سوچی رہی لے کر اس کو پانی میں
بھجھ کر رکھ دیتا ہوں جب وہ کچھ نرم ہو جاتی ہے تو
ان میں تھوڑا سا نمک ڈال کر کھا لیتا ہوں اور پانی
نہیں دے سکتا ہوں تو یہ کہہ کے پاس بہت ہے کہ
سے دوسرا سوال کر۔ شاید اس وقت خدا کی
اٹی بھی رو پڑی ہو گی جب اس بچے نے یہ
جواب دیا۔

انہاں صبر ہے کسی میں آج کل اسپر لوگوں کے
بچے راستہ نو دھنہ پینے تو ٹینڈ نہیں آتی اور اپنی من
پسند کے منجانے کتے کتے کھانے ان کے آگے
پڑے ہوتے ہیں چہ بھی۔ بوجھ کر تے ہیں کہ ہم
نے یہ نہیں کھانا وہ نہیں کھا۔ دل والو کوئی اس بچے
سبب حاصل کر لو مجھے نہیں لگتا کہ اس بچے کی اس
پر کوئی آنکھ نم نہ ہوگی میں نے اس بچے کو
پنے ساتھ لکایا اور کہا۔
بیٹا تم ایسا کرنے سے اپنے اتنے مجبور نہیں۔

اس نے کہا آئی جس ماں باپ سر پر نہ ہوں
کوئی بھی ناز نخرے نہیں دیکھتا اگر میں زندہ ہوں تو
اپنی ماں کا بدلہ لینے کے لیے اس عورت سے بدلا
نہ دو لوں گا جس کی وجہ سے میری ماں پر میرے
باپ نے ظلم کیے تھے اور ماں کی ممتا بھی مجھے
ارٹ کر کے چھوڑ گئی اور میرا اس دنیا میں اپنا
ٹی بھی نہیں ہے میں در کو خبار سے چچا ہوں اور
ات کو انڈے میری چاچا اتنی محنت ہے کہ اس نے
انڈے بھی من کر اور خباروں کا بھی پورا حساب لینا

ہوتا ہے اگر کوئی خبار پھٹ جائے تو مجھے کھیل وانی
سٹک سے مار کھانا پڑتی ہے اس کے ہاتھیں من کر تو
میرا ادھا بالکل بند ہونا شروع ہو گیا تھا کہ اتنی ظالم
کہیسی اس کی چاہتی۔

کیا اس کے اپنے بچے نہیں تھے مجھ میں
بولنے کی بہت نہ تھی اس بچے نے جب اپنی ناک
دکھائی۔

یہ دیکھو آپنی میری چاچا نے کیوں وانی
بہنیاں رکھی ہوئی ہیں جب بھی کوئی خبار پھٹ
جاتا ہے تو اس کے پیسے پورے نہیں ہوتے تو دو یا
پانچ روپے خبار کے قیمت میرا یہ جسم ظلم بہتا
ہے۔

میں یہ سن چینی چینی کر رہی تھی جب میں نے
اس بچے کی ناکوں پر وہ نشان کیوں کے دیکھے تو وہ
نشان اس کی پنڈلیوں پر پڑے ہوئے تھے۔
اس نے کہا آپنی کسی کو بتانا نہیں کہ میں نے
آپ کو یہ ساری باتیں بتا میں ہیں۔
میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے
ماتھے کو چوما اور کہا۔

بیٹا تم ادھر رہی رہ جاؤ میں بھی تم پر ظلم نہیں
ہوئے دوں گی۔

میرے اس سوال کا جواب اس نے دیا۔
آپنی امیر۔ کا باپ چھوڑ سکتا ہے تو اور اگر کوئی
میرے پاس رشتہ سے تو وہ چچا چچی کا ہے اور ان کے
نوادہ تو مجھے نہیں پتہ کہ میرے باپ یا ماں کے کوئی
رشتے دار ہوں گے کیوں کہ میں چھوٹا سا تھا جب
باپ نے دوسری لڑکیوں کی خاطر ماں کا مار مار کر لہو
لہان کر دیتا تھا اور میں اپنی امی کی گود میں بیٹھ کر
اس کو چپ کر داتا تھا اور کہتا تھا امی نہ رو جب میں
بڑا ہو جاؤں گا تو میں بھی اپنے ابو سے آپ کا بدلا
لوں گا۔ اس پر امی کبھی نہیں بیٹا وہ تمہارا باپ ہے
اور اس کا ظلم۔ بیٹا میرا مقدر ہے تم ایسی باتیں نہ کیا

رو چنا وہ تمہارا باپ ہے اس تم نے اس کا اور میرا
بار اٹھنا ہے۔

ماں بھی اس گھر میں کام کرتی تو ابھی اس گھر
میں اور مجھے خرچ کرنے کے لیے پیسے بھی دیتی تھی
اور رات کو دودھ کا گلاس بھی دیتی تھی میں جو کہتا
میری امی مجھے لے کر دیتی تھی اور ابھی اس نے
سردی یا گرمی میں مجھے باہر نہیں نکلنے دیا تھا اور جب
ناب میں کچھ کھا نہیں لیتا تھا ماں کے ہاتھوں سے تو
ماں کے حلق سے کچھ نیچے نہیں جاتا تھا میرے
کھانے پینے کی چیزیں لے کر میرے پیچھے پیچھے
پھرتی تھیں اور اب بھی کسی نے نہیں کہا کہ تم کچھ کھا
لو اگر زیادہ جوک ستاتی ہے تو میں پانی پی لیتا ہوں یا
پھر کبھی دربار کے آپ پاس پھرتے ہوئے کوئی نہ
کوئی لنگر کا کھڑا مل جاتا ہے اور میں وہ کھا کر شکر کرتا
ہوں کہ چلو اس دشمن پیٹ کی آگ تو بجھی ہے اب
کچھ دیر اور کام کر سکتا ہوں۔

وہ بولتا جا رہا تھا میں بت بنی سنتی جا رہی تھی کہ
: ہا کچھ کہہ رہا ہے میری چٹا چٹا کر رونے کی وجہ
سے بھگی بندھنی تھی کہ آنا موصوم اور پیارا بچہ اور
تسے ظلم اس کی ناکوں پر بلبوں کے نشان۔ اور اس
بارت کو سوچی روٹی کو چھو کر رکھ کر پھر نمک
ذال کر اس کا ذائقہ چھینج کر کے کھا لینا ابھی کسی نے
ایسا کھانا کھایا ہے کوئی جتنا بھی غریب ہو مگر کوئی قسم
دے کر نہیں کہے گا کہ ہم نے ایسا کھایا ہے خیر میں
اس کی کون سا فی بات کو سننے کی ہمت رکھتی
ہم رہے اندر تو ہمت ختم ہو چکی تھی میری زبان گنگ
ہوئی تھی میری آنکھیں ہٹ کر ہو چکی تھی میں نے
اس بچے سے پیار کیا اور اس کو انڈا کھلایا اور اس
کے کھانے کا کہا۔

اس نے کہا نہیں آپنی اتر ادھر سے کھا لیا تو
میری چچی کے بچے کے بچے ہوئے کھڑے کون
کھائے گا آج تو مجھے دو بچی ہوئی روٹی مل جائیگی

کیونکہ میں نے سارے انڈے بیچ ڈکے ہیں اور
چچی کو پورے پیسے جا کر دوں گا وہ پیار تو نہیں کرے
گی مگر یہ ضرور ہے گی اسے کہتے جا وہاں تیرے
چھابے میں آدھی روٹی پڑی ہے کھالے اور اپنے
گھرے میں جا کر سو جاؤ جلدی اٹھنا ہے اور
غبار سے بھی بیچنے ہیں۔

میں آج تو پچھ نہ کچھ کھا کر سوؤں گا آپنی آپ
پریشان نہ ہوں۔ اس کا اتنا صبر اور مجھے حوصلہ دینا
میں اس کی کون کون سی بات کو برداشت کرتی یہ تو وہ
ہی جانتا تھا کہ اس پر کیا گزر رہی تھی میں نے اسے
زبردستی تھوڑی سی روٹی کھلائی اور ایک انڈا بھی
کھلایا اور پھر میں نے اسے چائے دی۔

جینا تم نرم نرم چائے پو اور پھر چلے جانا تم
میں تب جانے دوں گی اگر تم روزانہ میرے پاس
آ کر انڈے ادھر مجھے بیچ دیا کرو اور جلدی گھر چلے
جایا کرو سردی نہ لگ جائے تو وہ مسکرا دیا۔

آپنی مجھے کچھ نہیں ہوتا نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی
میں نے پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

جینا اگر تیری چچی تیرے اوپر ظلم نہ بیٹھائے تو
میں تمہیں پناہ اور جوتا لے دوں۔

وہ کہنے لگا تو بے تو۔ آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں
آپ۔ کیوں میری جان کھوئی ہے آپ نے ایسا
مت سوچنا ہاں میں روزانہ آؤں گا اور پھر میں نے
کہا۔

کل تم نے غبار سے بھی ادھر ہی لے کر آنا ہے
میں لے لوں گی سارے۔

کہنے لگا نہیں آپنی سارے اگر آپ نے لے
لیے تو اگلے دل دو گئے ہو جائیں گے اور وہ سارے
میرے مجھے بیچنے پڑیں گے۔

میں نے یہ سنا تو مجھے اس عورت پر اتنا غصہ آیا
کہ اگر وہ میرے سامنے ہوتی تو اس کی جان لے
لیتی مگر میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ میں اسے

ڈھونڈ بھی سکتی تھی مگر اس لیے کہ اس سے اس بارے میں بات بھی کی تو اس بچے پر ظلم اور بڑھ جائے گا بہتر یہی ہے کہ اسے جتنا ہو سکے اس پر رحم کرنا چاہئے اس میں اس کا بھی بھلا ہوگا اور اس کو بھی خبر نہیں ہوگی میں نے اس معصوم بچے سے اس کا نام پوچھا تو وہ بولا۔

سب مجھے نومی کہتے ہیں اور میرا نام نعمان ہے
میں نے پوچھا کہ تمہارے پاس کپڑے نہیں ہیں۔

کہتا کہ دو سوٹ ہیں وہ بھی پتہ نہیں کس سے لیے تھے چچی نے اور دوسرا بھی پھٹا ہوا ہے اور جوتا تو بالکل ہی نہیں ہے میں نے اس کے سائز کا جوتا نکل لانے کا وعدہ کیا اور پتہ سے کیسے دیتی کہ اس کا نام بھی ہو جاتا اور اس عورت کو بھی پتہ نہ چلتا خیر میں اس سوچ میں بھی کیا کروں۔

میں نے اسے کھانا دیا تو اس نے تھوڑا سا کھا یا پھر دو دھبھی دیا۔

اس نے کہا۔ آپ بہت اچھی ہیں جب کہ میں تو اس کو دیکھ دیکھ کر روٹی ہی رہی تھی جب۔ اس نے مجھے اپنے زخم دیکھائے جو کہ نیلوں کی وجہ سے اس کے جسم پر داغ اور کچھ پرانے نئے لے چلے جن سے اس کی ٹانگوں پر بہت نشان پڑ چکے تھے ہو سکتا ہے کہ پورے جسم پر ہی ہو سکتا ہے اس نے صرف اپنی پنڈلیاں ہی دکھائیں بھی اور جب اس نے کہا کہ جس دن انڈے نہ بیچ پاؤں تو مجھے بھوکا سوتا پڑتا ہے اور پھر اگر بھوک زیادہ ہو تو میں سو بھی روٹیوں میں سے کچھ کھلوں لے کر پانی میں مخلوط کرتا ہوں اور پھر نمک ڈال کر کھا لیتا ہوں تو میری چچی نکل گئیں کہ کیا انصاف ہے اس کا کوئی بھی وارث نہیں ہے یہ ۱۰ ارٹ کیوں کہ جب میں پھوٹ پھوٹ کر روٹی

تو میرے سب گھر والے جمع ہو گئے تھے اور ہم سب اس کی باتوں پر رور سے تھے مگر میرے دل میں تازہ بے شمار زخم لگ رہے تھے کہ یہ اپنی پوری زندگی کیسے بسر کر پائے گا۔

میں نے نعمان کو سمجھا دیا کہ کل سے تم انڈے ہمارے گھر لے آنا اور تمہیں اس کا معاوضہ دے دوں گی۔

پھر اس نے کل آنے کا وعدہ کیا اور جانے کی اجازت مانگی میں نے اسے پیار سے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اس معصوم نعمان کو اپنے ساتھ لگایا تو وہ رو پڑا حالانکہ وہ سب کچھ بتا کر نہیں رو یا تھا بلکہ مجھے کہہ رہا تھا۔

آئی آپ مت رو میں کچھ نہیں ہو گا میں تو حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرتا جا رہا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ میری وجہ سے پریشان ہوں اور آپ تنہی واحد آئی ہیں جنہوں نے میرے دکھ میں مجھے حوصلہ دیا اور مجھے پیار سے کھانا کھلایا اللہ اس کا اجر ضرور دے گا میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

نہیں بیٹا ایسا نہیں کہتے انشاء اللہ ایک دن آپ کے حالات ضرور بدلیں گے اور یہی تم پر ظلم کرنے والے انسان کے روپ میں درد سے ایک دن تمہارے ہی محتاج ہوں گے تمہارے صبر و سلام کرنی ہوں۔۔۔ بیٹا مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم میرے ساتھ میرے گھر میں بیٹھ کر کھانا کھا کر جا رہے ہو اور اب تمہیں اتنی سردی میں باہر انڈے نہیں بیچنے پڑیں گے آرام سے سو جانا کل پتہ نہیں آپ کے ساتھ وہ کہنی عورت کیا کیا ظلم کرتی ہے یہ تو خدا جانتا ہے اور آپلی میرے لیے تو ہر دن ہی انک نیا موڑ بدل کر آتا ہے اور میں بارے والائیس ہوں مار کھا کر بیٹھ جاتا ہوں بھی کبھی میں دعا کرتا ہوں کہ لوگوں سے بچے انخوا ہو جاتے ہیں مگر مجھے آج تک کسی نے انخوا نہیں کیا تا کہ مجھے ان لوگوں کی سزا

برداشت بھی ہوگی اور وہ کچھ نہ کچھ کھانے کو تو دیں گے یا پھر کوئی تو اس ظلم سے نجات دلائے گا میں نے اسے بہت حوصلہ دیا اور بھائی تو اسی وقت گرم ہو گیا کہ چلو میں دیکھتا ہوں اس بد بخت عورت کو جو اتنی ظالم ہے۔

میں اس کے بیچے کے منہ پر تھپڑ ماروں گا تو اس سے برداشت نہیں ہوگا اک انسان نہیں ہے یا اس کو درد نہیں ہوتا یا اس کو سردی گرمی نہیں لگتی یا پھر اس نے اس کی جان لینے کی ٹھان رکھی ہے میں نے بھائی کو روکا اور اس بیچے نے بھی کہا۔

نہیں انگل آپ ایسا نہیں کریں گے اللہ تو سب کے سر پر ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے اک دن اس کی بے آواز لاٹھی ضرور ان کے اوپر گرے گی اور ان کو ان کے گرموں کی سزا مل جائے گی آپ پریشان نہ ہوں آج مجھے پتہ چلا کہ اس دنیا میں کوئی انسانیت کو زندہ رکھنے والا بھی ہے ورنہ تو میں نے اپنے چھ سال کی ہوش سنبھالی ہے تو مجھے آج تک کسی نے پیار سے نہیں دیکھا شاید میں نفرت کے قابل ہی ہوں پر آج پتہ چلا کہ نہیں ابھی پیار کرنے والے رحم دل بہت ہیں۔

کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ بجلی کے تار کو ہاتھ لگا کر اپنی ماں کے پاس چلا جاتا ہوں پر ایک دن میں نے مسجد میں ایک خطاب سنا تھا جس میں مولوی صاحب کہہ رہے تھے جو کوئی اپنے آپ کو سزا میں مارتا ہے وہ جہنمی ہے اور اس کی بخشش نہیں ہے میں نے تو یہ کی اور کہا۔

نہیں آج کے بعد میں ایسی موت کے بارے میں سوچوں گا بھی نہیں خیر میں اس کی باتیں سن کر حیران بھی کہ اتنی سمجھاری اس کو کیسے آگنی شاید حالات انسان کو سب کچھ کھادیتا ہے میں نے اس بیچے کو پیار کیا اور بھائی نے اس کے اوپر پھتری کی اور اس کے اس کی گلی میں چھوڑ کر آیا اور اس کی

باتیں سن کر میرا آپٹہ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا تھا کہ اس نے کچھ کھایا ہوگا یا نہیں خیر میں نے صبح ہونے کا ویٹ بہت ویٹ کیا پھر صبح میں نے بازار جا کر اس بیچے کے لیے ایک جوتا اور کپڑے لیے اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی نجانے وہ کب آئے گا میں نے اس کے لیے کھانا بھی رکھا ہوا تھا کہ وہ آئے اور میرے سامنے بیٹھ کر کھائے اور مجھے بہت خوشی ہوگی۔

خیر رات کے دس بجے پھر گیارہ پھر بارہ خدا خدا کر کے اس کی آواز آئی وہ بالکل میرے دروازے کے پاس تھا میں نے جلدی سے اس کو اس آواز دی وہ دینڈو کے پاس کر ہو کر بولا۔

آپلی دروازہ کھولیں۔
میں نے دروازہ ادھن کیا تو وہ اندر آیا اور آتے ہی میرے ساتھ لگ کر رو دیا۔
میں نے پوچھا۔ کیا ہوا بیٹا اس نے مارا تو نہیں

کہنے لگا۔ نہیں آپلی میرا دل کب کا کر رہا تھا کہ میں جاؤں مگر اس نے جلدی انڈے بوائل کر کے نہیں دیئے تھے اس لیے میں لیت ہو گیا میں نے اس دو بار اسے کہا بھی کہ چچی جلدی کریں پھر لوگ سو جاتے ہیں اور انڈے نہیں بکس گے اس نے میرے کان سے کھینچ کر کہا کہ آج تجھے زیادہ جلدی سے میں نیند کو خاموش ہو گیا اور اپنے کان کو مسلنے لگا کیونکہ وہ بہت درد کرنے لگا تھا۔

خیر میں سب سے پہلے ایک انڈا پھیل کر اس کو کھلا یا اور روٹی دی اس نے حسب عادت تھوڑی سی کھائی اور ڈرتے ہوئے باقی کی چھوڑ دی کہ وہ گھر میں کوئی شک نہ کرے پھر بولا۔

آپلی دودھ سے کیا۔
میں نے اسے گرم گرم دودھ دیا اور اس کے غٹاٹ پی لیا میں اس کے پاس بیٹھ کر اس کو کھلا پلا

کہ خوش محسوس کر رہی تھی وہ بھی خوش ہو رہا تھا
میں نے اسے پڑے دینے کہا۔
یہ پہن لو۔

اس نے تویہ کی اور سوری کی اور کہا۔ نہیں
آپ میری مجبوری کو سمجھیں آپی میں یہ نہیں کر سکتا وہ
راتورات میرا گلہ دہا کر مار دے گی۔

پھر میں نے اس کو جوتا دیا کہ چلو یہ لے لو مگر
وہ اس کے ظلم سے اس کے قہر سے ڈر رہا تھا میں کیا
کرتی کہ کیسے دیتی اس کو یہ سب کچھ خیر میں نے
اسے کہا کہ تم باہر نکلو اور میں باہر رکھ دوں گی تو تم
اٹھا کر لے جانا کہنا گلی میں شاہر گرا ہوا تھا جو کسی کا
گر آیا ہوگا تو میں نے اٹھا لیا اور کہنے لگا۔

آئی میں نے آج تک جھوٹ نہیں بولا اور وہ
تھا بھی سچ کیونکہ گلی سے اٹھانا تھا میرے ہاتھوں
سے تھوڑا لیا تھا میں اس کی اس بات پر بھی بے حد
خوش ہوئی کہ اس میں اتنا ظلم سہہ کر چھی کوئی غلط
بات نہ تھی کوئی بری عادت نہ تھی خیر میں اس سوچ
میں تھی کہ اب اس کو یہ جیسے دوں کون سا جھوٹ
بولوں اور اس کا فائدہ ہو جائے پھر میرے ذہن
میں خیال آیا کہ اگر کسی کی جان بچانے کے لیے یا
پھر اس کی کسی مصیبت سے نجات دیکھانے کے لیے
جھوٹ کا سہارا لیا جائے تو وہ گناہ نہیں ہوتا خیر بات
میری نہ تھی بات تو نعمان بننے کی تھی۔

میں نے اسے کہا۔ تم کہہ دینا کہ گلی میں سے
ملا ہے اور وہ کیا کہے گی کل مجھے بتانا اگلا پلان پھر کل
بتائیں گے یا پھر میں کہیں کہیں دور لے جاتی ہوں
کہ آپلو اس کے ظلم کی ہوا بھی نہ لگے۔

اس نے کہا نہیں آئی میں روز آپ کے پاس
آؤں، کو ملنے آؤں گا اور آپ کو ہر بات بتاؤں گا۔
میں نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور
اس کو ہمت دلائی اور کہا۔

تم نے ہمت نہیں ہارنا

وہ پھر کل آنے کا وعدہ کر کے گلی میں نکلا کہ
میں نے جوتے اور کپڑوں والا شاہر گلی میں رکھ دیا
اور اسے کہا۔

اٹھا لو بیٹا یہ لے جاؤ اور پہن لینا اب تمہیں
جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا تم کہہ سکتے ہو کہ گلی میں
سے ملا ہے اس نے شاہر اٹھا لیا اور چلا گیا پھر کیا ہوا
کہ میں نے ہر روز اس کی آواز سننے کی منتظر تھی مگر وہ
نہیں آیا۔

آج اس کو پورے پچیس دن ہو گئے تھے مگر وہ
کہیں نہیں آیا وہ کہاں ہوگا کس حال میں ہوگا اس
کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا اس نے یا پھر اس کو کوئی
نقصان تو نہ پہنچا یا ہو وہ جہاں بھی ہو ٹھیک ہو وہ بچہ
نہ تو بھول سکتا ہے اور نہ ہی بھولنے والا ہے کیوں کہ
اس کے دھی داستاں سن کر میرا ضمیر جاگ گیا تھا
اس کے بعد جب میں بھی کھانے بیٹھتی ہوں تو میرا
دل خون کے آنسو روتا ہے اور کھانے کو دل نہیں کرتا
کچھ بھی اچھا نہیں لگتا نہ جانے وہ خراب بچہ کہاں ہوگا
کس حال میں ہوگا اس نے کچھ کھایا یا نہیں وہ کیا
کرتا ہوگا اس نے کیا سلوک کیا ہوگا اگر وہ بچہ کسی کو
ملے تو اسے ایک بار ضرور یاد کروانا کہ تمہاری آپنی
تمہیں بہت یاد کرتی ہے اس کا نام نعمان ہے اور
نومی نومی کہتے ہیں وہ دن کو غبار سے بیچتا ہے اور
رات کو اللہ سے خدا ایک بار مل جائے اس کے جسم
پر نجانے کتنے نشان بن چکے ہوں گے نہ جانے وہ
ہر روز سوچی روئی کو میلی کر کے کھاتا ہوگا یا پھر اس
کے نصیب میں کوئی اچھی چیز بھی ہوگی یا نہیں یہ
تو اللہ جانتا ہے اور اللہ سے دعا ہے کہ اس کے دکھ
ختم کر دیں اور وہ اک بار مجھے ملے تاکہ میں اس کو
دیکھ لوں کہ اس معصوم پر کتنے ظلم ہوئے ہیں میں
اسے اس دکھ سے ضرور نکالوں گی میرا اس سے
وعدہ ہے میں کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھاؤں گی میں
کنزور نہیں ہوں اس عورت کو ضرور بتاؤں گی کی کسی

پر قلم بنانا مہنگا پڑتا ہے۔

قارئین کسی گہنی میری داستاں ضرور بتائیں یہ
آئید۔ جہی کہانی اور آنکھوں سے دیکھی کانوں سے سنی
اک معصوم سی صورت کی کہانی ہے جس نے ابھی
اس دنیا میں کچھ نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی خوشی ملی
اس بھی خوشی کی تلاش ہے وہ بھی آرام کرنا چاہتا
ہے اور اس کو بھی ہر ضرور ہٹنی چاہئے اس کے بھی
ارمان ہیں اس کا دل بھی سکول جانے کو کرتا ہے
اس کو بھی پڑھنے کا بہت شوق ہے وہ چاہتا ہے کہ
میں جیسے اچھے کپڑے پہنوں اچھا کھاؤں اچھا بن
کر رہوں مگر اس کے نصیب میں کیا لکھا گیا اس
کے نصیب میں اس کی عمر سے زیادہ دکھ لکھے گئے
اس پر ایک ایک دن میں نجانے کتنی بار ظلم ہوتا تھا وہ
جانے کتنی دیر روتا رہتا تھا پتہ نہیں اسے رونے بھی
دیا جاتا تھا یا پھر گھٹ گھٹ کر روتا تھا یا پھر چھپ
چھپ کر روتا ہوگا کیوں کہ جب انسان کسی کا غلام
بن جاتا ہے تو وہ اپنے سارے ارمان ختم کر دیتا
ہے اس کی خوشیاں اس وقت دفن ہو جاتی ہیں جب
اسے غلام بنا لیا جاتا ہے وہ اک غلامی کی زندگی
میں اپنی بچپن گزار رہا تھا مگر اسے ابھی سے اتنے
دکھ ملتے تھے کہ وہ جوانی میں آنے تک حالات کا
مقابلہ کرتا ہے یا پھر ڈر ڈر کر زندگی گزارتا ہے۔

مت چھوڑو اس طرح کے معصوم بچوں پر رحم کرو کہ
کوئی اور تو می نہ بن جائے اور اپنے اوپر ہونے
والے ظلم کو برداشت نہ کر سکے اور اس دنیا کو
چھوڑنے کا فیصلہ کر دے ایسا نہ ہونے دیں ان کا کیا
قہر ہے کہ وہ تو ابھی اس دنیا میں آئے ہیں آتے
ہی ان کی زندگی میں کانٹے بھر دیئے جائیں اور ان
کے ننھے ننھے سے دماغ میں انتقام کی آگ بھردی
جائے تو وہ ساری زندگی کیسے جی پائیں گے یا تو وہ
لاوا بن جائیں گے یا بے بس ہو کر رہیں گے اور یا
لاوا بن کر ایک دن پھٹ جائیں گے۔

ایسے باپ پر خدا کی لاٹھی ضرور بر سے گی
جس کو اپنے ہی بیٹے کی ذرا بھی قدر نہیں ہے۔

قارئین دل تو نہیں کرتا کہ بس کروں مگر کیا
کروں اس معصوم کا چہرہ بار بار میری آنکھیں نم کر
دیتا ہے اور رونے بھی نہیں دیتا۔ خدا ار اس دل کو
کیسے سمجھاؤں کہ وہ تو اک پنا تھا جو آنکھ کھلتے ہی ختم
ہو گیا مگر یہ نہیں ہو سکتا دل نے حقیقت مانی ہے اور
وہ ہے بھی حقیقت میرا دل کہتا کہ اس عورت سونے
اس کو کسی اور کام پہ لگا دیا ہوگا اس لیے وہ بھی نہ بھی
تو ادھر آ جاتا مگر وہ مجبور ہے میرا دل یہ بھی کہتا کہ
جب بھی اس کو موقع ملا تو وہ ضرور آئے گا۔

غزل

پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم میں جھگوٹے نہیں دیا
تجائیاں تمہارا پتہ پوچھتی رہیں
شب بھر تمہاری یاد نے سونے نہیں دیا
دل کو تمہارے نام کے آنسو عزیز تھے
پہیوں پہ کوئی خواب پروئے نہیں دیا
چہر یوں اس کی یاد چلی ہاتھ تھام کے
ملے میں اس جہان کے کھونے نہیں دیا
☆..... عابد قریشی - ساہیوال

اللہ اسے کمزور مت بنانا اللہ اسے زندگی دینا
نیوں کہ وہ ہٹا چکا ہے کہ میں نے کئی بار خود کشی
کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اپنی امی جان کے
پاس جا کر ان کی آغوش میں آرام کروں اور ان کو
بتاؤں کہ مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر گئی ہیں اب
مجھے اپنی گود سے مت نکالنا وہ یہ سب باتیں بتاتے
ہوئے بہت رو یا تھا اس نے میرا دل تو کیا سب
کے دل میں زخم کر دیئے تھے۔

قارئین میری ان بہن بھائیوں سے گزارش
ہے کہ خدا ار ابھی اپنی اولاد کر کسی کے رحم و کرم پر

مارچ 2015

جواب عرض 15

لاوارث

انمول محبتیں

-- تحریر۔ افراناز۔ فرام آزاد کشمیر

شیرازہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج اپنی ایک سنوری۔ انمول محبتیں۔ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت
کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونگیں گے کسی سے بے وفائی
کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت
آپ کو اس سے ٹھکس ہوتا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان
دے سکتے ہیں ورنہ یہی چلے دیں۔

اپنی ساری باتیں تم کہہ چکی ہو اب میری سنو۔ جس دن پہلے دن تم مجھ سے ٹکرائی تھی اسی دن سوچ لیا تھا
کہ تمہارے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے تمہیں اپنا بیٹا بنا ہے یہ بات اس کی تو وہ تم سے نفرت کرتی
تھی تمہاری راہوں میں کانٹے بچھانے کی کوشش کرتی تھی اس لیے میں نے پہلے اسے اپنے قریب کیا
اور پھر بری طرح اس کا دل توڑا کیونکہ اس گھر میں رہنے والوں کو یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ ہر چیز
ہماری ٹھنی میں نہیں ہوتی بلکہ تقدیر کا عمل دخل ہر جگہ ہوتا ہے۔ یہ سب تم سے برا سلوک کرتے رہے
اور تقدیر آتمو آزمانی رہی اور جب وقت آیا تقدیر نے اپنا تیر پھینکا تو یہ سب ہار گئے۔ تقدیر نے مجھے
تمہاری تقدیر بنا کر بھیجا ہے کہ رشتوں کی اوٹ میں تم نے جو دکھ اٹھائے ہیں انکا ازالہ کر سکوں اب یولو
اپنی تقدیر کو میری تقدیر سے ملنے کی اجازت دوگی۔ ایک ٹھنوں اور چاہتوں بھری کہانی۔
ادارہ جواب عرض کی پاسکی کوہ نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائرڈ مدد دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ماتو مانو مانو مددش اسے پکارتی ہوئی اس کے
روم میں آئی جہاں وہ ایک کتاب میں
مصروف تھی۔
کیا مسئلہ ہے تمہیں مددش کیوں نہ کھاری
ہو۔
افوہ میری بات تو سنو تمہیں پتہ ہے کون آ رہا
ہے مجھے کیا پتہ بتاؤ گی تو پتہ چلے گا ناں۔ تمہیں پتہ
ہے کہ بڑی چھو چھو آ رہی ہیں لندن سے اور اپنے
ہیرو کو لے کر۔
تمہاری چھو چھو آ رہی ہیں تم خوش ہو میں کیا
کروں۔
مانو کی بیٹی تمہیں چھوڑ دینی نہیں تم بھول کیوں
جاتی ہو ہم کزنز ہیں اور میری چھو چھو تمہاری بھی
کچھ لگتی میں جارہی ہیں۔ میں جب کتاب سے
فرصت ملے تو سوچنا کہ تمہارا بھی کوئی رشتہ ہے ان
سے اب اس نے کتاب سے نظر اٹھا کر مددش کی
جانب دیکھا۔
اچھا سنو تو۔ تم میرے ماموں کی بیٹی

مارچ 2015

جواب عرض 16

انمول محبتیں



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

اور تمہاری پھوپھو۔ میں۔۔ میری خالہ ہوتی
مطلب ہے صوفیہ خالہ آرہی ہیں۔۔
اوہ۔۔ دس پہلے کیوں نہیں بتایا تھا مطلب
بہت مزہ آنے والا ہے۔
ہو۔ ہو بہت ہی مزہ آئے گا مددش اس نے
خوشی سے مددش کو پکڑ کر چکر کھانا شروع کر دیا تھا
چھوڑ دو بھی مجھے مانو۔ اچھا بتاؤ خالو بھی
آرہے ہیں۔ مددش نے پوچھا
یہ کس نے کہا آپ سے ستر۔۔
تم خود تو کہہ رہی تھی خالہ اپنے ہیرو کے
ساتھ آرہی ہیں۔

اے لوجی میں نے کہا تھا اپنے ہیرو کے
ساتھ زیرو کے ساتھ نہیں اور ہیرو کا مطلب پھوپھو
کے بر خوردار تعبیر بھائی آرہے ہیں۔
اوہ اچھا تو یہ نہ کہو تعبیر بھائی نہیں دونوں
بڑے ماموؤں اور ممانوں کے لڑنے کی وجہ سے
آرہی ہیں۔

وہ کسے مانو۔۔
بیٹا اچھی تم چھوٹی ہو آہستہ آہستہ سب جان
جاؤ گی۔
اے۔۔۔ ہے یہ دیکھو ناں میری داوی ماں
بڑی آئی۔۔

یہ تھی زبیر صاحب کی حویلی جہاں ان کے دنیا
سے جانے کے بعد ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی
رہ رہی تھی سب سے بڑے بیٹے عقیل جن کی شادی
خاندان سے ہی زریہ بیگم سے ہوئی اور اب ان
کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تزیل اور سواہان بڑے
تھے جبکہ شاسب سے چھوٹی تھی عقیل سے چھوٹے
منصور تھے جن کی دو بیٹیاں تھیں زوہا اور امن
جبکہ سب سے چھوٹے راجیل کی ایک ہی بیٹی تھی۔
دش زبیر کی دو ہی بیٹیاں تھیں صفیہ اور جیا صفیہ کی

شادی لندن میں ہوئی تھی سو وہ لندن رہ رہی تھی
جبکہ جیا کے شوہر کے انتقال کے بعد وہ اپنی چھوٹی
سی بیٹی ماہ نور کو لے کر حویلی میں آگئی کیونکہ ان
کے سسرال والے سخت مزاج لوگ تھے اور جیا ان
کے ساتھ گزارہ نہ کر سکی اور یوں وہ بھائیوں کے
ساتھ رہنے لگی عقیل نے اپنے بڑے بیٹے تزیل
کے لیے شاکا ہاتھ مانگ لیا تھا سب اس رشتے سے
بہت ہی خوش تھے چند دنوں میں شادی ہونے والی
تھی اور صفیہ بیگم بھی اپنے بیٹے تعبیر کے ساتھ شادی
میں شرکت کے لیے آرہی تھیں۔

مانو۔

جی شاکا آئی۔

ادھر آؤ بچن میں میری مدد کرو۔

جی اچھا۔ آئی مجھے اچھی سی روٹی بنانی نہیں
آتی میں سالن بنا لیتی ہوں آپ روٹی پکالیں
پلیز۔

تمہیں نظر نہیں آرہا ہے کہ میری شادی
ہونے والی ہے مجھ سے کام کرواؤ گی اب تم بچن کا
سارا کام آج تم کرو گی روز کالج کا بھانہ بنا کر
بھاگ جانی ہو بڑی تپتی ہو معصوم آج رات کا کھانا
تم بتاؤ گی سب لوگ شادی بڑ جا رہے ہیں بڑے
سب جا رہے ہیں جیا پھوپھو بھی جا رہی ہیں اس
لئے آج ان کی جگہ کھانا تم بتاؤ گی۔ آج پھر وہ
احساس کتری کا شکار ہوئی تھی امن زوہا اور مددش
کو کوئی کام نہیں تھا کیونکہ یہ اسکے ابو کا گھر ہے
اور میرے ابو ہمارا گھر۔ آنسو تھے کہ برسنے کو تیار
تھے کہ ایک مہربان ہاتھ اس کے کندھے پر آ کر رکھا۔
تھا وہی مانوس سالس۔
ارے تم کب آئی مددش۔

جب آپ رونے کی تیاری کر رہی تھیں کچھ
ہوا مانوس نے کچھ کہا۔

نہیں تو کچھ نہیں ہوا۔

ولیس گی کام کی نہ کاج کی دشمن اناج کی۔ ہاہا۔

مجھ سے چھاؤ گی کیا مانو مجھے پتہ ہے ثنا آپی
یا امن زو ہا آپی میں سے کسی نے کچھ کہا ہوگا۔

اچھا چھوڑو آؤ مل کر کھانا بنا لیتی ہیں اچھا مانو
تمہیں یاد ہے جب ہم نے کالج سے واپسی پر ایک
بڑے بھائی پیارے لڑکے کو غلط راستہ بتا دیا تھا پچھارہ
مکھوم گھرم کر پھر ہمارے پاس آ گیا تھا۔

ہاہا۔ مدوش کی بیٹی اور اس کے بعد جو اس
نے تمہاری یاد سے تمہیں گھر تک چھوڑ کر گیا تھا وہ تو
شکر ہے کہ گھر پر کوئی۔۔۔

ہاں مانو وہ نوٹس بتالیے تم نے جو میں نے
تمہیں دیئے تھے۔

اے ہے۔ اس کو کیا ہو گیا یہ اس لڑکے والی
بات میں نوٹس کہاں سے آ گئے مانو اس کی طرف
پلٹی ہی تھی کہ دیکھا امن بچن کی طرف آ رہی تھی۔

اوہ تو امن آپی کو دیکھ کر اس کو بریک لگی ورنہ
یہ اور چپ ہو جائے تو بہ۔

مدوش۔

جی آئی۔

تم کیا کر رہی ہو کچھ میں مانو کر رہی ہے ناں

کام

جی بالکل وہ اکیلی کر رہی تھی اس لیے میں
بھی آ گئی آپ چلیں ہم کھانا لگاتی ہیں امن غصہ
میں وہاں سے چلی گئی تھی۔

اوہ مانو کہاں کھو گئی تو۔

یار مدوش تم میری ہیلپ نہ کیا کرو کسی کو بھی
تمہارا میرے ساتھ رہنا اچھا نہیں لگتا۔

مجھے مدوش کو تیرے ساتھ رہنا اچھا لگتا ہے
باقی کو تو گولی مار۔

اف اتنا بڑا ڈائیلاگ تھوڑا ہولا ہا تمہارے رکھا کرو
مدوش۔

اچھا مانو چلو ورنہ ثنا آپی آ کر یہ ڈائیلاگ

سواہان بھیا کھانا کیسا ہے۔

تم نے بتایا ہے۔ مدوش بہت مزے کا ہے
میں اور کھانا۔۔۔ کیا کرتے ہو بھیا یہ تو مانو

نے بتایا ہے۔ تزیل نے بھی حصہ ڈالنا ضروری
سمجھا۔

ارے واہ مدوش ہماری ماہ نور تو بہت اچھا
کھانا بنا لیتی ہے۔

ہاں بھیا ہماری یہ کزن ہے ہی اچھی سی اب
کی بار سواہان بولا تھا۔

ارے ماہ نور کی باتیں کر رہے ہو سب مگر وہ
ہے کہاں کھانا نہیں کھانا اسے۔

ارے نہیں بھیا اس کی طبیعت ٹھیک نہیں میں
اور مانو دروم میں کھانا کھالیں گی۔

او کے جاؤ تم اس کا کھانا لے جاؤ برتن وغیرہ
امن اور ثنا سمیٹ لیں گی مدوش کا دل کیا تھوڑی

دیر رک کر ان اور ثنا کے چہرے دیکھتی جہاں پر
برتنوں کا سٹر بارہ بج چکے تھے۔

مانو اٹھو بیٹا سب ایئر پورٹ جا رہے
ہیں تمہاری خال لو لینے تم بھی تیار ہو جاؤ۔

اچھی ہوں امی۔

اتنے میں عقلمن ماموں کی آواز سنائی دی۔
جیا ماہ نور ہمارے اساتھ نہیں جا رہی تم چلو دیکھو پر

رہیں گی بس جیا بیگم کا دل تو ٹوٹ سا گیا تھا۔
امی آپ جا میں گھر پر ہوتا ویسے بھی گھر

پر کوئی نہیں ہے۔ سب چلے گئے تھے وہ اگلی رہ گئی
ہمیشہ کی طرح ماہ نور سب جھگڑتی تھی اسے ہر وقت

لوگوں کی نظروں سے دور رکھا جاتا تھا کہ کہیں کوئی
نگاہ اسے اپنا نہ بنالے وہ ایک عام سی لڑکی تھی

درمیان سی رنگت درمیان ساقدان سی آنکھیں مگر

کمروں کی تلاشی لے رہی تھیں جب سوہان کے روم سے اس کی ڈائری مانو کے ہاتھ لگ گئی وہ ڈائری دیکھنے لگی تھی جب مہوش نے یاہو۔ کانفرہ لگا کر ڈائری چھین لی۔

آج تو سوہان کے سارے راز فاش ہوں اور پھر ہم ان کو بلیک میل کریں گے کتنا مزہ آئے گا۔ مانو جو دروازہ پر پہرہ دے رہی تھی چلائی۔

مہوش مہوش مہوش۔۔۔ مہوش۔ بھاگ سب آگئے ہیں جلدی کرنا۔ مہوش ڈائری کو رکھ کر آتا مہوش بھاگ رہی تھی جب اس کو کرنی کی ٹھوک لگی اور وہ گھٹنا پڑ کر بیٹھ گئی

مانو میری ٹانگ پار اٹھانا آ کر مجھے۔

اف یہ لڑکی کبھی تو کوئی کام ٹھیک کر دیا کرو مہوش

اف اب کیا کروں سوہان بھائی روم کی طرف اڑ رہے ہیں۔

ایسا کرو ہم دونوں پردے کے پیچھے چھپ جاتی ہیں اتنے میں سوہان لاک کھول کر اندر آ گیا

اف آج تو بہت تھک گیا ہوں وہ بند پر لیٹ گیا تھا وہ دونوں بری طرح چھنسن گئی تھیں گھٹنا مشکل ہو گیا تھا اور اگر تھوڑی لیت ہو جاتی تو باہر سب نے ان کی کمی کو محسوس کرنا تھا۔

ش۔ شش مانو میں سوہان بھائی کو ٹیکسٹ کرتی ہوں میرا موبائل میرے پاس ہے

او کے جو کرتا ہے کرو اور انکو یہاں سے پھینو۔

مانی دیر سوہان پلیز تھوڑی دیر باہر آ جائیں مجھے بہت ہی اچھوتت بات کرنی ہے آپ سے۔

یہ لکھ کر مہوش نے سینڈ کر دیا۔ سوہان کے موبائل پر میری سی پیسٹ ہوئی تھی اس نے بیزارگی سے موبائل اٹھا کر میسج پڑھنا شروع کر دیا مہوش کا ٹیکسٹ ہے لگتا ہے دن اچھا ہے آج پرنسز نے یاد

عام ہو کر بھی اس میں کچھ تو خاص تھا وہ بی اے کے آخری سال میں تھی۔ اس فیملی کے لڑکے تعظیم یافتہ تھے مگر لڑکیوں نے لنگ لنگ کر میٹرک کر لی تھی مگر مہوش اور ماہ نور کو پڑھنے کا شوق تھا سو انہوں نے اپنی پڑھائی کو جاری رکھا۔ اس فیملی کو جیسا اور ماہ نور سے اتنا لگاؤ نہیں تھا مگر مہوش راجیل صاحب اور زار یہ بیگم یعنی مہوش کی ماما ماہ نور سے بہت پیار کرتے تھے۔ آج وہ اکیلی تھی سولان میں آ کر ٹھہرنے لگی۔۔۔ اے میرے رب میری قسمت میں کیا لکھا ہے کیوں سب مجھ سے نفرت کرتے ہیں پہلے ابو امی سے اور مجھ سے نفرت کرتے تھے اور اب ماموں لوگ ہم سے نفرت کیوں کرتے ہیں آج اسے موقع ملا تھا خوب رونے کا سو وہ ساری کسر نکال رہی تھی تب ہی مہوش کی آواز آئی تھی۔

خبردار مانو جو تم روئی تو۔ مجھے پتہ تھا تم روؤں گی اس لیے میں نہیں گئی تھی۔

اف تم یہاں کیا کر رہی ہو مہوش تم کیوں نہیں گئی تم تیار بھی ہوئی ہو پھر کیا ہوا کیسے جانی میں تم جو نہیں گئی پتہ ہے مانو میرا دل کہتا ہے کہ دنیا کی ہر خوشی سب سے چھین کر تم کو دے دوں بس پلیز مانو تم رو پانا نہ کر مجھے بہت دکھ ہوتا ہے تم مایوس نہ ہو کرو دیکھنا ایک دن کوہ قاف سے پرنس آئے گا اور ہماری پرنسز کو ساتھ لے جائے گا۔ لیکن پار ایک مسئلہ ہے۔

وہ کیا مہوش۔

یار پرنس تو پرنسز کو لینے آئیگا مانو چڑیل کو دیکھ کر تو وہ ہے گا مہوش شہزادی کو لے چلتے ہیں۔

یہ خوش فہمی تم دل سے نکال ہی دو ویسے مانو آج گھر پر کوئی نہیں ہے آؤ سب کے کمروں کی تلاشی لیں پتہ تو کھانے کو ملے گا نا۔

اف یہ بری عادت تم نہ چھوڑنا وہ سب کے

دل کرتا تھا کہ اس کی گرے آنکھوں میں ڈوب جائے انسان وہ واقعی قدرت کا اصول شاہکار دیکھتا تھا

ان سے ملو بیٹا یہ تعبیر کا دوست ہے سروش پاکستان دیکھنے آیا ہے۔

جی جی پھوپھو ہم مل چکے ہیں سروش بھائی سے کیوں سروش بھائی۔

جی آئی بہت اچھا دیکھ گیا ہے ان لوگوں نے مجھے یہ بات اس نے مانو کی طرف دیکھ کر کہی تھی جبکہ مانو نے اسے بار بھی نظر اٹھا کر نہ دیکھا تھا

ہم لوگ تو کھانا باہر سے کھا آئے سروش اور مانو بیٹا آپ لوگ بھی کھا لو۔ منصور صاحب نے کہا تھا اور وہ دونوں کچن کی طرف چلی گئیں۔

افوہ سروش آج کا دن بہت برا گزار پہلے سوہان بھائی کے روم میں پھنسی ہم اور پھر اس بیچارے کی بے عزتی کر دی۔

تو کس نے کہا تھا اس سے جا کر کھرا رو۔ میں نے نہیں ماری تھی غلطی اس کی تھی۔

جو بھی ہے مانو تم نے بڑی بے عزتی کی ہے اس کی اور تم نے جو اسے کہا تھا کہ گھر یہ کوئی نہیں جھوٹ کی پوٹی ہو تم سوہان بھائی کی پرسنز خبردار جو مجھے سوہان سے جوڑا تو۔

او یا د آیا سوہان بھائی کی ڈائری تو میں اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی اب روم میں چل کر پڑھیں گے

یہ اچھا نہیں کیا تم نے سروش بغیر اجازت کے کسی کی پرسنل چیز پڑھنا بہت بری بات ہے۔

نی الحال روم میں چلو مانو بعد میں تم مجھے اخلاقیات پر پتھر دے دیتا

اچھا بڑے بھیا آپ لوگ بیٹھیں ہم لوگ تھوڑا ریٹ کر لیں پورا دن سفر میں گزرا ہے۔

کیا ہے سوہان اٹنے پاؤں باہر کی طرف بھاگا اور اس لمحے کا فائدہ اٹھا کر دونوں باہر کی طرف بھاگی تھیں سروش کے پاؤں میں درد تھا وہ تھوڑی آہستہ چل رہی تھی جبکہ ماہ نور اس سے آگے تھی وہ مز مز کر رہی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔

افوہ سوہان بھائی نے بولا پرسنز اوہ مائی گاڈ سروش لگتا ہے ان کو تم سے پیار ہو گیا ہے۔

رکو مانو بد تمیز میں ٹھیک کرتی ہوں تمہیں مانو آگے کی طرف بھاگی جب اس کی ٹکر کسی نا آشنا سے ہو گئی۔

افوہ دیکھ نہیں سکتے آپ لڑکیوں کو دیکھ کر تو اوسان خطا ہو جاتے ہیں لڑکیوں سے ٹکرانے کے بہانے ابھی تک اس نے نظر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا نہیں تھا شاید اس پر خوب سنائے جا رہی تھی۔

دیکھیں محترمہ۔ محترمہ۔ کا لفظ آتے آتے سروش کے کان میں پڑ گیا تھا اس لیے اس نے بھی آکر اپنی چونچ لڑائی تھی۔

اے ہے مسز محترمہ کس کو کہا اتنی سویٹ سی لڑکی کو محترمہ کہے جا رہے ہیں آپ جو بھی ہیں واپس چلے جائیں گھر یہ کوئی بھی نہیں نہ تنزیل نہ سوہان بھائی سو آپ۔

ارے سروش بیٹا تم کیا کر رہے ہو یہاں کمرہ ملا اپنا کیا اور یہ کون ہے۔

میری ماہ نور اور سروش مجھ سے ملی ہی نہیں۔ وہ دونوں ان کی طرف بڑھی تھیں صغیرہ بیگم نے دونوں کو گلے سے لگایا اور بہت پیار کیا۔

ان سے ملو یہ تعبیر ہیں۔

اسلام صغیرہ تعبیر بھائی۔ دونوں نے بیک وقت کہا تھا وہ دونوں تو اسے دیکھتی ہی رہ گئی وہ واقعی میں بہت شاندار انسان تھا اس کی عمر پچیس سال تھی اور اس کی پر سنائی اتنی زبردست تھی کہ

ان سے ملو بیٹا یہ تعبیر کا دوست ہے سروش پاکستان دیکھنے آیا ہے۔

جی جی پھوپھو ہم مل چکے ہیں سروش بھائی سے کیوں سروش بھائی۔

جی آئی بہت اچھا دیکھ گیا ہے ان لوگوں نے مجھے یہ بات اس نے مانو کی طرف دیکھ کر کہی تھی جبکہ مانو نے اسے بار بھی نظر اٹھا کر نہ دیکھا تھا

ہم لوگ تو کھانا باہر سے کھا آئے سروش اور مانو بیٹا آپ لوگ بھی کھا لو۔ منصور صاحب نے کہا تھا اور وہ دونوں کچن کی طرف چلی گئیں۔

افوہ سروش آج کا دن بہت برا گزار پہلے سوہان بھائی کے روم میں پھنسی ہم اور پھر اس بیچارے کی بے عزتی کر دی۔

تو کس نے کہا تھا اس سے جا کر کھرا رو۔ میں نے نہیں ماری تھی غلطی اس کی تھی۔

جو بھی ہے مانو تم نے بڑی بے عزتی کی ہے اس کی اور تم نے جو اسے کہا تھا کہ گھر یہ کوئی نہیں جھوٹ کی پوٹی ہو تم سوہان بھائی کی پرسنز خبردار جو مجھے سوہان سے جوڑا تو۔

او یا د آیا سوہان بھائی کی ڈائری تو میں اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی اب روم میں چل کر پڑھیں گے

یہ اچھا نہیں کیا تم نے سروش بغیر اجازت کے کسی کی پرسنل چیز پڑھنا بہت بری بات ہے۔

نی الحال روم میں چلو مانو بعد میں تم مجھے اخلاقیات پر پتھر دے دیتا

اچھا بڑے بھیا آپ لوگ بیٹھیں ہم لوگ تھوڑا ریٹ کر لیں پورا دن سفر میں گزرا ہے۔

کیا ہے سوہان اٹنے پاؤں باہر کی طرف بھاگا اور اس لمحے کا فائدہ اٹھا کر دونوں باہر کی طرف بھاگی تھیں سروش کے پاؤں میں درد تھا وہ تھوڑی آہستہ چل رہی تھی جبکہ ماہ نور اس سے آگے تھی وہ مز مز کر رہی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔

افوہ سوہان بھائی نے بولا پرسنز اوہ مائی گاڈ سروش لگتا ہے ان کو تم سے پیار ہو گیا ہے۔

رکو مانو بد تمیز میں ٹھیک کرتی ہوں تمہیں مانو آگے کی طرف بھاگی جب اس کی ٹکر کسی نا آشنا سے ہو گئی۔

افوہ دیکھ نہیں سکتے آپ لڑکیوں کو دیکھ کر تو اوسان خطا ہو جاتے ہیں لڑکیوں سے ٹکرانے کے بہانے ابھی تک اس نے نظر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا نہیں تھا شاید اس پر خوب سنائے جا رہی تھی۔

دیکھیں محترمہ۔ محترمہ۔ کا لفظ آتے آتے سروش کے کان میں پڑ گیا تھا اس لیے اس نے بھی آکر اپنی چونچ لڑائی تھی۔

اے ہے مسز محترمہ کس کو کہا اتنی سویٹ سی لڑکی کو محترمہ کہے جا رہے ہیں آپ جو بھی ہیں واپس چلے جائیں گھر یہ کوئی بھی نہیں نہ تنزیل نہ سوہان بھائی سو آپ۔

ارے سروش بیٹا تم کیا کر رہے ہو یہاں کمرہ ملا اپنا کیا اور یہ کون ہے۔

میری ماہ نور اور سروش مجھ سے ملی ہی نہیں۔ وہ دونوں ان کی طرف بڑھی تھیں صغیرہ بیگم نے دونوں کو گلے سے لگایا اور بہت پیار کیا۔

ان سے ملو یہ تعبیر ہیں۔

اسلام صغیرہ تعبیر بھائی۔ دونوں نے بیک وقت کہا تھا وہ دونوں تو اسے دیکھتی ہی رہ گئی وہ واقعی میں بہت شاندار انسان تھا اس کی عمر پچیس سال تھی اور اس کی پر سنائی اتنی زبردست تھی کہ

صنفیہ جیا کے پاس آئی تھیں جیہا تم نے مانو کا رشتہ وغیرہ کہیں طے کر دیا کیا۔ کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈ کر اس کی شادی کر دو۔

مگر صنفیہ آپا آپ نے تو تعبیر کے لیے مانو۔ اوہ پلیز رہنے دو اس بات کو یہ پہلے کی بات تھی اب بچے بڑے ہو گئے ہیں اور ان کی سوچ بدل گئی ہے ویسے بھی میرے تعبیر کو تو زویا پسند آگئی ہے بڑی بھاری بھنگی ہے میں منصور بھائی سے اس کا ہاتھ مانگوں گی تم میرے مانو تو کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر ماہ نور کی شادی کر دو۔

یہ کہہ کر صنفیہ تو چلی گئی تھیں مگر جیا اپنی جگہ یوں ساکت ہوئی کہ پھر اٹھ نہ سکی کیونکہ وہ اپنی مانو کو چھوڑ کر وہاں چلی گئی تھی جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا اور ہر طرف مانو کی آواز سنائی دے رہی تھی ماں اٹھو ناں پلیز اٹھ جاؤ ناں مجھے کس کے پاس چھوڑ کر جا رہی ہو مجھے اکیلا کر دیا ماں صنفیہ بیگم نے اسے دلاسا دیا تھا مگر مانو جانے والے واپس نہیں آتے۔ آج ہر کوئی اس سے محبت جتا رہا تھا مگر اصل محبت تو کھو گئی تھی اور وہ تھی اس کی ماں۔

وقت سے بڑھ کر کوئی طیب نہیں اور وقت نے اس کے زخموں پر بھی مرہم رکھ دیا تھا اور سب سے بڑھ کر مدوش نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ اسے دو بارہ زندگی کی طرف لانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی وہ کسی حد تک اس حد سے بے نکل آئی تھی مگر کبھی کبھی وہ اس شدت سے روتی تھی کہ لگتا تھا کہ آسمان پھٹ جائے گا آج اس کی ماں کو مجھے ہوئے دو ماہ ہو گئے تھے اور آج ثنا کی مہندی تھی شادی میں اتنی دھوم دھام تو نہ تھی مگر وہ سادگی بھی نہ تھی وہ خاموشی کرے میں بیٹھی تھی جب راحیل

دیکھو زویا امن ان دونوں لڑکوں کو قبضے میں کرنے کی کوشش کرو ایسے رشتے بار بار ہاتھ نہیں آتے صنفیہ بتا رہی تھی تعبیر کو تھوڑی اٹیکو لڑکیاں اچھی لگتی ہیں انزلہ بیگم اپنی بیٹیوں کو ان دو عدد لڑکوں کو پھنسانے کا پلان بنا رہی تھی۔ جبکہ جیا بیگم نے ان کو ناشتے پر بلانے کے لیے قدم رکھا تو انزلہ بیگم نے خاموشی پکڑ لی جب کہ جیا بیگم سب سن چکی تھیں سب ناشتے پر اکٹھے ہتھے سوائے ان دونوں کے کیونکہ وہ تو سویرے ہی راج کے لیے نکل گئی تھیں۔

مدوش مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پتہ نہیں وہ کون تھا۔ مانو نے کہا۔ اچھا تاؤ وہ دیکھنے میں کیسا تھا۔ میری جان پر بنی ہے اور تمہیں اس کیسے انسان کی پڑی ہے۔ ویسے مانو کیا سین ہوا ہوگا۔ ہیرو نے زبردست انٹری ماری اور ہیروئن کے ہونٹوں پر ہاتھ بھی رکھ لیے واہ کاش مجھے بھی ایسا رو میٹک سا ہیرو مل جائے۔

اے۔ اے۔ اے۔ مانو سوری یار رو تو ناں۔ ہوا کیا پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی میں اتنی جرات نہیں کہ ہمارے خاندان کی دیواروں کو پھلانگ کر یوں کرے تک آجائے دیکھ مانو یہ تیرا خواب تو ہو سکتا ہے مگر حقیقت نہیں۔ پلیز مدوش مجھنے کی کوشش کر دو اس نے مجھے چھوا ہے۔ مانو نے ڈرے لہجے میں کہا خواب میں اور حقیقت میں فرق ہوتا ہے مانو ملی۔ مدوش نے کہا۔ مانو ملی تو اس نے بھی بولا تھا۔ تم پاگل ہو گئی ہو ماہ نور چلو کلاس کا ناٹم

اور ان کی بیگم اس ک کمرے میں آئے۔
ارے ماموں آپ لوگ مجھے بلا لیتے
میں آجاتی

نہیں بیٹا ہم خود آئے ہیں دیکھو بیٹا جانے
والے چلے جاتے ہیں رہ جانے والوں کی زندگی تو
چلتی رہتی ہے بہادر بنو بیٹا انہوں نے اس کے سر
پر ہاتھ رکھا تھا تب اس کا خود پر کنٹرول نہ رہا
اور وہ پھر سے رونے لگی تب زاری بیگم نے اس
کے ماتھے کو چوما

اشھو بیٹی آپ بھی تیاری کرو مہندی کی مدوش
بھی اپنے روم میں بیٹھی رو رہی ہے میں اسے بھی
کہتی ہوں تم دونوں مل کر تیار ہو کر باہر آ جاؤ
اور اب میں تمہارے چہرے پر صرف مسکراہٹ
دیکھوں۔

اسے خود کو بدلنا تھا مدوش کے لیے کیونکہ اس
کے پاس ماما کے بعد ایک ہی رشتہ بچا تھا اور وہ گلی
مدوش۔

مدوش۔۔۔۔۔

ہاں بولو مانو میں ادھر ہوں۔

کیا کر رہی ہو۔ چلو اشھو تیار ہو جاؤ۔ سب
مہندی کی تیاری کر رہے ہیں۔
دیکھو مانو اگر تم تیار نہ ہوئی تو میں تیار نہیں
ہوگی

اف اشھو بتاؤ ڈریس کہاں ہے میں بھی تیار
ہوں گی اور تم بھی۔

گلی مانو بہت مزہ آئے گا۔

وہ دونوں ڈریس پہن کر آئی تو حد سے زیادہ
خوبصورت لگ رہی تھیں دونوں نے وائٹ اور
سکائی کلر کے کڑے پہن رکھے تھے۔

مانو آؤ تم کو بھی میک اپ کروں۔

پلیز۔۔۔ مدوش میرے چہرے پر کوئی ظلم نہ
کرنا پلیز تمہیں پتہ ہے مجھے ان چیزوں میں کوئی

انٹرسٹ نہیں ہے۔

او کے بابا نہ ہو۔ مجھے تو ہوتا ہے۔
ارے میرے ائیر رنگز کہاں گئے مانو۔
ڈھونڈو پلیز۔

ارے یہ کیا مانو سوہان بھائی کی ڈائری تو
ہمیں یاد ہی نہیں رہی۔

چلو اب تو یاد آ گئی ہے ناں۔

چلو مانو میں ائیر رنگز ڈھونڈتی ہوں تم زور
سے پڑھنا شروع کر دو پتہ تو چلے سوہان بننے تو
شریف ہیں مگر ضرور تین چار لڑکیوں سے چکر
چلا رکھے ہوں گے۔ مانو نے پڑھنا شروع کر دیا۔
زندگی گزرتی گئی وقت کتنا گیا اور میں خطر
رہا کاش تو پلٹ کر میرا ہاتھ تھامے اور کہے
میں آپ کی ہوں سوہان صرف آپ کی۔

یا۔۔۔۔۔ یعنی میرا اندازہ ٹھیک ہوا موصوف
کسی سے چکر چلا رہے ہیں اور اتنے رومنٹک
دیکھتے تو نہیں ہیں چلو مانو آگے بڑھو۔

آج وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی جیسے کوہ
قاف کی کوئی پری میرا دل چاہا کہ اپنے سارے
جذبات اس سے کہہ دوں مگر وہی مصیبت سوہان
بھائی جب وہ مجھے بھائی کہتی ہے تو میرا دل ٹوٹ
سا جاتا ہے ہائے دل کب وہ مجھے ملے گی اور بس
میری ہو جائے گی۔ کب تک تڑپاؤ گی پیاری مد
وش۔۔۔۔۔

ہائے میں مر جاؤں مدوش بہت مبارک ہو
تمہیں تم تو میری بھانجی بن جاؤ گی۔

جہنم میں جاؤ تم اور تمہارا کزن غضب خدا کا
عمر نہیں دیکھتے اپنی مچھلیں کے ہو گئے ہیں اور میں
ہیں کی

او ہو۔ اب یہ بہانے تو تم مت بناؤ ناں

اب اتنی بھی بیگمی نہیں ہو تم۔

مانو کی بیگمی رکھو تم ذرا۔

جی وہ کچھ نہیں بس پوچھنا تھا فلکشن کب شروع ہوگا۔
 اتنی سی بات پر اتنی پریشان ہے میری گڑیا
 اب تھوڑی دیر میں شروع ہو جائے گا۔
 وہ بہت پریشان ہو گئی تھی سروش تو یہ۔ وہی
 ہے جس سے پہلے بھی نگر ہوئی تھی تعبیر بھائی کا
 دوست لیکن میں نے اسے دیکھا نہیں پھر اس رات
 کے بعد سروش کو بتاتی ہوں جا کر۔

تعبیر بتائیے ناں میں کسی لگ رہی ہوں۔
 بہت پیاری لگ رہی ہو لگتا ہے مجھے نقل
 کرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔
 اب اتنی بھی پیاری نہیں لگ رہی ہوں
 میں۔

اچھا زوہاسنو میں نے ماما سے بات کر لی ہے
 تنزیل کی شادی کے بعد ہماری سنگینی کرنا چاہتی ہیں
 وہ اور سروش نے بھی کوئی لڑکی پسند کر لی ہے نہیں
 ہے تو ہے اس کے والدین تو ہیں نہیں اس لیے اس
 کی سنگینی کے فرائض بھی ماما کے ذمہ ہیں۔
 ادوہ۔ ویسے کون سی لڑکی پسند آئی ان کو۔
 یہ تو نہیں بتایا اس نے کہہ رہا تھا جب ٹائم آیا
 تو بتا دوں گا اچھا اب میں ذرا باہر کام دیکھ لوں۔
 جاتے ہوئے اسن سے کہنا کہ میرے پاس
 روم میں آئے۔

او کے کہہ دوں گا۔
 آپنی آپ نے مجھے بلایا۔
 ہاں اسن مجھے لگتا ہے کہ سروش کو تم پسند آگئی
 ہو ذرا بن سنور کر رہنا اور اس کے پاس پاس رہنا
 او کے آپنی بے فکر رہو آپ دیکھتی جاؤ
 میں کرتی کیا ہوں۔
 او کے گڈ۔

مانو نے ڈور کھول کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی
 اسے پتہ تھا اگر رکی تو سروش اس کا سر پھاڑ دے گی
 دوڑتے ہوئے آج پھر اس کی نگر کسی سے ہو گئی اس
 نے نظر اٹھا کر دیکھنا گوارا نہ کیا۔
 دیکھ کر نہیں چل سکتی آپ مسئلہ کیا ہے تمہارا
 ہر وقت ملی کی طرح چھٹائیں مارتی رہتی ہو۔
 دیکھیں سوری پلیز۔۔۔ مجھے پتہ ہے میری
 غلطی ہے مگر آپ تو سٹارٹ ہی ہو گئے ہیں۔ سوری
 بول تو رہی۔۔۔ اس نے نگاہ اٹھا کر جو دیکھا تو۔۔۔
 تم۔۔۔ آج پھر کون ہو تم اس نے دن رات کو
 بھی تم نے مجھے۔۔۔

پلیز اب رات بھی کہہ رہی ہو دن بھی کہہ
 رہی ہو کون یقین کرے گا تمہارا۔
 تم جو بھی ہو میری جان چھوڑو۔
 میں نے آپ کو کب پکڑا ہے اور اگر پکڑ لیا تو
 چھوڑنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔
 تم ہو کون۔ آخر چاہتے کیا ہو مجھ سے۔
 بس اتنا سا چاہتا ہوں کہ ہر بار مجھ سے نگر نہ
 مارا کرو ورنہ۔۔۔۔۔
 ورنہ کیا۔ کیا کر لو گے تم بہت دیکھے ہیں
 میں نے تم سے تیز لوگ اگر تم ان حرکتوں سے باز
 نہ آئے تو میں ماموں کو بتاؤں گی نکلو ہمارے گھر
 سے باہر۔

ارے واہ تمہارا گھر کب سے ہو گیا ہے۔
 مانو رونے ہی والی تھی کہ تعبیر کو آتے دیکھا
 تعبیر بھائی کو بتاتی ہوں اس کی تعبیر بھائی مجھے
 کچھ کہتا ہے آپ سے۔
 ہاں جلدی سے بولو باہر بہت کام ہیں۔
 ارے سروش پلیز باہر جا کر دیکوریشن والوں
 کو دیکھنا۔۔
 او کے میں جاتا ہوں۔
 ہاں بولو مانو کیا بات ہے۔

خبر مندہ نہ کریں۔
 تم جیسے چاہو گی ویسا ہوگا میں ساری زندگی
 تمہارا انتظار کروں گا۔ پلیز مددش میں خود راجیل
 چاچو سے بات کروں گا پلیز مددش ایک بار کہہ دو
 تم صرف میری ہو۔ مانو جو دروازے پر کھڑی تھی
 سشدر رہ گئی۔ ایسے جنونی لوگ بھی ہوتے
 ہیں اور مددش کو دیکھو کہیسی اتنا پیار کرنے
 ہیں سوہان بھائی اور نخرے کر رہی سے مانو نے
 یکدم دروازہ کھولا تو وہ دونوں ہی ڈر گئے مانو نے
 اندر سے دروازہ لاک کر دیا اور سوہان کو کندھوں
 سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

کیا ہو گیا ہے سوہان بھائی کیوں اس بے
 حس لڑکی کے سامنے اپنے آنسو ضائع کر رہے ہیں
 اس کو کیا فرق پڑتا ہے ایک کام کریں جائیں جا کر
 زہر کھا کر مر۔۔

شٹ اپ۔۔ مانو مددش نے آگے بڑھ کر
 اس کو تھپڑ مار دیا تھا بند کرو بکواس اپنی۔

ارے دیکھا سوہان بھائی یہ آپ سے پیار
 کرتی ہے بس آپ کو تڑپا رہی تھی مددش کی
 نظریں جھک گئیں تھیں۔ وہ سمجھ نہ بول سکی۔ کیونکہ
 وہ تو اس وقت ہی اس کی ہو گئی تھی جب وہ اس کے
 پیروں میں جھک گیا تھا۔ سوہان بھائی آپ راجیل
 ماسوں سے بات کریں پرنسز تیار ہے۔ مددش کا
 چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

کیوں مددش مانو ٹھیک کہہ رہی ہے۔

جی۔۔۔ وہ۔۔ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے سوہان
 بھائی

خبردار جو مجھے بھائی کہا تو۔

اور تینوں کی ہنسی دیکھنے کے قابل تھی اس لیے
 اچھا اب میں چلتا ہوں یہ نہ ہو کوئی گڑبڑ ہو
 جائے۔

کیا بھائی مجھے تو مفت کا تھپڑ پڑ گیا نا۔

سروش۔
 او۔ جی آپ نے مجھے یاد کیا۔
 جی وہ مجھے بازار جانا تھا کچھ چیزیں لینے
 سب کام میں لگے آپ مجھے لے چلیں۔
 ارے آپ بولیں اور ہم نہ مانیں یہ کیسے
 ہو سکتا ہے۔ سروش مسکرایا۔
 اوکے پھر میں تیار ہو کر آتی۔
 سنو امن۔

جی۔۔
 چاچکی کہاں جا رہی۔
 جی وہ مین بازار جا رہی ہوں کچھ
 چیزیں لینے۔
 گاڑی پر جا رہی ہو۔

جی ہاں وہ سروش کے ساتھ۔
 اوکے میں سروش کو بولتی ہوں مانو اور مددش
 کو بھی لے جائے مانو نے چپل لہی ہے۔

اف کیا مصیبت ہے کیا اب میں بڑی اب
 ان دونوں کو بھی ساتے لے کے جانا پڑے گا اچھے
 خاصے موڈ کا ستیاناس کر دیا امن کا غصہ دیکھنے کے
 لائق تھا۔

مانو سروش کے بارے میں مددش کو بتانے
 جا رہی تھی جو نمکی دوڑ کو کھولنے لگی تو اندر سے آنے
 والی آوازوں نے اسے چونکا دیا اور وہ رک گئی۔
 دیکھئے سوہان بھائی ایسا کیسے ممکن ہے میں
 آپ کو بھائی۔

پلیز مددش بس کر دو۔ پلیز مجھے یوں نہ
 ٹھکراؤ پلیز مددش وہ اس کے پیروں میں بیٹھ گیا
 تھا پلیز مددش اگر تم کسی اور کو۔۔۔

خدا کے لیے ایسا نہ بولیں میں کسی کو پسند
 نہیں کرتی اور یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ پلیز مجھے

ہم سب چھوٹوں کو بھی۔

سب کو بلایا ہے اور تم بھی آ جاؤ مانو میرے
ماما پاپا تمہیں بھی بلا رہے ہیں۔
اد کے میں آتی ہوں۔

نہیں ہوگا۔ کیوں مانو بیٹا۔
مانو کی تو جیسے جان نکل گئی تھی اس کہنے سے
شادی مجھے انکار کر دینا چاہیے مگر ماموں نے جس
مان سے اسے پوچھا تھا وہ سب کے سامنے ان کو
بے عزت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

بولو مانو۔

جیسے آپ کی مرضی ماموں جو آپ کو بہتر لگے
یہ کہہ کر وہ ہال سے باہر نکل آئی گی نا چار سب کو یہ
فیصلہ ماننا پڑا گو کہ سروش بہت خوش تھا مگر ایک
استحسان باقی تھا اور وہ ماہ نور کو منانا تھا۔
اف مانو تم بہت خوش قسمت ہو اتنا زبردست
بندہ مل گیا۔

مگر مجھے اس میں کوئی اثر سٹ نہیں ہے۔
پلیز مانو وہ بہت اچھے ہیں تم انکے بارے
میں غلط سوچ رہی ہو۔

کوئی نہیں ہے میرا سب میرے ساتھ جو
سلوک کرتے ہیں مجھے سب پتہ ہے سب نفرت
کرتے ہیں مجھ سے اور وہ شخص جو ہرقت ماموں کے
ساتھ چیکار رہا اب مجھے اس کے ساتھ جوڑ دیا مجھے
نہیں کرتی اس سے شادی یہ وہ۔ پلیز وہ مدد
کے گلے لگ کر رونا چاہتی تھی لیکن جب وہ پلٹی تو
وہاں وہاں۔ دس نہیں تھی بلکہ سروش کھڑا اسکی
باتیں سن رہا تھا۔ وہ اس سے کترا کر ٹھٹھا چاہتی تھی
کہ سروش نے اس کو کندھے سے پکڑ کر اپنے
سامنے کھڑا کر دیا۔

اپنی ساری باتیں تم کہہ چکی ہو اب میری
سنو۔ جس دن پہلے دن تم مجھ سے نکرائی تھی اسی
دن سوچ لیا تھا کہ تمہارے ساتھ ساری زندگی
گزارنی ہے تمہیں اپنا بنانا ہے یہ بات امن کی تو
وہ تم سے نفرت کرتی تھی تمہاری راہوں میں کاسٹے
بچانے کی کوشش کرتی تھی اس لیے میں نے پہلے
اسے اپنے قریب کیا اور پھر بری طرح اس کا دل

سب ہال نما کمرے میں جمع تھے بڑے تایا
نے ایک نگاہ مددش پر ڈالی اور ایک سوہان پر آج
میں نے صدمہ سب کو اس لیے بلایا تھا کہ میں نے
سوہان اور مددش کا رشتہ طے کر دیا ہے۔ کسی کو کوئی
اعتراض سے تو بولے۔ سب خاموش تھے اور سب
کی خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ کسی کو کوئی اعتراض
نہیں مجھے لگتا ہے سب اس رشتے سے خوش
ہیں۔ اس خوشی کے موقع پر میں تعبیر اور زوہا کی
منگنی کا اعلان بھی کرتا ہوں۔ سب بہت خوش تھے
لیکن اس خوشی کے موقع پر میں اپنے بیٹے سروش
سے کہوں گا کہ وہ اپنی مرضی کا اظہار کر دے کیونکہ
اس نے مجھ سے کہا تھا اسے ہماری ٹیلی میں سے
کوئی لڑکی پسند ہے جس کا نام وہ آج بتائے گا باقی
سب خوش تھے مگر مددش کچھ زیادہ ہی خوش تھی مانو
نے اسے گھورا جیسے کہہ رہی ہو تمہارا رشتہ سوہان
بھائی سے ہو گیا ہے اس لیے سروش کے لیے اتنا
خوش نہ ہو مگر سب منتظر تھے بڑے ماموں خود بھی
کروٹ بدل رہے تھے کب سروش امن کا نام لے
اور سب کو مبارک باد دی جائے۔ بولو سروش
بیٹا بولو۔

مجھے مانو سے شادی کرنی ہے صفیہ آئی۔
سب کے خوش ہوتے چہرے مر جھانگنے تھے سوائے
مددش سوہان اور راجیل زار یہ بیگم کے۔ اس سے
پہلے کہ منصور صاحب کچھ بولتے راجیل صاحب
نے مانو کی طرف دیکھا۔

ہاں بیٹا مانو ہماری بہت پیاری بیٹی ہے
اور مجھے یقین ہے کہ اسے کوئی اعتراض

عرض میں اتنی اچھی لگی اور مجھے دیکھ کہا تو
میں آئندہ بھی لکھتی رہوں گی اور ادارہ جو اب
عرض سے میں گزارش کرتی ہوں کہ میری حوصلہ
افزائی ضرور کیجئے گا میری اس تحریر کو شائع
کر دیں۔

غزل

دنیا ہی محفل میرے کام کی نہیں
کس کو سناؤں حال دل بے قرار کا
بجھتا ہوا چراغ ہوں اپنے سزا کا
اے کاش بھول جاؤں اے کو مگر بھولا نہیں
اپنا پتہ لے لے نہ لے خیر یار کی لے
دشمن کو بھی نہ ایسی سزا پیار کی لے
ان کو خدا لے خدا کی جنہیں سلاش ہے
مجھ کو بس ایک جھلک میرے یار اے کی لے
نصر اللہ خان مگسی۔ بوجستان

غزل

خدا کے بند مجھ کو بنا رہا ہے کوئی
نقش میری قبر کا بنا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے
اداس میرے جنازے سے جا رہا ہے کوئی
خدا کی سوتی ہے آنسو بہا رہا ہے کوئی
فرشتوں عرش سے گلاب کے پھول برساؤ
میری قبر کو دہن بنا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے
نصر اللہ خان مگسی۔ بوجستان

توڑا کیونکہ اس گھر میں رہنے والوں کو یہ احساس
دلانا چاہتا تھا کہ ہر چیز ہماری مٹھی میں نہیں ہوتی
بلکہ تقدیر کا عمل دخل ہر جگہ ہوتا ہے۔ یہ سب تم سے
برا سلوک کرتے رہے اور تقدیر انکو آزماتی رہی
اور جب وقت آیا تقدیر نے اپنا تیر پھینکا تو یہ سب
ہار گئے۔ تقدیر نے مجھے تمہاری تقدیر بنا کر بھیجا ہے
کہ رشتوں کی اوٹ میں تم نے جو دکھ اٹھائے ہیں
انکا ازالہ کر سکوں اب بولو اپنی تقدیر کو میری تقدیر
سے ملنے کی اجازت دو گی بولو مانو بولو۔

وہ کچھ نہ بول سکی آج اسے تقدیر کے
فیصلوں پر رشک آیا تھا واقعی تقدیر نے اسے خوب
آزمایا تھا اس لیے اس نے چپ چاپ تقدیر کے
سامنے سر جھکا دیا۔ اور سروش کے سینے سے لگ کر
رونے لگی۔

آپ بھی مجھے ماں کی طرح اکیلا تو نہیں چھوڑ
دیں گے۔
جی نہیں بالکل بھی نہیں میڈم۔ میں ہمیشہ اپنی
مانوبلی کے پاس رہوں گا۔

آپ نے مجھے ملی کہا چھوڑوں گی نہیں۔ وہ
باہر بھاگی تھی جب دوڑتے دوڑتے اجانک رکی تو
وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے پھر اس سے ٹکرائی۔
اود کچھ کر آپ تو نکلیں مارنا چھوڑ دو یار کب
تک ظلم کرتی رہو گی۔ وہ اس کے بالکل پاس تھی
جب عقب سے اسے قبیبوں کی آواز آئی۔ سوبان
اور مردوش ہنس رہے تھے۔

مانو یہ اس پھینک کا بدلہ ہے جو میری ہونے والی
وائف نے تمہیں مارا تھا۔ یہ سن کر سب مسکرانے
لگے تھے۔

قارئین کرام یہ میری پہلی کاوش تھی کسی لگی
آپ کو اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا تاکہ
میں مزید لکھ سکوں اگر آپ قارئین کو میری جواب

پہلا قدم

۔۔۔ تحریر۔ آنیہ۔ لاہور۔۔۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں یہ پہلی کہانی لے کر حاضر ہوئی ہوں امید ہے کہ اس دہلی گہری میں سب میرا حوصلہ بڑھائیں گے اور مجھے اور زیادہ لکھنے کا موقع ملے گا میں نے اس کہانی کا نام۔ پہلا قدم۔ رکھا ہے امید ہے کہ سب کو پسند آئے گی۔ اس نے گاڑی سے باہر نظر دوڑائی تو سب کچھ اپنی جگہ پر ٹھیک لگا اسے لیکن ایک چیز ہمیشہ اس کے دل میں کراہٹ پیدا کر دیتی تھی اور آج بھی اس کو دیکھ کر اس کے دل میں ہمدردی کے کئی جذبات اٹھ آئے تھے اور افسوس بھی ہے۔ میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں ضرور بتائیے گا۔

ادارہ جو اب عرض کی جاسی کو نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹرز سوسائٹی نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ماحول کا بہت غور سے جائزہ لیتی تھی اپنے ماحول میں ہونے والی برائیاں ختم کرنا چاہتی تھی مگر اسے سمجھ نہ لگتی تھی کہ وہ کیسے اکیلے ان سب کو ختم کر سکتی ہے آج بھی وہ اس لیے ہی پریشان تھی وہ ہمیشہ سڑک پر کڑی دھوپ میں بہت بوری بوری لوگوں کو کام کرتے دیکھا کرتی تھی جو اپنا بوجھ بھی بمشکل سے اٹھاتے ہوئے گروہ کئی کئی اینٹیں اپنے ناتواں کاندھوں پر اٹھا کر کئی کئی منزلیں چڑھا کرتے تھے اس نے اکثر اپنے کالج میں بھی ایسے ہی بوزھے لوگوں کو دیکھا تھا جو اپنی کمر جھکا کر صفائی کیا کرتے تھے ان سب بوزھے لوگوں کو دیکھ کر وہ سوچا کرتی تھی کہ یہ لوگ ساری ساری زندگی محنت مزدوری کرتے پوری زندگی اپنی ناتواں کمر پر بوجھ اٹھاتے ہیں عمر کے اس حصے میں وہ کیوں اتنا کام کرتے ہیں ان کے بچے ان کو کام کیوں کرنے دیتے ہیں۔

اس کے ذہن میں مسئلہ تھا اور حل بھی اسے اس مسئلے کا یہ حل لگتا تھا کہ حکومت کو کچھ رقم ان بوزھے

وہ کالج سے گھر پہنچی تو ماں نے بڑے تپاک سے ہمیشہ کی طرف استقبال کیا مگر اس کے دل داغ میں وہ ہی سب کچھ چل رہا تھا جسے وہ راستے میں دیکھ کر آئی تھی اسے خاموش اور اداس دیکھ کر اس کی ماں نے بڑے پیار سے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔

بہی ایشال۔ تو اتنی اداس کیوں ہو ایسی کیلی بات ہے آج۔

ماں کی آواز نے ایشال کی سوچوں میں غلط ڈالا وہی بات مجھے پریشان کر دیتے سے ایشال نے خود میں الجھتے ہوئے کہا اچھا تو آج پھر تم نے دیکھ لیا ہوگا وہ سب ماں کھانا گرم کرنے کے لیے اٹھی اور ایشال وہاں ہی پریشان بیٹھی تھی اچھا تازہ دم ہو جاؤ منہ دھو کر کھانا کھا لو ماں نے بہن سے آواز لگائی۔

ایشال ایک اچھی رائٹرز تھی وہ دل سے لکھتی تھی وہ اب تک کئی ناول غزلیں اور تحریریں لکھ چکی تھی وہ

جئے مذاق بنایا تھا مگر انہوں نے ہمت نہیں ہاری تھی اور نہ اپنے مقصد کا میاب اپنی منزل کو پالیا تھا اور تمہارا مقصد بھی ہے اور منزل اور راستی تمہیں اب خود ہی بنانا ہے۔۔۔ ماں ایشال کو سمجھا کر برتن سینے لگی اور ایشال ماں کی باتوں پر غور و فکر کرنے لگی پھر وہ اپنی نشست سے اٹھی اس خیال اور اس خوشی کے ساتھ کہ اب وہ ابھی ان تمام بوڑھے اور کمزور لوگوں کی آواز بنے گی جن کی آواز ابھی بہت مدغم ہے۔

وہ اپنے کمرے میں گئی اور کاغذ اور قلم اٹھایا اور سکون سے جگہ پر بیٹھ گئی اس مقصد اور منزل کی طرف یہ اس کا پہلا قدم تھا۔

پہلا قدم اٹھانے سے بہت تک منزل بہت دور نظر آتی ہے لیکن پہلا قدم اٹھانے کے بعد منزل کا اور آپ کا فاصلہ صرف ایک قدم کا رہ جاتا ہے۔

آشیہ خان لاہور

سانچہ پشاور کے نام

گڑھ گڑھا کر بھی انہیں روکا روکا کر بھی انہیں روکا عالم نے ظلم ڈھایا ہم کو نہ دیا موقع ننھے سے پھول تھے وہ کھلنے سے پہلے ٹوٹنے پر خون کدندوں میں نہا کر بھی انہیں روکا تھی جگی جگی کیاں بیروں سے تھے کھلتے پھر اپنے ساتھیوں کو چھپا کر بھی انہیں روکا جانے کس بات کا بدلا لینے وہ ہم سے آئے پھر گولیاں سینے میں کھا کر بھی انہیں روکا کشور کرن چوکی

ہاتھوں میں قلم لے کر دشمن کو ماریں گے ہم ننھے مجاہد ہیں اس جنگ میں نہ ہاریں گے کشور کرن چوکی قلم ہے ننھے ہاتھوں میں جسٹس ظالم نے تانی ہیں بدن ہے خون میں ڈوبا مگر آنکھوں میں پانی ہے کشور کرن چوکی

لوگوں کو ہر مہینے یا ہر سال دینی چاہئے جن سے یہ لوگ سکون سے کھا سکیں یہ بوجھ نہ اٹھائیں اتنی سخت دھوپ میں جہاں جوان انسان بھی کام کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں وہ بھی ڈرتے ہیں کہ اتنی دھوپ میں وہ کیسے کام کریں گے جب سخت گرمیوں میں سب لوگ گھر میں پنکھوں۔ اے سی۔ کے نیچے آرام کر رہے ہیں تو یہ بزرگ لوگ بھی اپنے گھروں میں آرام کر سکیں مسئلے کا حل تک کا سفر وہ کیسے اکیلے طے کرے یہ جاننا تھا اس کو۔

میں کسے مدد کروں ان سب لوگوں کی ماں ایشال نے کھانے کھاتے ہوئے اداسی سے پوچھا۔ یہ کام میں اکیلے کیسے کر سکتی ہوں دوسرا کوئی مدد کو تیار بھی نہیں ہے ایشال مزید پریشان ہوئی۔

تمہارے پاس تمہارا سب سے بڑا ہنر ہے وہ یہ کہ تم لکھ سکتی ہو لکھ کر اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکتی ہو اس کی ماں نے اسے ایک بہت خوب صورت مشورہ دیا تھا اس سے کیا ہوگا ایشال نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا دیکھو تم بہت اچھا لکھتی ہو تم اپنی تحریروں سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا سکتی ہو تم ان کو وہ سوچنے اور دیکھنے پر مجبور کر سکتی ہو جو تم محسوس کرتی ہو اور شاید کوئی اور بھی سوچتا ہو اور تمہاری طرح وہ بھی کر نہ سکتا ہوں اپنی تحریر کے ذریعے ان سب کی آواز بن سکتی ہو۔ ذہنوں کی بیچ کچھ دیر خاموشی حائل رہی تھی پھر ماں نے اس خاموشی کو توڑا اعلان اقبال نے بھی مسلمانوں کی غلامی کو محسوس کیا تھا وہ بھی مسلمانوں کو انگیزیوں اور ہندوؤں کی غلامی سے باہر نکالنا چاہتے تھے انہوں نے بھی اپنی نظموں میں مسلمانوں کو آزادی کا پیغام دیا تھا انہوں نے بھی اپنی آواز اپنی تحریروں اور نظموں کے ذریعے اٹھائی تھی تم بھی ایسا ہی کر سکتی ہو شروع شروع میں رکاوٹیں آئیں گی بالکل ویسے ہی جیسے علامہ اقبال کے رستے میں آئیں گی ان کی نظموں کا بھی ہندوؤں

پیار کا سراب

..تحریر: فلک زاہد، لاہور.. قسط نمبر ۲

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ نامکمل
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر پیار کا سراب کا دوسرا حصہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ
کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے اگر آپ
چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہتر عنوان دے سکتے ہیں میں ابراہیم سے پیار کرتی ہوں میں خود نہیں
چاہتی ایسا کب اور کیسے ہو گیا پلیز مجھے معاف کر دو شائلہ نے نظریں جھکا لیں وہ شرمندہ محی
نہیں۔ نہیں بیوقوف ایسا کوئی مطلب نہیں تھا میرا مجھے تم دل سے قبول ہو نسیم کے ارادے اچانک
بدل گئے تھے وہ دل سے کہہ رہی تھی شائلہ شرم سے سرخ ہو گئی۔ خدا نے خاص مجھے ابراہیم کے لیے
بنا کر بھیجا ہے آسمانوں سے کیوں کہ خدا کی ذات بہت بڑی ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ
ابراہیم کو کوئی نہیں چاہے گا شائلہ نے یہ بات زبان سے نہیں سے کہی تھی اور نسیم اسے پہچان گئی تھی کہ
شائلہ عشق کرنے لگی ہے ابراہیم سے۔ نسیم نے شائلہ کی یہ بات سن کر ٹھان لی کہ وہ کسی بھی طرح
شائلہ اور ابراہیم کو ایک کر کے رہے گی بے شک کوئی مانے یا نہ مانے دولت ملے یا نہ ملے ان دونوں کو
وہ ایک کر کے ہی دم لے گی نسیم شائلہ کو ابراہیم کے پاس لے آئی ابراہیم سو رہا تھا شائلہ کافی دیر پیار
بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر ابراہیم کے ماتھے پر رکھ دیا کے بخار چیک کیا تو
ابراہیم ڈر کر اٹھ گیا کیوں کہ وہ خود ہی آگ کی طرح گرم تھا اور شائلہ کا ہاتھ ٹھنڈا تھا ابراہیم نے مشکل
سے اپنی آنکھیں کھولیں تو شائلہ کو اپنے پاس چار پائی پر بیٹھے دیکھ کر حیرت سے چونک گیا اور بے
یقین نظروں سے نسیم کی طرف دیکھا جو دروازے سے ٹیک لگائے بس رہی تھی پھر شائلہ کی طرف
دیکھا جو مسکراتی تھی۔ شائلہ کے ابراہیم کے سینے پر ہاتھ کر اسے واپس لٹانا چاہا لیکن وہ چار پائی سے
ٹانگیں نیچے لٹکانے بیٹھ گیا شائلہ اس کے برابر بیٹھ گئی۔ ادارہ جواب عرض کی پاسکی کو مد نظر رکھتے ہوئے
میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور
مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رانٹرو مدد نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے
کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

شائلہ نے پیچھے پلٹ کر پیار بھری آنکھوں سے
ابراہیم سے کہا ابراہیم نے شائلہ کو جواب
میں مسکرا بہت پیش و اور پھر شائلہ واپس اپنے
گھر آ گئی۔ اور اس نے اپنے گارڈ سے کہہ کر دفتر بھی
بند کروا دیا تھا شائلہ کام کرنے کے موڈ میں نہیں تھی

کیونکہ ابراہیم کے خیالوں نے اس کے دل و دماغ
میں قبضہ کر رکھا تھا اور وہ اپنے بند پر ایک پتکے کی
طرح آ کر لیٹ گئی ابراہیم غسل خانہ سے فارغ
ہو کر خود کو آئینے میں دیکھ رہا تھا براؤن بال، شراب
کے نشے والی براؤن آنکھیں، سرخ لب اور گوری

مارچ 2015

جواب عرض 32

پیار کا سراب

Scanned By Bookstube.net



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

خوبصورت بھی نہیں ہوں ابراہیم خود ہی اپنی سوچ پر
مسکرا دیا اور واپس اپنی چار پائی پر آ کر لیٹ گیا۔

تو خود کیا کیا ہے ابراہیم غصے سے سرخ ہو گیا
اور درشتی سے بولا۔

بھائی مجھے اس کھیل کے انجام سے ڈر لگ رہا
ہے تنسیم سبھی ہوئی تھی تنسیم تمہیں کتنی بار بتاؤں کہ ہم
اس کے ساتھ کھیل نہیں رہے بس میں اس سے شادی
کرنا چاہتا ہوں ابراہیم نے سرد مہری سے کہا آپ
نے شاید کو دیکھا تھا لگتا ہے اسے آپ پسند آئے وہ
شرمارہی تھی آپکو سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اس کا دل
مت دکھانا اس کے جذباتوں کے ساتھ مت کھیلتا
ورنہ بہت گناہ ہوگا آپکو میری قسم آپ اسے دھوکا
نہیں دو گے آخری لفظ پر تنسیم نے ابراہیم کا ہاتھ اپنے
سر پر رکھ کر اس سے قسم لینا چاہی۔

میں جانتا ہوں۔ ابراہیم نے تنسیم کو اتنی
زور سے دھکا دیا کہ پیچھے دیوار سے اس
کا ماتھا ٹکرایا اور وہ زمین پر گر پڑی لیکن ہوش میں تھی

تمہاری بزدل ہو جتنا خرگوش ابراہیم دانت نہیں
کر بولا یہ سب تمہارے اور اپنے لئے ہی تو کر رہا
ہوں۔

اگر اس کا باپ شادی پر راضی نہ ہوایا جا کدوا
سے عاق کر دیا تو۔۔

یہ سب بعد میں دیکھا جائے گا ابھی مجھے میرا
کام کرنے دو اور تم تب تک اپنا منہ بند کر کے تماشا
دیکھو اگر شاید یا کسی سے بھی اس بارے میں بات کی
تو تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کس حد تک جا سکتا
ہوں ابراہیم ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

اے۔ او۔ یا رخنخواہ میرا دماغ تو نہ خراب
کر و پہلے ہی میری طبیعت ٹھیک نہیں اور تم مجھے اور
جنگ کر رہی ہو۔

ابراہیم کو یکدم غصہ آ گیا اور اس نے اپنا ہاتھ
زور سے تنسیم کے ہاتھ میں سے چھڑایا جو تنسیم کے
سر پر تھا۔

تنسیم جیسی جیسی سانس لیتی ہوئی دیوار کے
کونے کیساتھ ٹیک لگائے نظریں جھکائے اپنے
بھائی کی باتیں سن رہی تھی اور ساتھ میں اپنا ماتھا بھی
مسلم رہی تھی ابراہیم کی بھی سانس پھول گئی تھی اور وہ
کھانسا دیکھ کر تنسیم آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ ابراہیم
نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خود سے دور رہنے
کیلئے کہا۔

عصر کی آذان ہو رہی تھی شام کا وقت تھا شاید
کے چلے جانے کے بعد بہن بھائی کے بیچ
گنگو ہو رہی تھی۔

تم کتنی خود غرض ہو اپنے بھائی کا سوچنے کے
بجائے اپنی سبیلی کا سوچ رہی ہو ابراہیم کا دل بھرا آیا
تنسیم خاموش رہی اگر آپ اپنی پسند کی شادی کرنا
چاہتے ہیں۔ تو پھر میں بھی اپنے پسند کی شادی کروں
گی تنسیم نے سودا کیا۔

میں بھی نہیں سکتی کہ میرا بھائی اتنا لالچی بھی ہو
سکتا ہے جتنا بھیڑیا ہوتا ہے تنسیم نے جی سے کہا۔
کیا کہا تم نے میں نے سنا نہیں دوبارہ کہنا

تنسیم نے بات سن کر ابراہیم غصے سے آتش
فتناں کی طرح پھٹ گیا اس کا چہرہ اور آنکھیں سرخ
ہو گئیں وہ بے ساختہ چار پائی سے اٹھا اور تنسیم کے
چہرے پر بغیر رکے بہت زیادہ پھٹر رسید کیے اسکے بال

ابراہیم نے دائیں کان میں ہاتھ لگائے تنسیم
کی طرف قدم بڑھا رہا تھا تنسیم ڈر گئی اسے ابراہیم کی
آنکھوں میں وحشت نظر آ رہی تھی۔

مجھے بھیڑا بولتی ہے مجھے لالچی کہتی ہے تو سمجھتی
کیا ہے اپنے آپ کو ابراہیم نے تنسیم کے بال ہاتھ کی
تھی میں اتنی زور سے لئے کہ اسکی گردن کر کی پشت
کی طرف نیچے کو جھک گئی۔

بھی کھینچے اور بیچاری تسنیم درد سے چیخی رہی تھی ابراہیم کے اختیار میں کچھ نہیں تھا وہ پاگلوں کے طرح تسنیم کو مارے جا رہا تھا زندگی میں اس نے پہلی بار اس نے اپنی لاڈلی نین پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

بے حیا۔ بے شرم۔ کٹی۔ گھینٹی۔ جاہل یہ سکھایا ہے میں نے۔ تجھے شامکے میری پسند نہیں ہے وہ بس پیاری ہے ابراہیم چلا رہا تھا تسنیم فرش پر گری ہوئی تھی اور ابراہیم اسکا گلا دبا رہا تھا تسنیم کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی وہ مسلسل اسے لڑکھڑاتے ہاتھوں سے خود کو ابراہیم سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام رہی شکل دیکھی سے تم نے اپنی آنٹی بڑی یاریاں رچانے۔ ابراہیم مسلسل بو بوا رہا تھا تسنیم کو ابراہیم کی آرزو بہت دور سے آتی ہوئی سنائی دے رہی تھی اور اسے ہنس آہستہ آہستہ ہلکا پڑ رہا تھا اور اب اسکے کان ابراہیم کی آواز بہت دھیمی سن رہے تھے۔

وہ کہتے۔ کھینچے حرام دے۔ مارتا ہے۔ بچی کو پروں ابراہیم کی اتنی اونچی لڑنے کی آوازیں سن کر گھر کے اندر آگئی تھی اور یہ سب دیکھ کر پروں کا کلیجہ اچھل کر حلق میں آ گیا کہ ابراہیم اپنی بہن تسنیم کو جان سے مار رہا تھا یہ وہی پروں تھی جس نے بچپن میں ابراہیم اور تسنیم کو اپنے بچوں کی طرح پالا تھا پروں کیساتھ ابراہیم کے ماں شہزاد اور دوست ظفر بھی تھا دونوں نے ابراہیم کو پیچھے دھکا دیا اور خالدہ پروں تسنیم کی طرف پھکیں ابراہیم کی گرفت سے تسنیم کی گردن نکلی تو اسے فوراً سانس آیا اور کھانسنے لگ پڑی ابراہیم کی آنکھیں خوف کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ وہ یہ کیا کر رہا تھا اب اسے پوری طرح ہوش آچکا تھا۔ اگر خالدہ بیگم وقت پر نہ آتیں تو تسنیم تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ابراہیم کو ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی سائے۔ اس پر قابو کر رکھا تھا اب وہ مکمل طور پر حیران کن پریشان تھا تسنیم کی حالت دیکھ

کر اسے گھر ہوئی تسنیم کی طرف دو قدم بڑھا ہی تھا کہ تسنیم بری طرح ڈرنی اور اپنی ٹانگیں بھی پیٹ لیں اور اپنا چہرہ خالدہ بیگم کے دوپٹے میں کر لیا اور ان کے سینے سے لگ کر بے تحاشہ رو پڑی اور بے ہوش ہو گئی۔

شامکے تسنیم کے گھر سے واپس آ کر شام کی چائے پی رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ گر کر ٹوٹ گیا اس کا ذہن اور دل ابھی تک ابراہیم کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا جب کپ ٹوٹا تو اسے ہوش آیا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے اچانک سے کیا ہو گیا ہے اسکا دل یونہی اداس ہو گیا تھا ذہن پر دباؤ پڑ رہا تھا وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

ملازمہ پروین بھاگی آئی اس نے شامکے کو سنبھالا میں ٹھیک ہوں۔ شامکے نے گہری سانس لے کر کہا

وہ پروین کے ساتھ مل کر کپ کی کرچیاں اٹھاتا چاہتی تھی کہ ملازمہ پروین نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا میں کرلوں گی صاحب آپ کیوں تکلیف کرتی ہیں آپ آرام کیجئے۔

شامکے اپنے کمرے میں چلی گئی اور فون پر اپنی سہیلی کا نمبر ڈائل کرنے لگی کافی دیر تک جانے کے بعد ایک بار تک آواز نے بیلو کہا۔

اسلام علیکم۔۔۔۔ میں شامکے بات کر رہی ہوں رو باب کی سہیلی مہربانی فرما کر اسے بلا دیجئے شامکے نے کہا۔

وہ علیکم اسلام میں رو باب ہی بات کر رہی ہوں دوسری طرف سے آواز آئی۔

کافی دیر کی علیک سلیک کی گفتگو ہوتی رہی اور پھر بات اصل موضوع پر آئی۔

مجھے تم سے کوئی ضروری بات کرنی ہے شامکے نے دھیمے لہجے میں کہا۔

بولو جانی میں حاضر ہوں روہاب نے خوش
اخلاقی سے کہا۔

شائلہ اور روہاب بھی آپس میں میٹرک تک
بڑھ چکی تھیں تنسیم کی طرح روہاب بھی شائلہ کی کلاس
فیلو تھی شائلہ کو تنسیم کیساتھ چچی اور اچھی دوستی تھی
مگر روہاب کیلئے نئے سلام دعائی کی حد تک محدود تھی
شائلہ کو اس وقت روہاب اپنے سب سے قریب اور
بھروسے مندگی تو اس نے اپنا حال سنانے کیلئے
روہاب کو فون کر دیا۔

مجھے پیار ہو گیا ہے شائلہ نے اپنی آواز اس قدر
آہستہ رکھی تھی صرف روہاب ہی اسکی ٹھیک بات سن
سکتی تھی اور کوئی نہیں کیونکہ شائلہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی
کو پتا چلے یہاں تک کہ گھر کے ملازمین کو بھی لیکن
روہاب کی بات اور تھی۔

گگ۔ یا۔ روہاب کے ہاتھ سے فون ٹرتے
مگرتے ہیں۔

ہاں روہاب ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں شائلہ
روہاب کی کیفیت سمجھ گئی تھی کہ ضرور اسے شاک
لگا ہے۔

مجھے یقین نہیں آ رہا شائلہ کہ تمہیں پیار
ہو گیا ہے تم تو شادی وغیرہ کے بہت خلاف ہو کر گئی
تھی اور یہ چاہتے ہیں کیا سن رہی ہوں ہوں ہے
وہ کیا کرتا ہے اس دیکھا اسے روہاب نے ایک ہی
سانس میں سب سوال کر دئے۔

دو صلہ روہاب اس میں اتنا حیران پریشان
ہونے والی کوئی بات ہے شائلہ نے مسترا کر کہا۔

مجھے سب بتاؤ روہاب نے بے سہری سے کہا۔
اچھا بابا سنو دیکھو وقت بدلتا ہی رہتا ہے اور
وقت یہاں ہم بھی بدل جاتے ہیں اب میں پہلی وانی
شائلہ نہیں ہوں آج مجھے بھی پیار ہوا ہے اور کل تمہیں
بھی ہو سکتا ہے انسان کو خود پر قابو نہیں ہوتا کب پیار
ہو جاتا ہے پتا نہیں چلتا ایسا ہی ہوا ہے۔ میرے

ساتھ شائلہ نے اشتیاق سے کہا۔

او میری ماں یہ پہیلیاں مٹانا بند کر مجھے سیدھی
طرح بتا ہوا کیا ہے روہاب نے شائلہ کو چھیڑا۔

اس کا نام ابراہیم ہے وہ تنسیم کا بھائی ہے
دروزی کا کام کرتا ہے اور پھر شائلہ نے وہ سب کچھ
روہاب کو بتا دیا جو تنسیم نے آکر اسے کہا تھا اور گھر کی
علاقات کے بارے میں بھی روہاب کو بتا دیا شائلہ کی
زبانی سن لینے کے بعد روہاب کافی دیر خاموش رہی
کہ شائلہ کو خود بیٹو کرتا پڑا۔

دیکھو شائلہ مجھے یہ بہت خطرناک لگ رہا ہے
اچھا ہو گا کہ تم اس چکر میں نہ ہی پڑو۔

لیکن کیوں شائلہ کا دل ٹوٹ گیا۔

کیونکہ تم ایک امیر باپ کی بیٹی ہو جہاں تک
میں جاتی ہوں تمہارے والدین اس رشتے کیلئے کبھی
نہیں مانیں گے روہاب نے وضاحت پیش کی شائلہ
کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

مجھے معاف کر دو شائلہ اگر میری کسی بات سے
تمہیں غصہ پہنچا ہے تو تمہاری بھلائی کے بارے میں کہہ رہی تھی
شائلہ کو روٹا پا کر روہاب کو بہت دکھ ہوا شائلہ کچھ
سنجھ گئی اور اس نے اپنے اگلے ہاتھ کی پشت سے
آنسو صاف کیے۔

وہ خود ایک درزی ہے مشکل سے اپنا اور اپنی
بہن کا پیٹ پالتا ہے تمہیں زیادہ گاروہاب نے
شائلہ کو سمجھانے کی کوشش کی شائلہ پھر سے رونے لگی
اسے روہاب سے ایسی امید نہ تھی وہ تو صرف اسکی
مدد چاہتی تھی روہاب کی باتوں سے شائلہ کے دل
کو بہت تکلیف پہنچی تھی۔ کیونکہ روہاب نے اس کے
محبوب کی برائی کی تھی یعنی شائلہ بھی اور اسکی پسند کی
بھی

بابا ضرور مانیں گے کیونکہ میں ان کی لاڈلی
انگوتی بیٹی ہوں وہ میری خوشی کیلئے ضرور مانیں گے

دماغ میں اچانک سے خیال آیا اس دل بریانی کھانے کو کیا۔

شائلہ نے ایک پلیٹ میں بریانی ڈال کر Micro oven میں گرم کی اور ٹرے میں پانی کا گلاس رکھے ٹی۔ وی لاؤنچ میں آگنی شائلہ ٹی۔ وی آن کر کے مختلف چینلوں سرچ کرنے لگی۔ ٹی وی پر کوئی ایسا چینل نہیں تھا جو شائلہ کو متاثر کر سکے شائلہ نے ٹی۔ وی آف کر دیا اور خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئی کھانے سے فارغ ہو کر شائلہ نے برتن کو دھو کر واپس اسی جگہ سجایا جہاں وہ پہلے تھے اور واپس ٹی۔ وی لاؤنچ میں آ کر اپنے ہونٹوں پر آنکھیں رکھے آنسو سونے میں مصروف ہو گئی۔

شائلہ اکیلی بیٹھی بیٹھی پور محسوس کرنے لگی اس کا دل جا با کوئی اس سے بات کرے وہ تباہی سے آگیا رہی تھی اس کا دل عجیب سی محسوس رہتا تھا جب سے اس نے ابراہیم کو دیکھا تھا تب سے شائلہ کی یہی حالت تھی شائلہ کو ڈر بھی لگنے لگا تھا اتنی بڑی حوصلی میں وہ اور پروین اکیلی تھی لیکن شائلہ اس وقت اکیلی جاگ رہی تھی اور پروین دن بھر کی تھکی ہوئی گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ جس وجہ سے ایک آہٹ پر بھی شائلہ کا دل ڈر کے مارے کانپ اٹھتا تھا اس نے اپنا دھیان ابراہیم کی طرف کرنا چاہا لیکن پھر بھی اسے سکون نہیں ملا وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس چلی گئی پردہ سرکا کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا آدھا پارکیک جامد بہت خوب صورت لگ رہا تھا اور ستارے یہ مشکل سے ہی وہ تین نظر آ رہے تھے باہر کھل سناٹا تھا ایسا لگ رہا تھا وہ اس دنیا میں اکیلی ہے شائلہ باہر کا نظارہ دیکھنے میں محو تھی کہ اس کے کمرے سے فون کی کھنٹی بجنے کی آواز آنے لگی شائلہ تشویش ہوئی کہ رات کے ڈھائی بجے کس کا فون ہو سکتا ہے وہ سرسری سی چال میں چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور فون رسپونڈ کیا یہی تھا کہ کٹ گیا شائلہ نے فون واپس بیخ

اگر نہ بھی مانے تو پھر میں شادی کروں گی تو اسی سے کروں گی ورنہ مر جاؤں گی مجھے اگر کوئی ہاتھ لگائے گا تو وہی لگائے گے ورنہ کات کے پھینک دوں گی سب کو میرا جینا مرنا اب وہی ہیں جس حال میں بھی رکھے گئیں رہ لوں گی زیادہ سے زیادہ باپا کیا کریں گے چانداد سے عاقبت کر دے گئیں تو خوشی سے دولت قربان کر دوں گا۔ ان کے ساتھ بھوکے رہ لوں گی یہ سوچ کر کہ اپنے شوہر کا صدقہ دیا ہے میں نے روتے روتے سب کچھ دیا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

رو باپ بیلو بیلو کرتی رہ گئی شائلہ روتے روتے نجانے کب کتنی دیر سوئی جب آنکھ کھلی تو کمرے میں کھل اندھیرا تھا اندھے پن ہی بستر سے اٹھی تو لائٹ آن کی ایک نگاہ گھڑی کی طرف ڈالی تو رات کے دس بج رہے تھے وہ حیران ہوئی کہ وہ شام کی سوئی اب بیدار ہوئی تھی وہ اتار دوئی تھی کہ تھک کر کب سو شائلہ کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا شائلہ لیتے ہوئے Dressing table کے پاس آ کر رگ مٹی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں چھونے لگی رونے کی وجہ سے اسکی آنکھیں سو جھنکی تھیں اور آنکھوں کے نیچے ہلکے بھی مسودار ہو گئے تھے شائلہ نے اپنے سنہری بالوں میں برش پھیرا اور پھر اپنی آنکھوں سے رگ مٹی براؤن ہال سلجھانے لگی۔

کیا وہ مجھ سے پیار کرے گا کیا وہ مجھے میری محبت کو سمجھے گا کیا میں خوب صورت ہوں شائلہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی شائلہ نے اپنے نادان سوالوں کو خودی فوراً اپنے ذہن سے جھٹک دیا کیونکہ ابراہیم کے بارے میں بار بار سوچ کر اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا اور پیٹ بھی بھوک کا احساس دلارہا تھا۔

شائلہ باورچی خانہ میں آئی لائٹ آن کر کے کھانے کیلئے سوچنے لگی کہ وہ کیا کھائے پھر اس کے

دیا ایک سیکنڈ بعد ہی فون دوبارہ بجنے لگا اور شائلڈ نے
دیر کیے بغیر فون اٹھالیا۔

ہیلو دوسری طرف سے آواز آئی۔

کون شائلڈ ابھی اور کچھ دیر کیلئے پہچان نہ سکی
کہ کون ہو سکتا ہے۔

ناراض ہو دوسری طرف سے پھر کہا گیا۔

نہیں شائلڈ پہچان گئی کہ فون کرنے والی
روباب ہے am soury اور باب نے
معذرت کی

جب ناراض ہی نہیں تو کس بات کیلئے معاف
کروں شائلڈ کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

لیکن اُس وقت میں نے انجانے میں جو کچھ
بھی میں نے کہہ دیا پلیز معاف کر دو اور اس بات کو

دل پر مت لینا جانے دو اب مجھے دکھ ہو رہا ہے کہ
میری وجہ سے تم خواہ مخواہ رو پڑی ہماری بچپن کی دوستی

کی خاطر معاف کر دو رو باب جانتی تھی کہ شائلڈ اس
سے ناراض ہے اس لئے اس نے منانے

میں دیر نہیں کی اور بار بار معافی مانگی۔ رو باب کے
بار بار معافی مانگنے پر شائلڈ کو خود شرمندگی ہونے لگی تھی

اور اس نے رو باب کو خوش دلی سے معاف کر دیا۔
تم سوئی نہیں اب تک۔

سکون نہیں مل رہا تھا دل کیونکہ میں اپنی سہیلی
کو ناراض کر دیا تھا شائلڈ بھی۔

تم کیوں نہیں سوئی اس بار رو باب نے سوال
کیا

جب تمہارا فون بند کیا تو میں روتے روتے سو
گئی تھی پھر دس بجے ابھی شائلڈ نے جواب دیا ابراہیم

دکھتا کیسا ہے رو باب نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا
تم اس بات کو اب رہنے ہی دو تو اچھا ہے شائلڈ

نے تلخ انداز میں کہا
میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں رو باب نے

شائلڈ کے تلخ انداز کو نظر انداز کر کے کہا
پیارا کامراب

کیسی مدد شائلڈ نے پوچھا
اگر تمہیں اس ملنا ہو یا اس کے بارے میں کچھ
پتا کروانا ہو کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا یہ کچھ لو کہ میں اب
اس محبت کی کتاب میں مسافر اور منزل کی رہ گزر
ہوں رو باب نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا شائلڈ کو
رو باب کی یہ بات سن کر جیسے روحانی سکون مل گیا۔

شکر یہ میری سہیلی مجھے ناز ہے تم پر
اب تو بتا دے دکتے کیسے ہیں میرے جیوا جی

رو باب نے شائلڈ کو پیار سے چھیڑ کر کہا
شائلڈ مسکرائی میرے پاس لفظ تو نہیں ہیں انکی

تعریف بیان کرنے کیلئے ہاں لیکن ایک شعر عرض ہے
انکی خدمت میں جو میں نے خاص طور پر ان کیلئے لکھا

ہے شائلڈ کی آنکھوں کے سامنے اسکے محبوب ابراہیم
کا چہرہ گردش کر رہا تھا۔

رک گئی نگاہیں اک ایسے دل نشین پر
نجانے وہ انسان تھا فرشتہ تھا یا حسن کا ٹکڑا

واہ واہ رو باب تعریف کیے بغیر رہ نہ سکی تم پہلی
ہی ملاقات میں اسے اتنا جاننے لگی ہو شاید تمہاری

محبت کے آگے اس کی محبت کا کوئی جوڑ نہ ہو بے شک
وہ تم سے پیار کرنے بھی لگ جائے تو وہ بھی تمہاری

محبت کی برابری کو نہیں پہنچ پائے گا میں یقین کیسا تھا
کہہ سکتی ہوں۔

رو باب نے اظہار خیال کیا شائلڈ شرم سے
سرخ ہونے لگی۔

میں ابراہیم کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں
اس کے قریب آنا چاہتی ہوں تاکہ اسے اپنے جذبا

ت کے بارے میں بتا سکوں میں کسی بھی قیمت پر
اسے اپنا بنا کر رہوں گی شائلڈ نے دو ٹوک انداز میں

کہا کافی دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور
بعد میں شائلڈ نے اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا شائلڈ

کے چہرے پر امید کی کرن دوڑ گئی تھی اور وہ خوش تھی
کہ اب اسکی کوئی مدد کرنے کیلئے تھا۔

ابراہیم جیل میں ہیں اور تسنیم ہسپتال میں مجھے
ٹھیک سے معلوم تو نہیں ہے لیکن اتنا چلتا چلا ہے
روباب نے دل بات کھل کی شانکے کا دل
ڈوب گیا اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی اس
نے اپنا ٹھوک نکلا۔

آج اخبار میں بھی یہ تازہ خبر چھپی ہے۔
ہاں جانتی ہوں پورے گاؤں میں بات پھیل
چکی ہے سوچا تمہیں بتا دوں روباب نے کہا
اب کیا کرنا ہے روباب نے جواب طلب
نگاہوں سے شانکے کی طرف دیکھا۔
جا کر سارے معاملے کی چھان بین کرتے
ہیں شانکے نے پلان بتایا۔

ٹھیک ہے روباب نے پر جوش انداز میں کہا
روباب یہ صرف تم جانتی ہو کہ میں ابراہیم سے
پیار کرتی ہوں تمہارے علاوہ اس بات کا علم کسی کو
نہیں ہے اس لئے میں چاہتی ہوں کہ کسی کو کالوں
کان بھی خبر نہیں ہونی چاہئے اور ہم بڑے احتیاط سے
سارے معاملے پر غور کریں گے تاکہ کسی کو شک نہ
ہو کہ ہم اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں شانکے ایک لفظ
پر زور دیتے ہوئے کہا۔

تم فکر نہ کرو تم مجھ پر ہر قسم کا بھروسہ کر سکتی ہوں
یہ ساری بات راز ہی راز ہے مٹی۔ اب چلو روباب نے
شانکے کو یقین دلاتے ہوئے کہا
شام تک گھر والوں نے آ جانا ہے اس لئے ہم
کوشش کریں گے کہ شام سے پہلے آ جاؤں شانکے
نے روباب کو ہر بات سے آگاہ کر دیا۔

شانکے نے آج بھی دفتر نہیں کھولا تھا کہ ابراہیم
کی ہوئی تھی اس کے خیالوں کے سوا اس کا اب
کہیں دل نہیں لگتا تھا شانکے ہلکے پھلکے کپڑوں میں تیار
ہو گئی شانکے اور روباب نے اپنی چادروں سے اپنے
چہروں پر نقاب کر لیا تھا اور وہ پرس ساتھ لئے گھر سے
روانہ ہو گئیں شانکے اور روباب جب ابراہیم کے گھر

شانکے۔۔ گھڑی پر نو بجے کا آ لارم لگا اور
سائینڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اور ڈسپیرین کی گولی
ہاتھ میں لی اور کھا گئی کیونکہ اسکے
سر میں درد ہو رہا تھا شانکے کبیل اوڑھا اور سونے کی
کوشش کرنے لگی آ لارم کلاک مسلسل بج رہا تھا شانکے
نے نیند کے عالم میں ہی ادھر ادھر ہاتھ
مارا اور بند کر دیا اور کبیل ہٹا کر انگڑائی لی شانکے
خود کو تازہ اور خوش و خرم محسوس کر رہی تھی وہ بستر سے
اٹھ کر شور لینے چلی گئی اور اپنے کیلے بالوں میں
ٹاول پھیرتے دئے باہر آئی بال سکھانے کیلئے اس
نے Hair day کا استعمال کیا اور بغیر تیار ہوئے
ناشتے کیلئے نیچے آن پہنچی شانکے نے ناشتے میں اپنے
لئے چائے کاکے اور Bread کیساتھ آٹلیٹ تیار
کیا اور Dining table پر آ کر ناشتہ کر گئی ناشتے
سے فارغ ہو کر شانکے نے آج کا اخبار دروازے
کیساتنے سے اٹھایا اور سرخیاں پڑھنے لگی ایک سرخی
پر آ کر شانکے کو شاک لگا۔

ابراہیم نے شک کی بنا پر بغیر کسی ثبوت کے اپنی
بہن تسنیم کو ناخوش قرار دینے کی کوشش کی شانکے نے
روباب سے اس بارے میں بات کرنے کا سوچا کہ
وہی نام کیا یہ دونوں وہی ہیں۔ شانکے یہ سب سوچ ہی
رہی تھی کہ دروازے پر تیل ہوئی شانکے کے
خود دروازہ کھولا تو روباب کو پایا شانکے روباب کو دیکھ
کر مسرت سے ابھری۔

آؤ اندر روباب بہت لمبی عمر ہے تمہاری ماشاء
اللہ میں ابھی تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی تھی کہ
تم آگئی بیٹھو میں تمہارے لئے کھانے جو کچھ لائی
ہوں شانکے نے ہا۔

نہیں شک۔ یہ میں گھر سے ناشتہ کر کے آئی ہوں
روباب نے کہا ایک بری خبر ہے روباب نے دونوں
ہونت اندر بوج کر کہا۔
کیا شانکے کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

کے باہر پہنچیں تو گھر کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

اب کیا کرے کہاں سے شروع کریں رو باب نے۔

تسلیم نے کہا تھا کہ اسے اور ابراہیم کو پروں

خالدہ نے بچوں کی طرح پال پوس کر بڑھا کیا تھا

تو کیوں نہ ان سے جا کر پوچھنا چھ

کر لیں شائلڈ نے سوچ سمجھ کر کہا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے شائلڈ نے تائید کی کھیتوں میں

معرخص مل چلا رہا تھا شائلڈ اور رو باب نے اس سے

خالدہ بیگم کے گھر کا پتہ دریافت کیا اس معرخص نے

ایک گھر کی طرف اشارہ کیا جو نسیم کے گھر کے بالکل

سامنے تھا ان دونوں نے نسان کا شکر یہ ادا کیا اور

خالدہ بیگم کے گھر کے باہر پہنچ کر دروازے پر دستک

دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا کافی دیر دستک دیتے کے

بعد ایک لڑکے نے دروازہ کھولا۔

جی فرمائیں کیا کام ہے۔ لڑکے نے بدتمیزانہ

انداز میں سوال کیا۔

ہمیں خالده بیگم سے ملنا ہے رو باب نے

شجیدگی سے جواب دیا۔

آپ دونوں کون ہیں لڑکے نے پھر وہیں

گھر سے پوچھا۔

ہم دونوں نسیم کی سہیلیاں ہیں اسکی خیریت

کے بارے میں آٹھی سے معلوم کرنا ہے شائلڈ نے

غصے پر قابو پا کر کہا۔

نام کیا ہے آپ دونوں کے لڑکے نے مزید

سوال کیا۔

آپ کو اس سے مطلب شائلڈ نے غصے سے

کہا۔

ٹھیک ہے پھر آپ دونوں جاسکتی ہیں لڑکے

نے کندھا اچکائے اور دروازہ بند کرنا چاہا۔

نیرانا رو باب ہے اور انکا نام شائلڈ ہے

رو باب نے ٹھنڈے مزاج سے کہا۔

کہاں سے آئی ہو لڑکے نے اس بار جان کے

سوال کیا۔

جہنم سے شائلڈ غصے سے آگ بگولا ہو گئی۔

خود پر قابو رکھو شائلڈ۔ رو باب نے شائلڈ کے

کان میں سرگوشی کی۔

یہی پاس سے آئے ہیں رو باب نے جواب دیا

پاس سے مطلب صحیح طرح بتاؤ لڑکے

کو شرارت کرنے میں مزہ آرہا تھا جب شائلڈ کو غصہ

آتا تب اس لڑکے کو تنگ کرنے میں اور بھی مزہ آتا۔

جس گاؤں میں تم رہ رہے ہو وہیں سے آ رہے

ہیں شائلڈ نے اونچی آواز سے کہا۔

کون ہے بیٹا۔ ایک بھاری رعب دار زنانہ

آواز ابھری لڑکے نے ذرا کردروانہ چھوڑ دیا اور ان

سے اندر آنے کا کہہ کر بھاگ گیا

ارے آپ دونوں یاہر کیوں کھڑی ہو آؤ اندر

آؤ بیگم خالده نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہمارے

گھر کی چوکھٹ پر جب بھی کوئی خاتون آئی ہے ہم

اسے باہر نہیں کھڑا رکھتے شائلڈ اور رو باب چارپائی

پر براجمان ہو گئیں کون ہو آپ دونوں کہاں سے آئی

ہو خالده بیگم نے دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میرا نام شائلڈ ہے اور یہ رو باب ہم دونوں نسیم

کی سکول کی سہیلیاں ہیں ہمیں پتا چلا کہ نسیم ہسپتال

میں ہے تو آپ سے پوری بات اور اسکی خیریت

معلوم کرنے آ گئیں شائلڈ نے بلا جھجک بات مکمل

کی۔

پتہ نہیں بیٹا مجھے ٹھیک سے پتہ نہیں کہ ان کے

بیچ ایسی جوئی بات ہوئی جو ابراہیم اسے مارنے پر اتر

آیا خالده بیگم نے اپنا چشمہ درست کرتے ہوئے کہا

بولو لیا کھاؤ پیو گے خالده بی بی نے خوش اخلاقی سے

کہا

نہیں آٹھی بہت شکر یہ ہم کھا کر آئی ہیں۔ دونوں

نے ایک زبان ہو کر کہا آپ ہمیں نسیم کے ہسپتال

کا پتہ دے رو باب نے نپسل اور کابی خالدہ بیگم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا خالدہ بیگم نے ہسپتال کا پتہ لکھ دیا۔

ابراہیم کا کیا ہوا وہ کہاں ہے شائلڈ نے ہچکچا کر سوال کیا

وہ اب جیل میں ہے میں نے اس کے خلاف ایف۔آئی۔آر درج کروادی تھی کہ اس نے اپنی بہن کو قتل کرنے کی کوشش کی خالدہ بیگم نے صاف گولی سے کہا

شائلڈ اور رو باب نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف دیکھا شائلڈ کو اب اسے سامنے والی عورت غصے آ رہا تھا کیونکہ اس نے اس کے محبوب کو بغیر کسی وجہ حوالات میں بند کروا دیا تھا شائلڈ کا دل نہیں کر رہا تھا یہاں اور بیٹھنے کا کمرے سے وہی لڑکا نکلا اور رو باب اور شائلڈ کو اندر نہیں آنے دے رہا تھا۔

یہ کون ہے بدتمیز شائلڈ نے بے اختیار کہہ دیا اسے پہلے ہی غصہ آ رہا تھا اور اب اس لڑکے کی شکل دیکھ کر اس کا غصہ زیادہ بڑھ گیا تھا

میرا بیٹا ہے کیوں کیا ہوا شائلڈ کے اس انداز پر خالدہ بی بی حیرت سے چونکی۔

دراصل یہ ہمیں اندر نہیں آنے دے رہا تھا بدتمیزی کر رہا تھا رو باب نے بات کو بگڑنے سے بچا لیا

ادھر آؤ اور معافی مانگو بہنوں سے خالدہ بیگم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے پاس بلایا۔

سوری لڑکے نے مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے کہا اور چلا گیا رو باب کو لڑکے کی یہ ادا بہت اچھی لگی تھی لیکن شائلڈ نے غصے سے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا

کیے نام ہے اسکا رو باب نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

کیف نوید میٹرک پاس ہے خالدہ بیگم نے

خوشی سے بتایا اپنے چہرے تو دکھاؤ بیٹا۔ خالدہ بیگم نے کہا رو باب نے اپنا چہرہ بے نقاب کیا لیکن شائلڈ نے نہیں خالدہ بیگم سمجھ گئی تھی کہ شائلڈ اپنا چہرہ نہیں دکھانا چاہتی تھی انہوں نے اصرار بھی نہیں کیا کیف کمرے سے بلکا سادرواڑہ کھولے دونوں کو چپکے سے دیکھ رہا تھا۔

رو باب کیف میں دلچسپی لے رہی تھی لیکن کیف شائلڈ میں دلچسپی لے رہا تھا وہ اس انتظار میں تھا کہ شائلڈ بھی اپنا چہرہ بے نقاب کرے لیکن ایسا نہیں ہوا اسے رو باب کچھ خاص نہیں لگ رہی تھی۔

کیا کرتا ہے کیف رو باب نے اس کے کمرے کی طرف آنکھیں جماتے ہوئے پوچھا۔

بک شاپ سے اپنی خالدہ بیگم نے جواب دیا کتنے بچے ہیں آپ کے رو باب نے پھر سوال کیا

صرف کیف ہی ہے میں اور کیف اس گھر میں اسیلے ہی رہتے ہیں کیف کے والد فاضل کے مرض سے چل پے اور مجھے جوانی میں Hepatitis ہو گیا تھا ڈاکٹر نے اور بچوں سے منع کر دیا تھا خالدہ بیگم اچانک ادا اس ہو گئیں۔

سوسوری خواہ مخواہ میں نے آپ کو تکلیف دی میری وجہ سے آپ کو اپنا ماضی یاد آ گیا۔

کوئی بات نہیں بنی مجھے خوشی ہوئی تم نے پوچھا خالدہ بیگم نے ہاتھ نہجا کر کہا شائلڈ کو حیرت ہو رہی تھی وہ رو باب کے ہر سوال پر بری طرح چونک رہی تھی کہ آخر رو باب کا دماغ تو ہمیں خراب ہو گیا وہ کیا کبے جا رہی ہے کیسے فضول آدمی میں دلچسپی لے رہی ہے۔ کیف کو اپنے کمرے میں ان تینوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ دل ہی دل میں اچھل رہا تھا کہ رو باب اسے پسند کرنے لگی تھی۔

اچھا میرا خیال ہے اب ہمیں ملنا چاہیے شائلڈ

جو کافی ہو سے خاموش بیٹھی تھی اس نے ٹک آ کر کہا
انی جلدی بیٹھو بیٹا کیا تم بوری ہو خالدہ
بیگم نے چشمہ درست کیا۔

نہیں آئی ایسی کوئی بات نہیں ہے میں ذرا
جلدی میں ہوں پھر بھی ملاقات ہوئی شائلہ نے
خالدہ بیگم کے جواب کا انتظار ہی نہیں کیا اور پاؤں
چٹختی ہوئی باہر آگئی رو باب بھی شائلہ کے پیچھے چل
دی

باہر آتے ہیں شائلہ کیوں آگئی وہاں سے تم
رو باب نے تیزی سے آگے بڑھ کر شائلہ
کا بازو پکڑ کر اسے روکا۔

ار تمہیں جانا ہے تو جاؤ مجھے نہیں بیٹھنا وہاں
اب ادھیجھی میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں
فضول لوگوں کے بیچ بیٹھ کر برباد کرو شائلہ نے
رو باب کے سوال کا جواب دینے کے بجائے
الٹا غصہ کیا۔

لیا ہو گیا ہے تمہیں شائلہ پہلے تو تم ایسی نہیں تھی
جب تم نے اس دو ٹکے کے درزی کو دیکھا ہے تم
بہت رورہو گئی ہو تمہیں صرف اپنی ہی پڑی ہوئی
سے میرا بھی تو تمہاری مدد کر رہی ہوں تاں رو باب
کو بھی قصہ آگیا اور اسکی آواز بھی اونچی ہو گئی شائلہ
نے بے اختیار غصے میں پورے زور سے رو باب کے
چہرے پر پھنڈر سید کیا۔

احسان نہیں کر رہی مجھ پر میری مدد کر کے اور
آئندہ اس کے بارے میں برے لفظ نکالے اپنے
منہ۔ تو زبان کھینچ لوں گی شائلہ جنگلی مٹی کی طرح
خطرنا ہو گئی
اذاں دو ٹکے کے لڑکے میں دلچسپی لے رہی
تھی۔

وہ میرے ابراہیم کی جوتی تو کیا اسکی زمین بھی
بھی نہیں ہے جس پر ابراہیم قدم رکھتا ہے شائلہ نے
انگوٹھا دھاتے ہوئے کہا۔

رو باب اپنے گال پر ہاتھ رکھے شائلہ کی کڑوی
باتیں سبے جا رہی تھی اسے شائلہ سے یہ امید نہ تھی
رو باب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہ ٹوٹ گئی
تھی اندر سے۔

غلطی کی تمہیں اپنے اس راز میں شامل کر کے تم
اس قابل ہی نہیں ہو شائلہ نے الزام لگایا گاؤں کی
کچھ خواتین جمع ہو گئی تھیں

جاؤ یہاں سے کوئی تماشا نہیں لگا یہاں پر شائلہ
نے سب کو ادھیجھی آواز سے کہا اور رو باب کو چھوڑ کر
اکیلی چلی گئی رو باب وہیں کھڑی اسے جانا دیکھتی
رہی

شائلہ نے ہسپتال کی نرس کو تسنیم کا نام بتایا تو
نرس نے اسے تسنیم کے روم کا نمبر بتا دیا شائلہ روم
میں آئی اور ایک اسٹول پر بیٹھ گئی جو تسنیم کے بستری
کی جانب بڑا ہوا تھا۔

ہیلو کیسا محسوس کر رہی ہو تسنیم میں شائلہ ہوں
شائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا تسنیم نے اپنا چہرہ شائلہ
کی جانب کیا اور اشبات میں سر بلایا آخر کیسے
ہوا شائلہ نے تسنیم لے چہرے کا جائزہ لینے کے لئے
سوالیہ نگاہیں اسکے چہرے پر مرکوز کر لیں

یہ صرف ایک Accident تھا اور کچھ
نہیں تسنیم نے ناگواری سے کہا۔

دیکھو تسنیم جھوٹ مت بولو پورے گاؤں کو
چتا ہے کہ ابراہیم جیل میں ہے۔ اور تم ہسپتال میں کیا
ہوا تھا تم دونوں کے بیچ شائلہ نے اپنے چہرے سے
نقاب اتارتے ہوئے پوچھا۔
سننے کا حوصلہ رکھتی ہو تسنیم نے ہیکل پلکوں کے
ساتھ کہا۔

کیا مطلب شائلہ ابھی۔
جو پوچھا اسکا جواب دو تسنیم نے شائلہ کے
سوال کو نظر انداز کیا شائلہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان

دو پہر کے دو بج رہے تھے اور شائلڈ کو بھوک ستانے لگی تھی نسیم اور شائلڈ نے سرسوں کے ساگ کئی کی روٹی کھائی کھانے کے دوران کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔

تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا اگر میری وجہ سے تمہارا دل دکھا ہو تو۔

نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں سمجھ گئی ہوں تمہاری بات میں ٹھیک ہوں شائلڈ نے نسیم کی بات کاٹ کر اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

نسیم جب کچن میں پرتن رکھ کر باہر آئی تو شائلڈ گھر پر نہیں تھی وہ جا چکی تھی نسیم کو شائلڈ کی یہ حرکت نامنوار گزری وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ آخر یوں بغیر بتائے کیوں چلی گئی۔

مجھے ایک قیدی کے بارے میں پوچھ مجھ کرنی ہے کہ اسے یہاں کس جرم میں لایا گیا ہے شائلڈ نے کرسی پر براجمان ہوتے ہوئے کہا۔ اس کا نام ابراہیم ہے شاید اس پر ایف آئی آر بھی درج ہوئی ہے۔

دیکھئے میڈم اس نے اپنی بہن کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ملزم کا کہنا ہے کہ یہ سب اس نے ہوش کے عالم میں نہیں ہوا انسپکٹر اظہر نے جواب دیا قتل کی وجہ کیا ہے شائلڈ نے سرسری سے لہجے میں پوچھا۔

معلوم نہیں انسپکٹر اظہر نے کہا۔ آپ اسے چھوڑ دیں آپ جو ذماتہ مانتے ہیں اسے میں دینے کیلئے تیار ہوں۔

شائلڈ نے جوش سے کہا انسپکٹر اظہر نے سوالیہ نگاہ میں شائلڈ کے چہرے پر مرکوز کیس شائلڈ اپنے پرس سے کچھ کاغذات نکالنے لگی اور انسپکٹر اظہر اسے حیرت سے دیکھنے لگا شائلڈ نے کاغذات نکال کر سامنے ٹیبل پر رکھ دیئے۔

انسپکٹر اظہر نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور شائلڈ

پھیر کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ تو ٹھیک ہے سنو تم میرے بھائی سے دور رہی رہو تو اچھا ہے۔

لیکن کیوں کیا ہوا شائلڈ نے نسیم کی بات کاٹ دی

پلیز شائلڈ پہلے میری پوری بات سنو اب دو بار مجھے مت کاٹنا تمہیں جو کہنا ہوگا میری بات سنبھالنے کے بعد کہنا نسیم نے سنجیدگی سے کہا تم جانتی ہو تم میرے بھائی کو پسند کرنے لگی ہو لیکن ابھی تو کھیل شروع ہو ہے اچھا ہوگا کہ تم ابھی اس دلدل سے پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ بعد میں بہت دیر ہو جائے گی روگنی بچھتاؤ گی تم پر واپسی کو کوئی راستہ نہیں ہوگا میرا بھائی کل نہیں تو آج تم سے جھوٹ کا اظہار کرے گا کیونکہ اسے خود پر بہت غرور ہے کہ وہ بہت خوبصورت ہے ہمارے اس جھگڑے کی وجہ اصل اتھی میں نے ابراہیم سے کہا کہ شائلڈ کیساتھ دھوکا مت کرو تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا وہ تمہاری جانگداز سے پیار کرتا ہے تم سے نہیں اسی لئے میں تمہیں یہاں سے گھر لے کر آئی تھی کیونکہ اس نے مجھے اپنی باتوں میں پھنسا لیا تھا ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا نسیم نے جھوٹ بولا اور جھگڑے کی اصل وجہ بتائی۔

شائلڈ کا دل کسی بھی طرح کی بات ماننے کو تیار نہیں تھا اسے ایسا لگ رہا تھا کہ جو کچھ بھی نسیم نے کہا وہ محض ایک جھوٹی کہانی ہے اور کچھ نہیں ایک ڈاکٹر اور ایک نرس اندر داخل ہوئیں انہوں نے نسیم کو چیک کیا اور گھر چلے جانے کا مشورہ دیا شائلڈ نے نسیم کی کہانی کا کوئی جواب نہیں دیا وہ بس اسٹول پر بیٹھی اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

پلو پلو نسیم نے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا شائلڈ خاموشی سے اسٹول سے اٹھی اور کچھ کہے بنا چل پڑی نسیم شائلڈ کو اپنے گھر لے آئی

کو دیکھ کر کہا۔

جاسکتی ہے اسے کچھ دیر کیلئے احساس ہو کہ شائلہ بہت نیک اور اچھی لڑکی ہے میری خاطر اس نے میری خاطر اتنا کچھ کیا۔ ابراہیم دل ہی دل میں مسکرایا بھی اور اسے پیسہ اور جنون کی حد تک ستانے لگا اس کیلئے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ ایک سونے کی چڑیا جتنی اس کے قریب ہے اتنی ہی اس کے دور ہے اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنے کھیل کا آغاز کہاں سے کرے لیکن ابھی اس نے خاموشی ہی بہتر سمجھی

آپ دونوں کیوں جھگڑے شائلہ کو اصل بات معلوم کیے بغیر چین نہیں مل رہا تھا۔
وہ دراصل بات ہماری عزت کی ہے لیکن آپ سے کیا چھپانا تنسیم نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتی ہے تو وہ پاگل ہو گیا ابراہیم نے سرد مہری سے جواب دیا اور وہ شائلہ کو اپنے قریب پا کر اپنی جیت سمجھ رہا تھا۔

گنگ۔ کیا کون ہے وہ لاکا شائلہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا اس نے قدرے حیرانگی سے پوچھا
نہیں معلوم لیکن سب معلوم کر لوں گا میں۔۔۔

ابراہیم نے سنجیدگی سے کہا۔
میں بھی آپ کا ساتھ دوں گی شائلہ نے ابراہیم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا ابراہیم نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا شائلہ مسکرائی
آپ کی طبیعت کیسی ہے شائلہ نے گاڑی کے شیشے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا
پہلے سے بھی خراب ہو گئی ہے ابراہیم نے بے زادی سے کہا

آپ فکر مت کریں میں آتی رہوں گی آپ انشا ء اللہ جلد ٹھیک ہو جائیں گے شائلہ نے خوش دلی سے کہا
تنسیم کہاں ہے

نچوڑ دو اسے انسپکٹر اظہر نے ایک ابلکار کو کہہ دیا
پہلے باہر نکل تیری ضمانت ہوئی ہے ابلکار نے سلاخوں پر ڈنڈا مارتے ہوئے کہا اور دروازہ کھول دیا
میری ضمانت آخر کس نے کروائی ابراہیم منہ ہی منہ میں بوبڑا یا اور ابلکار کے پیچھے چل دیا

میل شاہاں گھر جا اور آسمند الکی گھنٹی پھرمت کرنا سمجھا کیا انسپکٹر اظہر نے ابراہیم کو کندھا چھپتا کر کہا شائلہ اور ابراہیم پولیس سٹیشن سے باہر آ گئے شائلہ اپنے پرے سے موبائل فون نکال کر کسی سے باتیں کرنے لگی۔ اور ابراہیم گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ آخر یہ لڑکی ہے کون اس نے میری ضمانت کیوں کروائی کیا یہ جانتی ہے مجھے

شائلہ نے چہرے پر نقاب کر رکھا تھا جس وجہ سے ابراہیم کو پہچاننے میں دشواری ہو رہی تھی شائلہ اور ابراہیم نے دس منٹ انتظار کیا پھر ایک گاڑی انہیں لینے کیلئے آئی یہ شائلہ کی اپنی ذاتی گاڑی تھی لیکن اس وقت اس گاڑی کو ڈرائیور چلا رہا تھا۔ شائلہ اور ابراہیم اکیلے پیچھے والی سیٹوں پر براجمان ہو گئے شائلہ ابھی تک تنسیم کی باتوں پر غور کر رہی تھی اسے لگ رہا تھا کہ ایک بھائی اپنی لاڈلی بہن کو محض چھوٹی سی بات پر قتل کرنے پر آمادہ نہیں سکتا ضرور کوئی اور وجہ ہے ان دونوں کے جھگڑنے کی وجہ میں نہیں ہوں شائلہ زبردستی اندر سلگ رہی تھی کہ ایسی بھی کیا وجہ ہوئی ہے تنسیم نے اس سے جھوٹ بولا شائلہ کو پورا یقین تھا کہ تنسیم جھوٹی ہے

آپ کون ہے۔ ابراہیم نے پوچھا شائلہ نے اپنا چہرہ اس کی جانب کیا۔
میں شائلہ ہوں جو کل آپ کے گھر آئی تھی شائلہ نے بھی چہرہ ابراہیم کی جانب کر کے کہا ابراہیم شائلہ کی نشانی براؤن آنکھوں کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ خبر نہیں تھی کہ شائلہ اس کیلئے اس حد تک بھی

وہ صحیح سلامت گھر پر ہے شائلہ نے ابراہیم کی بات کاٹ دی
آپ کا گھر آ گیا آپ سے کل ملاقات ہوگی
انشاء اللہ ابھی کیلئے الوداع شائلہ نے نظروں سے
ایرا تہ ارتکا ابراہیم نے اللہ حافظ کہا اور گاڑی سے
اُتر گیا۔ شائلہ نے ڈرائیور کو دس ہزار روپے دیئے اور
اس سے کہا۔

اپنا منہ بند ہی رکھنا ورنہ اگر کبھی مجھے پتا چلا کہ تم
نے اپنا منہ کھولا ہے تو پھر دیکھنا میں تمہارا کیا حال
کروں گی پہلے تو ڈرائیور کو شک ہو رہا تھا کہ بی بی جی
کیساتھ وہ لڑکا کون تھا لیکن بعد میں دس ہزار روپے
لینے کے بعد جیسے اس کے منہ پر تالا ہی لگ گیا۔ وہ
کیونکہ اس ہزار اس کیلئے دس لاکھ جتنے تھے۔

بی ٹھیک سے مالکن ڈرائیور نے پیسے لیتے
ہوئے کہا شائلہ آج کی جدوجہد کی وجہ سے بہت تھک
چکی تھی اس نے خون پسینا ایک کر کے سب معامہ
ٹھیک کر دیا تھا اور کسی کو خبر بھی نہیں ہونے دی شام
وہ محل رہی تھی سو راج غروب ہونے کو تھا۔

باہر سردی بڑھنے لگی تھی چہند پرند واپس اپنے
گھروں کو ازان بھرتے نظر آ رہے تھے شائلہ اپنے
بید پر آ کر سیدھی لیٹ گئی اور پھر تسنیم کے بارے میں
سوچنے لگی کہ تسنیم جیسی لڑکی بھی محبت کر سکتی ہے کون
سچ بولا۔ باتے اور کون جھوٹ شائلہ کو اس کا ٹھیک سے
اندازہ نہیں تھا تب تک بچانے کیوں اس کا دل ابراہیم کو
سچا کہہ رہا تھا وہ اپنے محبوب کی بات کو جتنا ابھی
نہیں سنی تھی وہ روزہ کھلا خانہ ماں شائلہ کی شام ہی
چائے کے گرد نہ رواں ہوئی اور شائلہ چائے پینے
میں مصروف ہوئی۔

رات چھانسی تھی آسمان پر چاند بھی نہیں دکھائی
دس ہاتھ بس ستاروں کی آنا بارات لگی ہوئی تھی
چاروں طرف سے کاؤں عجیب سی تاریکی میں ڈوب

گیا تھا ابراہیم اور تسنیم نے شام سے آپس میں کوئی
بات نہیں کی تھی اور نہ ہی ان دونوں نے ایک
دوسرے سے نظر سے ملا میں تھی رات کے کھانے
سے فارغ ہو کر وہ دونوں سونے کیلئے چلے گئے تھے
ابراہیم کا بخار بہنے سے بھی زیادہ تیز ہو گیا تھا اور وہ
برقی طرح کھانسنے لگا اور کھانستا کھانستا چار پانی سے
الٹا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ تسنیم بھانسی ہوئی آئی اس
نے ابراہیم کو کندھوں سے اٹھا کر چار پانی پر بٹھایا اور
مٹکے سے پانی گھاس میں ڈالا اور ابراہیم کو دیا ابراہیم
آپس میں سانس میں گڑبڑ کرتا ہوا سارے پانی پی گیا اسکی
ٹھانسی سنبھل گئی تھی لیکن بخار بہت تیز تھا
میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں تسنیم کو اپنے بھائی
پر ترس آ گیا

تسنیم نے اپنے دورات ہو چکی ہے اس وقت کوئی
کام نہیں کرتا ابراہیم کھانستے ہوئے یہ مشکل کہا تسنیم
آپ بات پوچھوں اگر تم برانہ مانو ابراہیم نے سنجیدی
سے سوال کیا

تسنیم نے اثبات میں سر ہلادیا
تم کس سے شادی کرنا چاہتی ہو کون سے وہ لڑکا
جیسے بناؤ چھپاؤ مت ٹھہراؤ نہیں میں ابھی تمہیں کچھ
نہیں یوں گا۔۔۔ ابراہیم نے سوالیہ نگاہیں تسنیم کے
چہرے پر مرکوز کر لیں تاکہ اسکا چہرہ لے سکے۔
ایسا چہرہ نہیں تسنیم نے لگی سے کہا۔ ابراہیم

مسترد کیا
دیکھو اگر ایسی کوئی بات ہے بھی تو بتا دو میں اس
سے مل لیتا ہوں اچھا ہوا تو شادی کروادوں گا نہ ہوا تو
بچہ میری بات مانتی پڑے گی۔

یہ آپ لیا کہہ رہے ہیں کہا نا ایسی کوئی بات
ہے ہی نہیں تسنیم نے تنگ آ کر کہا ابراہیم اسکے چہرے
کا بغور جائزہ لے رہا تھا

اور میں شائلہ کو آپ کے چہرے میں
بتا چکی ہوں تسنیم نے چار پانی سے اُتھتے ہوئے کہا۔

کیا ہوا تسنیم نے حیرانی سے پوچھا
کچھ نہیں خیندا آئی ہے سونے دو مجھے تم بھی سو جا
ڈبراہیم نے اکتا کر کہا اور چادر اوڑھ کر چار پائی پر
لیٹ گیا تسنیم کا موڈ خراب ہو گیا وہ بھی سونے کیلئے
چلی گئی۔

شائلہ بیٹھی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی باہرات
چھائی ہوئی تھی کمرے کی لائٹس آف کیے وہ اپنے بند
پر براہمان لیب کی روشنی میں پڑھ رہی تھی شائلہ
جب پڑھتے پڑھتے تھک گئی تو اس نے کتاب
بند کر کے سائیز بیبل پر رکھ دی اور اپنی آنکھیں ملتے
ہوئے کھڑکی کے پاس آئی باہر ایک عجیب قسم کی
خاموشی چھائی ہوئی تھی سڑکیں سنسان پڑیں تھی شائلہ
نے ایک نگاہ آسمان پر ڈالی اور پھر کھڑکی سے بیٹھے ہی
والی تھی کہ اچانک اسکی نظر کھیتوں کی طرف اٹھی ایک
لڑکی دو پٹے اونٹوں سے دیکھ رہی تھی یونہی وہ لڑکی کھیتوں
کی طرف جا رہی تھی اس کی کمر شائلہ کی طرف تھی۔ جس
وجہ سے شائلہ اسکا چہرہ نہ دیکھ سکی شائلہ اس لڑکی
کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی یونہی وہ لڑکی کھیتوں
میں گئی تو وہ شائلہ کی نظروں سے اوجھل ہو گئی رات کا
آدھا پہر تھا شائلہ عجیب سی الجھن کا شکار ہو گئی کہ ایک
لڑکی اس وقت اکیسے باہر کیا کر رہی ہے شائلہ کو کچھ
کچھ میں نہیں آیا تو وہ واپس اپنے بند پر آ کر لیٹ گئی
اور لیب آف کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

آج کا دن بہت خوشگوار تھا صبح ایک نئے دن
کیساتھ نمودار ہوئی تھی آج کی ہلکی پھلکی
شعاعیں بہت بھلی لگ رہی تھیں شائلہ نے شریقی رنگ
کی سرخ ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی
بالوں کو کھلا چھوڑ کر آگے
پر پھیلا رکھا تھا اور بالوں کی آخر میں انہیں تھوڑا سا
گلر کیا ہوا تھا ہونٹوں پر ہلکی سی Lipstick لگائی

ابراہیم کو اچانک غصہ آ گیا لیکن اس نے خود پر بہت
مشکل سے قابو کیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس دفعہ
دوبارہ بات بگڑے وہ بڑی مشکل سے ناچاہتے
ہوئے ہی کڑوی گولی نگل گیا اس کا دل کر رہا تھا کہ
تسنیم کے سر پر اٹھا کر کچھ مار دے لیکن وہ مجبور تھا
لیکن غصے ناکالی تیز ہونا جس وجہ سے کافی دیر لگی
اسے اپنا غصہ۔ پی جانے میں کیونکہ پہلے بھی اس کے
غصے کی وجہ سے بات بگڑی تھی اور اب وہ ایسا دوبارہ
نہیں چاہتا تھا وہ غصے میں ہمیشہ اپنے حواس
کھو بیٹھتا تھا اس لئے وہ خاموش ہی رہا

یار تو اپنا مطلب ہی کھو بیٹھا ہے پیار وہ
نہیں۔ باجو قدیم زمانے کے لوگ آپس میں کیا
کرتے تھے۔ اب تو پیار میں شک حواس اور فراڈ کے
رشتے بھی شامل ہو گئے ہیں

واہ کیا بات ہے تسنیم نے تالیاں بجاتے ہوئے
تغنی سے کہا ابراہیم خاموشی سے سب سنتا رہا کیونکہ
اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے شائلہ کو یہ سب
بتایا ہوتا تو شائلہ اسکی شناخت کبھی نہ کروائی تسنیم
جھوٹ بول رہی ہے اسی سوچ پر وہ چپ رہا ورنہ
ابراہیم خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہ تھا

کی کو دھوکا نہیں دینا چاہئے کیونکہ ایک دن ہم
پر بھی وہ یہی وقت آ سکتا ہے اور ہم خود سے پوچھتے
ہیں ایسا کیوں ہو اور بعد میں پچھتاتے ہیں کہ ہم ایسا
نہ کرتے لیکن بہت دیر ہو چکی ہوئی ہے پیار کوئی تھیل
نہیں ہے تسنیم نے غصیلتے ہوئے کہا۔

ابراہیم تسنیم اس وقت نفسیاتی مریضہ لگ رہی
تھی ضرور زوال میں کچھ کال تو ہے آخر یہ چاہتی کیا ہے
ایسی باتیں کیوں کرتی ہے کیا کوئی تماشا چاہتی ہے کہ
کسی طرح میں مہر سے چلا جاؤں ابراہیم گہری سوچ
میں ڈوبا ہوا تھا تسنیم نے ابراہیم کو اپنی طرف متوجہ نہ
پاکر اپنی آنکھوں کیساتھ ہاتھ لہرایا ہاں ابراہیم
چونکا جیسے نیند سے اٹھا ہو

مہل کی آنکھوں میں کاہل لگایا اور پٹوں پر ساڑھی کے رنگ کا بٹکا ساٹیک اپ کر رکھا تھا اور گالوں پر پوڈر چھڑک کر انہیں گھائی شیدہ رنگی تھی کانوں میں سونے کی بالیاں۔ گلے میں سونے کا بار اور ہاتھوں میں چوڑیاں اور انگلیوں میں انگوٹھیاں بہن رکھی تھیں شامکہ آج کسی جنت کی کی حور سے تم نہیں لگ رہی تھی بے حد حسین اور خوبصورت کہ وہ خود کو آئینے میں دیکھ کر شرمائی۔

شامکہ حسب معمول نیچے ناشتے کیلئے Dining table پر آئی تو سب نے اسے دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے شامکہ اپنی اونچی اڑھی والی ہیکل سے ٹک ٹک کرتی ہوئی ایک کرسی صحنج کر بیٹھ گئی اور Thermus سے کپ میں چائے ڈالنے لگا اور یہ حیات نے شامکہ کا ماتھا چونا اور دل سے تعریف کی۔

آج تو ہماری بیٹی بہت ہی خوبصورت لگ رہی ہے خیریت ہے کہ مر جاتا ہے بابا دوست کے گھر جانا ہے وہ بلا رہی ہے شامکہ نے بریڈ کا سلٹا نہیں لیتے ہوئے کہا۔

شامکہ کی آنکھوں میں ابراہیم کا چہرہ رقص کرنے لگا اور وہ بے تاب تھی کہ جلدی سے ابراہیم اسے دیکھے اور اس سے اظہار محبت کر ڈالے شامکہ کو خود پر اتنا برو۔ ضرور تھا کہ جب وہ جان جائے گا کہ وہی میرا سب کچھ ہے تو صرف مجھے پکارے گا عظمیٰ بی بی نے ہزار کانوت نکال کر شامکہ کے سر سے سات بار پھیرا اور کہا باہر اگر کوئی فقیر نظر آئے تو اسے دے دینا تاکہ مجھے نظر نہ لگے۔

بیچ تھا کہ شامکہ جیسی خوبصورت شکل اور خوب سیرت والی لڑکی اس پورے گاؤں میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی تھی اور ابراہیم بہت خوش قسمت تھا کہ وہ اسے اپنا روح اپنے دل و جان سے چاہتی

تھی۔ خوش رہو آبا اور ہو میری پری کلشوم بیگم بھی پیچھے نہ نہیں بابا کیا میں خوبصورت ہوں شامکہ نے معصومیت سے پوچھا۔

جاوید شامکہ کے سوال پر چونکا تم خوبصورت نہیں بہت زیادہ خوبصورت ہو میری بیٹی شامکہ مسکرائی شامکہ نے ملازم سے دفتر کارجنز منگوا یا اور جاوید حیات کے سامنے پیش کیا اس رجسٹر پر میں نے سارا حساب کتاب لکھا ہے شامکہ نے رجسٹر پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔

دو دن کا حساب کہاں ہے جاوید نے متلاشی نگاہوں سے رجسٹر پر دیکھا شامکہ پریشان ہو گئی وہ۔ وہ میں نے دو دن دفتر نہیں کھولا۔

کیوں جاوید حیات نے غور سے شامکہ کو دیکھا طبیعت ٹھیک نہیں تھی پہلے دن حولا تھا لیکن لہجہ بریڈ کے بعد بند کر دیا دوسرے دن کھولای نہیں شامکہ نے تفصیل بتائی۔

آج بھی نہیں کھولنا جاوید نے نرمی سے پوچھا کھولوں گی مگر Half time کے بعد شامکہ نے جوابا کہا۔

طبیعت سب سے عظمیٰ بی بی نے گفتگو میں حصہ لیا کافی بہتر ہے اچھا بابا میں چلتی ہوں۔

شامکہ نے ابراہیم کے گھر کے دروازے پر دستک دی تو تسنیم نے دروازہ حولا تسنیم شامکہ کو دیکھ کر دھک سے رہ گئی اسے خبر نہیں تھی کہ اچانک شامکہ یوں بغیر بتائے اندر آ جائے گی شامکہ مسکرائی تسنیم نے شامکہ کو کھلے لگایا اور اندر بڑا کر دروازہ بند کر دیا تسنیم کو حیرت ہو رہی تھی کہ سچ جان لینے کے بعد شامکہ میں کوئی فرق نہیں آیا وہ ضرور ابراہیم کو دیوانگی کی حد تک چاہنے لگی ہے جو اس نے پرواہ ہی نہیں کی کہ وہ اس سے پیار کرے گا یا نہ؟

واہ آج تو بہت پیاری لگ رہی ہو کیا کوئی خاص دن سے نسیم نے شریانداز میں سوال کیا نہیں تو تم دونوں سے ملنے آئی ہوں شامکہ نے مسکراتے کہا اور پس رکھ کر چار پائی پر براجمان ہوئی تسنیم شامکہ کے لباس سے بے حد متاثر ہوئی تھی۔ اس نے ایک نگاہ اپنے عام سے لباس میں ڈالی تو عجیب سی ہو گئی شامکہ کے سامنے اسے اپنا آپ بہت چھوٹا لگ رہا تھا شامکہ کہاں حسن کا شائبہ اور نسیم ایک عام سی شکل و صورت اور سادہ رنگ کی لڑکی تھی شامکہ کو دیکھ کر آج پہلی بار اسے ہوئی۔

دوست حاصل کرنے کا جنون ستانے لگا اور سوچا کہ ابراہیم جو نور بابے ٹھیک کر رہا ہے آخر دھوکا تو نہیں دے رہا نسیم نے دل ہی دل میں سوچا کہ اب وہ اپنے بھائی کا ساتھ دے گی نسیم بھی جیسے خود غرض ہو گئی۔

ابراہیم کہاں ہیں شامکہ نے احتراماً سوال کیا وہ سو رہا ہے نسیم نے جواباً کہا اور شامکہ کے سامنے سڑی پر بیٹھ گئی۔ تم میرے بھائی کے بارے میں کیا احساسات رکھتی ہو نسیم نے مسکراتے پوچھا۔ شامکہ حیرت سے چوٹی اس نے سر اٹھا کر نسیم کو دیکھا وہ نہیں اتنی کوئی بات نہیں جو تم سوچ رہی ہو شامکہ ٹھہرائی۔

دیکھو چھپاؤ مت میں سب باقی ہوں نسیم مسکرائی تھی۔

میں ابراہیم سے پیار کرتی ہوں میں خود نہیں چاہتی یہاں اب اور کیسے ہو گیا پلیز مجھے معاف کر دو شامکہ نے نظریں بند کیں وہ شرمندہ تھی نسیم۔ نہیں جو قویہ ایسا کوئی مطلب نہیں تھا میرا جتن تم دل سے قبول ہو نسیم کے ارادے اچانک بدل گئے۔ مجھے وہ دل سے کہہ رہی تھی شامکہ شرم سے سرخ ہوئی۔

خدا نے خاص مجھے ابراہیم کے لیے بنا کر بھیجا ہے آسمانوں سے کیوں کہ خدا کی ذات بہت بڑی ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ ابراہیم کو کوئی نہیں چاہے گا شامکہ نے یہ بات زبان سے نہیں سے کہی تھی اور نسیم اسے پہچان گئی تھی کہ شامکہ عشق کرنے لگی ہے ابراہیم سے۔

نسیم نے شامکہ کی یہ بات سن کر ٹھان لی کہ وہ کسی بھی طرح شامکہ اور ابراہیم کو ایک کر کے رہے گی بے شک کوئی مانے یا نہ مانے دولت ملے پانہ ملے ان دونوں کو وہ ایک کر کے ہی دم لے گی نسیم شامکہ کو ابراہیم کے پاس لے آئی ابراہیم سو رہا تھا شامکہ کافی دیر پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر ابراہیم کے ماتھے پر رکھ دیا کے بخار چیک کیا تو ابراہیم ڈر کر اٹھ گیا کیوں کہ وہ خود ہی آگ کی طرح گرم تھا اور شامکہ کا ہاتھ ٹھنڈا تھا ابراہیم نے مشکل سے اپنی آنکھیں کھولیں تو شامکہ کو اپنے پاس چار پائی پر بیٹھے دیکھ کر حیرت سے چونک گیا اور بے یقین نظروں سے نسیم کی طرف دیکھا جو دروازے سے ٹپک لگائے بس رہی تھی پھر شامکہ کی طرف دیکھا جو مسکراتی تھی۔ شامکہ کے ابراہیم کے سینے پر ہاتھ ترا سے واپس لانا چاہتا تھا وہ چار پائی سے ٹانگیں نیچے لٹکائے بیٹھ گیا شامکہ اس کے برابر بیٹھ گئی۔

آپ بیٹھے میں ناشتہ لگاتی ہوں شامکہ نے کہا اور چمن میں چلی گئی شامکہ کے جانے کے بعد ابراہیم نے حیرت سے نسیم کو دیکھا جواب بھی مسکراتی تھی شامکہ نے ابراہیم کو ناشتہ خود اپنے ہاتھوں سے بنا کر دیا ابراہیم منہ ہاتھ دھو کر بیٹھ گیا تو شامکہ ابراہیم کے سامنے ناشتہ رکھ رہی تھی تو تب ابراہیم نے فوراً سے شامکہ کو دیکھا تو دیکھتا ہی رو گیا۔ بہت خوبصورت لگ رہی ہو ابراہیم بے اختیار بول پڑا۔

نبی شائلہ ہم گئی۔

نظر کے تھے فقیر نے شائلہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور
اسے دعا میں دیں شائلہ واپس گھر کو چلنے لگی۔

نہیں کچھ نہیں ابراہیم نے نفی میں سر ہلایا اور
ناشتے میں مصروف ہو گیا اور شائلہ ابراہیم کو ناشتہ کرتا
دیکھتی رہی تسنیم بھی پاس آ کر بیٹھ گئی شائلہ شرماری تھی
وہ بھی لفظ اپنے محبوب سے اپنے لئے سننا چاہتی تھی
جو اس نے سن لئے اور بار بار وہی تعریف اس کے
کانوں میں آواز دے رہی تھی ہر بار وہ ہلکی پارکی
طرح شرماتا جاتی۔ ابراہیم نے ناشتہ ختم کیا تو تسنیم
برتن رکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی کیونکہ وہ ابراہیم
اور شائلہ کو اکٹھے میں ساتھ وقت دینا چاہتی تھی جب
تسنیم کافی دیر سے نہ آئی تو شائلہ گھبرانے لگی اسکی
سانس تیز ہونے لگیں جو ابراہیم نے محسوس
کر لیں اور دل ہی دل میں مسکرا دیا تھوڑی
دیر بعد شائلہ نے ابراہیم کو دوائی دے دی اور آرام
کرنے کا کہا دونوں ایک دوسرے سے مخاطب
نہیں ہو رہے تھے چپ ہی تھے شائلہ نے تسنیم کو آواز
لگائی تو تسنیم باہر آ گئی۔

پھولوں سے نازک ہیں تمہارے ہاتھ صنم
اب تم ہو گئی ہو جوان صنم
چار دن کی زندگی ہے اظہار محبت کر لو
دیکھو ہم بھی ہیں نادان صنم
کرد محبت کی باتیں پا کوئی شکوہ
سچ پوچھو تو تم ہی ہو میری جان صنم
صدیوں پہ امید لگائے بیٹھے ہیں
کسی روز میرے بھی ہو تم مہمان صنم
روح کو تمہارے بن بے چینی رہتی ہے
تم ابھی اس سے ہو نادان صنم
اپنا ہاتھ جس دن عال کو دکھایا
وہ بھی دیکھتے ہی ہو گیا پریشان صنم
دیکھنا ہاتھ کی کبیریں بھی بدل جائیں گی جگر
بس تم مجھ پر ہو جاؤ مہربان صنم
☆... عامر سہیل جگر راجپوت بھٹی۔ سمندری

☆...☆

عمر بیت گئی

دیا ہم نے بھی جلایا تھا پیار کا
لیکن بے رحم ہواؤں سے نہ بچا سکے
فطرت کی ہم نے جو یار بنایا پیشے کا
تھروں سے بچایا تو گھر میں نہ سچا سکے
کہتے ہیں ڈھونڈنے خدا مل جاتا ہے
ہم ایک مٹی کے پتلے کو بھی نہ پائے
طالع اس کی رسولی کے مٹ تو گئے لیکن
اس کی بے وفائی کا دلخ ہم عمر بھر نہ سنا سکے
شام سے گرتے ہیں اس کی یادوں کے دلدل میں
رات کیسے گزرتی ہے ہم کسی کو بھی نہ بتا سکے
کون آیا کون گیا سب بھول گئے ہم سانول
عمر بیت گئی اس بے وفا کو دل سے نہ بھلا سکے
☆ آصف سانول۔ چشتیاں

کدھر گئی تھی شائلہ نے گھبراہٹ پر قابو پا کر
پوچھا تسنیم مسکرائی اس نے کوئی جواب
نہیں دیا اچانک شائلہ کی نظر گھڑکی پر پڑی تو کوئی
جلدی سے گھڑکی سے پیچھے ہٹ گیا شائلہ پہچان نہ سکی
کہ وہ لڑکا تھا یا لڑکی لیکن شائلہ جانتی تھی کہ وہ اسے ہی
دیکھ رہا تھا اور جب اس نے دیکھا تو محبت سے پیچھے
ہٹ گیا اب مجھے چلنا چاہیے شائلہ نے پرس کندھے
پر ڈالتے ہوئے کہا

انشاء اللہ کل دو بارہ آؤں گی۔

تسنیم اور شائلہ آپس میں گلے ملی اور ابراہیم
نے شائلہ کو آگے ماری تو شائلہ کے قدم لڑکھڑا گئے لیکن
وہ سنبھل گئی شائلہ نے شرم سے اپنی نگاہیں جھکا لیں
او تیز تیز قدموں کے ساتھ باہر آ گئی
شائلہ کو اپنے گھر کے کچھ فاصلے پر فقیر نظر
آیا تو شائلہ نے اسے وہ ہزار روپے دیئے جو اس کے

فروری 2015

جواب عرض 49

پیار کا سراب

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY

RSPK.PAKSOCIETY.COM

FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

محبت زندہ آج بھی ہے

تحریر۔ مجید احمد جانی۔ ملتان۔ 0301-7472712

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
جواب عرض کی نگری میں پہلی بار تحریر لے کر حاضر ہوا ہوں لکھتا تو نہیں آتا پھر بھی دل کے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر لکھ رہا ہوں امید واقعی ہے کہ آپ میری تحریر کو جلد جواب عرض کی نگری میں زینت بنا کر میری حوصلہ افزائی کریں گے اس تحریر کو قابل اشاعت بنانے کے لیے میں نے بہت محنت کی ہے کئی بار لکھا مگر پھر بھی بہتری کی گنجائش ہے میں نے اس کا نام۔ محبت زندہ آج بھی ہے۔ رکھا ہے اگر آپ چاہیں تو تبدیل بھی کر سکتے ہیں

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا انٹرنیٹ دار نہیں ہوگا۔

خود سے روٹھوں تو کئی روز نہ خود سے بولوں
پھر کسی درد کی دیوار سے لگ کر رولوں
تو سمندر ہے تو پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ضروری ہے کہ میں ہی پیاس کا دامن کھولوں

خود سے روٹھوں تو کئی روز نہ خود سے بولوں
پھر کسی درد کی دیوار سے لگ کر رولوں
تو سمندر ہے تو پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ضروری ہے کہ میں ہی پیاس کا دامن کھولوں
دس سالوں بعد زندہ دلوں کے شہر لاہور جانا
آج ہوا۔ داتا دربار حاضری دینے کے بعد یادگار
مینار پاکستان کا رخ کیا۔ میرا دوست عارف بھی
ساتھ تھا۔ شور و غل سے نجات حاصل کرنے کے بعد
چند لمحے آرام کرنے کی غرض سے ہم ایک سائے دار
چھونے سے درخت کے پاس جا بیٹھے۔ سڑکی تھکان
بھی تھی، جسم تھکن سے ٹوٹ رہا تھا۔ سبز گھاس پر لیٹتے
ہی میں عارف سے باتیں کرنے لگا۔

عارف۔ اب تو لاہور میں بہت تبدیلیاں رونما
ہو چکی ہیں۔ کچے مکانوں کی جگہ اونچی اونچی عمارتوں
نے لے لی ہے۔ چھوٹی چھوٹی سڑکیں بڑی سڑکوں
میں کنورٹ ہو گئی ہیں۔

ہاں مجید واقعی لاہور پہلے سے بہت زیادہ
خوبصورت ہو گیا ہے اس کے باسی بھی محبتوں چاہتوں
کون سے؟ میرے لبوں سے الفاظ نکلے اور دل
میں سوچنے لگا کون ہو سکتا ہے؟ ابھی اسی وہم و گمان
میں تھا کہ ایک پیاری سی آواز میری سماعتوں سے
نکرائی۔

انٹھو، دھوکے باز، فریبی، مکار کہیں کے، جھوٹے

مارچ 2015

جواب عرض 50

محبت زندہ آج بھی ہے



Scanned By Bookstube.net



کہاں تک چھپاؤ کے خود کو؟

میں حیران و ششدر رہ گیا۔ آنکھ لگی ہی تھی، ظالم نے جگا دیا۔ آنکھیں ملنے ہوئے میں نے پوچھا۔
کون ہو تم؟ میرے سامنے سیاہ نقاب میں کوئی مہرہ جیسے کھڑی تھی۔ میں تو اس شہر میں مسافر تھا۔ شاید اسے غلط نہیں ہوئی ہوگی اپنے کسی پیارے کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں آ چکی تھی۔ میں نے اسے جواب دیا۔

سوری سیزم آپ کو غلط نہیں ہوئی ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جس کو تم تلاش کر رہی ہو۔ تمہاری منزل کوئی اور ہوگا۔ میں تو اس شہر میں اجنبی ہوں۔ چند لمبے سستا نے کی غرض سے لیٹا تھا۔ ٹھکان کی وجہ سے بدن ٹوٹ رہا تھا۔ ابھی مسافت بہت ہے۔ میری منزل بہت دور ہے۔

اے سزا تھے نادان مت بنو۔ کیوں تڑپاتے ہو؟ کتنی دیر سے صبر کئے جا رہی ہوں۔ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ تم بھول بیٹھے ہو۔ ہمارے دل میں محبت زندہ آج بھی ہے۔ وہ یکدم جذباتی ہو گئی تھی۔

کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں، کیا بکو اس کے جا رہی ہو؟ میں نے کیا پوچھا اور تم کس الجھن میں ڈالے جا رہی ہو؟

کیا تم سعید نہیں ہو؟
مجھے کرنٹ سا لگا۔ میرا نام سعید ہی تھا لیکن یہ مجھے کیسے جانتی ہے؟ وہ رو بائسی ہو رہی تھی۔ میں تو مسافر ہوں، ابھی شہر ہے، ابھی ذہن خیالات کی نگری میں غوطہ زن تھا کہ وہی سوالی آواز میری سماعتوں سے نکلائی۔

بولو سعید، تم بھول بیٹھے، کیا تم واقعی سعید نہیں ہو؟ وہ سعید جو مجھ پر مرتا تھا۔ مجھے بے انتہا پیار کرتا تھا۔

ہاں میں سعید ہوں لیکن میں تمہیں نہیں جانتا۔

جب وہ رو پڑی تو میں نے جواب دیا۔
واہ رے محبت! اس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔ اتنے سنگم بھول گئے۔ وہ محبت، وہ وعدے، وہ قول و قرار سب بھول گئے۔ ابھی عرصہ ہی کتنا ہوا ہے۔ یہی صرف دس سال۔ صرف دس سال ہی تو بیٹھے ہیں۔ کون سی صدیاں بیت گئیں ہیں کہ تم مجھے بھلا بیٹھے ہو۔

یہ کہتے ہوئے اس نے جیسے نے رخ سے نقاب اتار دیا۔ چمکتا دملکا، چاند سا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ داغ کی کھڑکیاں ابھی تک بند ہی پڑی تھیں۔ میں پہچان نہیں پایا تھا جب اتفاق تھا وہ مجھے جانتی تھی اور میں بھول چکا تھا۔

بولو سعید، وہ سستی، وہ چاہتیں، وہ وعدے سبھی بھول بیٹھے ہو۔ دیکھ قسمت نے پھر سے کیسے طا دیا ہے۔ جب تم پارک میں اتر ہوئے تھے۔ تمہارے پیچھے میں آ رہی تھی۔ تمہارا دوست بار بار تمہارا نام لے رہا تھا اور میں اس نام کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ جس کے ساتھ میرے وعدے، قسمیں تھیں، جس کی میں چاہت تھی، جو میرا پیار تھا، ہم ایک دوسرے پر مرے تھے۔ وہ اپنے والدین کو راضی کرنے گھر گیا تھا اور۔۔۔۔۔ اسی کے ساتھ ہی وہ رو پڑی۔ آنسوؤں کا دریا بے قابو ہو گیا۔ میرے تپوں پر وہی نام تھا، جس کا میں ورد کیا کرتا تھا۔ میری سوچوں، میری یادوں کا مرکز، میرا محبوب، میرا پیار، میرا ایمان۔

تم ایمان۔۔۔۔۔
ہاں میں ایمان ہوں۔

میں دانتوں میں انگلیاں دبائے سوچوں میں گم تھا۔ یہ وہی ایمان سے دس سالوں میں وہ چہرہ، وہ رنگت، وہ جسامت کچھ بھی ایسا نہیں تھا۔ اسی لیے تو پہچان نہیں پایا تھا۔ دس سالوں میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

واہ رے قسمت ملے بھی تو کس موڑ پر۔۔۔۔۔

محبت زندہ آج بھی ہے جواب عرض 52 مارچ 2015

بیچھے کو بولیا۔ بچہ خون میں لت پت تڑپ رہا تھا۔ ہم نے بیچے کو اٹھایا اور ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اُسے سر پر چوٹ آئی تھی۔ کافی خون بہہ چکا تھا۔

جلدی چلو خالم بیچے کی حالت سیریس ہے۔ میں نے رکشے والے کو کہا۔ دیکھو کتنا تڑپ رہا ہے۔ خدانے اسے کچھ ہو۔

میرے بیچنے پر رکشے والے نے مزید رفتار بڑھا دی۔ تھوڑی ہی دور گنگارام ہسپتال تھا۔ ہم نے ایمر جنسی میں داخل کروا دیا۔ مجھے کام بھول گیا تھا۔ مجھے انسانی جان بچانی تھی۔ کسی کے کام آنا بھی صدق ہے۔ میری وجہ سے کسی کا چراغ بجھنے سے بچا جائے، اس کے گلشن کا پھول گلنے سے پہلے مرجھانے جائے۔۔۔ رکشے والے نے انجانے میں اسے نیچے دیا تھا۔ اچانک کھلتے ہوئے گلی میں آ نکلا تھا۔ نجانے کس کا چراغ تھا؟ کس کا لخت جگر تھا۔ کس گلشن کا پھول تھا؟ اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ کون تھا کہاں سے آ نکلا تھا؟ نجانے اس کے والدین کہاں کہاں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ اس کی ماں کا کیا حال ہوگا؟ بیچے کے وارثوں کا خیال آتے ہی میں نے رکشے والے کو کہنا۔۔۔

جا کر اس محلے میں اعلان کراؤ۔ جس کا ہوگا ضرور رابطہ کرے گا۔

رکشے والے نے اسی محلے کی مسجدوں میں اعلان کرا دیا۔ لیکن بے سود کوئی سوراخ نہیں مل پایا تھا۔ میں چنے رکشے والے کا رکشہ روک رکھا تھا، اور میرے سمجھنے سے وہ معافی مانگ چکا تھا اور کھل ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

میرے ہونٹوں کے مہکتے ہوئے نغموں پر نہ جان میرے سینے میں کئی اور غم بھی چلتے ہیں بیچے کو ایمر جنسی سے وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ سر پر آٹھ ٹانگے لگے تھے۔ خون بہہ جانے کی وجہ

اس کے چہرے پر مسکراہٹ کے پھول کھیرتے چلے گئے۔ جیسے کسی مسافر کو منزل مل جاتی ہے۔ کسی کو کھوٹی ہوئی قیمتی چیز اچانک مل جائے۔ کسی کا ٹھنڈا محبوب جو صدیوں سے نجانے کہیں گم ہو اور پھر مل جائے۔ عین اسی طرح کے جذبات، احساسات تھے۔ میرا محبوب پاس تھا اور میں خیالات کے طوفان میں گم ہوتا چلا گیا اور بہت پیچھے ماضی کے درتے کھلتے چلے گئے۔

ہائے کیا لوگ تھے وہ لوگ پری چہرہ لوگ ہم نے جن کے لئے دنیا کو بھلائے رکھا اب ملیں بھی تو نہ پہچان سکیں گے ان کو جن کو اک عمر خیالوں میں بسائے رکھا

میں حسب معمول صبح سویرے کام پر جا رہا تھا۔ سامنے سے آتے ہوئے تیز رفتار رکشے نے بیچے کو روند دیا تھا۔ بچہ سڑک پر تڑپ رہا تھا۔ رکشے والا بلا خوف و خطرہ منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ کتنا بے حس انسان ہے۔ ایک تو بیچے کو نیچے دے کر آ رہا ہے اور پھر اسے کوئی فکر ہی نہیں۔ نجانے ایسے کتنے ماں کے جگر گوشے ایکسڈنٹ کا شکار ہو کر اس دنیا سے کنارہ کر جاتے ہیں۔

میرے ذہن پہ خیالات کی جنگ جاری تھی۔ جیسے ہی رکشے والا میرے مقابل ہوا، میں نے اسے روک لیا۔ کیونکہ آگے موڑ تھا اور وہ رفتار آہستہ کر چکا تھا۔ اسے پکڑتے ہی میں نے دو چار کئے گھونس دیئے۔

کتنا خالم انسان ہے تو، بیچے کو نیچے دے کر ڈھٹائی سے آ رہا ہے۔ تجھے ذرا بھی احساس نہیں ہوا۔ نجانے کس گھر کا چراغ ہے؟ کس باغ کا پھول ہے؟ کتنے سخت دل ہو۔ سگی سی جان تڑپ رہی ہے اور تم اسے تڑپا چھوڑ کر جا رہے ہو۔ اپنی جان بچانے کی خاطر معصوم زندگی ختم کرتے جا رہے ہو۔ کیا تمہارے بیچے نہیں ہیں؟ چلو پیچھے۔۔۔

رکشے والا منہ بنائے ناراضگی کے عالم میں

سے انہوں نے چند دن ہسپتال میں رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں نے اپنے بوس کو کال کر کے تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا تا کہ کوئی پریشانی نہ بنے۔ مجبوری کے تحت کچھ دن کام پر نہیں آسکوں گا۔ بوس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

چار دن اسی جدوجہد میں گزر گئے۔ بچے کے کسی وارث کی خبر نہیں ملی تھی۔ رکشے والا برابر ساتھ دے رہا تھا۔ اس نے جانے کی بات تک نہیں کی تھی۔ اس نے اپنے گھر اطلاع کر دی تھی لیکن میں نے چند ضروری کاغذات رکھ کر اسے گھر جانے دیا تھا۔ لیکن وہ ہر شام کو ضرور چکر لگاتا تھا۔ خیر بچہ اب کافی مستحضر چکا تھا۔ قدرت کی دیوی مہربان ہوئی۔ پانچویں دن دوپہر کے وقت میں بچے کے ساتھ بٹھا سے فروٹ کھیلا رہا تھا۔ اسی وارڈ سے ایک اجنبی شخص کا گزر ہوا۔ میرا واقف نہیں تھا۔ نجانے کون تھا؟ بچے نے دیکھتے ہی ماموں، ماموں کی رٹ لگا دی۔ لیکن وہ دور جا چکا تھا۔ شاید اس کی نظر اس طرف نہیں پڑی تھی۔ میں نے بچے کو دلاسہ دیا اور اٹھ کر اسے شخص کے پیچھے ہو لیا۔ جو اس وارڈ سے نکل کر دوسری وارڈ میں داخل ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے قریب جا کر پیچھے سے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ حیرانگی کے عالم میں اس نے گردن گھمائی اور مجھ پر نظریں مرکوز کر دیں۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتا میں نے اسے مخاطب کیا۔

بھائی جی! بات سننا۔۔۔

جی فرمائیے۔ اس نے گھبراتے ہوئے جواب دیا۔

ذرا میرے ساتھ آئیں گے۔

کیوں بھائی؟ میں تو آپ کو جانتا نہیں۔ کیا کام

ہے؟ میں پہلے بہت پریشان ہوں۔

چلیز آپ میرے ساتھ تو آئیں ہو سکتا آپ کی پریشانی ختم ہو جائے۔ میں نے جواب دیا۔

وہ کچھ پریشان نظر آ رہا تھا اور میں اس کی پریشانی جان چکا تھا۔ لیکن تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ وہ شخص غالباً

مجھے بھکاری سمجھ رہا تھا کیونکہ میرا لباس ہی ایسا تھا۔ میلے کپڑے، پاؤں میں ٹوٹی چپل۔ کوئی بھی مجھے فقیر کا لقب دے سکتا تھا۔ بے حد اصرار پر وہ شخص میرے ساتھ چل پڑا۔ ہم جب بچے کے قریب آئے تو وہ ایک دم اچھل پڑا۔ اس کی خوشی دیدنی تھی۔ جیسے کسی کو گمشدہ خزانہ مل گیا ہو۔ بچہ بھی خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ ماموں ماموں پکارے جا رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئے تھے۔ وہ شخص دیوانگی میں بوسے لے رہا تھا۔ میں قریب کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں رب تعالیٰ کا شکر یہ ادا کر رہا تھا۔

شکر ہے میرے مالک۔ تو نے میری مشکل آسان کر دی۔ بے شک وہ مشکلوں سے نجات دینے والا رحمان ہے۔ بچے کو اس کے اپنے مل گئے۔ میری آنکھیں می سے تر ہو گئیں۔ کتنے پیارے لگتے ہیں یہ معصوم۔ سیانے بچ ہی تو کہتے ہیں بچے تو دشمنوں کے بھی پیارے لگتے ہیں۔ یہ بچہ سب کی جان تھا۔ بچ پوچھو تو میں بھی اس سے مانوس ہو چکا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔

دوست۔ sorry firend میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا۔ I am very sorry آئی ایموری سوری۔

کوئی بات نہیں جناب۔۔۔۔۔ آپ کو اپنا بچہ مل گیا، یہی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ بعض لمحے ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہم سوچتے ہیں وہ ہوتا نہیں اور جو ہمارے دل، وہ ہم وگمان میں نہیں ہوتا وہ ہو جاتا ہے۔ کیا آپ اس بچے کو۔۔۔۔۔

جی۔۔۔۔۔ جی میرا بھانجا ہے اور ہم پانچ دن سے ڈھونڈ رہے تھے۔ بھلا ہو آپ کا، اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے۔ مگر یہ سب کیسے ہوا؟

میں نے اس کے پوچھنے پر ساری داستان گوش گواری کر دی۔ ابھی ہم وہی کھڑے ہاتھیں کر رہے تھے کہ بڑی بڑی گاڑیاں ہسپتال کے اندر داخل ہوئیں۔ خدا خیر کرے۔۔۔۔۔ الٹا ہم ہی نہ چور ٹھہریں۔ بچے

کوئی آباد ہے دل میں اسے برباد مت کرنا
 وہ اک شب خواب سا بن کر اٹھ آئے گا آنکھوں میں
 یہ پلکیں موند لینا اور اس کو برباد مت کرنا
 رکھے والا کب کا جا چکا تھا۔۔۔ میں بھی جانے
 کے لئے تیار ہوا تو سینھ صاحب نے مجھ سے اخراجا
 ت پوچھے۔۔۔ جو خرچ ہوا تھا بلاؤں کی صورت ان
 کے حوالے کر دیئے،،، اور اجازت مانگی۔ بوزھے
 سینھ نے مجھ سے پوچھا۔

بیٹا؟ کیا کام کرتے ہو۔۔۔ اور کہاں رہتے
 ہو۔؟ میں نے جگہ کا نام بتایا تو وہ اور بھی زیادہ خوش
 ہوا۔ کہنے لگا۔ وہ تو میرے گھر کے سامنے ہے اور
 انہوں نے یہ کہتے ہوئے بچے پر اٹھنے والے اخراجا
 ت کی رقم مجھے تھما دی۔ میں جانا چاہتا تھا اور سینھ جی
 مجھے باتوں میں الجھائے رکھا تھا۔
 چلو بیٹا! ہمارے ساتھ چلو۔۔۔ تمہیں وہی چھوڑ
 دیں گے۔

میں گھبرار ہا تھا۔ بڑے لوگ ہیں اور میں کم ذات
 ، غریب ، پیری اوقات ان کی جوتیاں صاف کرنے کی
 بھی نہیں تھی۔ سبھی لوگ گاڑیوں میں سوار ہوئے اور
 گھر کی راہ لی۔ میں بھی سینھ جی کے ساتھ والی سیٹ پر
 بیٹھا بہت خوش تھا۔ ان کے گلشن کا پھول مر جھانے
 سے فحش گیا تھا۔۔۔ سبھی مجھے دعائیں دے رہے
 تھے۔ میں دعاؤں کے خزانے وصول کر رہا تھا۔ رب
 تعالیٰ کی ذات کریمی بڑی بے نیاز ہے۔۔۔ میں رب
 تعالیٰ کی رضا پر خوش تھا اور شکر بجلا رہا تھا۔

گاڑیاں مختلف دل افروز مقامات سے گزر رہی
 تھیں اور میں خیالات کی بستی میں سیر و تفریح کر رہا
 تھا۔ گاڑیاں رکی تو میری نظریں محل نما کوٹھی پر مرکوز
 ہوئیں۔ مین گیٹ کے ساتھ لگے ہوئے پھولوں میں
 تھلیاں رقص کر رہی تھیں۔ ساتھ ہی تو ایک پلڈنگ
 میں، میں کام کرتا تھا۔ میرے تمام خدشات دفن چکر ہو
 گئے۔ اتنے میں سیکورٹی گارڈ نے سیلوٹ کیا اور

کے ماموں نے گھر کال کر دی تھی جو میرے علم میں
 نہیں تھا۔ خیر بڑے لوگ ہیں نجانے کیسا سلوک
 کرتے ہیں۔ میرے اندر خطرات کی گھنٹیاں بجنے
 لگی۔ دوسرے ہی لمحے دل و ضمیر سے آواز آئی۔۔۔
 خدا خیر کرے گا۔ تم نے کونسا بے کام کیا ہے۔؟

نوجوان لڑکیوں، مردوں کا گروپ وارڈ کے اندر داخل
 ہو چکا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ ستر سالہ بوزھا بھی
 تھا۔ جس کو بھی سینھ جی کہہ رہے تھے ان کے ساتھ ان
 کی بیوی بھی تھی۔ آتے ہی بچے کے صدقے واری
 ہونے لگے، ایک چوم رہا ہے دوسرا بوسے لینے کے
 لئے جنتاب کھڑا ہے۔ تیسرا مسکراہٹ کے پھول
 بکھرنے میں لگا ہوا ہے۔

چند لمحوں کے بعد میں بوزھے منہ سے مخاطب
 ہوا۔ صاحب جی۔۔۔ یہ آپ کا مجرم ہے۔ اس کے
 رکشے سے زخمی ہوا تھا۔ آپ کا لالہ جو جی میں آئے
 سزا دیں۔ مجھے اجازت دیں، میں کئی دنوں سے
 یہاں ہوں، کام پر نہیں گیا۔ مجھے کام پر جانا ہے۔
 رکشے والے کو میں نے بلوایا تھا۔
 نہیں بیٹا ضمیر جاؤ۔

صاحب جی۔۔۔ میں پردیسی ہوں، پینت کا
 دوزاخ بھرنے کے لئے اپنے گھر سے بہت دور
 یہاں محنت مزدوری کرنے آیا ہوں۔ میں نے اپنی
 مجبوری پیش کرتے ہوئے کہا۔

سینھ جی رحمت انسان تھے انہوں نے رکشے
 والے کو معاف کر دیا۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ اس کے
 ہاتھ میں کچھ رقم بھی تھما دی۔

یہ لو۔ اپنے بچوں کے لئے کچھ لیتے جانا۔ ہمارا
 لخت جگر سلامت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خوشیاں دے
 ۔ آمین۔ جاؤ اور اپنے بچوں کی خبر لو، نجانے وہ بھی
 تڑپ نہ رہے ہوں۔ رکشے والا خوشی خوشی میرے بغل
 گیر ہوتا گھر کی راہ پکڑ گیا۔

مقدر سے کہو پھر سے ستم ایجاد مت کرنا

صاحب کے پاس جانا ہوتا تھا۔ ان کی محبت، چاہت پا کر بہت خوش تھا۔ میں جو اپنوں کو چھوڑ کر آیا تھا۔ میری بیوی، میرے بچے میرے انتظار میں رہتے تھے۔ اور میں ان کی خاطر گھر سے بہت دور، دن بھر محنت مزدوری کرتا تھا۔ دن بھر محنت مشقت کرنے کے بعد شام کو جب ان کے ہاں جاتا تو تمام ٹھکانے رنو چکر ہو جاتی۔ ان کی باتیں، انکی چاہت نے مجھے سب کچھ بھلا دیا تھا۔

چھوٹی عمر میں میری شادی کر دی گئی تھی۔ کسی کو کہاں علم تھا کہ میں شادی شدہ ہوں۔ سترہ اٹھارہ سال خوبصورت نوجوان تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ دن بھر سورج کی تمازت نے میری رنگت سانولی کر دی تھی۔ میں اپنوں کا ڈسا ہوا بے سہارا کمزوری بڈیوں کا مجموعہ تھا۔ شادی ہوتے ہی بھائیوں نے تمام تعلق ناطے ختم کر لئے تھے۔ زمینوں پر قابض ہو گئے۔ سب سے چھوٹا میں ہی تھا۔ باپ بیمار یوں سے لڑتے لڑتے ایک دن اس دنیا فانی سے جان چھڑوا گیا تھا۔ باپ زندہ تھا تو کوئی غم نہیں تھا۔ چھوٹا ہونے کے ناطے باپ کو بہت پیارا تھا۔ باپ کے مرتے ہی تمام رشتے ختم ہو گئے۔ بوڑھی ماں بھی وہ مجبور یوں کی چکی میں پس رہی تھی۔ کیا کرتی، کس کا ساتھ دیتی؟ ابھی اسے پیارے تھے۔ بڑوں نے حکم صادر کیا کہ ہمارے ساتھ رہنا ہے تو بوڑھی ماں نے چپ سا دل لیا۔ میں اپنوں کے ستم تلے دب کر رہ گیا۔ اپنوں سے دور ایک شہر میں خانہ بدوش کی زندگی گزارنے لگا۔ سوچی لکڑیوں سے جھونپڑی نما گھر بنایا اور اپنے بیوی اور بچوں کی نگہداشت کرنے لگا۔

یہ دریائی علاقہ تھا۔ دریا کے کنارے ہی ہم رہائش پذیر تھے۔ وہاں کا ٹھیکے دار لاہور میں ٹھیکے پر کونھیاں تعمیر کرتا تھا۔ میری اس سے ملاقات ہوئی اور یوں میں اس کے ساتھ پمپلر کے طور پر کام کرنے لگا۔ شروع شروع میں کام اسی علاقے میں تھا بعد ازاں

کاڑیاں محل میں داخل ہو گئیں۔ امیر لوگ تھے، اتنے نوکر چاکر دیکھ کر میں احساس کمتری کا شکار ہو رہا تھا۔ میری اوقات تو ان کے گھر جھاڑو دینے والوں سے بھی کم تھی۔ مجھے وینٹنگ روم میں بیٹھایا گیا۔ مختلف لوازمات سے میری خدمت کی گئی۔ جیسے میں ان کا خاص مہمان تھا۔ میں بھی ان میں کھل مل گیا۔ سینٹ صاحب بڑی محبت بھری نظروں سے میرے صدقے واری ہو رہے تھے۔ کہنے لگے

بیٹا! یہ تمہارا گھر ہے، آتے جاتے رہنا۔ اور ہاں ہم تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتے۔ آپ نے ہمارے آنگن کے پھول کو مر جھانے سے بچالیا۔ ورنہ یہ آنگن بھی ویران کھنڈرات کی مانند ہو جاتا۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں مسجھایا کر بھیجا ہے، اس وقت تم نہ آتے تو نجانے کیا ہو جاتا؟

کافی دیر بیٹھے کے بعد میں نے اجازت طلب کی اور دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے گیٹ کی طرف بڑھا۔ اس محل نما کوٹھی سے چند فرلانگ کی دوری پر میں کام کرتا تھا۔ گیٹ کراس کرتے ہی میں وہاں پہنچ گیا۔ دوستوں کو اپنے ساتھ بیٹے لکھوں کا حال احوال دیا اور کام میں مشغول ہو گیا۔

اس خوبصورت محل نما گھر میں صرف تین لوگ رہائش پذیر تھے۔ سینٹ صاحب، ان کی وائف اور ان کی چھوٹی خوبصورت حسین و جمیل سترہ سال کی نوجوان دو شیزہ۔ جس سے ابھی تک میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی آشنا سامنا ہوا تھا۔ سینٹ صاحب کا ایک بیٹا لندن رہتا تھا۔ ان دنوں قسمت سے واپس آیا ہوا تھا۔ جو چند دن ٹھہرنے کے بعد واپس چلا گیا۔ اور اس کی بڑی بیٹی جس کے لخت جگر کا ایک سیڈنٹ ہوا تھا، سینٹ صاحب نے آئی ہوئی تھی، اس واقعے کے چند دن بعد اپنے جگر گوشے کو لے کر واپس پیادیس چلی گئی۔ زندگی معمول پر آگئی تھی۔

میں صبح سویرے کام پر جاتا اور شام کو سینٹ

لاہور آگئے۔ مجھے بھی ساتھ ہی لے کر آگئے۔ میں نے مجبور یوں کے باعث حامی بھری۔ کڑوا گھونٹ تھا جو میں پی گیا۔ اپنے خاندان کی خاطر، اپنے خاندان کو چھوڑ کر لاہور کا باسی بن گیا۔

آپ کو علم ہوگا معمار، مستری کو انیس، سینٹ اٹھا کر دینا، وہ بھی کئی کئی منزل عمارت پر آسان کام تھوڑا ہوتا ہے۔ ان سے پوچھو جو یہ کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ خوبصورت گھر بنا کر تو دے سکتے ہیں لیکن ان میں رہنا ان کا مقدر نہیں ہوتا۔ انہوں نے وہی جمونہڑیوں میں بسیرا کرنا ہوتا ہے۔ اور ساری عمر حسرت بھری نظروں سے اونچی اونچی عمارتوں کو دیکھتے رہنا ہوتا ہے۔ آنکھوں میں خواب سجاسکتے ہیں لیکن جیسے ہی آنکھ کھلتی ہے وہی جمونہڑی، وہی مٹی سے بنے کپے مکان، جو بارش میں ٹپ ٹپ برستے پانی کے نذر ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی ان کے گھر طوفانوں کی نذر ہو جاتے ہیں تو کبھی بارش ان کو سہا کر دیتی ہے۔ کبھی سیلاب بہا کر لے جاتا ہے۔ ان کی زندگیوں میں بے بسی میں گزر جاتی ہیں۔ پھر ایک دن انہی حسرتوں، انہی خواہشوں کے ساتھ خاموشی کے لہاؤں سے اونہی گھر میں نیند سوجاتی ہیں۔ کوئی جانتا تک نہیں کہ اس نام کا بندہ اس دنیا میں آیا تھا۔ مٹی کے ڈھیر تلے کون سو رہا ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ مٹی کی ڈھیری بھی کھیں گم ہو جاتی ہے۔ کوئی اس پر مکان بنا لیتا ہے تو کوئی سڑک۔ کس کو کیا پتہ کون آیا ہے؟ اس جہاں میں کوئی جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔

کسی نے خوب کہا ہے،
 فٹ پاتھ پر غریب کے بچے پڑے ہوئے
 یوں لگ رہا تھا جیسے کلاٹے پڑے ہوئے
 ہوتی ہے یوں بسریہ مسافت میں زندگی
 جیسے کسی کے پاؤں میں رے پڑے ہوئے
 کاسہ اٹھا کے مانتے ہیں الفتوں کی بھیک
 درہ درہ بہت دیکھے ہیں رات بھر پڑے ہوئے

شاید وہ آفتوں کی زد میں تھے آگے
 دھرتی کے جسم پر ہیں جو مردے پڑے ہوئے
 وہ حال کے سفر میں بہت دور تک چلے
 ماضی کی قید میں ہیں جو اندھے پڑے ہوئے
 الفاظ ٹھوٹتے ہیں ابھی سانسے "دفا"

لیکن ہمارے ذہن پہ ہیں تالے پڑے، بے کام سے پھنسی گئی میں سینہ جی کے گھر چلا گیا۔ گمن میں کوئی موجود نہیں تھا۔ پہلی منزل کے کمروں میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ میں بر کمرے میں دیکھ رہا تھا۔ نجانے کہاں گئے ہیں سبھی گھر والے۔ میں اپنی ہی سوچوں میں ٹھوٹھا۔ اگر گھر میں کوئی نہ ہوتا تو سیکورٹی گارڈ مجھے باخبر کر دیتا۔ عجیب سی بے قراری تھی۔ لیکن کے ساتھ والے کمرے میں جب گیا تو میں حیران رہ گیا۔ بیڈ پر ٹونوں کی گندیاں اور زیورات ایسے open پڑے تھے۔ اللہ خیر کرے۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ گھر میں کوئی موجود نہیں ہے اور اتنی بڑی رقم اور زیورات پڑے ہیں۔ میں نے دروا۔ سے کو بند کیا اور اوپر والی منزل کی طرف چلا گیا۔ وہاں سیکھ صاحب کی چھوٹی بیٹی ایمان بیٹی ہال سنوار رہی تھی۔

ایکسی روزی،

جی آئیے سعید۔ کیا حال ہیں۔؟ میں آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی۔

میں نے پہلے ایمان کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آج پہلی ہی ملاقات تھی۔ ایمان میرے نام تک واقف تھی۔ اس سے ظاہر تھا وہ مجھ میں دلچسپی لیتی تھی۔ ایمان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

آپ کیسی ہیں؟ میرا انتظار کیوں؟ کیا گھر میں او کوئی نہیں ہے؟ میں نے ایک ہی دم میں کئی سوال کر دیے۔

نہیں۔ میں اکیلی ہوں، امی ابو کسی کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔ میں اکیلی گھر میں پور ہو رہی تھی۔ آپ آگئے ہیں اب وقت اچھا گزر جائے گا۔

کیا مطلب؟

کچھ نہیں ویسے ہی آپ کی باتیں سننے کو بے چین تھی۔ ایمان نے بات گول کرتے ہوئے جواب دیا۔ ایمان، جی بات سنو، نیچے بچن کے ساتھ والے روم میں نوٹوں کی گڈیاں بکھری پڑی ہیں ان کو سنبھال لینا۔ شاید جاتے وقت ابوائی بھول گئے ہوں گے۔ ایمان نے جواباً کہا، اچھا جی خیر ہے۔

میڈم آپ کے لئے اہمیت کے حامل نہیں ہیں شاید، لیکن ہم جیسے غریب، مفلسی کی چکی میں پے ہوئے انسانوں کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ تھوڑی کٹھوڑ ہو رہی تھی۔ جیسے چور کی چوری چاڑھی ہو یا پھر میری باتیں اسے مذاق لگ رہی تھیں۔ جو بھی تھا میں سنبھال تھا۔

سعید! بات سنو، مجھے میڈم نہ کہا کرو، میں بھی آپ جیسی ہوں، آپ کا میڈم کہنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اوجھی، ہم تو غریب لوگ ہیں۔ زمین پر سونے والے آپ جیسے لوگوں کے مقابل نہیں ہو سکتے۔

نہیں ایسا نہ کہو۔ ایمان نے جواب دیا سعید! امیری غریبی خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ کسی کو کیا ملا سب اپنے اپنے نصیب کی باتیں ہیں۔ ہم ایک جیسے انسان ہیں۔ یہ آپ کی سوچ ہے۔

ایمان، اب گی بار میں نے میڈم کی بجائے ایمان پر اکتفا ہی کیا تھا۔

اکثریت تو یہی کہتی ہے۔ غریب صرف اور صرف پاؤں کی جوتی ہوا کرتے ہیں۔ اسے لوگ غریب کو دولت کے ترازو میں تولنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے دولت ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ ضمیر اور ایمان تک خریدنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے یہ دولت کہاں سے آرہی ہے انھیں دولت چاہے، جیسے ہی آئے، چاہے کسی کی جان ہی کیوں نہ لی جائے، کسی کا سہاگ ہی کیوں نہ چھینتا پڑے۔ ان

کو انسانیت کا کیا پتہ، رشتے، ناٹے، بندھن، خون کے رشتے کیا ہوتے ہیں؟ انھیں کیونکر فکر ہوگی۔ امیری غریبی کا فرق نہ ہوتا تو سچا شے میں بُرائیاں جنم ہی نہ لیتی۔ محبت، پیار و اخلاص ہوتا۔ میں جذبات کی رو میں بہہ گیا اور کیا کچھ کہہ دیا۔ کچھ خبر نہیں تھی۔ میں نے رو بائسی ہوتے ہوئے کہا ہم غریب لوگ ہیں ہمیں بلند یوں پر مت لے جائیے۔ ہم اس قابل نہیں ہیں، ہمیں اپنی اوقات میں رہنے دیجئے۔

یہ کہتے ہی میں واپس جانے لگا اور جاتے ہوئے ایک بار پھر ایمان سے کہا کہ چلو ایمان وہ نوٹوں کی گڈیاں اور زیورات سنبھال لیجئے۔ کہیں کوئی گڑبڑ ہی نہ ہو جائے۔

ایمان چپ چاپ میرے ساتھ نیچے روم تک آئی۔۔۔ وہ نوٹوں کی گڈیاں اور زیورات ابھی تک ویسے ہی بکھرے پڑے تھے۔۔۔ ایمان نے ان کو save کر لیا اور میں آنکھیں مسلتے ہوئے واپس چلا گیا۔ میرا دل بچوں کی طرح رو رہا تھا اور آنکھیں ضبط کے بند باندھے ہوئے تھیں۔

پھر تو روز کا معمول بن گیا۔ میں جب بھی سینٹ صاحب کے گھر جاتا تو کہیں نہ کہیں نوٹوں کی گڈیاں اور زیورات پڑے ہوتے۔ مجھے یہ سب ناگوار گزرتا۔ میں غریب ضرور تھا لیکن ایمان اور ضمیر کا پکا تھا۔ یہ ہری لال نوٹوں کی گڈیاں ہمیں خرید نہیں سکتی تھیں۔ شاید یہ سب ایمان کر رہی تھی۔ وہ مجھے آزمانا چاہتی تھی۔ اسے جب بھی موقع ملتا تو یونہی نوٹ بکھیر دیتی۔ میرا ایمان، میرے ضمیر کو آزمانے، پڑکنے کے لئے کیا کیا حربے کر رہی تھی۔ میں اس کی چال کو سمجھ چکا تھا۔ میں اور بھی محتاط ہو گیا۔ میں نے ان کے گھر نہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ جس گھر میں غریبوں کے ضمیر پڑ گئے جائیں وہاں جا کر رسوا کیونکر ہوتا۔ یہ سب میرا امن گوارا نہیں کرتا تھا۔

کئی دن یونہی گزر گئے۔ میں نے ادھر کا رخ نہیں

مارچ 2015

جواب عرض 58

محبت زندہ آج بھی ہے

کیا تھا۔ ایک دن دوپہر کے وقت سیٹھ صاحب بابا ارشد میرے پاس آگئے۔ میں کام میں مصروف تھا۔ آتے ہی برس پڑے۔

بیٹا! ہم سے کیا خطا ہو گئی ہے؟ ہمارا قصور تو بتاؤ، کئی دنوں سے گھر کیوں نہیں آئے؟ تمہاری ماں تمہیں یاد کر کے بستر کی ہو گئی ہے۔ کم از کم اسی کا خیال تو رکھا ہوتا۔

ان کے دل میں جو جو آیا کہتے چلے گئے۔ میں نے کام کی مصروفیات کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔ اور وعدہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

باباجی میں شام کو ضرور آؤں گا۔ اب ان کو کیا کہتا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میرے من، میرے ضمیر کو میرے دل کو زخمی کیا ہے۔ سیٹھ صاحب کو بابا کہتا تھا اور ان کی بیوی کو ماں جی کہہ کر پکارتا تھا۔ جب باباجی نے دل کا غبار نکال لیا تو خاموش ہو گئے۔ میں نے انہیں پانی پیلا یا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ ایک گھنٹے کے بعد باباجی واپس چلے گئے۔ میں سوچوں کی یلغار میں ڈوب رہا، جاؤں کہ نہ جاؤں۔ ایک طرف ایمان کا رویہ، دوسری طرف اس کے بوڑھے ماں باپ۔

اسی گفتگو میں شام کے سائے ڈھلنے لگے، من کے کسی کونے سے بازگشت سنائی دی۔ یار سعید! کسی ایک کی غلطی کی سزا بھی کو نہیں دینی چاہیے۔ پھر میں تبھی نفرتیں، خطا میں بھلا کر شام کو ان کے گھر چلا گیا۔ صحن میں سبھی کرسیوں پر بیٹھے گپ شپ میں مصروف تھے۔ مجھے دیکھ کر سبھی خوش ہو گئے۔ سبھی کی خوشیوں میں اضافہ ہوا گیا تھا۔ ماں صدقے واری ہو رہی تھی۔ ایمان بھی چور اکھیوں سے قربان ہوئی جا رہی تھی۔ آنکھوں کی زبان سے مجھ سے مخاطب تھی۔ لیکن میں ان سنی کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا۔ میری منزل یہ نہیں تھی۔ کہاں جھونپڑی کامین۔۔۔ اور کہاں یہ مٹھلوں کی رانی اور تو اور میں شادی شدہ تھا۔ میرے آنکھن

میں دو ننھے ننھے پھول کھیلنے تھے۔ جو میرے مختصر تھے۔ میری راہیں نکلتے ہوں گے۔ کب پاپا آئے گا؟ ہمارے لئے کھلونے لے آئے گا۔ ننھی سوچوں کا محور میں ہی ہوں گا۔ ان کی آنکھوں میں جو خواب سجے ہوں گے، ان کی تعبیر میں ہی ہوں گا۔ میں بھی ان کے خوابوں کو ریزہ ریزہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور تو اور اپنی بیوی رانی کے اعتبار کو نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کی محبت کسی کو نہیں دے سکتا تھا۔ میں جانتا تھا وہ میرے لیے دعائیں کرتی ہوں گی۔ میری صحت، ہندسہ سستی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہوگی۔ میں یہاں کسی اور کی محبت کا اسیر ہو جاؤں نا ممکن ہی بات تھی۔ میں نے خود کو کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔ میں نکمیر نا نہیں چاہتا تھا۔ اپنا ٹور اوٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دو کشتوں کا مسافر نہیں بننا تھا۔

اس شام خوب محفل جی، مذہب گپ شب ہوئی۔ سبھی خوش تھے۔ رات کا کھانا میں نے ان کے ہاں ہی کھایا۔ رات گئے محفل برخاست ہوئی اور میں واپس اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ آیا۔ انہوں نے بہت کہا کرتی رات ہو گئی ہے۔ یہی سوچاؤں لیکن یہ میرے لئے کسی بھیانک موت سے کم نہیں تھا۔ میں پُر سکون تھا، دل کی خلش دور ہو چکی تھی۔ اپنے ٹھکانے پر پہنچتے ہی چار پالی پر لیٹتے ہی پرسکون نیند نے اپنی گود میں لے لیا۔ نیند کی دیوی نے میری خوب خدمت داری کی تھی۔

وقت کا بے لگام ٹھوڑا محو سفر رہا۔ زندگی میں تھیب و فراز کی جنگ جاری تھی۔ کئی عرصہ یوں دبے پاؤں گزر گیا۔ ہم سیٹھ صاحب کے گھر کے سامنے والی بلڈنگ تعمیر کرا چکے تھے اور کچھ دور دوسری بلڈنگ کی تعمیر کا آغاز کرنا تھا۔

زندگی کے دن کیسے بھی ہوں گزر رہا نہیں گئے
اک دن ہم بھی چپکے سے مر جائیں گے
آج رہتے ہیں تیرے دل میں یادین کر

خداق اڑایا جا رہا ہے۔ میں نے کبھی ایسا سوچا نہیں تھا۔ میں غصے میں نجانے کیا سے کیا کہتا چلا گیا۔ اچھا باباجی خدا حافظ۔ میں ہمیشہ کے لئے یہ شہر چھوڑ کر جا رہا ہوں یہاں میرا کوئی بھی نہیں ہے۔؟ جن کو اپنانا وہی مجھے ذلیل کر رہے ہیں میرے غریب ہونے کا خداق اڑایا جاتا ہے۔

نہیں بیٹا! تمہارا یوں چلے جانا ہم پر قیامت بن کر گزرے گا۔ تم جب کبھی آتے ہو تو گھر میں ایک بہاری لوٹ آتی ہے۔ دیواریں خوشبوؤں سے معطر معطر محسوس ہوتی ہیں۔ گھر کی اک اک چیز مسکراتی نظر آتی ہے۔ یوں خوشبوؤں بھرے گھر کو خزاں رسیدہ کھنڈر مت بناؤ۔ میرے ان سفید بالوں کی طرف دیکھو اور تمہیں سفید بالوں کی قسم ہے ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ خدا کے لئے بیٹا! میرا بھرم رکھ لو۔ میں نے تمہیں اپنے بیٹوں سے بڑھ کر چاہا ہے اور اپنے بیٹے کا درجہ دیا ہے۔ دوسرے لمحے ارشد بابا کا غصہ آسمان سے پائیں کرنے لگا۔

میں نے ایسی گھٹیا حرکت کی ہے اس سے پہلے سینہ جی کچھ کہتے ایمان کا ضبط کا دامن چھوٹ گیا۔ ایمان آگے بڑھی اور کہنے لگی۔

بابا جانی، یہ حرکت میری تھی۔ ایمان کا یہ کہنا تھا کہ ایک زوردار تھپڑ اس کی گالوں کو لال کرتے، چھوٹا چلا گیا۔

تمہیں شرم نہیں آتی، ایسی حرکت کرتے ہوئے۔ تم نے ایسا سوچا ہی کیسے؟ جانتی ہو سعید کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔؟ تم کیا ظاہر کرنا چاہتی ہو؟

بابا جانی میں غلطی پر تھی، میں نادان تھی، میں سمجھ نہ پائی، پلیز مجھے معاف کر دیں۔ پلیز بابا میں سعید کو سمجھ نہ پائی۔ میں جانتا چاہتی تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح کہیں سعید بھی کاغذی نوٹوں پر مر مٹنے والا تو نہیں۔ انہیں دولت تو عزیز تو نہیں۔ کہیں یہ ہمیں دھوکہ دے کر چلا تو نہیں جائے گا۔ کہیں یہ ہمیں نقصا

کل آنسو بن کر نکل جائیں گے ایک شام موسم خوشگوار تھا، ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی۔ باباجی اور ماں بہت یاد آ رہے تھے۔ میں ان سے ملنے کی غرض سے ان کے گھر چلا گیا۔ ایمان نے کال کی۔

پاپا تمہیں یاد کر رہے ہیں جلدی سے آ جاؤ۔ جب میں گھر پہنچا تو ایمان کے علاوہ کوئی بھی گھر میں نہیں تھا۔ ایمان اکیلی گھر میں موجود تھی۔ شاید اسے پھر شرارت سوچھی ہوگی یا وہ میرے ضمیر کو بار بار بناوات پر اکسار رہی تھی۔ میں بھی کروں میں چکر لگا چکا تھا، بھی کمرے خالی پڑے تھے۔ کمرے خالی پا کر میں دوسری منزل کی طرف جانے لگا تو سیڑھیوں کے مین قریب پھر وہی ہرے ہرے نوٹوں کی گندیاں، لاکٹ، بالیاں اور سونے کے دوسرے زیورات پڑے میرا منہ چڑا رہے تھے۔ میں غصے سے لال پیلا ہونے لگا۔ میری رنگت تبدیل ہوتی گئی۔ میں اتنا اچھوت ہوں کہ میرے ضمیر، میرے ایمان کو بار بار آزمایا جا رہا ہے۔ میری آنکھیں چمک چمکی۔

میں پیچھے مڑنے ہی والا تھا کہ بابا ارشد اور ماں جی گینت سے نمودار ہوئے۔ میری حالت دیکھتے ہی مجھ سے مخاطب ہوئے۔

کیا ہوا سعید؟ ایمان نے تمہیں کچھ کہا ہے۔؟ انہوں نے میرے غصے کو بھانپ لیا تھا۔

میری آنکھیں سمندر میں نہانے چلی گئی۔ زبان پر قفل لگ گئے۔ میں نے اشاروں سے نوٹوں کی طرف اشارہ کیا اور ارشد بابا حیران و ششدر رہ گئے۔ میں اسی لمحے ایمان سیڑھیاں اترتی سامنے آ گئی۔ معاملہ نرم ہو گیا۔

کس نے کی ایسی گھٹیا حرکت؟ ارشد بابا! کیا میں اتنا گھٹیا انسان ہوں؟ کہ مجھے دولت کے ترازو میں نولا جا رہا ہے۔ میری غربت کا

ن نہ پہنچائے۔ لیکن میں جان مٹی بابا، یہ غریب ضرور ہے مگر ضمیر فروش نہیں۔

دوسرے لمحے ایمان میری طرف مڑی، دونوں ہاتھ میرے سامنے جوڑ دیئے، پلیز سعید مجھے معاف کر دو۔

نہیں ایمان۔۔۔ ایسا نہیں کرتے۔ میں کون ہوتا ہوں؟ تمہیں معاف کرنے والا، آپ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا، جس کی تم سزاوار ٹھہرو، خدا کے لئے اپنے ہاتھ میرے سامنے سے ہٹا لو۔

پھر ایمان اپنے پاپا کی طرف مڑی اور کہنے لگی پاپا جان آپ ہی سعید کو تہہ دو مجھے معاف کر دیں۔ یہ تو سچے دل کے مالک ہیں۔ اس کے اندر کا انسان بالکل شفاف پانی کی طرح ہے۔ جیسے یہ ظاہری ہیں ویسے ہی اندر سے سچے اور کھرے ہیں۔ ایم سوری پاپا، ایم دیری سوری سعید IAm very sorry -Saeed

ایمان روتی ہوئی میز چھایاں چڑھتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور میں شرمندگی کے آنسو آنکھوں میں لئے باباجی کے سامنے کھڑا تھا۔

معاف کرنا باباجی میری وجہ سے ایمان کو آپ نے تھپڑ مار دیا۔

نہیں بیٹا وہ غلطی پر تھی، اسے ہیرے کی پہچان نہیں تھی۔ اس کی اصلاح ہو گئی۔ مجھے علم ہے ایمان اچھی ہے بڑا محسوس نہیں کرے گی۔ ابھی اس کا حصہ اتر جائے گا۔ اس کی کمزوری میرے پاس ہے۔ چلو تم فریٹس ہو جاؤ، میں ایمان کو ابھی خوش کرتا ہوں۔ سبھی outing پر چلتے ہیں، تھوڑا سو ڈھٹیک ہو جائے گا اور ویسے ایمان کی سبھی کمزوری بھی ہے۔

بکھر گیا ہوں فضاؤں میں گل کی طرح اس آس پہ کہ وہ لوگ مجھے کہیں دکھائی دیں کچھ دیر بعد ہم سبھی نفر تیں بھلا کر outing پر جانے کو تیار تھے۔ ایمان بہت خوبصورت لگ رہی

تھی۔ مہندی رنگ کے لباس میں ہلکا سا میک اپ قیامت ڈھا رہا تھ۔ خوبصورت چمکتے چاند کی طرح چہرہ، جیسے سیرا چمک رہا ہو۔ آج میرے من مندر میں بھی محبت کی چنگاریاں بھڑک رہی تھی۔ میں اپنا ماضی بھول کر ایمان کے خواب دیکھنے لگا۔ یہ بھی بھول گیا تھا کہ میری بیوی سے بچے ہیں ان کا کیا ہو گا۔ ایمان چڑھتی جوانی میں تھی، حسن اس کے انگ انگ سے نکلتا تھا۔ اتنی سند تھی کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا۔ لال زخما، گلاب جیسے سرخ ہونٹ، نیشلی آنکھیں اور گالوں پر حسن کا پہرے دار مندر سا لگتا تھا۔ سفید موتیوں جیسے دانت، جب ہنستی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے پرستان سے پریاں زمین پر جلوہ افروز ہو گئی ہوں۔ برنی جیسی مستالی چال، خوبصورت جسامت کے ساتھ خوبصورت سیرت کی مالک تھی۔ قدرت کا حسین کرشمہ تھی۔ اس کی قاتل نگاہیں، میرے من مندر کو گھائل کر دیتی تھی۔ جادوئی آنکھیں اپنے سحر میں جکڑ لیتی تھیں۔ گلاب رس بھری پتکھڑیوں کی طرح شرابی ہونٹ، مسکراہٹ سے جب کھلتے تھے تو ہر طرف خوشبو پھیل جاتی تھی۔ قدرت والے نے فرصت کے لمحات میں قیمتی ٹکینے جڑے تھے۔ میں اسی کے سحر میں ڈوبنے لگا، ایمان میں غرور دیکھ کر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جب وہ سبز حیاں اتر رہی تھی تو میں دل تھامے کھڑا تھا۔ ایسے لگتا تھا ابھی کچھ ہونے والا ہے۔ جانے میرے دل کو کیا ہو رہا تھا۔؟ حسن کے دریاں سا ڈوب مرنے کو تھلا ہوا تھا۔

خیالات کی دنیا سے اس وقت نکلا جب ارشد بابا کی آواز میری سماعتوں سے نکل گئی۔

سعید! کن سوچوں میں گم ہو؟ چلو دیر ہو رہی ہے۔ سبھی اپنی اپنی سیٹ سنبھال چکے تھے میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دوسرے لمحے ہماری گاڑی مختلف سڑکوں پر روت کر رہی تھی۔ مختلف مکانات، کوچھوں، کوچھپے چھوڑتی ہوئی تھری گاڑی نجانے کہا

کبھی کبھی زندگی میں ایسے موڑ بھی آتے ہیں جو قسمت کی لکیروں میں نہیں ہوتے وہی ہماری زندگی میں خوشیاں بھر دیتے ہیں۔ وہی جینے کا احساس دلاتے ہیں، وہی زندگی سے لطف اندوز ہونے کا ہنر دیتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں سوچوں کی نگری آباد کر لیتا ایمان نے کولڈ ڈرنک میری طرف بڑھائی۔ میں اپنی نگری سے واپس پلٹ آیا۔

Thank you ایمان۔

ایمان مسکرا دی اور ہم سبھی ہنسی خوشی کولڈ ڈرنک کے مزے لینے لگے۔ کچھ دیر ماحول کو انجوائے کرنے کے بعد ہم ایک ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ شاندار وسیع ہوٹل تھا۔ جہاں ہم جا ٹھہرے تھے، میں نے اپنی زندگی میں خواب ہی دیکھے تھے۔ آج حقیقت میں اس شاندار (VIP) ہوٹل میں کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ بہت سے لذیذ کھانے ٹیبل پر رخن دیئے تھے۔ خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ ویسے بھی بھوک سے ٹھہرا ل ہونے کو تھے۔ جی بھر کر کھانا کھایا۔ اس دوران محبوب ساتھ ہو، محبوب کی میٹھی شرارتیں ہوں تو مزہ دو بالا ہو جاتا ہے۔

ایمان والدین سے نظریں پھاڑ کر مجھے تنگ کر رہی تھی۔ کبھی کوئی چیز میری طرف پھینک دیتی تو کبھی پھول میرے حوالے ہو جاتے۔ میں بھی محسوس ہو رہا تھا۔ خوشبوؤں کے حسین سنگم میں خزاں رسیدہ موسم کہیں دور چلا گیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم شاپنگ سنٹر چلے گئے۔ بابا ارشد نے مجھے بہت سے کپڑے خرید کر دیئے۔ میرے بار بار منع کرنے پر بھی انہوں نے بہت سی شاپنگ کرا دی۔ میں پہلی بار پینٹ شرٹ لے رہا تھا۔ محبوب کی خوشی میری پسندگی۔ پھر انکار کرنا نامناسب تھا۔ ایمان کی پسند پر تمام کپڑے سوٹ لیے گئے۔ ایمان نے مجھے خوبصورت واضح لے کر دی۔ جس کے اندر دل بنا ہوا تھا۔ بہت سندرگی۔ میں نے ایمان کا شکریہ ادا کیا۔

منزل کی طرف رواں دواں سی۔؟ میں بابا ارشد کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا اور عین میرے پیچھے ایمان پیشی محبت بھری اداؤں سے گھور رہی تھی۔ اس کی نظریں میرا طواف کر رہی تھیں۔ مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی ہماری گاڑی بہت دور ایک پارک کے سامنے جا رکی۔ پارک میں مختلف رنگ برنگے پھول ہو امیں رقص کر رہے تھے۔ کافی تعداد میں لوگ پارک کے اندر موجود تھے۔ کچھ lover اپنی اپنی باتوں میں محو تھے۔ پارک سے کچھ دور راوی کا دریا گزر رہا تھا۔ فضا میں مارتا، مت زور پانی بہت خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔

زندگی میں آج پہلی مرتبہ کسی حسین جگہ پر موجود تھا۔ یا پھر آج نظروں کے سامنے محبوب جو تھا۔ ہر طرف پھولوں کی معطر معطر خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ زمین پر ہری سبز گھاس ماحول کو چار چاند لگائے ہوئے تھی۔ ہم پارک کے دو میاں پڑی گریسوں پر جا بیٹھے۔ ایمان بھی میرے سامنے والی چیز پر نرا جھانک رہی اور بابا ارشد کے سامنے ان کی دانف ایمان کی والدہ بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

کیسا سہانا موسم تھا؟ کیسا حسین سنگم تھا۔ میں سبھی غم بھول گیا۔ زندگی میں گزرے گرم جھونکوں کو پشت پر وہ ڈال دیا اور خوشی کے ان حسین لحوں کو ہمیشہ کے لئے قید کرنا چاہتا تھا۔ میرا دل خوشی سے پھولے نہیں ماتا تھا۔ چہرے پر پھیلی مسکراہٹ خون کی گردش کو تیز کر رہی تھی۔ میرے رب نے کیسا حسین سنگم بنایا تھا۔ جو میرے اپنے تھے بہت دور رہ گئے تھے اور اجنبی میرے قریب تھے۔ میں انہیں اپنا سمجھنے لگا تھا، ان سے ساتھ کتنا خوش تھا وہ بھی تو مجھ پر اپنا سب کچھ وار چکے تھے۔ کتنا پیار دیا تھا انہوں نے۔ انہوں سے بڑھ کر چاہتا تھا۔

طاقت ہی کہاں تھی جہاں کی کہ قید کر لے ہمیں نہ جانے نیسے جلا لیا تیری الفت کی زنجیروں نے

کافی دیر شاپنگ کرتے رہے۔ پھر رات گئے ہم واپس گھر کی طرف لوٹ آئے۔

رات کی سیاہی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ رات کی سیاہی چاند کی چاندنی کو کم کرنے میں مصروف تھی۔ ننھے ننھے ستارے چاند کے گرد گھومتے نظر آ رہے تھے۔ شور و غل کو ساہب نے سونگھ لیا تھا۔ ہر طرف ہنس مکھ ماحول تھا۔ بس سڑکوں پر دور سے آتی گاڑیوں کی لائیں بتاتی تھیں کہ ہم دنیا میں ہیں۔ تھوڑی مسافت کے بعد ہم اپنی منزل پر کھڑے تھے۔ مارڈ نے آگے بڑھ کر گیٹ کھول دیا اور گاڑی گیراج میں، ماٹھری۔ سبھی تھکاوٹ سے چور چور تھے۔ تھوڑی دیر ڈرائیونگ روم میں سستائے، اس دوران چائے کی پارٹی ہوئی اور پھر خوشی خوشی اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے۔ مجھے بھی وہی ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ رات کافی بیت چکی تھی۔ میں نے بھی وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے وہاں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔ میرے لئے جو روم سلیکٹ کیا گیا بہت ہی خوبصورت مختلف تصویروں سے سجا ہوا روم تھا۔ دیواروں پر آدیناں تصویریں دل کو بھاری تھیں۔ میں جاتے ہی بیڈ پر دراز ہو گیا۔ نیند نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا۔ میں اس کی گود میں لوہاں سنتے سنتے پرستان کی میر کو نکل گیا۔ میری ایمان میرے ہاتھوں میں ہاتھ لیے خراماں خراماں چل رہی تھی۔ ہم محبت کے گیت گا رہے تھے۔ ہر طرف سے پریاں پھولوں کے بارے لیے ہمارے استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔ ابھی سیر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ آنکھ کھلی تو سورج اپنی کرنیں زمین پر بکھیر چکا تھا۔ سر سے ایمان، میری جان کھڑی مسکرا رہی تھی۔ سعید صاحب اٹھ جائیے۔ دیکھو تو سورج چڑھ آیا ہے۔ پرندے سلائی دینے کو بے تاب ہیں۔ میں آنکھیں مسلتا اٹھ بیٹھا اور حقیقت میں ایمان میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں مسکرائے بنا رہ نہ سکا۔

آنکھیں بند ہوئی تو محبوب کے ہاتھوں میں ہاتھ تھا۔ آنکھیں کھولی تو محبوب ہاتھوں میں چاہے لئے میرا ہی منتظر ہے۔ کتنا خوش قسمت تھا۔ خواب میں محبوب سے ملاقات اور ظاہر میں صبح دیدار۔ دن کا آغاز اچھا ہو تو باقی دن بہتر گزرتا ہے۔

فریٹس ہونے کے بعد چائے نوش کی اور اجازت طلب کی۔ اس دوران ایمان مجھے لیٹر دے چکی تھی۔ جو ایک گفٹ کی صورت میں تھا۔ جاتے ہوئے ایمان نے یہ تاکید کی تھی۔

سعید اس میں تیرے نام کچھ الفاظ ہیں انھیں اکیلے میں پڑھنا۔

من مندر میں بچل پیدا ہوئی۔ نجانے اس میں کیا من کے پھول کھلے ہوں گے۔ میں ناشتہ کرنے کے بعد سبھی سے اجازت طلب ہوا اور کام پر چلا گیا۔ دوپہر تک کام میں مشغول رہا۔ ہاف ٹائم ہوا تو کھانا کھانے کی بجائے محبوب کے دیئے ہوئے لیٹر کی طرف متوجہ ہوئی۔ کھانے کا ہوش نندبا۔ میں ساتھ ہی چھوٹے سے پارک میں چلا گیا۔ پارک میں گئے پھولوں کی کیاری کے ساتھ جا بیٹھا اور گفٹ کا سینہ چاک کیا۔ اندر سے خوشبوؤں سے لبریز سجا ہوا لیٹر برآمد ہوا۔ خوشبو کا ایک جھونکا آیا اور ماحول کو معطر کرتا چلا گیا۔ اس کے چند الفاظ یہ تھے۔

دل ہی نہیں ہماری روح بھی بے تاب ہے
تم سے ملنے کو ہماری طبیعت اداس ہے

سلام و محبت!

جان سے پیارے، من کے شہزادے، گلستان کی رونق، من مندر کے حکمران، کیسے ہیں آپ؟ میں نے بہت کوشش کی کہ محبت کی اس چنگاری کو جو میرے سینے میں جل اٹھی ہے اپنے اندر ہی دفن کر دوں۔ لیکن ناکام رہی۔ محبت جذب ہی ایسا ہے سبھی سولڈ پر لٹکا دیتا ہے تو سبھی کھنڈرات کو گلستان بنا دیتا ہے۔ سبھی بہاریں برسوں ہوتی ہیں تو سبھی کھنڈر دشوار

اک ہل اذیت سے گزرے گا۔ میں تمہیں اپنی نظروں کے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب تک تمہاری محبت نہ پالوں مجھے یمن نہیں آئے گا۔

ہم جان سے جائیں گے بھی بات بننے کی تم سے تو کوئی راہ نکالی نہیں جاتی
اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ خوش و خرم رکھے، سدا خوش خوشیوں کے شمعین میں رہو آمین ثم آمین
والسلام! آپ کی اپنی، ایمان سعید!
خط کیا تھا میرے ہی دل کی ڈھکن گئی۔ میں بھی تو دن رات ایمان کے لیے ترے لگا تھا۔ دن رات اسی کے سنے دیکھتا تھا۔ لیکن دل کے کسی کونے سے ابھی بھی آواز آرہی تھی۔

سعید! تم راستہ بھول رہے ہو۔ تم بھگ رہے ہو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ تمہاری کوئی راہ دکھ رہا ہے کوئی تمہارا منتظر ہے۔ میں دو کشتیوں کا مسافر بن چکا تھا۔ کس کو ساتھ لے کر چلوں، سوچوں کی یلغار میں وقت گزر گیا نظریں ہاتھوں کا طواف کرتی کھائی پر بندھی گھڑی پر پڑی تو احساس ہوا کہ باف نام ختم ہو چکا ہے۔ جلدی سے لیٹر فولڈ کیا، چو ما اور پاکٹ میں ڈال لیا۔ پھر کام پر چلا گیا۔ اس دوران میں قیمتی فیصلہ کر چکا تھا کہ میں ایمان کا ساتھ دوں گا۔ اس کے ساتھ جینے مرنے کا، اس کے سگم میں رہنے کا، اس کے ساتھ عہد و پیمان نبھانے کا، اس کو جیون ساھی بنانے کا۔ میرے انکار پر ایمان اپنی جان پر کھیل سکتی تھی۔ میں ایسا ہرگز نہیں چاہوں گا۔ لوگ دو دو تین تین شادیاں کر لیتے ہیں۔ اسلام بھی چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے اگر سبھی کے حقوق پورے کیے جائے۔ میں بھی دونوں کو برابر حق دوں گا۔ دل اور دماغ سوچوں کی یلغار سے نکل آیا اور میں پڑ سکون ہو کر چھٹی کا انتظار کرنے لگا۔

وقت کے پر نہیں ہوتے، کبھی صدیوں کی مسافت لحوں میں طے ہو جاتی ہے تو کبھی لحوں کے

راستے مختصر ہوتے ہیں۔ کہیں کفن پہنا دیتا ہے تو کہیں صبح جاتا ہے۔ محبت کی نہیں جانی ہو جاتی ہے، کس سے کس ہل کوئی نہیں جانتا۔ جاں سے پیارے، میری زندگی کے مالک، بہت سوچا، بہت پرکھا، دل نادان تیرے ہی گیت گاتا ہے۔ کئی بار نمبر اور دل کو سمجھانے کی خاطر تمہیں بدنام کرانے کی کوشش کی تم سے نفرت کرنے کی تیاری کی لیکن سبھی ارادے ناکام ہوئے۔ کبھی پلان ریت کی دیوار چاہت ہوئے میں ہار گئی۔ ہاں میں یار گئی۔ آج کے واقع نے محبت کے جذبے کو مرید ابھارا ہے۔ تیری چاہت، تیری ایمانداری کے آگے میں ہار گئی ہوں۔ میں جانتی ہوں، میری منزل تم نہیں تھے کیا کریں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ آج تم میرے آنکھن میں شیشی نیند سو رہے ہو اور میں اپنے کمرے میں تمہاری یادوں کے چراغ روشن کیے ہوئے ہوں۔ مجھے اپنالوں۔ مجھے اپنے من میں جگہ دے دو۔ میری محبت کو قبول کر لو۔ ورنہ ہنسی مسکرائی ایمان اداسی کا بھسہ بن جائے گی۔ یہ مسکرائی زندگی بے رونق ہو جائے گی۔ پھولوں کی جگہ صحرا، ریت کے ریگستان اور کانٹوں کا بیہرا سو جائے گا۔ پلیز مجھے نکھرنے سے بچالو۔ مجھے نکھرنے نہ دینا ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گی۔ I LOVE YOU

میری جان۔ سعید میں تمہارے آگے اپنی چاہت، اپنی محبت کی خیرات مانتی ہوں۔ دیکھو مجھے خالی دامن نہ لو لانا۔ میں ساری عمر تیری خدمت کروں گی۔ آپ نے نبھانے کو نسا جادو کر دیا ہے۔ میں تمہارے سحر میں ڈوبتی چلی جا رہی ہوں۔ مجھے اپنے سحر میں قید کر لو۔ مجھے کبھی نہ ٹھکرائنا۔ میری محبت کا جواب ضرور دینا اور ہاں میری محبت قبول ہو تو گلاب کا ایک پھول یا چیز کے لئے لیتے آنا اور حویپٹ شہوت تمہیں دی تھی ضرور پہن کر آنا۔ میرے لیے صرف میرے لیے۔ تمہیں بہت اچھی لگے گی۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ جب صبح تم جیلے جاؤ گے میرا ک

میں رکھا ہوا تھا اور نہ ایمان ڈور کر میرے گلے لگ جانی، وقت اور حالات کی نزاکت تھی ایمان ڈور کر میرے قریب آ کر خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے پھولوں کا گلدستہ آئے بڑھا دیا۔ ایمان نے بخوشی قبول کر لیا THANK YOU I LOVE SAEED اور دھیرے سے کہہ گئی YOU SAEED. میں اس کی کولہ سی آواز سن کر بولا نہ ہو رہا تھا۔

میں نے ایمان سے کہا سبھی حال یہی کھڑے خضرے بیان ہونے ہیں یا۔۔۔؟ کہیں بیٹھنے کا موقع ملے گا۔ میں نے شرارت سے کہا

OH SORRY آؤ میری جان روم میں چلتے ہیں۔ ایمان یہی کہتے بیڑھیاں چڑھنے لگی اور میں بھی اس کے ساتھ روم میں چلا آیا۔

بابا ارشد اپنے کمرے میں بیٹھے گپ شب کر رہے تھے۔ ایمان کے ساتھ چند لمبے چٹانے کے بعد میں بابا ارشد کے پاس چلا گیا۔ میں نے سلام کیا اور وہی بیٹھ گیا۔ بابا ارشد خوب داد دے رہے تھے میرا بیٹا آج بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔ چمچہ دیر یونہی گپ شب ہوتی رہی اس دوران ایمان بھی ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔

ہر سانس میں تو جیسے پھولوں میں خوشبو ہے زندگی کا مقصد تجھے پانے کی جست ہے

محبت کے حسین ملیں کہاں قید ہوتے ہیں؟ سو وہ لمحے بھی گزر گئے۔ محفل بدخواست ہوئی تو ایمان مجھے بہا نے سے اپنے روم میں لے گئی۔ میں بھی خراماں خراماں اس کے پیچھے چمٹا گیا۔ ہر روم میں بیٹھے دل و جان سے پیار و محبت کے ریت گاتے رہے۔ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ بہت سے عہد و پیمانے بند پاندھنے کے بعد ساتھ بیٹھنے سے وعدے کیے۔ ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کا حزمہ کیا۔ انہی باتوں کے ساتھ ہی میں نے ایمان سے اجازت لی اور نہ چاہتے

یہ صدیوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ ایمان کی یادوں میں، ایمان کے دنیا لوں میں وقت پر لگا کر گزر گیا اور چھٹی کا وقت آن پہنچا۔ میں نے کام والی وروی تبدیلی کی اور ایمان کی دی ہوئی پینٹ شوٹ زیب تن کی۔ اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آئینہ بھی میرے حسن سے حسد کرنے لگا ہو۔ چند لمبے خود سے باتیں کرنے کے بعد مارکیٹ کی طرف نکل گیا۔ وہاں سے گلاب کے سرخ پھول خریدے ساتھ پر فیم اور چند چیزیں لے لی۔ میرے تقیر سے تحفے ایمان کے لیے لپٹے بھی نہیں تھے۔ لیکن محبت سب امیری، غریبی کو دیکھتی ہے۔ مجھے یقین تھا ایمان میرے تحفے قبول کر لے گی۔ بھنگڑے ڈالتا، سبھی چیزیں خوبصورت انداز میں پیب کرانی اور محبت کے شکنجے کی طرف چل پڑا۔ جہاں ایمان میری راہیں دیکھ رہی تھی۔ میری محبت کی منتظر تھی۔ میرے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

سورج اپنی تمام تر کرنیں سمٹ کر کب کا روپوش ہو گیا تھا۔ اندھیرا چھانے کو تھا۔ ہر طرف برقی روشنیاں پھیلنے لگی تھیں۔ میں محبتوں کے حسین تاج محل تعمیر کرتا ایمان کے محل جا ٹھہرا۔ ابھی گیت پر پہنچا ہی تھا کہ ایمان کو منتظر پایا۔ جیسے شدت سے میرا انتظار کیا جا رہا تھا۔ یہ جتنی بے قراری اس کے اٹک اٹک سے نظر آتی تھی۔ جیسے پھٹی پانی کے بغیر تڑپتی ہے۔ اتنی طرح میرے لیے تڑپ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ میں آؤں گا۔ جیسے ہی میں گیت سے اندر اتر ہوا۔ ایمان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مسکراہٹ سے اس نے سلامی پیش کی، ہاتھوں میں گلاب دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ سعید نے میری محبت کو قبول کر لیا ہے۔ میں بھی اس کی خواہش کے مطابق پینٹ شوٹ پہن کر گیا تھا۔ ایمان مسکراہٹ سے پھول ٹھہرے بنا رو نہ گئی۔ اس کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ میں نے جذبات کو قابو

ہوئے بھی اپنی آرام گاہ پر آ گیا۔

اپنے روم میں بستر پر لیٹ گیا لیکن نیند روٹی ہوئی تھی۔ محبوب کی یادیں، اس کی اداؤں نے تنگ کیا ہوا تھا۔ اس سے تو بہتر تھا محبوب کی زلفوں کی چھاؤں میں رہتا۔ کم از کم سکون تو میسر آتا۔

بھی زندگی بہت تڑپاتی ہے۔ محبوب سے ملنے کی تڑپ ہو یا محبوب کی یادیں بہت اذیت کے لمحات ہوتے ہیں۔ خیر نیند سے آنکھ بھولی کرتے کرتے رات بسر ہو گئی۔ میں فریش ہو کر کام پر چلا گیا۔ آنکھیں خون برس رہی تھی اور برستی بھی کیوں ناں؟ محبوب کی یادوں سے آنکھ بھولی جو ہوتی رہی تھی۔ ہاں نا تم تک کام کیا اور پھر طبیعت ناز ساز کی وجہ سے چھٹی کر کے ایمان کے پاس چلا گیا۔ لال سرخ آنکھیں دیکھ کر ایمان تڑپ اٹھی گی۔

سعید! میری جان کیا ہوا؟

ایمان میری زندگی ساری رات آپ کی یاد نے سونے نہیں دیا۔ دیکھو تمہاری حالت بھی تو کچھ ایسی ہے۔

ہاں ہاں میں بھی سو نہیں سکی رات بھر تیری باتیں، تیرا چہرہ آنکھوں میں سجا رہا۔ تیرے خیال پردہ اسکرین پر فلم کی طرح گردش کرتے رہے۔ کیا کروں؟ اب تیرے بن اک پل بھی نہیں گزرتا۔ یہ محبت بھی عجیب چیز ہے، دل و جان کا قرا تک چھین لیتی ہے۔ صرف محبوب کا قرب مانگتی ہے اسے زمانے کی بے رحمی، ظلم سے کوئی ڈر نہیں ہوتا۔

اسی طرح وقت سمندری گھوڑے کی طرح محو سفر رہا۔ بیماری محبت پر وان چڑھتی رہی۔ ہمیں کوئی فکر بھی نہیں تھی۔ کوئی دیوار درمیان میں حائل نہیں تھی۔ کوئی خاص رکاوٹ بھی نہیں تھا۔ جیسے مرنے کے عہد و پیمانہ ہوتے رہے، لیکن ہوتا وہی ہے جو رب تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔

خود پیاس کا صحرا ہوں مگردل کی یہ ضد ہے

ہر دشت پر ساؤن کی طرح نوٹ کر برسوں میرا کام ادھر ختم ہو گیا تھا اور بڑی بات یہ کہ عرصہ ہو گیا تھا گھر گئے ہوئے۔ بچوں کی یاد کیا آئی میرے گھر جانے کی تمنا بیدار ہو گئی۔ ایمان کی ہار کہہ چکی تھی، چھوڑ دو مزدوری، ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔ ہماری سات لٹیس بیٹھ کر کھا سکتی ہیں۔ لیکن میں نے کہہ دیا تھا میری جان میری زندگی، میری ایمان میں اپنی کمائی سے اپنا مقام بنانا چاہتا ہوں۔ مجھے مجبور مت کرو۔ ایمان میری ضد کے آگے ہار مان گئی۔

میں نے ایک شام ایمان سے واپس گھر جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ایمان تڑپ اٹھی۔

نہیں سعید تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔

نہیں جانو! چند دنوں کی تو بات ہے، بہت جلد میں لوٹ آؤں گا اور تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنالوں گا۔

سچ سعید! ایمان خوشی سے پاگل ہو رہی تھی اور میں مسکراہٹ کے پھول نکھرے بنا رہ نہ سکا سعید تمہیں بھی وعدے تمہیں یاد تو ہیں ناں؟

ہاں میری ایمان لیکن تم نے بھی مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری غلامی کروں گی۔ تمہاری ہر بات مانو گی۔ تمہارے ساتھ خوشی خوشی زندگی بسر کروں گی۔ ہاں سعید میری جان مجھے سب یاد ہے۔

میں گھر جانے کی تیاری کرنے لگا ادھر ایمان نے اپنی امی کو کہہ دیا کہ امی جان میں نے سعید سے شادی کر لی ہے۔ ورنہ کسی سے بھی نہیں۔ ایمان کے گھر والوں کو میرے سبھی حالات معلوم تھے۔ پابا ارشد کو بتا چکا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں۔ ایمان کو خبر ہوئی تو خفا ہونے لگی لیکن دوسرے لمحے کہنے لگی

سعید تم نے مجھ سے چھپایا کوئی بات نہیں۔ میں محبت میں بہت آگے جا چکی ہوں یہاں سے واپس نہیں ہے۔ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ میں صرف اور صرف تیری ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے اس سے کوئی غرض

نہیں کہ تم پہلے سے شادی شدہ ہو تمہارے بچے ہیں۔ تمہاری بیوی ہے۔ میں تو تمام عمر تمہاری خدمت کروں گی۔ تم جس حال میں رکھو گے، میں رہ لوں گی۔ مجھے صرف تیرا ساتھ چاہیے، تیرا پیار چاہیے دنیا چاہے جتنے ستم کرے۔ سہہ لوں گی تم مجھے بھی چھوڑ کے نہ جانا ورنہ میں جیتے جی مری جاؤں گی۔ ایمان رو پڑی تھی۔

میں نے بھی ایمان سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی حقیقت کا بول بھاری ہوتا ہے۔ ایمان کے والدین کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ انہیں ایمان کی خوشی عزیز تھی۔ بابا ارشد کہتے تھے کہ ایمان خوش ہے تو ہم بھی خوش ہیں۔ یہی تو ہماری زندگی ہے۔ بابا ارشد کی صرف ایک شرط تھی۔ کہ تم اپنے والدین کو راضی کر کے لے آؤ۔ ہم اپنی بیٹی کا ہاتھ تمہیں تمہا دیں گے۔ اس کی خوشی ہی ہماری خوشی ہے۔ ویسے بھی ہم زندگی گزار چکے ہیں۔ اب اس کی زندگی کی فکر ہے۔ تم سے اچھا سا بنانا اور کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے بس ہماری بیٹی خوش رہے۔ میں ان سے وعدہ کر کے گھر کو روانہ ہو گیا۔

ایمان میرا انتظار کرتا۔ میں بہت جلد اپنے والدین کو لے کر آؤں گا۔ میری ایمان میرے گلشن میں ہوگی۔ منزل میرے قدم چوم رہی تھی۔ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں منزل کو قریب سے دیکھ رہا تھا۔ بڑا خوش قسمت تھا۔ جلد ہی مجھے منزل ملنے والی تھی۔ میں گھر کو روانہ ہو گیا۔ رب رحمان تھا، کتنا خوش قسمت تھا کہ مجھے میرا پیارا دل رہا تھا۔ قسمت والا ہی ہوتا وہ شخص جیسے سچا پیارا دل جاتا ہے۔

لبا سزا ایمان کی یادوں میں کب گزرا۔ یہ بھی نہیں چلا۔ ایمان نے بہت سی شاپنگ کرائی تھی۔ میرے بچے میرے ہاتھوں میں کھیلنے دیکھ کر خوش ہوں گے۔ ایمان نے بچوں کے لیے بہت سے تحائف لے کر دیئے تھے۔

گھر پہنچا تو سبھی میرے ارد گرد جمع ہو گئے۔ سبھی خوش ہو رہے تھے۔ میرے بچے میری گود میں آگئے تھے۔ اب تو کافی سمجھدار ہو گئے تھے۔ میری بیوی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔ سبھی نے کام کاج کے بارے میں دریافت کیا اور اتنے تھائف دیکھ کر اندازہ لگایا کہ اچھی روزی ملی ہوئی ہے۔ اب کس کو علم تھا کہ میں کیا کرتا رہا ہوں؟ میرے اندر تو زچھوڑ کا سلسلہ کس کو نظر آتا تھا؟ میں کس گھری کا مہمان بن کر آیا ہوں، میری بیوی کو میرے اندر کے چور کا کہاں معلوم تھا؟ میری بیوی کو کہاں خبر تھی کہ اس آئین میں اس کی سوتن آنے والی ہے۔ چند دن ملنے ملانے میں گزر گئے۔

تڑپ یہ عشق کی کبھی دل سے نہیں جاتی کہ جان دے کر بھی دیوانگی نہیں جاتی

گھر آئے ہوئے چند دن ہو گئے تھے۔ ایک روز دوپہر کو موبائل شور مچانے لگا۔ یقیناً ایمان ہوگی۔ جب میں گھر آنے لگا تھا تو ایمان نے مجھے نئی سم اور نیا موبائل لے کر دیا تھا۔ کال بھی ایمان ہی کی تھی۔ کال اوکے کی، ایمان کی سریلی آواز نے میری سماعتوں میں رس گھول دیا۔ کالی دیر باتیں ہوتی رہی، گلے شکوے ہوئے۔

ایمان کہنے لگی۔ سعید تم گھر جا کر مجھے بھول ہی گئے ہو۔ یاد ہی نہیں کیا۔

نہیں ایمان ایسی بات نہیں ہے۔ یاد تو اسے کیا جاتا ہے جس کو ہم بھول گئے ہوں۔ تم تو میری روح میں سمائی ہو۔ تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں۔ ذرا یہاں آئے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔ Sorry تمہیں کال نہیں کر سکا۔ ایمان کے گھریلو حالات دریافت کیے، پوچھنے لگی۔

سعید! کب آ رہے ہو؟ تمہارے بغیر گھر سونا سونا سا لگتا ہے۔ تجاالی ڈستی ہے۔ تم جلد والدین کو لے کر آؤ گے۔

ہاں جانو بہت جلد لے کر آؤں گا۔ بس نے اسے تسلی دی۔

سعید! جلدی کرو، مجھ سے انتظار نہیں ہوتا۔ اچھا تم پریشان نہ ہو میں بہت جلد تمہیں خوشخبری دوں گا۔ بس محو زہر اور کر لو۔ جہاں اتنے دن صبر کر لیا وہی چند دن اور سکی۔ میری خاطر ایمان۔ میں نے ایمان کو سلی دیتے ہوئے ریکوسٹ کی۔

اچھا جیسے تمہاری مرضی۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ ایمان نے کہا اور فون بند ہو گیا۔ اسی شام کو میں نے تمام ہمت یکجا کر کے اپنے دوست عارف سے بات کی۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عارف ناراض ہونے لگا۔

سعید تمہارا دامخ خراب ہو گیا ہے۔ تمہاری بیوی ہے، دو بچے ہیں تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ چند دنوں کی محبت نے تمہیں پاگل کر دیا ہے۔ اس کا کیا ہوگا جو تمہاری زندگی کی سانسی ہے۔ اس کے بارے میں سوچو۔ تمہارے دماغ پر محبت کا قوی بھوت سوار ہو گیا ہے۔ جلد ہی اتر جائے گا۔ عارف نے اٹھ سمجھا یا تمہارے اپنی ضد پر قائم رہا۔ جب یہ خبر میری بیوی تک پہنچی تو اس نے رو رو کر خود کو بٹکان کر لیا تھا۔

ایک شام قدموں میں گر گئی۔ سعید میں نے تمہیں دل و جان سے چاہا ہے۔ تمہاری خدمت کی، تمہاری خدمت مرنے پائی ہوں۔ مجھ میں کیا کمی ہے جو تم راستے بدل رہے ہو۔ مجھے اتنی بڑی سزا نہ دو، جسے میں برداشت ہی نہ کر سکوں، میاں بیوی کا رشتہ مقدس ہوتا ہے۔ تم اس رشتے کی لاق رکھ لو۔ ہمارے بچے ہیں اور بچے تعافیٰ نے ہمارے آنکھن میں پھول کھلا دیئے ہیں ان کی بیویوں کو بھاتا جانتے ہو۔ جب ہماری محبت مٹ جائے گی ان کا مستقبل برباد ہو جائے گا۔ میرے ساتھ ان بچوں کو تو برا نہ دو۔

میرنی بیوی نے کہا چھوٹی رہی میں یہ جواب دیتا "چپ چاپ سنتا رہا۔ نصیبوں جلی نے بچوں کا

واسطہ دیا اور اپنا فیصلہ بھی سنا دیا۔

سعید! میرے سر تاج، میری بات غور سے سن لو اگر تم دوسری شادی کرنا ہی چاہتے ہو تو شوق سے کرو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ لیکن میری بات یاد رکھنا جس دن تم اسے لے آؤ گے اسی دن ایک نہیں تین جنازے ایک ساتھ اٹھیں گے۔ میں اپنے ساتھ ساتھ تمہارے بچوں کو بھی ختم کر دوں گی۔ میرے جیتے جی تم شادی نہیں کر سکتے۔ میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی۔ لوگوں کے طنز یہ تیر میرا کلیجہ چھلنی چھلنی کر دیں گے۔ گھٹ گھٹ کر مرنے سے بہتر ہے موت کو گلے لگا لوں۔

غم کی بارش نے بھی تیرے نقش کو دھویا نہیں تو نے مجھ کو صوبہ دیا، میں نے تجھے صوبایا نہیں جانتا ہوں ایک شخص کو میں بھی (مجید)

اپنی بیوی کا یہ روپ دیکھ کر میں تڑپ اٹھا۔ میری رون تک کھائل ہوئی۔ بیوی کی باتوں نے ایسا اثر کیا کہ میں نے دل پر پتھر رکھ لیا۔ میں نے پھیلی آنکھوں سے بے وفائی کا فیصلہ کر لیا۔ سبھی وعدے تمہیں، سارا تمہیں جینے مرنے کے وعدے توڑنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے بے وفائی کا داغ اپنے سر لے لیا۔ اپنی محبت کا ٹکڑا ٹھونٹ دیا۔ ایمان کی چاہت کو، ایمان کی محبت کو بھلا دیا۔

اس دنیا میں صرف نرسیاں ہی مجبور نہیں ہوتی بڑے بھی مجبور یوں کی کیفیت چنہ جانتے ہیں۔ کوئی بے وفا نہیں ہوتا۔ وقت اور حالات انسان کو بے وفانا بن دیتے ہیں۔ وہی چاہے کہ اپنے محبوب سے ناٹھ نہیں توڑتے۔ ہاں میں سچی کہتا ہوں، دنیا میں کوئی بھی بے وفائی نہیں ہوتا۔ وہی دولت کے لالچ میں آ کر خلوس کا جنازہ دیکھا دیتا ہے، حقیقی محبت کو ٹھکر دیتا ہے تو کوئی مجبور ہوتا، کسی سے درمیان غم میں، امیر بیٹی کی دیوار خراب ہو جاتی ہے۔ کسی کو سناج ٹٹ نہیں دیتا۔ کوئی کسی

کو لازم نہ دیں، لڑکیاں بے وفائی برداشت نہیں کر پاتی اور لڑکے سینے میں عم پال کر دنیا سے کٹ کر رہ جاتے ہیں۔

بڑے کرب ناک ہوتے ہیں ایسے لمحات جب زندگی غموں کے حوالے ہوتی ہے۔ جب انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ جو چاہتا ہے وہ ہوتا نہیں جو نہیں کرنا چاہتا وہ اس سے کروایا جاتا ہے۔ میں بھی رسموں کی زنجیروں کے حوالے ہو گیا۔ مجبور یوں نے مجھے جکڑ لیا اور میں وفا کا دعوے دار ہو کر بے وفائی کی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

گھر میں کئی دن سے جاری جنگ سرد ہو گئی۔ میں نے بیوی کے آنسو صاف کر لیے اسے سینے سے لگایا۔ یقین دلایا کہ میں تیرا ہوں، تیرا ہی رہوں گا، میں بھگ گیا تھا اب بھی تجھے اپنے سے جدا نہیں کروں گا۔

ایسے ساری داستان گوش گوار کر دی تھی، ریکوسٹ بھی کی تھی کہ کہو تو ایمان کو اپنالوں، تمہیں بھی پورے حقوق دوں گا، لیکن میری بیوی سے انکار کر دیا۔ میں نے موبائل آف کر دیا۔

تین ماہ کا عرصہ کرب ناک لمحات میں گزر گیا۔ کئی دنوں کے بعد میں اپنے گھر سے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ رانی میری بیوی نیکنے لگی ہوئی تھی۔ میں نے موبائل کو اٹھا کر چوہا اور پھر سنبھال کر رکھ دیا۔ میرے دل میں ایمان کی محبت ٹھاٹھیں مارتی تھی۔

وقت غم پر واز رہا۔ پھر ایک قیامت آئی اور مجھے تباہ کر گئی۔ میرا نظمیں، میرا گلشن اجڑ گیا۔ پھولوں سے مینے والا گھر ویران کھنڈر بن گیا۔ کسی کی بدعا لگ گئی تھی یا پھر قسمت مجھے بے وفائی کی سزا دے رہی تھی۔

برسات کا سیزن تھا۔ اس بار نوٹ کر بارشیں ہوتی اور ازلی دشمن بھارت نے خلاف ورزی کرتے ہوئے ہمارے دریاؤں میں پانی چھوڑ دیا۔ ہمارے سینکڑوں دیہات ڈوب گئے۔ جانور بہہ گئے، غلہ اتان سب

بہہ گیا۔ حتیٰ کہ قیمتی جانیں بھی اس من زور پانی کی نذر ہو گئی۔ ہم سنبھل بھی نہیں پائے تھے، اچانک سیلاب آیا تھا اور پھر۔۔۔۔۔ پھر سب مٹی میں مل گیا۔ میرا

گھر، میرے بچے، میری رانی، جان سے زیادہ پیار کرنے والی بیوی اس پانی کی نذر ہو گئے۔ میں بھوکے شیر کی طرح اپنے گلشن کے پھولوں کو بچانے کی کوشش کرتا رہا لیکن قسمت کھیل کھیل چکی تھی۔ پہلے بیوی بہہ گئی، پھر بچے، کسی کو بچا نہ سکا۔ میں پانی کے آنے کا گیا، سیلاب جیت گیا۔ گھر کڑکڑا کر ٹکا ہوا گیا۔ صبح کا سورج اپنی کرنیں روح زمین پر پھیلائے لگا تھا جب پاک آرمی کا جہاز اوپر گشت کرتا آن

نکلا۔ پانی کے بہاؤ نے مجھے ایک نیلے پر پھینک دیا تھا۔ پانی کی طغیانی اتنی تھی کہ کوئی چیز اس کے آگے ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ میں نے جہاز والوں کو مدد کے لئے اشارہ دیا۔ جہاز والے مجھے بچانے کیلئے کوشش کر رہے تھے کہ میں اسی لمحے نیلے کے درخت سے ایک حصے ٹوٹ کر میری ٹانگوں پر آن کر رہا۔ میری چیخیں آسمان تک پھیل گئی تھی۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا۔ ہاں میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو ہسپتال میں پایا۔ میرے جسم کا نچلا حصہ غائب تھا۔ ہاں میری ٹانگیں کٹ گئی تھیں۔ میں کسی سے پوچھ بھی نہیں پایا تھا۔ میری تار داری کے لئے عارف موجود تھا۔ جب میری نظریں اس کی طرف اٹھی تو آنسوؤں کا سیلاب

تھا۔ نہ میں پوچھا سکا نہ عارف میں ہمت تھی۔ اپنے پیروں پر چلنے والا سہارے کا محتاج تھا۔ اجڑ گیا تھا، نہ بیوی رہتی نہ بچے، نہ گھر نہ ساتہاں۔ کھلا آسمان اور یہ فریادی تھا۔

وقت کا کام ہے گزرنا، چاہے کسی پر قیامت نونے، یا کسی کا گلشن اجڑ جائے یہ بے رحم نذر تار ہوتا ہے۔ سو وقت گزر گیا، سیلاب قبر ڈھا کر چلا گیا تھا۔ بارشیں تھم گئی تھیں، زندگی معمول پر آ گئی تھی۔ کوئی یتیم

محبت زندہ آج بھی ہے

ہو گیا تھا، کوئی بیوہ ہو گئی تھی۔ کوئی اپنا گھر بار لوٹا کر بارے ہوئے جواری کی طرح نئے سرے سے زندگی کو زندہ رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مجھے منصوبی ناکس لگا دی تھیں۔ میں چل پھر سکتا تھا۔۔۔ کسی انجانے کو محسوس نہیں ہوتا تھا کہ سعید جن ٹانگوں پر چل رہا ہے اس کی نہیں ہیں۔ بس میں ہی تھا غموں کا زہر بے جا رہا تھا۔ عارف مجھے میرے ویران گھر لے آیا تھا۔ جو مجھے زہر لگتا تھا۔ میں بچی ہوئی چیزوں میں اپنی کوتاہی کرتا رہا۔ اپنے تو نہ ملے اپنی سے واسطہ چیزیں ملتی رہی۔ مجھے میرے پیار کی نشانی ملی۔ ہاں ایمان نے جو موبائل دیا تھا، وہ آج بھی صندوق میں بڑا تھا۔ نجانے وہ صندوق کیسے بچ گیا تھا۔ کمرے کا کتبہ تو نا ہوا اس صندوق کے اوپر تھا۔ جسے پانی نے چھوا تو ضرور مگر بہا کر نہ لے گیا۔ جب صندوق کھولا تو بچوں کے کپڑوں کے ساتھ ساتھ موبائل بھی مل گیا۔ موبائل چل نہ سکا البتہ سم چل پڑی۔

میں نے نئی دنوں بعد نہ چاہتے ہوئے بھی موبائل خرید اور وہ سم اس میں ڈال کر اون کر لیا۔ اسی جگہ بچی اینٹوں سے مکان بھی بن گیا اور میں اس میں رہائش پذیر ہو گیا۔ عارف براہ میرا ساتھ دے رہا تھا۔ مجھے ایک جگہ کام بھی دلوا دیا، چونکہ اداری کرتا تھا۔ دن بھر ڈیوٹی کرتا شام کو اسی اجڑے نشین میں آجاتا۔ اتوار کے دن چھٹی تھی۔ میں گھر تھا، کھانا عارف دے گیا تھا، جی کو بہلانے کے لئے میں نے ایمان کی وی ہوئی سم موبائل میں ڈال کر گھنٹوں تک تار رہا۔ دل میں اک سسک دی، ایک آواز آتی تھی، ایک کشش تھی۔ جو میں اس سم کو بار بار دیکھتا تھا۔ دن بھر سم اون رہی۔ شام ہونے والی تھی کہ موبائل نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اسکرین پر نمبر انجان تھا۔ میں نے اوکے کر کے سماعتوں سے لگا ہا۔ ایک نسوانی آواز، میرے کانوں میں گونگی۔ وہ کوئی اور نہیں میری ایمان تھی۔

ہیلو، سعید، ہیلو سعید! ادھر سے مسلسل آوازیں آرہی تھیں اور میری آنکھوں سے ٹمکین پانی کا سیلاب اٹھ آیا۔ میں رونے لگا۔ ایمان تڑپ اٹھی۔

کیا بات ہے سعید؟
ایمان میں بے وفا ہوں، میں نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا تھا، رب تعالیٰ نے مجھے بہت بڑی سزا دے دی۔ ایم سواری ایمان، ایم سواری، ایمان مجھے معاف کر دینا۔

سعید ہوا کیا ہے! مجھے بتاؤ اور اتنا عرصہ موبائل کیوں بند کیا ہوا تھا؟

ایمان ایک قیامت آئی اور میں برباد ہو گیا۔ ایمان میں تمہارے قابل نہیں رہا۔ میں روتے روتے بتا رہا تھا اور ایمان پوچھتی رہی۔

سعید کیا ہوا۔؟ تم بتاتے کیوں نہیں؟ تم کسی بے بسی باتیں کر رہے ہو۔؟ تم تو والدین کو لے کر آنے والے تھے لیکن تم۔۔۔؟ ایمان بھی رو دی۔

ہاں ایمان، مگر۔۔۔
مگر کیا؟ ایمان اصرار کر رہی تھی۔ پھرنا چاہتے ہوئے بھی میں نے اپنے اوپر گزرنے والی قیامت کی داستان ایمان کے گوش گوار کر دی۔

نہیں سعید ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے اپنا ایڈریس دو میں ابھی تمہارے پاس آتی ہوں۔ تم ہو کہاں، مجھے بتاؤ۔

نہیں ایمان۔۔۔ مجھے بھول جاؤ اور کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر شادی کر لینا۔۔۔ تمہیں میری قسم۔ ایمان آنے کی ضد کر رہی تھی اور میں اسے شادی کا مشورہ دے رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک معذور شخص کے ساتھ وہ زندگی گزارے۔ ابھی تک ایمان میرا انتہا رہی کر رہی تھی۔ اس لیے میں نے کہا تھا۔

ایمان رونے لگی۔۔۔ اس کے رونے کی آوازیں میں سن رہا تھا۔ ایمان سسک سسک کر رو رہی تھی اور میں۔۔۔ میں اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ میری قسم اپنے

آپ کو سنبھالو، میں معذور انسان آخر کب تک تمہارا ساتھ نبھاؤں گا۔ تمہاری زندگی خراب نہیں کرنا چاہتا۔ دیکھو یہی زندگی پڑی ہے۔ تمہیں مجھ سے بھی اچھا ساٹھی مل جائے گا۔ میرے پیار کی خاطر تم شادی کرو۔۔۔۔۔

محبت ملن کا نام نہیں،۔۔۔ چھڑنے کا نام بھی محبت ہے۔ ضروری تو نہیں جنہیں ہم چاہتے ہیں وہ ہمیں مل جائیں بس جو لمحے ایک ساتھ گزرے ہیں انہیں یاد کر کے زندگی گزار لینا۔ یادوں کے سہارے، انہی حسین لمحوں کو یاد کر کے۔۔ تیری محبت، میرے من میں آج بھی زندہ ہے اور جب تک سانس میں رہے گی۔ ایمان کی سسکیاں بڑھتی تھیں۔

انہی الفاظ کے ساتھ میں نے موبائل آف کر دیا اور سم ہی توڑ دی۔ اب ایمان پر کیا گزری گی، کیا گزری ہوگی میں نہیں جانتا۔

وقت کی کشتی دکھوں کے سمندر میں محو سفر رہی۔ زندگی میں کئی تشیب و فراز آئے۔ وقت اور حالات کے پھرنے میری زندگی کو بولبھان کرتے رہے۔ میں اپنی بیوی بچے کھو چکا تھا اور اپنی محبت بھی قربان کر چکا تھا۔ اپنے اوپر ظلم کرتا رہا، وقت کا ٹھوڑا اپنی مستی میں ڈورتا رہا اور اسی طرح دس سال کا کرب ناک، اذیت ناک عرصہ گزر گیا۔

ایمان کی محبت دل کے کسی کونے میں آج بھی زندہ تھی۔ اس کی باتیں، اس کی مسکراہٹ، وقت بے وقت مجھے تڑپاتی تھیں۔ اب تو اس کی تصویر دھندلائی جا رہی تھی۔ میں اپنا علاقہ چھوڑ کر اسلام آباد جا بسا تھا۔ میرا دوست عارف بھی ساتھ تھا۔ اب تو سر پر چاندنی چھیننے لگی تھی، کالے بال سفید ہو رہے تھے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے اچانک عارف کو کہا۔

چلو یاد لاہور چلتے ہیں۔ داتا دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ میرے دل میں تمنا جاگی۔ قدم بے اختیار محبوب کی طرف اٹھنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کوئی مجھے کھینچ

جا رہا ہے۔ رات بھر سفر کرنے کے بعد لاہور جا پہنچے۔ صبح کی نماز ۱۰ تا ۱۱ اور باراد کی، شکرانے کے نفل ادا کیے، فاتحہ خوانی کی اور وہاں سے نکل پڑے۔ سورج کی کرنیں ہر سوں بھیرنے لگی تھیں۔ ہم وہاں سے مینار پاکستان آگئے۔ دوپہر کے لیے فروٹ لیے تھے وہ ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے بیٹھ کر نوش کیے اور بادشاہی مسجد چلے گئے، علامہ محمد اقبال کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور پھر مینار پاکستان کے دوسرے گیٹ سے اندر داخل ہوئے تاکہ کچھ دیر سستا لیں۔

آنے سے دور جانے والے ذرا سوچ کر جانا، اس شہر میں وہ شخص بھی بستہ ہے جو

تیری صورت دیکھے بغیر اٹھا بھی نہیں کرتا

سعید!۔۔۔ سعید کہاں گم ہو گئے ہو؟ ایمان کی ترنم بھی شریں آواز میری سماعتوں سے نکل گئی۔ میری آنکھوں کی گھمری سے سونے سونے موتی نکلتے ہوئے رخساروں کو چومتے ہوئے زمین بوس ہو گئے۔ محبت کے بل پر وہ اسکرین پر فلم کی طرح چل رہے تھے۔ میں بائیس سے نقل کر حال میں آ گیا تھا۔

ایمان میں تمہاری عدالت میں مجرم ہوں مجھے معاف کرو۔

ایمان میرے سامنے بیٹھ چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سمندر تھا جنہیں مارنے لگا۔

سعید! چھوڑو، جو گزر گیا، سو گزر گیا۔ قسمت میں ہمارا ملن نہیں تھا۔ تقدیر کے فیصلے نرالے ہوتے ہیں۔ جو گزر گیا اسے بھول جاؤ۔ بس قسمت کا نکلا سمجھ کر سب بھول جاؤں۔

ہم بائیس کر رہے تھے عارف بھی ہمارے پاس آچکا تھا۔ میں نے ایمان سے تعارف کروایا۔ عارف بھی حیران و ششدر تھا۔ سچی محبت کو داد دے رہا تھا۔ آج اس ایمان سے اس کا سامنا ہو گیا تھا جس کا ذکر مجھ سے سنا کرتا تھا۔ اس کے تمام خیالات تمام دعوے غلط ثابت ہو چکے تھے۔

تذکرہ گیا۔ کھٹے بعد ایمان جلوہ گر ہوئی۔ آتے ہی سلام
کیا اور حالی احوال دریافت کیا۔ پھر کھانا جو گھر سے
اسپیشل بنا کر لائی تھی ہمارے حوالے کیا۔
ایمان یہ تم نے تکلیف کیوں کی؟ ہم ناشتہ کر
چکے ہیں۔

میں نے بڑے پیار سے تمہارے لیے بنایا
ہے سعید۔ تمہاری پسند کا کھانا ہے۔ ایمان نے جواب
دیا۔ مجھے آج بھی یاد ہے تمہاری پسند کیا ہوئی تھی۔
خیر ہم نے وہی بیٹھ کر کھانا نوش کیا۔ میرے اصرار
کرنے پر ایمان نے بھی چند ٹوائے لیے۔ ناشتہ
کرنے کے بعد ایمان نے کہا

چلو سعید تمہیں لاہور کی سیر کرا دوں۔ ہم وہاں
سے اٹھے اور ایمان کی گاڑی کے پاس پہنچے۔ ایمان
ہمیں اپنی گاڑی میں لے کر لاہور کی سیر کروانے لگی۔
ہم مختلف سڑکوں سے ہوتے ہوئے چڑیا گھر پہنچ گئے
۔ چڑیا گھر میں ٹھومتے پھرتے رہے اور پھر شاپنگ
سنٹر چلے گئے۔ ایمان نے بہت سی شاپنگ کروادی
۔ پھر بارہا منع کرنے پر بھی ایمان نے بہت کچھ
خرید کر دے دیا۔ اس دوران ایمان نے اپنی کہانی
سنائی۔

سعید تمہارے اس طرح چلے جانے کے بعد میں
بہت اداس ہوئی۔ بہت کوشش کی کہ تمہارے پاس
آ جاؤں مگر میرے پاس آپ کا کوئی ایڈریس نہیں تھا
اور موبائل آپ نے بند کر رکھا تھا۔ سو سبھی کوششیں
نا کام ہو گئیں۔ پھر جب تم سے بات ہوئی اور آپ
نے موبائل بند کر دیا۔ اس کے بعد میں روز چیک کرنی
رہی لیکن نمبر بند ہی رہا۔ پھر میں نے تمہاری بات مان
کر حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔ تھک بار کر مہا، پاپا کے
اصرار پر شادی کر لی۔ ارسلان بہت اچھا انسان
ہے۔ اس نے بھی مجھے تم نہیں دیا۔ میں بہت خوش ہو
لیکن جب تمہاری یاد آتی تھی تو کچھ لمحے آنسوؤں سے
نذر ہو جاتے ہیں۔

ایمان میرے دھوں کو تو سن لیا کچھ اپنے بارے
تو بتاؤ۔
ہاں سعید میں نے تمہارے کہنے پر شادی کر لی
تھی۔

یہ کہہ کر ایمان خاموش ہو گئی اور چند لمحے یونہی
خاموشی کے نذر ہو گئے۔

اچھا سنو سعید! واپس کب جانا ہے؟
آج شام تک چلے جائیں گے؟ میں نے جواب
دیا۔

سعید میرا ایک کام کرو گے؟ آخری کام۔ صرف
آخری کام۔

ہاں ایمان بولو۔۔ شاید یہ کام کر کے اپنے آپ
کو معاف کر سکوں۔

سعید میری خاطر آج رات اسی شہر میں رک
جاؤ۔ صبح اسی جگہ میرا انتظار کرنا، پھر چاہے چلے جانا۔
اب میں فیملی کے ساتھ آئی ہوں۔ میرا انتظار ہو رہا ہو
گا۔ بس تم میرا آخری وعدہ پورا کرو۔ بتاؤ سعید رات
کے ٹائے۔

عارف بھی ساتھ بیٹھا سبھی داستان سن چکا تھا۔
ہاں ایمان ضرور۔۔ عارف نے اثبات میں سر
ہلایا۔۔ میں نے حامی بھری۔ ایمان مجھے کل کا وعدہ
کر کے چل گئی اور میں آنسوؤں میں نہانے چلا آیا۔
شام ہو چکی تھی۔ ہم قریبی ہوٹل میں چلے گئے۔ وہاں
ایک رات کے لئے روم کرائے پر لیا اور کھانا کھانے
کے بعد بیڈ پر لیٹ گئے۔

لاہور بدل گیا تھا لیکن لاہور کے لوگ نہیں بدلے
تھے۔ وہی محبت، وہی چاہنیں تھیں۔ عارف لہتے ہی
سو گیا اور میں اپنی اور ایمان کی زندگی کی کڑیاں ملاتا
رہا۔۔۔ رات تاروں کی نذر ہو گئی۔ صبح ہو گئی۔ رات کا
اندھیرا روشنی میں بدل چکا تھا۔ عارف اٹھ چکا تھا۔ ہم
فریش ہوئے اور ناشتہ کرنے کے بعد کل والی جگہ پر
پہنچ گئے۔ ایمان کا انتظار ہونے لگا۔ ایک ٹھنڈے یونہی

ایمان اپنے بارے میں چکی تو میں نے اپنے حسن اپنے دوست بابا ارشد کے بارے پوچھا۔
بابا ارشد کیسے ہیں؟

ایمان کے چہرے پر اسی چھائی شاید کوئی اپنا شدت سے یاد آیا تھا۔ میرے دوبارہ پوچھنے پر ایمان نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔

تین سال ہو گئے ہیں ماما اور بابا کو اس دنیا سے مٹے ہوئے۔ رشتے داروں کی شادی میں جا رہے تھے کہ راستے میں حادثہ پیش آ گیا۔ دونوں ایک ساتھ ہی دم توڑ گئے۔ اب میں اسی گھر، میں اپنے بچوں کے ساتھ رہتی ہوں۔

جان ہے پیارے لوگ۔ اتنے جلدی چھڑ جاتے ہیں۔ میرا دل غم زدہ تھا۔ جانے والوں کو کوئی روک نہیں پایا۔

ایمان، مجھے بابا جی اور امی جان کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں اہلی مقام عطا فرمائے۔ آمین!

ایمان بچوں کو ساتھ لے آتی تو خوشی ہوتی۔ میں نے موضوع تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

ہاں سعید ضرور لے آتی مگر اسکول سے چھٹی نہیں تھی۔ کبھی کو اسکول چھوڑ آتی ہوں۔

سورج کی سرسئی ابھی باقی تھی۔ ایمان کی مختصر داستان سننے کے بعد میں نے بھی اپنے گزرے وقت کو ایمان کے گوش گوار کیا اور پھر ایمان نے ہمیں واپسی کی ٹکٹ بھی کرادی۔ کئی مہربان تھی۔ آج بھی چاہتی تھی اور میں۔۔۔۔۔؟

ہم اشکوں کی برسات کے ساتھ واپسی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو آئے۔ ایمان بھی اپنے گھر لوٹ گئی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی دل سنوں کی گھڑی میں غوطہ زن ہو گیا۔ دس سالوں بعد محبوب ملا تھا۔ لیکن اب وہ کسی اور کی امانت تھا۔ میں نے اپنی بے وفائی کی معافی مانگ لی تھی۔ آج دل مطمئن تھا۔ ایمان نے نہ

صرف مجھے معاف کر دیا تھا بلکہ زندہ دنی کا احساس بھی دلایا تھا۔ ایمان معاف نہ کرتی تو میں اپنے آپ کو کبھی بھی معاف نہ کرتا۔

ہم خوشی خوشی واپس آ رہے تھے، میں نے عارف سے کہا۔

عارف دیکھا میری محبت کتنی تھی ہے، تم جسے غلط نام دیتے تھے۔ آج خود دیکھ لیا۔

بارہ سعید۔ میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔ واقعی عقی محبت بھی مر نہیں سکتی۔ محبت اپنا وجود نہیں کھو سکتی۔ واقعی محبت زندہ آج بھی ہے۔

ہاں تو پیارے قارئین۔ کئی دو پریموں کی داستان محبت، آپ کو کیسی لگی۔ اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازے گا۔ زندگی رہی تو نئی داستان کے ساتھ حاضر خدمت ہوں گا۔

کوئی آتا ہے یاد سونے سے پہلے جو چین لیتا ہے آنسو میرے۔ نے سے پہلے اب نیند بھی آئے تو میں سونا نہیں چاہتا

کسی قیمت پہ بھی میں اس کو کھوتا نہیں چاہتا ہو جائے وہ کاش میرا مجھے ٹھونے سے پہلے

جو آتا ہے یاد بہت سونے سے پہلے زخمی جگر کے زخم سارے روتے ہیں

آنکھوں میں جو ٹھہرتے وہ نظارے روتے ہیں لا پرواہی میں موج ساحل ٹھہر کر جاتی ہے

اسے کیا معلوم چھڑنے کے بعد تینے کنارے ہوتے ہیں

مجید احمد جت جانی۔ تلمبور سویت اڈہ جلی والا مین بہاولپور روڈ تحصیل ضلع ملتان

عشق تم سے نہ کرتے تو اور کیا کرتے
جان تیرے نام نہ کرتے تو اور کیا کرتے
تم زندگی ہو تو اور
تم نہ مرتے تو اور کیا کرتے
اعترافی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈفری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety

دوستی اور محبت

-- تحریر -- حسنین کاظمی، منڈی بہاؤ الدین۔ 03042326129

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں اس دہلی گھر میں ایک بار پھر ایک کاوش لے کر حاضر ہوا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو پڑھ کر
ضرور ادا اس ہو جائیں گے چار محبت عشق ایک پاس صاف اور سچا جذبہ سے جو ہمارے دل کو سکون اور دن
رات کو خوشنوار بھادیتا ہے مگر کچھ لوگوں کی وجہ سے اس رشتے کی کوئی قدر قیمت نہیں رہی اور لوگ اس کو
دکھ درد سمجھتے ہیں۔ قارئین میں نے اس کہانی کا نام دوستی اور محبت رکھا ہے۔ امید ہے کہ سب کو پسند آئے
گی پڑھتے ہوئے آپ اس کے سحر میں ڈوب جائیں گے۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رابرڈ مد ادارہ نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ سے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

والے دیکھتے ہی رہ جاتے۔ خاص طور پر لڑکیاں۔
بات کرنے کا انداز۔ اللہ تعالیٰ نے عقلیں کو بہت
ساری خوبیاں عطا کر رکھی تھیں۔ یہ کافی ذہین بھی تھا
اور میٹرک کے امتحان میں دوسری پوزیشن کا مالک
بن چکا تھا۔ عقلیں ایک غریب فیملی سے تعلق رکھتا تھا
۔ چونکہ یہ کافی ذہین تھا۔ اس لیے اس کے ابو جان
نے اسے پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اس کا
کانچ اس کے گھر سے بہت دور تھا۔ اسی لیے اس
کے ابا جان نے کہا۔

بیٹا ہمارے پاس تم ہی تم ہو اور ہم چاہتے ہیں
کہ تم بہت زیادہ پڑھو۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا
ہے کہ ہم شہر میں تمہارے کانچ کے قریب کوئی
کرائے کا مکان لے لیتے ہیں۔

یہ بات عقلیں کو بہت زیادہ پسند آئی۔ اب ان
کے پاس کوئی خاص رقم نہ تھی جس سے وہ شہر میں
شفٹ ہو سکتے۔ آخر ان کے پاس ٹھوڑی سی زمین تھی
وہ سچ کر یہ مسئلہ حل کیا۔ جو مکان انہوں نے کرایے

عقلین اور اس کے فیملی والے سب اپنے
گھاؤں سے عقلین اور اس کی فیملی
گاؤں میں اپنی زمینیں سچ کر شہر منڈی بہاؤ الدین
شفٹ ہو گئے۔ اس کی فیملی میں تھا ہی کون ابس
ایک چھوٹا سا خاندان تھا۔ جس میں اس کے والدین
کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے عقلین
اپنے والدین کیلئے بہت زیادہ اہمیت کا حامل تھا اور
دیئے بھی والدین تو سب کو پیار کرتے ہیں چاہے
ان کے دس بیٹے بیٹیاں ہوں۔ لیکن اولاد تو زمین
کے گھاؤں کی طرح ہے جس پر برابر بارش برکتی ہے
لیکن ہر گھڑا اپنی اپنی استعداد (طاقت) کے مطابق
ہی سیراب ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح والدین کا
پیار اپنی تمام اولاد کیلئے یکساں ہوتا ہے لیکن یہ اولاد
پر منحصر ہے کہ وہ اپنے والدین سے کس قدر فیض
باب ہوتے ہیں۔

عقلین نہایت خوش اخلاق، حسین و جمیل اور
فرمانبردار تھا۔ اس کا چہرہ اتنا دلکش تھا کہ دیکھنے



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

کیا: ایسا اس کے بالکل سامنے ایک بہت بڑا بنگلہ تھا۔

ایک دن فطین کالج سے واپس آ رہا تھا اس نے نوٹ کیا کہ اس کے پیچھے کوئی ہے۔ کافی دیر چلنے کے بعد بھی سلسلہ رہا۔ آخر اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو کوئی لڑکی اپنی کتابیں اٹھائے آ رہی تھی۔ وہ خراب میں تھی اور اس نے جب فطین کو دیکھا تو اس کے ہاتھ سے کتابیں گر گئی تھیں۔ اس کو اپنی کتابیں اٹھانے کی کوئی فکر نہ رہی وہ تو بس فطین کو ہی دیکھے جا رہی تھی۔ فطین نے اس کی کتابیں اٹھائیں اور اس کی مانتا ہوا۔ وہ فطین کو دیکھنے میں اتنا متوجہ تھی کہ چہرے کی بت کھڑا ہو۔ آخر فطین کی آواز نے اسے خیالات کی بہترین دنیا سے واپس آنے پر مجبور کیا۔ اس نے اپنی کتابیں ایک شکرے کے ساتھ ریسیو کیں اور فطین پھر سے اپنے راہ ہولیا۔

ارے یہ کیا ادھ لڑکی پھر سے اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ اب کی بار فطین نے کوئی دھیان نہ دیا اور اس کا گھر آ گیا اور وہ اسے گھر میں داخل ہو گا اس لڑکی نے اسے گھر داخل ہوتے دیکھ لیا اور اس کا گھر فطین کے گھر کے بالکل سامنے تھا۔ (جس کا ذکر کر چکا ہوں)۔

اس لڑکی کا نام انم تھا۔ انم بھی کالج کی سٹوڈنٹ تھی۔ انم بھی فطین کی طرح ایک خوبصورت، حسین و جمیل لڑکی تھی اور اس کے ساتھ پانچ بھائیوں کی اکلوتی تین تھی۔ یہ لوگ کافی امیر تھے۔ انم گھر آتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی اور بیڈ پر دراز ہوئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے فطین کا تصویر محسوس سا چہرہ نمودار تھا۔ انم کو ہلکا ہلکا بخار ہونے لگا۔ وہ دل ہی دل میں دل سے سوال کر رہی تھی کہ کیا مسئلہ ہے میرے ساتھ؟ دل بھی کچھ نہیں چھیاتا۔ اس کے دل نے گواہی دے دی کہ انم اب تم تمہاری نہیں رہی۔ تمہیں صرف ایک

ہی نظر میں فطین سے پیار ہو گیا ہے۔ ہاں۔ میں انم کا سر نہانے کیوں خود بخود مل گیا۔ وہ ذرا سا مسکرا دی۔ انم فوراً آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور اپنی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مسکرائے جا رہی تھی۔ اس کو خود پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ ہوتا بھی کیوں نہ۔ خوبصورتی، عقل مندگی اور امیری سب خوبیاں اس میں موجود تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انم اپنے گھر والوں کیلئے چاند کا ٹکڑا تھی۔ انم سب کی آنکھ کا تارا تھی۔

کمال کی بات ہے۔ میں نے سارا گھر جھان مارا اور تم یہاں آئینے کے سامنے کھڑی مسکرا رہی ہو۔ سب خیر تو ہے نا انم۔ انم کی امی نے کمرے میں داخل ہوتے کہا۔ انم اپنی امی کے گلے لگ کر خوب ملی اور امی کا ماتھا چوما۔

انم کی امی نے مسکراتے ہوئے کہا آج یہ مہربانی کیوں؟ کیا آج کوئی خاص دن ہے؟

انم نے یہ بات نال مشول دی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو میری تعلیم رک سکتی ہے۔ انم کیلئے خوشی کی بات یہ تھی کہ وہ جس سے پیار کرتی تھی اس کا گھر اس کے گھر کے سامنے ہی تھا۔ شام کے سائے ڈھلنے کو تیار کھڑے تھے۔ ادھر انم کے دل کے سائے تلے فطین نے اپنا گھر کر لیا۔ جو شاید اب انم کی آخری سانسوں تک بھی نہیں مٹ سکتا تھا۔ انم نے کھانا وغیرہ کھایا اور اپنے کمرے میں سونے کیلئے معمول سے پہلے ہی چلی گئی۔ آج تو سب گھر والے بھی حیران تھے کہ انم کو کیا ہو گیا ہے۔ پہلے ہم اس کو کہتے کہ انم خدا کیلئے ابھی سو جاؤ گا کافی دیر ہو گئی ہے لیکن وہ کسی کی نہیں سنتی تھی اور پڑھتی رہتی تھی۔ لیکن آج سب سے پہلے انم سونے چلی گئی۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ انم کمرے میں جا کے سونے کی یا پھر روئے گی۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔

انے تھکین آپ کو نہیں جانتی۔ بس یہ جانتی ہوں کہ آپ سے پیار کرتی ہوں۔ مجھے کافی سالوں سے جس کی تلاش تھی وہ آپ پر ختم ہوئی۔

یہ سب سوچتے وقت انم بھی سکرا دیتی، کبھی رو دیتی۔ کیونکہ اسے خوشی تھی کہ اسے اس کا جامع ملنے والا ہے اور پریشانی اس بات کی کہ کہیں وہ کسی اور سے پیار نہ کرتا ہو۔ اور اپنے گھر والوں سے بھی ڈرتی تھی۔ آخر انم نے سوچ لیا کہ صبح کا لُج جاتے وقت راستے میں تھکین کو سب کچھ بتا دوں گی۔ تھکین کی یادوں میں نجانے کب خیر کو انم پر رحم آ گیا اور اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

علی اس انم نے نماز فجر ادا کی اور کافی دیر اللہ سے دعائیں مانگی رہی پھر کا لُج کی تیاری شروع کی۔ اب کا لُج کا ٹائم ہوا تو انم کے بھائی نے اس کے مطابق گاڑی نکالی اور انم کو آواز دی۔

آ جاؤ، انم کا لُج کیلئے لیٹ ہو رہا ہے۔ انم کو کا لُج سے لینے اور چھوڑنے اس کا بھائی جایا کرتا تھا اور کل وہ پیدل آئی کیونکہ بھائی کو ضروری کام جانا تھا۔ انم نے جب آواز سنی تو پریشان ہو گئی کہ اب وہ تھکین کو نہیں دیکھ سکے گی۔ اگر بھائی کے ساتھ گئی تو۔ بہانہ بھی کوئی نہیں بنا سکتی تھی کیونکہ اگر ایک دن بھی انم کو پیدل جانا پڑ جاتا تو وہ چاہے پانچ دن تک اپنے بھائی سے منہ نہ بنائے رکھتی تھی۔ بھائی پیاراً انہیں کر کے تھک جاتا تب جا کے اس کا موڈ ٹھیک ہوتا۔

اب ام بھائی کو کیسے کہتی کہ میں پیدل چلی جاؤں گی۔ اسی وجہ سے انم بھائی کے ساتھ گاڑی میں کا لُج کیلئے روانہ ہو گئی۔ کا لُج کے قریب انم نے بھائی سے کہا۔

بھیا آج آپ مجھے لینے کیلئے نہ آنا۔ مجھے لیٹ ہو جائے گی۔ میں اپنی دوست کے ساتھ آ جاؤں گی۔

بھائی نے کہا تھک ہے۔ پھر وہ کا لُج پہنچ گئی اور اس کا دل کا لُج میں بالکل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ پار پار موہاٹل پر سے ٹائم دیکھ رہی تھی۔ آج کا لُج کے یہ چھ گھنٹے انم کو چھ سال کے محسوس ہو رہے تھے۔ آخر خدا خدا کر کے کا لُج سے فارغ ہو گئی۔ اب تو انم کو اپنی دوست مانٹہ بھی نہیں یاد جس کے ساتھ ہر وقت وہ رہتی تھی۔ اکیلے ہی گھر کی رہ لی تاکہ تھکین جلدی گھر نہ چلا جائے۔

آج انم نے نقاب نہیں کیا تھا تاکہ تھکین اس کو دیکھ سکے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ میں ایسی تو نہ تھی کہ گلی میں بغیر نقاب کے چل سکتی لیکن مجبوری ہے کیا کروں اور ساتھ ہی ساتھ اسے یہ ڈر بھی تھا کہ کوئی مجھے دیکھ نہ لے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا وہ پیار کے فکریں میں پوری طرح پھنس چکی تھی۔ انہی خیالوں میں گم تھی کہ اسے اس کا چاند تھکین نظر آ گیا جو کہ اس کیلئے اب آسکین اور پانی سے زیادہ ضروری تھا۔ وہ اسے دیکھ کر نہ ہوش ہی ہو گئی۔ اسے ایسا لگا جیسے اس کے قدم زمین پر ہوں ہی نہیں بلکہ خلا میں کھڑی ہو۔ سخت گرمیوں کا موسم اپنا اثر سختی سے دکھا رہا تھا۔

تھکین نے جب انم کی طرف دیکھا تو اس کی بھی آنکھیں مٹکی کی مٹکی رہ گئیں۔ تھکین ایک باحیا اور شریف لڑکا تھا اور انم بھی باحیا لڑکی تھی۔ ان دونوں کے والدین کو ان پر نظر تھا اور وہ کہتے کہ اللہ سب کو ہماری اولاد جیسی اولاد دے۔ لیکن آج تھکین کی آنکھیں انم کے چہرے کے بغیر اور کوئی چیز دیکھنے کے حق میں تیار نہیں تھیں اور اس کی آنکھوں کے راستے اس کے دل میں انم اپنا گھر کرتی تھی، کرتی تھی بالکل ایسے جیسے کمپیوٹر سے کوئی ڈیٹا میوری کارڈ یا USB میں اپنا گھر کرتا ہے۔ جو انم کے ساتھ ہوا تھکین کو دیکھنے کے بعد وہی آج تھکین کے ساتھ بھی ہوا فرق صرف اتنا تھا کہ تھکین کی کتابیں ہی نہیں

گرمی تھیں جو بیک میں۔ انہ نے السلام علیکم کہہ کر بات شروع کی۔ تھلین نے خوشی خوشی وطمین السلام سے جواب دیا۔
تھلین بے ساختہ بول پڑا۔

آپ کا نام کیا ہے؟؟؟

انہ ہکلا کر رہ گئی کیونکہ وہ تو خیالات کی جنت والی دیا۔ تھلین سے مخاطب تھی۔ بولی

ان۔۔۔ ان۔۔۔ ان۔۔۔ انہ۔ خود کو سنبھالا اور خود ہی بتانے لگی کہ آپ کے گھر کے سامنے ہی میرا گھر ہے اور میں 4th Year (چودھویں کلاس) میں پڑھتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی انہ نے تھلین سے کالی سارے سوالات پوچھ ڈالے۔

آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کو پہلے بھی نہیں دیکھا۔ کہاں سے آئے ہو؟ کس کلاس میں پڑھتے ہو؟

تھلین نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ میرا نام تھلین ہے، ہم چند روز پہلے ہی یہاں شفٹ ہوئے ہیں اور میں گیارہویں کلاس میں پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ دونوں۔ کھورمیان۔

اپنے معمول کے مطابق بلکہ کے معمول کے مطابق عشق کافی لوگوں کی زندگی تباہ کرنے کیلئے انہ اور تھلین کے دل میں بھی پناہ لے چکا تھا۔ اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ عشق کوئی معمولی خطرہ نہیں۔ تارا گواہ ہے کہ عشق کے جرائم جس کو بھی لگے ہوا اپنا نہیں رہا اور بدنامی، ذلت اور رسوائی اس کا مقدر بنتی۔

گلی میں کوئی نہ تھا کیونکہ موسم گرما نے لوگوں کو گھروں سے باہر آنے کی اجازت نہیں دے رکھی تھی اور شاید اس وقت بجلی صاحبہ پنکھوں کو گھمانے اور بندوں پر مہربان ہونے کیلئے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ دونوں کے گھر بھی قریب آگئے تھے۔ انہ

اپنے گھر میں داخل ہوئی اور تھلین نے جب انہ کو اس کے گھر داخل ہوتے دیکھا تو کانپ کر رہ گیا۔ کیونکہ تھلین نے سن رکھا تھا کہ اکثر امیر لوگ دھوکہ دینے میں اور غریبوں سے دور رہنے کی کوشش۔۔۔ کوشش کیا دور ہی رہتے ہیں۔ یہ جو بات بتائی ہے، کچھ لوگوں کو بالکل اچھی نہیں لگی ہوگی اور جن کی طرف میرا اشارہ ہے وہ بخوبی جانتے ہیں۔ خیر ہے حقیقت۔ اس کی گواہی بہت زیادہ لوگ میرے ساتھ مل کر دیتے ہیں۔ تھلین کے دل میں عجیب عجیب خیالات جمولے لے رہے تھے۔ اسے اپنی آنکھوں پر بہت زیادہ غصہ آ رہا تھا جو کہ کافی بھیک چکی تھیں اس نے دل کو سمجھا لیا کہ ٹھیک اگر انہ نے تجھ میں گھر بنا ہی لیا ہے تو میرا کوئی اعتراض نہیں لیکن مجھے میرے مقصد سے قائل نہ کرنا۔ دل نے بھی کہہ دیا۔

او۔ کے۔ مجھے منظور ہے۔

تھلین کو تھوڑا تھوڑا یقین تھا کہ انہ بھی اس سے پیار کرنے لگی ہے لیکن اس نے یہ پکا فیصلہ کر لیا کہ اس سے اکتھار نہیں کرے گا اور اس راہ میں آگے نہیں جائے گا۔ اس نے سوچ لیا کہ اگر انہ نے اکتھار کیا تو بھی کوئی جواب نہیں دے گا گو کہ میں خود اس سے بہت پیار کرنے لگا ہوں۔

ادھر انہ کا حال دیکھئے۔ وہ اتنی زیادہ خوش ہو رہی تھی کہ خوشی سے پھولے لہنے جا رہی تھی۔ اس کا دل خوشی سے فل چارج تھا۔ جیسے کسی سوہاگل تین گھنٹے میں فل چارج ہوتا ہے۔ وہ خوش اس لیے گئی کیونکہ اس کی تھلین سے بات جو ہوئی تھی۔ تھلین کی صورت نے پہلے ہی اس پر بہت زیادہ جادو کر رکھا تھا۔ رہتی کسر تھلین کی باتیں کرنے کے انداز نے پوری کر دی۔ اب اس کے دل و دماغ میں صرف اور صرف تھلین ہی تھلین تھا۔ اس نے اپنے موہاگل پر گانا پلے کیا اور ساتھ ساتھ گنگنائے لگی۔

اپنا ماننا ہے، تجھے سینے سے لگانا ہے۔

آکے تیری بانہوں میں مجھے مر جانا ہے۔

آج انم نے سوچ لیا تھا کہ فطین کو مٹا لکھے گی اور اسے اپنے ہارے میں سب کچھ بتا دے گی کہ غور کرو فطین۔ کوئی ہے جو تمہیں مجھ سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔ اسے جلد اپنا ماننا فطین۔۔۔

شام سے ٹھوڑا پہلے وہ کسی کام سے چھت برگئی۔ چھت پر اس نے فطین کو دیکھا تو ہارے خوشی کے اس کے منہ سے ادنیٰ آواز سے نکلا۔

ای می۔

اس کی ای فوراً چھت پر آئی اور آتے ہی پوچھا خبر تو؟ کیا بات ہے؟

انم نے بھانہ بتا دیا کہ پاؤں پھسل گیا تھا۔ اس کی ای می پھل گئی۔ ای کو کیا پتہ تھا کہ بی بی کا پاؤں پھسلا ہے یا دل دو باغ پھلے ہیں۔ انم کو یوں محسوس ہوا کہ وہ جگہ جگہ کی جنت میں آگئی ہو کیونکہ یہاں سے اسے اس کا چاند فطین نظر آ رہا تھا۔

دوستو! یہ وہی چھت تھا جس پر انم آنے سے چوتھی تھی اور آج اسے خود ہی جنت کا درجہ دے رہی تھی۔۔۔ ہے تاکمال کی بات ۱۹۲۱ء۔ سی AC والا آرائشی کمرہ اور چھت۔۔۔!! یہی انم کو تو اپنا کمرہ ہی اٹھا لگنا تھا۔ چھت پر تو اسے گرمی ہی محسوس ہوتی تھی لیکن اس کی یہ ٹینشن بھی ختم ہوئی آج۔ اس نے فطین کی طرف دیکھا تو فطین اپنے پیارے ہاتھوں سے چار پائیوں پر بستر سہارا ہاتھا۔

یہ منظر دیکھتے ہی اس کا رابطہ خیالی دنیا سے جڑ گیا۔ اس نے اپنے خیالوں میں دیکھا کہ وہ اپنے فطین کیلئے خود بستر سجا رہی ہے۔ پھر اس کے ماتھے پر ج! یہ تھا اسے اپنے دوپٹے سے صاف کر رہی تھی! پھر اسے چوم کر اپنے سینے سے لگا رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی خیال آیا کہ جب اس کو ای بستر

بچھانے کیلئے کہتی ہے تو اس کا جواب کیا ہوتا۔۔۔ اسی لیے اس کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ خیالی دنیا سے رابطہ اس وقت ختم ہوا جب فطین کے ابو چھت پر آئے اور فطین سے اس کی تعلیم کے ہارے میں ہاتھیں کرنے لگے۔ فطین کچھ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اسی لیے اس کے ابو نے پوچھا۔

کیا بات ہے۔ آج تم پریشان نظر آ رہے ہو۔ انم اپنے چھت پر ان کی ہاتھیں بڑی غور سے سن رہی تھی۔ جیسے اسے ایسا کرنے سے بہت ثواب مل رہا ہو۔ فطین نے اپنے ابو سے کہا

ہمارے ملک کے دوکانداروں نے ملک و قوم کو کچھ بہت لوٹا ہے اور لوٹ رہے ہیں۔ آج میری آنکھوں سے آنسو نکلے یہ سوچ کر کہ یہاں کوئی خریدوں کا احساس نہیں کرتا۔ سب دوکاندار ہر چیز سے چار، پانچ گنا زیادہ نفع لیتے ہیں۔ ناجائز منافع لیتے ہیں۔ کوئی بھی دوکاندار جائز نفع رکھ کر چیزیں فروخت کرنے کو تیار نہیں۔ میں نے کیمسٹری کی میلب بک لینی تھی جو کہ 200 کی تھی اور وہ 270 بتا رہا تھا۔

میرے پاس صرف 210 روپے تھے۔ اسے کہا کہ ہائی کل سٹج دے دوں گا، میرا سٹج ٹیسٹ ہے لیکن اس نے کہا۔

سوری بیٹا۔ دوکان کا نام سٹی بی سنٹر۔ یہ سب بتاتے ہوئے فطین اور اس کے ابو کی آنکھیں نم تھیں۔ اور ادھر انم کو یہ سب سن کر بہت دکھ ہوا۔ وہ یہ سن کر اپنے آنسوؤں کو کنٹرول نہ کر سکی اور خوب روئی۔ آنسو صاف کرتے ہوئے انم فوراً چھت سے اتری اور اپنے بھائی کو کہا۔

بھیا چلو ہا زار جانا ہے ایک کتاب لانی ہے۔ انم کے بھائی نے فوراً گاڑی نکالی اور بازار پہنچ گئے۔ وہاں انم نے فطین کی مطلوبہ کتاب خریدی اور وہ واپس آ گئے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ کتاب

انداز میں دینا۔ میں بہت حساس ہوں نہیں ایسا نہ ہو۔
 فقط آپ کی اہم۔ اللہ حافظ
 ایسا لگا مجھے پہلی دفعہ تھا میں ہو گئی پارا
 ہوں پریشان سی میں اب یہ کہنے کیلئے
 تو ضروری سا ہے مجھ کو زندہ رہنے کیلئے
 تو ضروری سا ہے مجھ کو زندہ رہنے کیلئے

خط لکھ کر اہم نے اپنے پاس رکھ لیا اور رات کا
 انتظار کرنے لگی۔ رات تو بھی ہی اصل میں سب کے
 سونے کا انتظار کر رہی تھی۔ اہم کی ایک بہت اچھی
 خوبی جو کہ مجھے پسند تھی وہ یہ کہ اہم نماز کی پابند تھی۔
 اس نے عشاء کی نماز ادا کی اور دعا مانگی۔ آخر وہ ناہم
 بھی آ گیا جب سب سو گئے۔ اہم حیکے سے چمت پر
 پہنچ گئی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ عقلمیں اپنے ہاتھ
 میں موبائل پکڑے اس کی لائٹ کی مدد سے ابھی
 تک پڑھ رہا تھا۔ (بالکل اسی طرح جیسے میں موبائل
 پکڑے اس کی لائٹ کی مدد سے یہ کہانی لکھ رہا ہوں
 ۔) اس کے دل سے عقلمیں کیلئے دعائیں نکلنے لگیں کہ
 اللہ اس کو کامیاب کرے۔ اہم نے خط اس کے
 چمت پر پھینک دیا اور خود چمپ کر دیکھنے لگی کہ عقلمیں
 کیا کرتا ہے۔ عقلمیں ایک دم سے چوٹکا کہ یہ کس نے
 پھینکا اور اس نے اٹھا کر خط پڑھنا شروع کیا۔ جب
 اس نے خط کی تحریر پڑھی تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں
 اور وہ ہلکا سا سسکا دیا لیکن اس کے ساتھ اس نے خط
 کو بھاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر اہم کو بہت جیب سالگا۔ کیونکہ
 پہلے عقلمیں رو یا پھر مسکرایا اور پھر خط پھاڑ دیا۔ اہم
 پریشانی اور ادا اس حالت میں بچھے آئی۔ بستر اس کو
 کانٹوں کا سا سماں محسوس کر رہا تھا۔ وہ بہت مایوس
 ہو گئی اور سوچنے لگی کہ یہ نہیں کیوں عقلمیں نے ایسا
 کیا۔ میں صبح خود اس سے بات کروں گی۔ انہی
 خیالوں میں سو گئی۔ صبح کی نماز ادا کر کے اہم کالج
 کیلئے تیار ہونا شروع ہو گئی۔ کالج کا ناٹم ہو گیا تھا
 لیکن اس کا بھائی ابھی تک سویا ہوا تھا۔ وہ خوش تھی

عقلمیں کو کیسے دے۔ اس کے ذہن میں خیال آیا کہ
 وہ چمت سے کتاب اس کے چمت پر پھینک دے
 گی۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ عقلمیں لوگ بچے تھے اور
 اہم نے آٹھ بچا کر کتاب عقلمیں کے چمت پر پھینک
 دی اور خود چمپ مٹی کہ دیکھے کہ جب عقلمیں کتاب
 دیکھے گا تو اس کا نگہاری ایکشن ہوگا۔ جب عقلمیں اور
 اسکے والدین کھانا وغیرہ کھا کر چمت پر پہنچے تو عقلمیں
 کی آنکھ کتاب پر پڑی۔ اس نے اٹھا کر دیکھا تو یہ
 اس کی مطلوبہ یکمشری کی ہیٹاپ بک تھی۔ عقلمیں نے
 کتاب کو چوما اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس نے کافی
 ادھر ادھر دیکھا کہ کس نے کتاب پھینکی ہے لیکن اسے
 کوئی نظر نہیں آیا۔ عقلمیں روشنی کے قریب بیٹھ کر
 پڑھنے میں مصروف ہو گیا اور اس کے والدین
 سونے کی کوشش کرنے لگے جو کہ تھوڑی دیر بعد
 کامیاب ثابت ہوئی۔ اہم خوشی خوشی مچے چلی گئی۔
 آج اس نے عقلمیں کو خط بھی لکھا تھا۔
 لھانا وغیرہ کھایا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔
 دروازہ بند کیا اور کاغذ، قلم لے کر بیٹھ گئی۔ خط لکھنے
 سے پہلے اس نے ایک جگ پانی کا پاس رکھ لیا۔ خط
 کی تحریر پکڑے یوں تھی۔

دیکھئے کس قدر ہم کو تم سے پیار ہے۔

ہر طرف آپ کی تصویر ہے۔

انجانے یہ جاہت کا اظہار ہے

ہم نے سمجھا تمہیں اپنی تقدیر ہے۔

السلام علیکم اھلکین جی! میں اہم ہوں۔ بتانا

جاہلی ہوں کہ بہت مشکل میں ہوں۔ جب سے
 آپ نوو دیکھا ہے۔ آپ کی ہو گئی ہوں۔ صرف آپ
 کی۔ میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ اب
 آپ میرے لیے آسکھن اور پانی سے زیادہ ضروری
 ہو۔ میری زندگی میں سب کچھ ہے لیکن پیار کی کمی
 ہے۔ اس کی کو یقیناً صرف آپ ہی پورا کر سکتے ہیں
 اور کوئی نہیں۔ پلیز عقلمیں میرے پیار کا جواب دیجئے

بھی انم کے بغیر شاید نہیں رہ سکتا تھا۔ اور انم تو پہلے ہی اس سے بہت پیار کرتی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ نکلین امیروں سے ڈرا ڈرتا تھا کہ یہ کچھ دنوں بعد ہی اپنا رخ موڑ لیتے ہیں۔ انم نے خط پھینکا اور خود نکلین کا ری ایکشن دیکھنے لگی۔ نکلین نے خط اٹھایا اور کھول کر پڑھنے لگا، اس نے وہی کام کیا جو پہلے کیا تھا۔ انم پریشان تو پہلے ہی تھی۔ ایک سرواہ اس کے منہ سے نکلی اور نیچے آگئی۔ نکلین نے انم کے دونوں خط پھاڑے نہیں تھے بلکہ وہ کوئی اور کاغذ تھے جن کو پھاڑا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انم اس کو دیکھ رہی ہے۔ اسی لیے اس کو یہ دکھانے کیلئے کہ وہ اس سے پیار نہیں کرتا۔ وہ کوئی کاغذ پھاڑ دیتا اور اصلی خط کتاب میں رکھ لیتا۔

تھوڑی دیر گزرنے کے بعد نکلین نے انم کے خط نکالے اور پاگلوں طرح ان کو چومنے لگا۔ نکلین کو انم پر احماد نہ تھا جس کی وجہ انم کی امیری تھی۔ ادھر انم نے رورو کے اپنا حال بے حال کر رکھا تھا۔ اور اس کی یاد میں گانا سننے لگی۔

میری خاطر بنا ہے تو

مجھ کو جو حاصل دعا ہے تو

تو راستہ تو وہ گزر

میرے عشق کا ہے پتہ

تو جتو تو آرزو

دل دے رہا ہے صدا

آبھی جا میرے حرمیں

آبھی جا نہ رہ جدا

آخر صبح ہوئی تھی اور دونوں نے نماز ادا کی اور دعائیں مانگیں۔ انم کا بھائی اسے کالج چھوڑ آیا۔ آج پھر کالج میں چھ گھنٹے گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ عائشہ (انم کی دوست) نے انم سے ناراضگی والے لہجے میں کہا۔

آج کل کہاں تم سم رہتی ہو کوئی بات وات نہیں

کہ آن وہ پیدل جائے گی اور نکلین سے بات کرنے کا بہترین موقع ملے گا۔ وہ اپنی امی کو اللہ حافظ کہہ کر نکلنے والی تھی کسی نے کہا۔

لہاں جا رہی ہو۔

انم نے جواب دیا وہ وہ امی یو پی فارم مین کر اس وقت کالج ہی جاؤں گی نا۔

امی نے کہا بیٹا آج تو اتوار ہے۔

انم کو بھی یاد آیا کہ آج تو اتوار ہے۔ اسے خود پر

اور اتوار پر بہت غصہ آیا۔ وہ اپنی امی سے نظریں

جراے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ آج کا یہ دن کیسے

گزرے گا وہ یہ سوچ سوچ کر یا گل ہو رہی تھی۔ اس

کے اہم گھر کا کوئی کام نہیں تھا۔ بس کام نوکر کرتے

تھے اور انم کیلئے ستر، اسی ہزار بھی معمولی سی رقم تھی۔

بتانے کا مقصد یہ بتانا کہ وہ بہت امیر تھے۔ اس نے

فون پر گانا پلے کیا اور ساتھ گنگنائے لگی۔

ایسی حالت کسی کی نہ ہو عشق میں جو میرا حال ہے۔

نکلین کو دیکھنے سے پہلے انم نئے نئے ہنسی سگے کے

گانے سنا کرتی تھی مثلاً میرے دفتر کی گرل وغیرہ۔

لیکن انہی پرانے گانے سننا اس کی بھجوری بنا تھی۔

ایسا میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔

وقت گزرنے کو تو سالوں گزر جاتے ہیں، یہ تو

آیا۔ ان تھا۔ ماننا ہوں کہ ایک دن بھی انتظار کا

بہت مشکل ہوتا ہے۔ خیر اللہ اللہ کر کے رات ہوئی

اور انم نے خط تحریر کیا جس میں وہی لکھا جو پہلے خط

میں لکھ چکی تھی۔ سب سو رہے تھے، انم چھت پر پہنچ

گئی اور نکلین کے چھت کی طرف دیکھا تو آج کا

منظر کچھ اور ہی سماں پیش کر رہا تھا۔ نکلین کتاب

کھولے بیٹھا تھا اور بہت رورہا تھا۔ ادھر انم نے

جب یہ دیکھا تو وہ بغیر پانی والی پھلی کی طرح تڑپ

کر رہی۔ نکلین انم سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا اور

وہ آج اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا اس لیے روئے جا

رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ انم کیسی ہوگی۔ اب نکلین

کر دیا۔ اور پریشانی کی وجہ پوچھی۔
 ام نے کہا پہلے میرے بھیا کو فون کر دو کہ آج
 مجھے لینے آئیں، پھر بتائی ہوں۔
 عائشہ نے اس کے بھائی کو کال کی اور کہا کہ
 آج آپ نہ آئے گا۔

ام کے بھائی نے کہا۔ ٹھیک ہے۔
 کالج سے چھٹی ہو گئی اور دونوں پیدل گھر کو ہو
 لیے اور راستے میں ام نے عائشہ کو سب کچھ بتا دیا۔
 عائشہ کے دل میں ایک چیز کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جو کہ
 بعد میں سچ ثابت ہوا۔۔۔۔۔

عائشہ کا گھر بھی اسی محلے میں تھا۔ عائشہ نے ام کو
 سہارا دیا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ ضرور جان
 جائے گا۔

عائشہ نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ میرے
 خیال سے وہ تمہاری امیری کی وجہ سے نہیں مان
 رہا۔ یہ بات ام نے بھی تسلیم کی۔ عائشہ بھی ام کی
 طرح بہت خوبصورت اور سمجھدار تھی۔ یہ دونوں
 باتیں کرتی آ رہی تھیں کہ عقلیں ام کو نظر آ گیا۔ ام
 خوشی سے

عائشہ وہ رہا عقلیں۔ جب عائشہ نے عقلیں کو دیکھا تو
 اس کے قدم لڑکھڑا کر رہ گئے۔ اس کی آنکھوں کے
 سامنے اندھیرا چھا گیا کیونکہ یہ عقلیں اس کا کزن تھا
 اور عائشہ عقلیں سے دل ہی دل میں پیار کرتی تھی اور
 ان کی بہت جلد مگنی ہونے والی تھی۔ عائشہ کے
 چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

ام نے عائشہ سے پوچھا کیا بات ہے؟
 پریشان کیوں ہو؟

اس کے جواب میں ام کو عائشہ کی بھیا تک
 ہنس کا سامنا کرنا پڑا۔ عائشہ نے عقلیں سے بات
 شروع کرتے ہوئے کہا،

کیا حال ہے؟
 عقلیں نے کہا، ٹھیک اللہ کا شکر۔ آپ سنا میں؟

کرتی ہو۔ سب ٹھیک تو ہے نا۔ میں نے تمہیں اپنی
 زندگی کے بارے میں بہت کچھ بتانا ہے۔

یہ سننا ہی تھا کہ ام نے رونا شروع کر دیا۔
 کمرے میں اور بھی لڑکیاں موجود تھیں۔ ام اپنا منہ
 عائشہ کی گود میں رکھے روئے جا رہی تھی اور عائشہ
 بے چاری کبھی اسے جب کروائی اور کبھی رونے کی
 وجہ پوچھتی۔ لیکن ام مسلسل روئے جا رہی تھی۔ ام کی
 دوسری دوست بھی اس کے پاس آ گئیں۔ اور ام
 سے رونے کی وجہ پوچھنے لگیں لیکن ام کچھ نہیں بول
 رہی تھی۔ عائشہ کے بھی آنسو کل آئے اور اس کی
 چند دوسری سہیلیاں بھی رونے لگیں۔ عائشہ کے
 آنسو ام کے رخسار پر گرے تو ام فوراً اٹھی اور روتے
 ہوئے عائشہ کو گلے سے لگا کر کہنے لگی۔

جب کہو عائشہ کیوں روتی ہو۔ اللہ تمہیں اور
 ان سب کو ہمیشہ خوش اور ہنستا ہوا رکھے۔ اور خود
 روتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔ کمرے سے
 وہ کالج کے لان میں چلی گئی اور وہاں اکیلی بیٹھ گئی۔
 عائشہ اس کو ڈھونڈتے ہوئے لان میں پہنچی۔ ام
 نے عائشہ سے کہا۔

مجھے Shreya Goshal کا وہ گانا سناؤ۔ تو
 عائشہ نے آہستہ آواز سے گانا شروع کر دیا۔

مجھ کو ارادے دے
 تمہیں دے وعدے دے

میری دعاؤں کے اشاروں کو سہارے
 دے

دل کو ٹھکانے دے نئے بھانے دے
 خوابوں کی بارشوں کو موسم کے پیمانے

دے
 اپنے کرم کی کر ادائیں کر دے

ادھر بھی تو لگا ہیں
 سن رہا ہے نا تو رو رہی ہوں میں

اس کے بعد عائشہ نے ام کو مشکل سے چپ

عائشہ نے کہا کہ ہم بھی ٹھیک ہیں اور آپ آج کل زیادہ ہی مصروف رہتے ہیں کبھی گھر چکر نہیں لگایا۔
انم حیرانگی سے ان کی باتیں سننے جا رہی تھی۔
عائشہ نے کانپتے ہونٹوں سے انم سے کہا۔
فصلیں میرا کزن ہے اور یہ پڑھائی کی وجہ سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں۔

انم بہت خوش ہوئی کہ اب فصلیں مان جائے گا کیونکہ انم کو عائشہ پر خود سے زیادہ اعتماد تھا۔ انم خود فصلیں سے مخاطب ہوئی اور ایک گانے کا شعر فصلیں کو سنایا۔ شعر کچھ اس طرح سے تھا۔

کیوں کسی کو دعا کے بدلے دعا نہیں ملتی
کیوں کسی کو دعا کے بدلے دعا نہیں ملتی
کیوں کس کو خوشی کے بدلے خوشی نہیں ملتی

یہ پیار میں کیوں ہوتا ہے۔۔۔۔۔
انم نے فصلیں کو بہت کر کے کہہ ہی دیا کہ فصلیں میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ اب آپ کی صورت میرے لیے خوراک کا کام کرتی ہے۔ جب آپ مجھے نظر نہیں آتے تو میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے جیسے ایک کار پٹرول کے بغیر اور ایک کمپیوٹر آپریٹنگ سسٹم کے بغیر بے کار ہے بالکل اسی طرح میں آپ کے بغیر بے کار ہوں۔ پلیز فصلیں جی مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔

یہ کہہ کر انم نے پھر سے رونا شروع کر دیا اور عائشہ کی حالت تو اللہ ہی جانتا تھا۔ عائشہ ایسے منہ دھیان چل رہی تھی جیسے کسی کھلونے کو چابی لگا کر چھوڑ دیا جائے تو وہ چلتا ہے۔ فصلیں نے دل ہی دل میں انم سے یہی باتیں کہہ دیں جو انم نے اس سے کہی تھیں اور بدل کے کہا۔

بہت اچھے ڈائلاگ کہے آپ نے، اور ایکٹنگ (Acting) بھی اچھی رہی۔ فصلیں یہ سمجھتا تھا کہ انم میرے ساتھ اب کچھ زیادہ ہی مذاق کرنے لگی ہے۔ اس نے سوچا کہ دیکھتا ہوں یہ کب تک انم

میرے پیچھے رہتی ہے۔ اگر اس کا پیار سچا ثابت ہوا تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی اور میں اسے سب کچھ بتا دوں گا کہ میں بھی تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ اسی سوچ میں ہی تھا کہ انم اور فصلیں کے گھر قریب آگئے۔ انم اپنی نم آنکھوں سے عائشہ کا بازو پکڑے اپنے گھر داخل ہو گئی۔ دونوں انم کے کمرے میں چلی گئیں۔ انم نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عائشہ سے کہا۔

خدا کیلئے عائشہ فصلیں کو بتاؤ کہ میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں۔ اس کو مجھ پر اعتماد نہیں کیونکہ میں امیر ہوں نا۔ اسے کہو کہ اس میں میری کیا غلطی ہے؟ عائشہ مجھے فصلیں چاہے بس اور ساتھ ہی وہ اس سے لپٹ کر خوب روئی۔

عائشہ خود کافی الجھن کا شکار تھی، اس نے انم کو پیار سے سمجھایا کہ میں وعدہ کرتی ہوں کہ فصلیں تمہارا ہی ہوگا۔ صرف تمہارا اور ساتھ ہی عائشہ کا ضبط نوٹ گیا اور وہ بھی انم کی طرح رونے لگی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو چپ کر دیا اور دونوں نے بیزار۔ منگوا کر کھلایا اور ساتھ میں سپرائٹ۔ دونوں کا موڈ فریش ہو گیا۔ انم نے عائشہ کو چھیڑتے ہوئے پوچھا۔

تمہارا کزن اتنا خوبصورت ہے کہیں تم بھی اس سے پیار تو نہیں کرتی ناں؟

انم کو ایک بار پھر عائشہ کی بھیا تک سی ہنسی کا مجبوراً سامنا کرنا پڑا۔ انم نے عائشہ سے کہا کہ اگر تمہیں ہنسی نہیں آتی تو کم از کم مجھے ڈرایا تو نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی دونوں کھل کھلا کر ہنسیں۔

عائشہ نے کہا کہ اب میں گھر جاتی ہوں۔ اس نے کہا اور گھر کی راہ لی۔ راستے میں جاتے ہوئے اس کے دل میں گانا گونج رہا تھا۔

کسی سے تم پیار کرو تو پھر اکتھار کرو

میں اسی سوگ میں لپٹی جوانی چھوڑ جاؤ گی
 مٹاؤ گے کہاں تک تم میری یادیں، میری باتیں
 میں ہر سوز پر اپنی نشانی چھوڑ جاؤ گی
 میرے یہ لفظ مر کے بھی مجھے مرنے نہیں دیتے
 میں چپ ہو کے بھی لہجے کی روانی چھوڑ جاؤ گی
 انم کی جب آنکھ کھلی تو وہ کافی پریشان ہو گئی۔ اس
 نے فوراً عائشہ کو کال کی اور پوچھا۔

تمہیں کیا پریشانی ہے۔ کیوں اداس ہو؟
 کیوں رورہی ہو؟
 عائشہ نے انم سے پوچھا؟ تم سے کس نے کہا
 کہ میں اداس ہوں؟ میں تو خوش ہوں؟
 انم نے ڈانٹتے ہوئے کہا جھوٹ مت بولو اور
 سچ بتاؤ۔ عائشہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا
 بس یار امی نے ڈانٹا ہے اور ابو کی طبیعت بھی
 کافی خراب ہے۔ اس لیے پریشان ہوں۔
 انم نے کہا یار پریشان مت ہو کر دو۔ نہیں تو میں
 جھمن سے نہیں رہ سکتی۔

عائشہ مسکرائی اور کہا ٹھیک ہے میری جان۔ اب
 خوش؟
 انم نے کہا ٹھیک یار، فون رکھتی ہوں۔ ابھی عقلین
 کیلئے خط بھی لکھتا ہے۔

عائشہ نے دل پر ہاتھ رکھ کر خود سے پکا وعدہ کیا
 کہ وہ عقلین اور انم کے درمیان حائل نہیں ہوگی۔
 بلکہ ان کو ملانے میں مل مدد بھی کرے گی۔ ادھر عقلین
 انم کے خط کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہا
 تھا۔ اس نے اپنے ابو کے موبائل سے عائشہ کو کال
 کی اور حال احوال کے بعد مقصد کی بات پر آیا۔ اس
 نے پوچھا۔۔۔

دوست انم کی لڑکی ہے؟
 عائشہ نے پوچھا۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہو؟
 عقلین نے سب کچھ عائشہ کو بتا دیا کہ وہ کس قدر
 انم سے پیار کرتا ہے۔ عائشہ بہت حیران ہوئی۔ اس

نے پوچھا۔
 اگر آپ انم سے احتیاج کرتے ہو تو اس کے
 خط کیوں پھاڑے تھے؟
 عقلین نے کہا۔ نہیں پھاڑے تھے وہ تو انم کے
 سامنے ایک ڈرامہ تھا۔ اسے آزما رہا تھا۔ لیکن اب
 مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اس سے دور رہنا۔
 عائشہ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ سچ بتانا انم کی کسی
 لڑکی ہے۔ کہیں مجھے دھوکہ تو نہیں دے گی۔ میری
 زندگی تو تباہ نہیں کرے گی۔

عائشہ نے کہا۔ بس کرو اب میری بات بھی سن
 لو۔ انم بہت اچھی اور وفادار لڑکی ہے۔ یہ آپ کا
 بہت خیال رکھے گا۔ مجھے خود سے بھی زیادہ اس پر
 اعتماد ہے۔

ادھر عائشہ انم کی تعریفیں کیے جا رہی تھی، ادھر
 عقلین کے دل میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ بھوک
 والے نہیں خوشی والے چوہے تھے۔ اب دیکھیں نا
 چوہے بھی ہر قسم کے موجود ہیں تو کیا خوشی والے نہیں
 ہو سکتے۔ عقلین نے فوراً عائشہ کو اللہ حافظہ کہا اور خود
 انم کو دیکھنے میں کس قدر رنج ہو گیا کہ موبائل بھی اس
 کے کان کے ساتھ ہی تھا جبکہ کال ختم ہو چکی تھی۔

جی ہاں۔ انم اپنے چھت پر بلیک ڈریس میں
 کھڑی تھی۔ عقلین کے دل میں جو بجا بجا سا کرنٹ
 تھا اس کوئی زندگی ملی صرف انم کو دیکھنے سے۔ آج تو
 انم کو بھی یقین ہو گیا کہ عقلین بھی اس سے پیار کرنے
 لگا ہے۔ لیکن وہ کیا جانتی تھی کہ آج کی آدمی رات وہ
 خود بھی روئے گی اور عائشہ کو بھی رلائے گی۔

فرینڈز۔ عائشہ کا اس کہانی میں بہت اہم
 کردار ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا ذکر مجھے کہانی
 کے آغاز میں انم کے ساتھ کرنا چاہیے تھا لیکن کہانی
 میں ٹویسٹ (Twist) لانے کیلئے ایسا کرنا پڑا۔
 کہانی تو مکمل ہی لکھوں گا۔ اس کا پل پل آپ کے
 سامنے ملے گی کتاب کی طرح ہوگا۔ انشاء اللہ۔

انہ نے تحریر شدہ خطِ قلبین کی طرف پھینکا۔ قلبین نے خط اس انداز میں اٹھایا جیسے اسے ایسا کرتے ہوئے تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو۔ یہ بات انہ کو حیران کرنے پر مجبور کر گئی۔ اس نے خط کھول کر بڑھنٹا شروع کیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

تم آؤ بھی دستک تو دو میرے دردِ دل پر پیارا امید سے کم ہوا تو مزائے موت دے دینا۔ قلبین تھی۔ تاؤ! کیوں ستار ہے ہو مجھے، میری قلبی ہی کیا ہے؟ میں آپ سے پیار کرتی ہوں جب سے آپ کو دیکھا ہے صرف آپ ہی کے خواب دیکھنے لگی ہوں اور سب سے اہم بات یہ کہ میں شادی بھی آپ سے ہی کروں گی۔ ورنہ تو۔۔۔ اور اس سے بھی اہم یہ ہے کہ میں بہت حساس ہوں۔ آج تک مجھے کچھ مانگنے کی بھی ضرورت نہیں پڑی جس کی خواہش کی وہ پہلے ہی مل گیا۔ آپ پہلے ہو جس کو اتنے دنوں سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

اس خط کا جواب مجھے ابھی چاہے۔ ایک غزل کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔
 کرندنیامِ غم کے حوالے مجھ کو
 میں تبسم ہوں، تو ہونٹوں پہ ہالے مجھ کو
 تو طے ہے تو یہی خوف لگا رہتا ہے
 میرا لٹا کسی الجھن میں نہ ڈالے تجھ کو
 اس یقین پر ہی اندھروں میں سفر جاری ہے
 مل ہی جائیں گے کسی روز اجالے مجھ کو
 تیری نظر ستارے ہی تو مجبور کیا جینے پر
 ان تیرا پیار نہیں مار نہ ڈالے مجھ کو
 آپ کی انہ۔

قلبین نے خط انہ سے چھپ کر پڑھ رہا تھا۔ یہ خط پڑھتے وقت قلبین کی آنکھیں خوشی سے نم ہو گئیں۔ اب قلبین نے سوچا کہ اس کے پیار کا جواب دینا چاہیے لیکن ساتھ ہی اسے یہ خیال آیا کہ کہیں انہ مجھ

سے غلط توقع نہ رکھتی ہو۔ یہ خیال آتے ہی وہ انہ کے سامنے ہوا اور کوئی کاغذ اس کے سامنے پھاڑ دیا اور اس کا خط اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ انہ نے جب یہ دیکھا تو پاگلوں کی طرح رونے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اور اس وقت وہ عائشہ کو بھی نہیں بتانا چاہتی تھی۔ کچھ دیر دیوار کے ساتھ کھڑی روتی رہی اور پھر اس سے رہا نہ گیا اور اس نے عائشہ کو کال لگا دی اور خود رونے جا رہی تھی۔ عائشہ اسے جب کروانے کی ناکامیاب کوششیں کیے جا رہی تھی۔ انہ نے اپنی ہمت کو تھوڑی طاقت دے کر کہا کہ مجھے وہ گانا سناؤ۔ عائشہ جانتی تھی کہ کس موقع پر انہ کو کون سا گانا سنانا ہے۔ عائشہ اپنی سریلی آواز میں شروع ہو گئی۔

ایسا لگا مجھے پہلی دفعہ ہتھ میں ہو گئی یارا۔
 ہوں پریشان سی میں اب یہ کہنے کیلئے۔۔۔
 تو ضروری سا ہے مجھ کو زندہ رہنے کیلئے۔۔۔۔۔
 یہ گل گانا سنا کے پھر عائشہ نے انہ کو مخاطب کیا لیکن انہ نے کہا۔

اور گانا سناؤ،
 عائشہ نے دوسرا گانا سنانے کے بعد غصے میں انہ سے کہا۔

چپ کرو اب نہ رونا۔ مجھے کہتی ہو کہ کبھی پریشان نہ ہوا کرو اور خود میرے سامنے روتی رہتی ہو۔ تمہارا ہر آنسو میرے دل پر گرتا ہے۔ اگر اب روئی تو میں بھی رو دوں گی۔ حالانکہ عائشہ بھی رو رہی تھی لیکن بہادر لڑکی ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ انہ نے کہا۔ ٹھیک لیکن اک بار پھر سے گانا سناؤ پلیز۔ عائشہ نے گانا شروع کیا۔

دردِ دلوں کے کم ہو جاتے، میں اور تم گرہم ہو جاتے۔
 کتنے حسین عالم ہو جاتے میں اور تم گرہم ہو جاتے۔
 یہ سنا کے عائشہ کی ایک سرد آہ نکلتی جس سے ہر

کوئی اندازہ کر سکتا تھا کہ عائشہ رورہی ہے۔ تو اس کی دوست اس کی جان انم کو کیسے نہ پتہ چلا۔ انم عائشہ کو کچھ بولنے ہی والی تھی کہ عائشہ نے انم کو کہا۔ خبردار اگر مجھے آج رونے سے روکا تو۔ پھر دونوں مل کے دل کی بے ترتیب دھڑکن کی طرح روئیں۔ کچھ دیر بعد انم یوں۔ آج تو فیصلہ ہو کر ہی رہے گا۔ میں دیکھتی ہوں وہ کیسے نہیں مانتا۔

انم خود نہیں جانتی تھی کہ وہ یہ سب کیسے اور کیوں بول رہی ہے۔ کال کے بند ہونے کے بعد عائشہ نے فطین کی بہت ساری باتیں کہیں کہا۔ انم کو نہ بڑا یاد۔ فطین کی طرف سے مگر بہن سکتا پا کر عائشہ نے انم کو متوجہ کیا کہ اب اسے خط لکھو۔ انم فوراً بچے گئی اور کمرے میں بیٹھ کر خط لکھنے بیٹھ گئی۔ تحریر ملاحظہ ہو۔

السلام علیکم اذیر فطین، جواب دوہ میرے خطوط کا نہیں تو ہر طرح کے نقصان کے آپ ڈر دار ہوں گے۔ اللہ حافظ۔

رات کافی ہو چکی تھی۔ انم خط لیے نظریں بھا کر چھت پر بیٹھی اور یہ خط فطین کے چھت پر پھینک دیا۔ فطین نے جب خط پڑھا تو فوراً قلم ہاتھ میں تھمائے کاغذ اور انم پر مہربان ہونے لگا۔ کاغذ کی غذا سیاہی ہے اور فطین اس کو اس کی غذا مہیا کر رہا تھا تو اس لیے کاغذ پر مہربان ہو رہا تھا اور انم کو پاس بلا کر اس پر مہربانی کرنے والا تھا۔ مگر ہاں فطین نے خط پڑھا کہ۔ ولیم السلام۔ میں دروازہ کھولتا ہوں، ابھی میری طرف آؤ۔ یہ لکھ کر اس نے خط انم کی طرف پھینک دیا۔

انم اس کا خط پا کر محسوس کر رہی تھی جیسے ہزاروں دنیا کی عمل دولت اس کے ہاتھوں میں ہو اور جب اس نے خط پڑھا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ یہ اس دنیا کی ہی نہیں بلکہ کوئی پری ہے جو اس

وقت بلند فضاؤں میں پرواز کر رہی ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ اب گھر سے کیسے نکلے کیونکہ ان کا چوکیدار بھی تھا۔ انم نیچے آئی اور ہال سے باہر جھانک کر دیکھا تو چوکیدار صاحب اپنی مبارک کرسی پر نہایت معصومیت سے اس عارضی دنیا کو عارضی طور پر چھوڑ کر کھن اور بسیرا کیے ہوئے تھے۔ انم نے سوچا کہ اس کی تصویر بنانی ہوں۔ اگر جاگ بھی گیا تو مینشن نہیں۔ انم نے ایسا ہی کیا۔ اس کے موبائل کی جیولس سے بھی صاحب حقیقی دنیا میں واپس اپنا فرض نبھانے کیلئے نہ آئے۔ انم نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔ وہ فوراً فطین کے گھر میں داخل ہو گئی۔ فطین پہلے ہی اس کا انتظار کر رہا تھا۔ کافی دیر ان کے درمیان خاموشی نے اپنا ڈیرہ جمائے رکھا۔ پھر فطین نے انم کو کہا۔

کیا واقعی مجھ سے پیار کرتی ہو؟

انم نے اپنی خوشی سے پھٹکی آنکھوں سے ہاں کا اشارہ کیا۔ فطین نے انم کو فطلا کام کی دعوت دی۔ اس کام کی دعوت جس کو آج کے ماڈرن لوگ پیار میں جانتے سمجھتے ہیں۔ انم یہ سنتے ہی سرد آہ لیتے ہوئے واپس اپنے گھر کو پلٹنے لگی تو فطین نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور اس سے کہا۔

اب سے آپ کی تمام آزمائشیں ختم ہوئیں۔ اب میں تم پر آنکھ بند کر کے بھی اعتبار کر سکتا ہوں۔ سنو انم! میں تو اسی دن سے تم سے پیار کرنے لگا تھا جس دن سے تم کو دیکھا تھا۔ بس میں تم کو آزما رہا تھا کیونکہ تمہارے ساتھ پوری زندگی بتانے کا فیصلہ جو کرنا تھا۔ ہاں انم۔ میں تم سے ہی شادی کروں گا۔

یہ سب جب انم نے سنا تو فطین کے سینے سے لگ کر خوب روئی۔ روتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ چومتی تو بھی اس کے رخسار۔ فطین کو یقین ہو گیا تھا کہ واقعی انم اس سے کس قدر پیار کرتی۔ وہ فطین

سے پیار کرنے میں اس قدر محنتی کہ عقلمن اپنا توازن برقرار نہ رکھ پایا اور وہ کرنے ہی والا تھا کہ پیچھے دیوار تھی۔ سو دیوار کے ساتھ جا لگا اور انم کو اس کا کام کرنے دیا۔ عقلمن نے انم سے کہا۔

اب تو میں تمہارے پاس ہوں رو کیوں رہی ہو؟ انم نے جواب دیا کہ پہلے آپ کی جدائی میں پریشانی سے روٹی تھی، لیکن آج اتنی زیادہ خوشی ملی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ جیسے دل خوشی اور غمی ہر حال میں دھڑکتا رہتا ہے۔ کچھ لوگوں کی آنکھیں بھی دل کی طرح خوشی اور غمی میں برستی ہی رہتی ہیں۔ دونوں نے خوب قسمیں، وعدے کیے، خوب پیار کیا باتیں کی۔ عقلمن نے انم سے کہا۔

میں بھی تم سے اسی قدر پیار کرتا ہوں جس قدر تم کرتی ہو اور جب تک میری سانسوں میں سانسیں رہیں گی میرے پیار میں کمی نہ آئے گی اور مجھے یقین ہے کہ میرے مرنے کے بعد بھی تم مجھے چاہو گی۔ ہمیشہ چاہو گی۔

جب انم نے عقلمن کے منہ سے مرنے کی بات سنی تو اس نے اپنی سرخ خوبصورت آنکھوں سے عجیب نظروں سے عقلمن کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا۔

اللہ کرے آپ سے پہلے میں اس دنیا سے جاؤں اور پھر دیکھوں کہ آپ میرے بغیر کیا کرتے ہو۔ عقلمن کی گود میں سر رکھے انم اس کے چہرے کو ہی دیکھے جا رہی تھی اور عقلمن سے کہہ رہی تھی

یہ رات میری زندگی کی عظیم ترین رات ہے۔ عقلمن! آپ نے مجھے سب کچھ دے دیا۔ آج مجھے اپنی گود میں سر رکھ کر سو جانے دو۔ عقلمن نے کہا انم آج سے ہم دونوں کی راتیں ہی عظیم ہوں گی۔ کیونکہ میں بہت جلد تمہیں اپنا بیٹا بنوں گا۔

انم نے کہا کہ وہ کیسے۔ عقلمن نے کہا۔ میں اپنے ابو سے کہوں گا کہ ہم

کسی اور شہر میں شفٹ ہو جائیں اور وہاں کوئی اچھا سا گھر کرایے پر لے کر تمہارا رشتہ مانگنے یہاں آئیں۔ پھر تم بھی کہنا کہ مجھے یہ لڑکا پسند ہے۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میرے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں۔

عقلمن کے ابو میز میوں پر کھڑے سب سن رہے تھے۔ انم نے کہا۔

اگر آپ کے ابو نہ مانے تو؟ عقلمن نے کہا کہ میرے ابو ان والدین میں سے نہیں جو اولاد کی زندگی کی پرواہ کیے بغیر صرف اپنی زبان اور انا کی وجہ سے انہیں اندھیروں میں دھکیلتے ہیں اور بعد میں روتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیٹی / بیٹے کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ کاش ہم ان کی مرضی کے مطابق کوئی فیصلہ کرتے۔ وہ میرے ابو ہیں، میری کوئی بات نہیں ٹالیں گے۔ انم نے کہا۔

ایسا کب تک ہو جائے گا۔ عقلمن نے کہا۔ ابھی میں اپنے ابو سے بات کروں گا پھر تم کو بتاؤں گا۔

انم نے کہا۔ ٹھیک ہے اب مجھے تھوڑا سو لینے دو۔

دوستو! انم عقلمن کی گود میں سر رکھے سو گئی اور عقلمن انم کو دیکھ دیکھ کر اپنے دل کی بیٹری چارج کرنے لگا اور اس کے ابو بھئی آنکھوں سے واپس چھت پر چلے گئے۔ ان کو اپنی کہانی یاد آنے لگی تو انہوں نے بھی اپنی جان کی گود میں سر رکھ کر وہیں سو گئے۔ فجر کی اذانیں شروع ہو گئیں۔

عقلمن نے انم کو پیار سے جگایا اور کہا کہ جدا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

انم نے آہستگی سے کہا۔ کہ اب تو مرنے کے بعد ہی جدا ہوں گے۔

وہ اٹھی اور پھر پاگلوں کی طرح اس کے ساتھ

ہی ہوگی۔ انم نے کہا پھر ٹھیک ہے اور کہا۔
 میں نے تم کو خوش خبری سنائی ہے، پھر اس نے
 عائشہ کو رات والی ایک ایک بات سنائی۔ عائشہ
 نے انم کو مبارکباد دی اور انم کی کلاس کا نام ہو گیا تو
 وہ اپنا پیریڈ اینڈ کرنے چلی گئی۔ اور عائشہ اپنے ابو
 کی خدمت کرنے لگی اور وہ اسے دعائیں دینے
 لگے۔ عائشہ نے ابو سے کہا۔

اگر میری شادی قطمیں سے نہ ہوئی تو۔
 اس کے ابو نے اس کی بات کا نٹے ہوئے کہا۔
 بیٹا میں مر تو نہیں گیا۔ ایسا بھی نہیں ہو سکتا۔
 یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ قطمیں کے ابو اور
 عائشہ کے تایا گھر داخل ہوئے۔ عائشہ کے ابو نے
 اپنے بڑے بھائی کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔
 انہوں نے سوچا کہ اچھے نام پر آئے ہیں۔ آج ان
 سے عائشہ اور قطمیں کی شادی کی بات کروں گا۔
 حال احوال پوچھنے، بتانے کے بعد قطمیں کے
 ابو نے سر جھکائے کہا۔

بھائی میں آپ سے بہت ضروری بات کرنا
 چاہتا ہوں۔ وہ جانتے تھے کہ بچوں کی شادی کے
 بارے میں بات ہوگی۔
 جی بالکل۔ بچوں کی شادی کے بارے میں
 بات تھی لیکن جو عائشہ کے ابو سوچ رہے تھے اس کے
 بالکل الٹ تھی۔

انہوں نے کہا جی ہاں حکم کریں۔
 ان کے پاس عائشہ بھی تھی تھی۔ عائشہ نے دل
 میں سوچا کہ ابھی تایا جان کو بات نہیں کرنی چاہیے
 کیونکہ ابھی کافی خوش ہیں۔ اور انہیں ابھی پریشان
 نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اس کی ہمت اجازت نہیں
 دے رہی تھی۔ قطمیں کے ابو نے کہا۔

بھائی میرا بیٹا کسی اور لڑکی سے بیاہ کرنے لگا
 ہے اور اس کی ضد ہے کہ وہ اسی سے شادی کرے
 گا۔ میں آپ سے کافی شرمندہ ہوں کہ میں اپنا وعدہ

لیٹ گئی اور اس کا ماتھا اور رخسار چوسنے لگی۔ اس
 کے بعد انم واپس گھر کو لوٹی تو دروازہ بند تھا۔ یہ
 بالکل پریشان نہیں ہوئی، اس نے ہلکی سی دستک دی
 تو چونکدار نے دروازہ کھولا اور شرمندگی محسوس
 کرنے لگا۔ انم اور قطمیں نے نماز ادا کی اور سو گئے۔
 تھوڑی دیر بعد دونوں نیند سے بیدار ہوئے اور کالج
 تیاری شروع کی۔ قطمیں نے اپنے ابو سے وہ
 ساری بات سیکر کر دی جو کہ ان کو پہلے ہی پتہ
 تھی۔ انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

بیٹا میں تمہارے چچا کو کیا جواب دوں گا۔ وہ
 بیمار ہیں اور میں نے ان سے وعدہ بھی کر رکھا ہے کہ
 تمہاری اور عائشہ کی شادی ہوگی۔ اگر ان کو بھی انکار
 کروں تو یہ بات ان کیلئے خطرہ ثابت ہو سکتی ہے۔
 قطمیں نے کہا عائشہ سب سنبھال لے گی۔ میں
 نے اس بارے میں اس سے بات کی ہے۔ وہ خود
 ہی ایک کرنا چاہتی ہے۔

قطمیں کے ابو نے کہا۔ ٹھیک ہے، تم ابھی
 بڑھائی پر توجہ دو۔ اس کے بعد وہی ہوگا جو تم چاہو
 گے۔ وہ بہت خوش ہو گیا اور کالج کیلئے روانہ ہو گیا۔
 انم بھی اپنے کالج پہنچی اور عائشہ کا انتظار کرنے لگی
 کیونکہ اتنی بڑی خوشی انم کے دل میں تھی اور اس نے
 ابھی تک عائشہ کو نہ بتائی تھی۔ کافی انتظار کے بعد بھی
 عائشہ کالج نہ آئی تو اس نے عائشہ کو کال کی اور
 پوچھا۔

آج کالج کیوں نہیں آئی۔
 عائشہ نے جواب دیا۔ میں نے کالج آج سے
 چھوڑ دیا ہے۔

انم چلائی۔ ارے پاگل ہو کیا؟ ایک ماہ بعد
 تمہارے پیچھے ہیں اور تمہاری تیاری بھی بہت اچھی
 ہے اور تم کہتی ہو کہ کالج چھوڑ دیا ہے۔

عائشہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔
 ارے مذاق کر رہی تھی۔ تم تو سیریز Serious

پورانہ کر سکا۔

یہ سننا ہی تھا کہ عائشہ کے ابو کو زور کی کھانسی آئی اور وہ اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ کر چلے گئے۔

عائشہ چلائی۔ ابو جی۔۔۔ ابو جی۔۔۔ اٹھیں ناں، کیوں چپ ہیں۔

عقلین کے ابو کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اٹھ آیا۔ روتی عائشہ کو روتے روتے اسنے گلے سے لگایا اور مزید رونے لگے۔ ادھر عائشہ کی امی جائے پکڑے آئی تو جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو ان کے ہاتھ سے چائے گر گئی اور وہ عائشہ کے ابو سے لپٹ کر رو پڑے۔ رونے کی وجہ سے کافی عورتیں وہاں جمع ہوئیں اور گھر میں کہرام سا مچ گیا۔ عقلین کے پاس اپنا موبائل تو تھا نہیں، اس لیے اسے یہ خبر نہ ہو سکی۔ البتہ عائشہ نے ام کو خبر کر دی۔

ام اس وقت کلاس میں تھی۔ جب اس نے بیچ پڑھا تو اس کے جسم میں اک کرنٹ کی سی لہر دوڑ گئی اور کالج سے چھٹی لے کر سیدھا عائشہ کے گھر گئی۔ دونوں دوست ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئیں اس کے علاوہ اور گھر بھی کیا سکتی تھیں۔ اور عقلین گلی میں کھڑا ام کا انتظار کر رہا تھا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد عقلین نے دماغ سے کام لیا اور سوچا کہ شاید اسے کوئی ضروری کام ہو۔ اس لیے اپنے گھر پہنچا تو گھر کو بھی تالا تھا۔ وہ عائشہ کے گھر پہنچا تو وہاں کا منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ گھر داخل ہوتے ہی عائشہ عقلین کے گلے لگ کر خوب روئی۔ عائشہ نے زندگی میں پہلی بار ایسا کیا تھا۔ جب بندہ صدموں سے دوچار ہو تو کوئی سمجھ نہیں آتی۔ عقلین کو پتہ چل چکا تھا کہ عائشہ کے ابواب اس دنیا میں نہیں رہے۔ ام، عائشہ، عقلین کے ابو، امی اور عائشہ کی امی اور کچھ عورتیں دیوانہ وار رو

رہے تھے۔ آخر عقلین کے ابو نے نماز جنازہ کیلئے مناسب ٹائم مقرر کیا اور اعلان کروا دیا۔ نماز جنازہ اور کفن دن کے بعد عائشہ، ام، عقلین اور اس کے ابو، امی اور عائشہ کی امی قبر پر بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ بہت دیر کے بعد عقلین کے ابو نے سب کو چلنے کیلئے کہا۔ لیکن عائشہ نہیں جا رہی تھی۔ عقلین کے ابو نے عقلین کو کہا۔

تم عائشہ کے پاس رہو، اسے لے کر آ جانا۔ ہم چلتے ہیں، ام کے والدین بھی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

سب چلے گئے، عقلین اور عائشہ دونوں قبر پر بیٹھے رہے، عقلین نے عائشہ سے پوچھا۔ چچا کو کیا ہوا تھا۔

عائشہ نے سچ کو بڑی بہادری سے چھپاتے ہوئے کہا۔ ہارٹ اٹک ہوا تھا اور خود ٹوٹ کر رونے لگی۔ عقلین نے اسے چپ کرواتے ہوئے کہا۔

گھرنہ کرو۔ ابھی ہم زندہ ہیں۔ آپ اکیلے نہیں ہو۔ اگر ہم مر گئے تو پھر رو لینا۔ چلو اب چپ کرو اور گھر چلو۔ عائشہ کو اس کی باتوں سے کافی سہارا ملا۔ عقلین عائشہ کو اپنے پہلو میں لیے گھر کو ہولیا۔ عائشہ اور اس کی امی اب اس دنیا میں اکیلے تھے یا نہیں؟ یہ تو کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ عقلین اور اس کے ابو کے ہوتے یہ کیسے بے سہارا ہو سکتے ہیں۔

عقلین کے ابو کو بذات خود یہ بات کھائے جا رہی تھی کہ میری بات کی وجہ سے میرے بھائی کو صدمہ پہنچا اور عقلین کے ابو نے عائشہ کو اپنی بھیلی آنکھوں سے مخاطب کیا اور کہا۔

بیٹا اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ اور اب جو تم کہو گی میں وہی کروں گا۔ تمہارا فیصلہ ہی چلے گا۔ عائشہ نے کہا اگل کیسی باتیں کر رہے ہیں۔

مارچ 2015

جواب عرض 90

جیسے اللہ کو منظور تھا۔ ویسے ہی ہوا۔ اس میں آپ کا کوئی تصور نہیں اور انکل میں عقلمین سے شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی کیونکہ میری دوست اسے پسند کرتی ہے۔ میری ایک گزارش ہے کہ مجھے اور میری امی کو اپنے گھر میں جگہ دے دیں۔

عقلمین کے ابو نے کہا۔ بیٹا تم نہ بھی کہو تو بھی ہم نے آپ لوگوں کو اکیلا نہیں رہنے دینا تھا۔ آپ لوگ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔

یہ سننا ہی تھا کہ عائشہ کے مرجھائے ہوئے گلاب کی طرح دل کو بہت سکون ملا۔ اس نے سوچا کہ میں کتنی خوش قسمت ہوں کہ اپنے پیار کو ہمیشہ دیکھتی رہوں گی اور ہمیشہ اپنی دوست کے ساتھ رہوں گی۔ یہ عائشہ کیلئے بہت ہی خوشی والی بات تھی اس کو اور تو کچھ نہ سوچا بس پھر سے رونے لگی۔ اب یہ آنسو خوشی اور غمی کے بہ رہے تھے۔ پھر عقلمین کے ابو نے اسے چپ کرواتے ہوئے عقلمین کی سوچ کے بارے میں عائشہ کو بتایا۔

وہ کہتا ہے کہ ہم کسی اور شہر میں شفٹ ہو کر انم کا رشتہ مانگنے یہاں آئیں۔

عائشہ نے کہا کہ عقلمین ٹھیک کہتا ہے، اس کے علاوہ تو وہ لوگ مانیں گے نہیں۔

اس کے انکل (عقلمین کے ابو) نے کہا کہ تمہارے چند دنوں بعد پھیرا ہے وہ دے لو، اس کے فوراً بعد ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے انکل نے گہری سانس لی اور بولے، بیٹا میرے پاس تو کرایے کا مکان لینے کے بھی میسے نہیں، میں جیسے کروں گا یہ سب۔ عقلمین کی خوشی کیلئے میں نے ہاں تو کر دی لیکن اب میں پیسوں کا انتظام کیسے کروں گا؟ عائشہ فوراً بولی۔

انکل ہم نے آپ کے ساتھ رہنا ہے ناں تو ہمارے والا گھر بیچ دیتے ہیں اور کسی دوسرے شہر اپنا خود کا گھر لیتے ہیں۔

اس کے انکل بولے خیر دار، اگر دوبارہ وہ گھر بیچنے کی بات کی تو۔ وہ گھر میرے بھائی نے بہت محنت اور محبت سے بنایا تھا۔ پھر پیار سے بولے بیٹا اللہ کوئی اور راستہ لکائے گا۔ تم فکر نہ کرو۔ رات کافی ہو چکی گی۔ سب سونے کیلئے اپنے اپنے بستروں پر گئے۔ صبح ہوئی تو انم بھی عائشہ کے گھر پہنچ گئی۔

حسین یہاں ایک بات کہنا چاہے گا کہ جو بھی کال کرتے ہیں کہتے ہیں، سب سے پہلے وہ یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کہانی سچا ہے کہ نہیں۔ کمال نہیں ہو گیا؟؟؟؟

ادخدا کے بندوں اور بند یوں، میں عمر دراز کی طرح اتنا بڑا راسخ تو ہوں نہیں جو اپنے ذہن سے لکھ لکھ کر آپ کو رلاتا رہوں۔ یہ کہانی سچا ہے۔ سچا ہے۔ امید ہے اب یہ دوبارہ بتانے کی ضرورت نہ رہے گی۔

عائشہ اور دوسرے سب لوگ چائے پی رہے تھے۔ جب انم اس کے گھر پہنچی۔ عائشہ نے انم کیلئے چائے بنانے کیلئے برتن دھونا چاہا لیکن انم نے معمول کے مطابق عائشہ کے ہاتھ سے اس کا چائے کا کپ پکڑ لیا اور نئی چائے بنانے سے روکا۔ یہ دونوں ایک کپ چائے کال کر پیا کرتی تھیں۔ عائشہ نے انم کو رات والی بات بتائی اور اسے اپنی ٹینشن بتائی۔

انم نے کہا یہ بھی کوئی ٹینشن والی بات ہے۔ انم اور عائشہ عقلمین کے ابو کے پاس گئیں اور انم نے کہا۔ ابو جی ایک بات کرنی ہے۔ وعدہ کریں کہ آپ برا نہیں مانیں گے اور میری بات بھی مانیں گے۔ انہوں نے کہا۔

سچی بیٹا کہو کیا بات ہے؟

انم نے کہا۔ آپ عائشہ کا گھر مجھے فروخت کر دیں اور بعد میں میں اسے یہ گھر گفٹ کر دوں گی اور ہماری مشکل بھی آسان ہو جائے گی۔

عقلمین کے ابو خاموش رہے۔ یہ دونوں ان

ڈیپانڈ کی اور ان کو مل گئی۔ عائشہ اور اس کی امی بیسے لیے قلعین کے گھر پہنچ گئے اور رقم قلعین کے ابو کو تمنا دی۔ ادھر وہ برابری ڈیپانڈ کے گھر پہنچے اور انم کے ابو کو ملے اور گھر کی چابیاں ان کو تمنا دیں۔ امیر بندے کا اور کوئی دوست ہونہ ہو یہ برابری ڈیپانڈ ضرور دوست بن جاتے ہیں اور یہ بھی انم کے ابو کے دوست تھے۔

انم کے ابو نے اپنے دوستوں سے کہا۔ کیا کروں یا ہزار رشتے آئے ہیں انم کیلئے لیکن اسے کوئی پسند ہی نہیں آتا، مجھے اس کی کافی فکر ہے۔ یہی باتیں چل رہی تھیں کہ انم آگئی اور چابیاں لے کر باہر چلی گئی۔ امی کو بتایا۔

میں عائشہ کے دوسرے گھر جا رہی ہوں۔ فریڈز پھر جاتا ہوں کہ چند باتیں میں چھوڑ رہا ہوں۔ مثلاً انم کی امی کو کیسے پتہ چلا کہ عائشہ لوگوں نے گھر بیچ دیا ہے وغیرہ۔ امی نے اس کو اجازت بھی دے رکھی تھی، گھر گفٹ کرنے کی۔ وہ خوشی خوشی اپنے گھر سے نکلی اور قلعین کے گھر داخل ہو گئی۔ سب چائے پی رہے تھے جیسے ابھی میں نے بیٹی تھی لیکن میرے دونوں کپ چہ لمبے سے گر گئے اور پورے کمرے کو مشکل میں ڈال دیا اور شکر ہے امی ابھی سو رہی ہیں نہیں تو کچھ کھانے کو مل جانا تھا۔ صبح کی خیر ہی ہے، میں ویسے بھی گھر سے ایک مینے کیلئے جا رہا ہوں اس لیے بیچ جاؤں گا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کمرے کو کیسے مشکل میں ڈالا۔ جب اس کو ٹھنڈے پانی سے نہانا پڑے گا تو مجھے ہی کو بیسے گاناں۔ عائشہ نے اپنا کپ انم کو تمنا تے ہوئے کہا۔

آج خوش نظر آ رہی ہو۔ کیا بات ہے؟
انم نے اس کو اس کے گھر کی چابیاں گفٹ کیں اور اپنی دوستی کا ثبوت دیا۔ قلعین نے انم کو چھیڑتے ہوئے کہا کبھی ہمارا کپ بھی تمام لیا کرو۔ مجھ سے

کے جواب کے انتظار میں ایسے کان لگائے ہوئے تھیں جیسے ایک عورت آہستگی سے بات کر رہی ہو تو دوسری عورت کان لگائے اس کی بات سنتی ہے۔ اور وہاں اگر کوئی مرد ہو تو وہ ان کی باتیں نہ سمجھ پائے گا کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں حالانکہ وہ پنجابی ہی بول رہی ہوتی ہیں۔ سرائیکی اور اردو وغیرہ بھی ہو سکتی، ضروری نہیں ایسا پنجاب میں ہی ہوتا ہو۔ کافی دیر بعد انم کے کانوں کو کوئی جواب موصول نہ ہوا یا تو وہ خود ہی بول پڑی کہ ابو! اب تو آپ نے مجھے اپنی بہو بھی تسلیم کر لیا ہے، پھر بھی میری بات نہیں مان رہے۔ اور ساتھ ہی بچوں کی طرح منہ بنا کے اپنا رخ دوسری جانب کر لیا۔ انہوں نے کہا بیٹا جیسے تمہاری مرضی۔ انم بہت خوشی ہو گئی۔

کہانی ذرا لمبی ہو رہی ہے۔ سو کچھ باتیں سکپ کرنا ہوں۔ زندگی معمول سے چلنے لگی، انم اور عائشہ کے پیچھے ہو گئے اور قلعین نے سوچا کہ وہ فیصل آباد شفٹ ہوں گے۔ وہاں جا کے نیو ایڈیشن لے گا، اسی لیے وہ گھر میں ہی بیٹھ کر پڑھتا رہتا تھا۔ اس نے کافی سارا سلیکسیس کلیئر کر لیا تھا۔ اس کی عمر ابھی صرف اٹھارہ سال تھی اور عائشہ اور انم کی عمریں بائیس سال تھیں۔ اب انم نے اپنے ابو سے بات کی کہ مجھے ایک چھوٹا سا گھر گفٹ چاہیے، جو صرف میرا ہو اور میں نے فلاں فلاں گھر لیتا ہے۔

اس کے ابو نے کہا، ٹھیک ہے میں کل ہی پر اپنی ڈیپانڈ سے بات کر کے خرید لوں گا۔

انم کے ابو نے ایک پر اپنی ڈیپانڈ کو کال کی اور کہاں کہ فلاں گھر ہے، اس کے بارے میں ابھی پتہ کرو اور مجھے بتاؤ۔ پر اپنی ڈیپانڈ نے وہ گھر عائشہ لوگوں سے خرید لیا اور ان کو مقررہ قیمت ادا کر دی جو کہ عائشہ کے اٹکل نے کہا ہوا تھا۔ گھر کا تمام سامان بھی شامل تھا۔ اس لیے کافی زیادہ قیمت انہوں نے

تھے۔ ان کے گھر آتے ہی فطین نے پوچھا۔
 کیا جواب ملا۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ مان
 گئے۔ ادھر ان کے جانے کے بعد انم کے ابو نے کہا
 کہ مجھے یہ رشتہ بالکل بھی پسند نہیں آیا۔ انم نے بھی
 کہہ دیا کہ ابو زندگی میں نے جتانی ہے نہ کہ آپ
 نے۔ انم کے ابو مان تو گئے لیکن مشکل سے، شادی
 کی تاریخ فکس ہوگئی، ان دونوں کے ساتھ عائشہ بھی
 خوش تھی کہ وہ اپنے پیار کی قربانی دے گی دوستی
 کیلئے۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا جس کا انم اور فطین کو
 مہینوں سے انتظار تھا۔

عائشہ نے ان کی شادی پر وہی گانا گایا جو ہمیشہ
 بچپن نے کرشمہ پور کی شادی پر گایا۔
 تیرے ماتھے کی بندیا چمکتی رہے
 تیرے ہاتھوں کی مہندی مہکتی رہے
 تیرے جوڑے کی رونق سلامت رہے
 تیری چوڑی ہمیشہ چمکتی رہے
 مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری
 صدا خوش رہو یہ دعا ہے ہماری۔

فطین اور انم اب ایک ہو چکے تھے۔ ان کے
 خواب پورے ہو چکے تھے۔ فطین سے انم تقریباً چار
 سال بڑی تھی لیکن فطین کو آپ کہہ کر پکارنی اور فطین
 انم کو تم کہہ کر پکارتا تھا۔ خیر ان کی زندگی مزے سے
 گزر رہی تھی۔ وقت کا تاثر تیزی سے مل کھاتا ہوا
 آگے بڑھ رہا تھا اور تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر گیا
 اور انم کو اولاد اور ان زندگی میں اب ایک اور فرد کا
 اضافہ ہونے والا تھا۔ جی ہاں فطین باب بننے والا
 تھا۔ انم کی حالت کافی تازک ہو چکی تھی۔ فطین ڈاکٹر
 کو بلانے گیا اور عائشہ انم کو اپنے کمرے میں لے گئی
 اور بیڈ پر لٹا دیا اور فطین کا انتظار کرنے لگی۔ فطین
 جلدی ہی لیڈی ڈاکٹر کو لے آیا۔ اللہ نے ان کو چاند
 سا بیٹا عطا کیا۔ انم اور عائشہ بہت ہی خوش تھیں اور
 پورے گھر میں خوشی خوشی تھی۔ لیکن کون جانتا تھا

کون سا نہیں جراثیم گلتے ہیں۔ سب پاس تھے
 اس لیے چپ رہی لیکن انم نے ایسی نظروں سے اس
 کی طرف دیکھا جیسے وہ کہہ رہی ہو کہ صبر کرو بچو! میں
 آپ کا کب کیا آپ کو ہی اس قدر تمام لوگوں کی کہ
 سانس لینا مشکل ہو جائے گا۔ اتنا پیار دوں گی کہ
 سب بھول جائیں گے آپ۔ فطین بھی سمجھ رہا تھا کہ
 انم کچھ کہہ رہی ہے۔
 فطین نے ابو سے کہا۔

میرے فطین دن ضائع ہو رہے ہیں۔ جلدی
 ہی ہمیں یہاں سے جانا چاہیے،
 انم گھر چلی گئی اور پھر ٹھوڑی دیر بعد واپس آ
 گئی۔ عائشہ کو کمرے میں بلایا اور اسے کچھ ڈبہ سا
 چھمایا اور کہا کہ یہ فطین، میرے اور تیرے گھر کیلئے
 میری طرف سے اور خود چلی گئی۔ عائشہ نے وہ ڈبہ
 فطین کو اور اپنے اکل کو دیا۔ اس میں کافی پیسے تھے
 ۔ فطین اور اس کے ابو آج لیصل آباد روانہ ہو گئے
 وہاں کوئی گھر دیکھنے گئے تھے۔

قصہ مختصر ترین ان کو وہاں ایک گھر پسند آیا اور
 انہوں نے خرید لیا اور وہاں اپنا سارا سامان شفٹ
 کر لیا، جس میں عائشہ لوگوں کا سامان بھی شامل تھا
 اور انم کے گھر اس کا رشتہ مانگنے گئے۔
 انم نے امی کو کہا میں نے یہیں شادی کرنی ہے
 تو اس کی امی بہت خوش ہوئیں کہ شکر ہے انم مان تو
 گئی۔ اور اس نے ابو کو بتایا، اس کے ابو نے کہا
 یہ غریب ہیں۔

اس کی امی نے کہا تو کیا ہوا۔ ان کو ہاں بول
 دی، انم کے گھر والوں نے۔ انم نے ایک بہت اچھا
 مو بائل فون فطین کی امی کو دیا کہ یہ گفٹ فطین کیلئے،
 یہ سب چوری کیا انم نے۔ کیا یا چھوٹی چھوٹی باتیں
 بھی بتانی پڑتی ہیں، اب آپ لوگ بچے تو ہیں
 نہیں۔ فطین کے والدین خوشی خوشی گھر آ گئے، فطین
 اور عائشہ بڑی بے صبری سے ان کا انتظار کر رہے

حالت میں رونے لگی اور انم کے ساتھ لپٹ کر خوب روئی۔ انم نے اس سے کہا۔

میری باتیں دھیان سے سنو، میرے پاس وقت بہت کم ہے، تم نے میری خاطر فطین کو چھوڑا تھا نا، آج میں تمہارے لیے فطین کو چھوڑ کر جا رہی ہوں ہمیشہ اور اس بچے کو جب دیکھو تو سمجھنا کہ یہ انم ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تم سے ناراض ہوں، مجھے تم پر فخر ہے کہ مجھے تم جیسی دوست ملی۔ بس تم مجھے یاد رکھنا اور میری اور اپنی جان کا خیال رکھنا۔ وہ دن یاد رکھنا جب ہم کالج میں مل کر بیٹھا کرتی تھیں، ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہا کرتی تھیں، ایک دوسرے۔۔۔ عائشہ نے پینچے ہوئے کہا۔

بس کرو انم خدا کیلئے بس کرو۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ ابھی ڈاکٹر آتا ہوگا۔ میں تم کو کچھ نہیں ہونے دوں گی۔

ادھر فطین کے ابو کو ایک تیز رفتار کار ٹکرا کر غائب ہو گئی اور ان کی موقع پر موت واقع ہو گئی۔ اور جب فطین منڈی میں پہنچا تو انم کے ہمائوں نے اس کا استقبال کیا اور کمرے میں بٹھا دیا۔ ادھر انم آخری سانس لے رہی تھی اس نے کہا

میری فطین سے بات تو کرو۔۔۔
عائشہ نے فوراً فطین کو کال لگائی اور انم کے کان کے ساتھ موبائل لگایا۔ فطین کی آواز سن کر انم کچھ نہیں بول پارہی تھی۔ فطین نے انم کی سانس محسوس کی اور بولا۔

ہمارا بیٹا کیسا ہے اور تم کیسی ہو۔
انم کچھ نہیں بولی اور سستی رہی، وہ تو فطین کی بانہوں میں ہی دم توڑنا چاہتی تھی لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ پھر انم نے بہت مشکل سے بولنے کی کوشش کی اور فطین سے کہا۔

میری عائشہ کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ اس نے ہمارے لیے بہت قربانیاں دی ہیں اور اس کو ہمیشہ

کہ خوشی کے بعد انہیں کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انم کے پاس اس کی امی بھی چند روز پہلے آئی ہوئی

تھیں۔ ادھر جب انم کے ہمائوں کو پتہ چلا کہ فطین لوگ بھی ہیں تو وہ آگ بگولہ ہو گئے۔ انہوں نے فطین کو کال کی کہ ابھی یہاں آؤ، پھر مل کر واپس چلیں گے۔ فطین نے اپنی امی سے اجازت لی ملنے کیلئے روانہ ہو گیا۔ انم نے بچے کے نیچے پڑی ڈائری کو کھولا اور پڑھنا شروع ہو گئی۔

یہ ڈائری عائشہ کی تھی اور اس میں فطین، انم اور عائشہ کے بارے میں سب کچھ تحریر کیا ہوا تھا عائشہ نے۔ اس کی زندگی کا پل پل لکھا ہوا تھا کہ وہ کس قدر فطین سے پیار کرتی ہے اور اپنی دوست انم سے کس قدر محبت کرتی ہے۔ اس وقت عائشہ اور فطین کی امی بازار گئے ہوئے تھے اور انم نے سب کچھ پڑھ لیا۔ انم کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ آنکھوں سے سیلاب کی طرح آنسو۔ وہ عائشہ کا دکھ پکار رہی تھی اور تڑپ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی لیٹا ہوا ننھا منہ اس کا بچہ بھی رونے لگا۔ اس کی امی نے فوراً بچے کو اٹھایا اور عائشہ کی امی نے انم کو سنبھالا۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے انم بہت تکلیف میں ہو۔ وہ بار بار عائشہ کا نام ہی لے رہی تھی۔ صد شکر کہ عائشہ کمر چینی اور سیدھا اسی کمرے میں پہنچی۔ انم اسے دیکھ کر دیوانوں کی طرح رونے لگی، اس کو اپنی دونوں بانہوں میں آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ عائشہ فوراً انم کی بانہوں میں آ گئی۔ انم اس کا چہرہ چومنے لگی اور ساتھ ہی بہت زیادہ آنسو اور آہیں نکل رہی تھیں انم کی۔ عائشہ اس سے پوچھنے لگی۔

آخر ہوا کیا ہے، کچھ تو بتاؤ،
انم کی سانسیں بہت تیز ہو رہی تھیں۔ فطین کے ابو ڈاکٹر کو لانے کیلئے فوراً بازار گئے۔ انم نے عائشہ کو ڈائری کا اشارہ کیا تو عائشہ بھی دیوانگی کی سی

خوش رکھنا۔ تھلین نے جب اس کی حالت محسوس کی تو دیوانوں کی طرح رونے لگا اور انہم کو کہنے لگا۔
پلیز انہم ایسا ہاتھیں مت کرو اور تم ابھی۔۔۔۔۔
انہم نے تھلین کی بات کا نئے ہوئے کہا۔
انہا ہاتھ آگے کرو۔

تھلین نے ایسا ہی کیا اور انہم نے خیالی طور پر تھلین کا ہاتھ چومنا اور خالق حقیقی سے جاملی۔ عائشہ نے جب یہ دیکھا تو پاگلوں کی طرح رونے لگی اور عائشہ انہم کے رخسار چھپانے لگی اور کہنے لگی۔
انہم اشو۔ تم ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ تم ایسا نہیں کر سکتی۔ یہ کام تو میں نے کرنا تھا جو تم نے کر دیا۔ انہم اشو۔ خدا کیلئے اشوا میں تمہاری یادیں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔ میری زندگی کا ہر اک پہل تمہارے ساتھ جڑا ہے۔ انہم اشو، مجھ سے گانا سنو۔
اس کے ساتھ ہی عائشہ بے ہوش ہو گئی۔
عائشہ، انہم اور تھلین کی امی بھی روئے جا رہی تھیں۔
تھلین کی امی نے فوراً عائشہ کو بٹھایا اور پانی پلا یا لیکن وہ ابھی بھی بے ہوش ہی تھی۔

ادھر تھلین فون پر سب سن رہا تھا اور یہ بھی عائشہ کی طرح تڑپ تڑپ کے پاگل ہو رہا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس نے فوراً انہم کے ہاتھوں کو بتایا اور کہا۔

جلدی چلو مجھے میری انہم کے پاس لے چلو۔
انہم کے ہاتھوں نے تھلین پر پستول تان لیا اور کہا کہ ہمارے ساتھ دھوکہ کیوں کیا۔ کیوں کہا کہ تم ہماری ذات کے ہو، حالانکہ تم کچھ اور ہو۔ تھلین رو رہا تھا اور ان سے کہنے لگا۔

خدا کیلئے مجھے معاف کرو اور ابھی جانے دو، مجھے میری انہم کے پاس جانے دو۔ لیکن ان کو ذرا رحم نہ آیا اور وہ کہنے لگے۔
اب تم اپنی آخری سانس لے لو۔
تھلین نے ان کے آگے ہاتھ جوڑے

اور کہا مجھے کچھ نہ کہو، میرے ابو اور امی بوڑھے ہو چکے ہیں، ان کا میرے علاوہ کوئی نہیں اور پھر خوب رویا۔ وہ تین تھے اور ان میں سے ایک بولا۔
تمہارے ابو اور انہم کو تو ہم نے ٹھکانے لگا دیا ہے اب تمہاری ہاری ہے۔ انہم کو ہم نے زہر دیا اور تمہارے ابو کو کار سے چار سے مارا۔

یہ سننا ہی تھا کہ تھلین واقعی ہی عارضی پاگل ہو گیا اور اپنا سر دیوار کے ساتھ زور زور سے مار رہا تھا اور اس کے سر سے کافی خون بہہ رہا تھا۔ وہ سب ہنس رہے تھے۔ تھلین نے بجلی کی سی تیزی سے ان سے پستول چھین لیا اور ایک کے گلے میں گولی مار دی، دوسرے دو اس سے پستول چھیننے کی کوشش کر رہے تھے لیکن تھلین نے پھر ایک کے سر پر گولی چلا دی۔ تھلین اب دوکان کے انجام تک پہنچا چکا تھا۔ تیسرا تھلین کے سامنے رونے لگا اور معافی مانگنے لگا لیکن تھلین کی دنیا تو کب کی اجڑ چکی تھی۔ وہ بھلا ان خالوں کو کیسے بخش سکتا تھا۔ تھلین کسی زخمی شیر کی طرح اس پر لپکا اور اسے کے مار مار کر اس کا منہ سو جا دیا اور پھر اس نے اس کا منہ کھولا اور اس میں گولی چلا دی۔ اتنے میں ایک اور آیا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

کام ہو گیا۔
تھلین سمجھ گیا تھا کہ یہ کیا کر کے آ رہا ہے۔ تھلین نے فوراً اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ یوں تھلین نے اپنی انہم اور اپنے ابو کی موت کا بدلہ لے لیا۔ لیکن اس کے سر سے خون بہنے کی وجہ سے یہ کافی کمزور ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے سر کو کسی کپڑے کے ساتھ باندھا اور لیصل آباد جانے کیلئے اڈے پر کھڑا تھا۔ اسے کوئی گاڑی نہیں مل رہی تھی۔ بہت پریشانی کے عالم میں کھڑا رو رہا تھا۔ میں اپنے کالج سے نکل کر اکیڈمی جا رہا تھا کہ اس (تھلین) نے مجھے روکا اور کہا۔

میرے پاس پیسے نہیں ہیں اور میں نے فیصل آباد جانا ہے اور ساتھ ہی رو پڑا۔

میں نے کہا ”بھائی اس میں رونے والی کیا بات ہے یہ لو پیسے اور گھر جاؤ“

اس نے کہا یہ پیسے بہت کم ہیں، مجھے ٹیکسی کرنی ہے، بہت جلدی ہے اور ساتھ ہی کچھ باتیں بتائیں۔ میں نے سوچا کہ یہ سچ کہہ رہا ہوگا، اس کی مدد کرنی چاہیے۔ میں نے فوراً ایک ٹیکسی والے کو روکا اور اس کے ساتھ بات کرنے لگا۔ اچانک ٹھٹھن بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ اٹھا۔ میں نے اور ڈرائیور نے ٹھٹھن کو کار میں رکھا اور فیصل آباد کیلئے روانہ ہو گئے۔ میں نے ٹھٹھن کی جیب سے اس کا موبائل نکالا اور ڈائل نمبر میں سے پہلا نمبر نکالا اور اس پر کال کی۔ ایک عورت نے کال اٹھائی۔

میں نے پوچھا۔ آپ کا ٹھٹھن سے کیا رشتہ ہے۔
یونیس کہ وہ میرا بیٹا ہے اور ساتھ ہی پوچھنے لگی کیا بات ہے۔ خیریت تو ہے۔

میں نے انہیں سب بتا دیا اور کہا کہ اپنا ایڈریس بتائیں۔ مختصراً ہم ٹھٹھن کے گھر پہنچے۔ ٹھٹھن بھی اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس نے سب کچھ عائشہ اور دوسرے گھر والوں کو بتا دیا کہ انم کی موت کیسے ہوئی ہے اور میرے ابو کی موت کیسے ہوئی، اس کی باتیں سن کر میرے سمیت سب زور ہے تھے۔ ٹھٹھن میں اٹھنے کی طاقت نہ تھی وہ چار پائی پر ہی پڑا اور مجھے اشارہ کیا۔ میں جب اس کے پاس گیا تو کہنے لگا انم کی چار پائی میرے قریب لاؤ۔ عائشہ ٹھٹھن کے سینے پر سر رکھے روئے جا رہی تھی۔ میں نے اور ٹھٹھن کی امی نے انم کی چار پائی کو اٹھا کر ٹھٹھن کے قریب رکھ دیا۔ ٹھٹھن نے انم کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور چومنے لگا۔ میں نے ٹھٹھن کی آنکھوں

میں انم کیلئے پیار دیکھا تو میرے انسو بھی لگنا شروع ہو گئے۔ میں نے سوچا کہ ایک ذات کے تقاضے کی وجہ سے اتنے لوگوں کی زندگی جاہ ہو گئی۔ بس یہی دعا ہے کہ باذات، بات ختم ہو جائے یا پھر پیار، عشق اور محبت ختم ہو جائیں۔ ٹھٹھن نے ایک بار پھر مجھے اشارہ کیا اور روتے ہوئے میرا ہاتھ چوم کر کہنے لگا۔ میں جا رہا ہوں۔ ہمارا جنازہ بھی یہاں کوئی نہیں پڑھنے والا۔ میرے بھائی یہ کام تم کر کے جانا اور ہاتھ جوڑ کر مجھے کہے جا رہا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ تھامے اور کہا۔

بھائی میں سمجھتا ہوں، آپ فکر نہ کریں۔ اللہ سب اٹھا کرے گا۔

ٹھٹھن کو جب یاد آیا کہ اس کے ابو کا حادثہ ہوا ہے تو وہ فوراً اٹھا لیکن پھر اسی رفتار سے واپس گزر گیا، مر گیا۔ جی ہاں ٹھٹھن بھی اس دنیا سے چلا گیا۔ عائشہ، عائشہ کی امی چلائیں۔ عائشہ زور سے ہنسی اور اٹھ کر صحبت پر چلی گئی۔ اس کی امی اس کے پیچھے صحبت پر گئی اور اسے نیچے آنے کو کہا لیکن عائشہ نے جواب دیا۔ تم ہو کون؟ میں کیوں تمہارے ساتھ جاؤں۔ عائشہ اپنا دمائی تو اذن کھول چکی تھی۔

انم کی امی نے کہا کہ اب میرا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں رہا جہاں وحشی لوگ رہتے ہیں۔ میرے پاس رقم اتنی نہ تھی کہ ان کے کفن و دفن کا انتظام ہو سکا۔ میں نے اپنے دوست کو کال کی اور اسے کہا۔

کچھ پیسے فوراً مجھے ایزی پیسہ کرواؤ اور میں فیصل آباد بازار پہنچا تو ایک جگہ ہجوم تھا۔ دیکھا تو سوچا کہ یہی ٹھٹھن کے ابو ہوں گے۔ میں نے ان کو موبائل سے دیکھا تو اس میں ٹھٹھن کا نمبر اور تصویریں تھیں۔ مختصراً میں نے اور چند لوگوں نے ٹھٹھن، انم اور اس کے سر کا جنازہ ادا کیا۔ پھر میں نے ٹھٹھن اور عائشہ کی امی سے ان تینوں کے بارے میں تفصیل سے پوچھا۔ انہوں نے مجھے ہر بات

بتانے کا مقصد موافق فرمائیں کرنا۔ ایک گانے کے
ساتھ اجازت چاہوں گا۔ باتیں یہ بھی نہ تو بھولنا
کوئی حیرے خاطر ہے ہی رہا جائے
تو کہیں بھی یہ سوچنا کوئی حیرتی خاطر ہے ہی
رہا
تو جہاں جائے محفوظ ہو، تو جہاں جائے محفوظ
ہو

کتنے رنج و ملال رکھتا ہے
دل کے شیشے میں یاں رکھتا ہے
میں محبت کمال رکھتی ہوں
وہ رنجشیں کمال رکھتا ہے
کمال مخلص ہے آج کی باتیں
کل پر وہ نال رکھتا ہے
ہے وہی کامیاب دنیا میں
ہمیں رکھتا ہے حال رکھتا ہے
تجھ کو خوشیاں نڈھال رکھتی ہیں
مجھ کو غم نڈھال رکھتا ہے
مجھ کو تاریکیاں نہیں بھاتیں
وہ بھی روشن خیال رکھتا ہے
اونچے محلوں کو دیکھ کر مفلس
لب پہ کتنے سوال رکھتا ہے
میرے قصے کی دل نشیں سی یادیں
کون دل میں سنجال رکھتا ہے
نالہ حرص وہوں کی دنیا میں
کون کسی کا خیال رکھتا ہے
ناکیلہ طارق۔ یہ۔

میرا بس چلے تو آپ کی یادیں خرید لوں
اپنے سینے کے واسطے آپ کی باتیں خرید لوں
کر سکوں جو ہر وقت دیکھ کر آپ کا
سب کچھ لوں کہ وہ نکالیں خرید لوں
☆ فرمائندہ۔ وہابی

بتائی۔
باقی ان تینوں کی ڈائریاں بھی تھیں۔ میں نے
سب پڑھیں اور رورو کے برا حال کیا۔ امم کا ایک
بھائی یہاں میرے ہونے آیا اور روتے ہوئے کہا
کہ امی اتنا سب کچھ ہو گیا اور مجھے کسی نے بتایا تک
نہیں۔ مختصر اودہ بہت رویا اور میرا شکر یہ ادا کرنے
لگا۔ میں تین روز وہاں رہا اور عائشہ کے علاج کے
بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اگر عائشہ ٹھیک نہ ہوتی تو
میں یہ کہانی اس انداز سے نہ لکھ پاتا کیونکہ عائشہ نے
مجھے ایک ڈائری دی جو اس نے مجھ پر رکھی ہوئی
تھی۔ اس میں اس نے اپنی، امم اور قہلقین کی زندگی
کے بارے میں ہر بات لکھی ہوئی تھی۔
عائشہ امم کے بچے کو اپنا بیٹا سمجھتی ہے اور امم کا
بھائی اور امی اب عائشہ، اس کی امی اور قہلقین کی امی
کے ساتھ مل کر رہنے لگے۔ آخر میں، میں نے ان
سے اجازت لی اور گھر آنے سے پہلے ایک بار
قبرستان گیا اور قہلقین اور امم کی قبر پر فاتحہ پڑھا اور
ان کی قبر کی تصویر بنائی۔ گھر آ کر امی نے پوچھا۔
کہاں تھے اتنے دن اور میرے بھائی قہلقین نے
امی کو چھڑی لا کر دی۔ تین چار کمرے چھڑیاں پڑھی
گئیں۔ میرے اپنے بھائی کا نام بھی قہلقین ہی ہے۔
کافی دن پہلے تک عائشہ سے رابطہ تھا اور بھی کسی وہ
مجھے فون کرتی اور خوب رو دیتی۔ کہتی کہ آج امم اور
قہلقین کی بہت یاد آ رہی ہے لیکن کافی دنوں سے اس
کا نمبر بند ہے۔ اللہ خیر کرے

آخر پر سب دوستوں، بہن بھائیوں سے
مزارش ہے کہ قہلقین، امم اور اس کے ابو کیلئے
دعاے مغفرت کریں کہ اللہ ان کو جنت میں فی کریم
مکمل کا پڑوس نصیب کرے۔

یہ کہانی لکھتے وقت میں نے
120 کپ چائے پی ہے۔ ان 120 کپ
میں وہ دو کپ شامل نہیں ہیں جو ضائع ہو گئے تھے۔

عادت

- تخریر - محمد رضوان آراکاش - سلا نوالی - 0303.0164150

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں اس دکھی عمری میں ایک بار پھر ایک گاؤں نے کر حاضر ہوا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو پڑھ کر ضرور اس ہو جائیں گے پیار محبت عشق ایک پاس صاف اور سچا جذبہ سے جو ہمارے دل کو سکون اور دن رات کو خوشگوار بھاد دیتا ہے مگر کچھ لوگوں کی وجہ سے اس رشتے کی کوئی قدر قیمت نہیں رہی اور لوگ اس کو دکھ درد سمجھتے ہیں۔ قارئین میں نے اس کہانی کا نام۔ عادت رکھا ہے۔ امید ہے کہ سب کو پسند آئے گی پڑھتے ہوئے آپ اسکے سحر میں ڈوب جائیں گے۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقہ ہوگی جس کا ادارہ یا اثر ذمہ دار نہیں ہوگا اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میں ہوئی سب کی آنکھ کا تارا تھا چار سال کی عمر میں ہی مجھے گاؤں کے سکول میں داخل کروادیا گیا تھا پڑھائی میں اچھا تھا شرارتی بھی تھا اگر موقع ملتا تو لڑائی جھگڑا کرتا تھا وقت گزرتا گیا میرے کلاس فیلو میں سے مجھے محمد رفیع۔ محمد اقبال۔ محمد عابد۔ اور نعیم اقبال۔ بہت پسند تھے اور یہ میرے اچھے دوست تھے جو 10th تک میرے ساتھ رہے پڑھائی ہوتی رہی میں نے جب نویں کلاس میں تھا تو جب میں نے نویں کلاس میں پیر دیئے کچھ نمبروں کی وجہ سے ٹیل ہو گیا تو رشتے داروں کی باتیں لوگوں کی باتیں سننا پڑتی تھی پہلے یہ قانون تھا کہ اگر کوئی نویں کلاس سے ٹیل ہو جاتا تو اس کو دسویں میں بٹھا دیا جاتا اور میں نے نویں اور دسویں کلاس کے اکٹھے پیچھے دیئے تھے مگر پھر بھی ٹیل ہو گیا تو مجھے گھر سے بہت باتیں سننی پڑیں اور رشتے داروں کے طعنے کہ تم صرف لوگوں کا مذاق ہی اڑا سکتے ہو پڑھنا تیرے بس کی بات نہیں ہے ہر طرف سے میری بے عزتی ہو رہی تھی تو میں نے ٹھک آ کر گھر سے

یہ جو قصہ میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں یہ میرے ایک دور کے دوست کا ہے جس کے ساتھ میری کوئی دوستی تو نہیں مگر جب سے اس کے بارے میں مجھے علم ہوا ہے میں اس کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

قارئین آکرام مطلب پرست بے وقادھو کے باز اور ٹائم پاس کے لیے تو آپ کو بہت سارے دوست مل جائیں گے مگر جب کوئی سچا پیار کرنے والا ملے تو اس کے جذبات کو نہیں مت پہنچاؤ اس کی قدر کرنا ورنہ آپ بھی ساری عمر ناسکے ہی ہو کر رہو گے ایسی ہی کہانی میرے عزیز کی ہے آئے اس کی زبانی سنتے ہیں۔

بہت سوچا بہت سمجھا بہت ہی دیر تک پرکھا کے تمہارے گرجی لینا عشق سے تو بہتر ہے میرا تعلق ضلع سرگودھا کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہے اس گاؤں کا تمام نام فرضی ہیں میرا نام رضوان ہے اور میری پیدائش ایک مڈل گھرانے



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

میں نے صرف ایک جانور کا چارہ لے کر آنا ہوتا تھا۔ ایک دن ابونے کہا۔

تیری عمر سترہ سال ہو گئی ہے دو سال ہیں تیرے پاس دو سال تم اپنی مرضی سے گزار سکتے ہو جو مرضی کرو ہم آپ کو نہیں پوچھتے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے مگر فری رہ رہ کر میں بور ہو گیا تھا تو میں نے واپس مل میں کام کرنے کا سوچا تو ابو نے ایک لڑکے سے بات کر کے مجھے اس کے ساتھ بھیج دیا تھا وہاں میں نے پہلے تین ماہ چھ ہزار روپے پر کام کیا اور مشین کا کام بھی سیکھنے لگا تین ماہ بعد میں نے مل بدل لی اور آپریٹر کی حیثیت سے کام کرنے لگا میرا کام دیکھنے کے بعد میری تنخواہ چودہ تک لگا دی میں بہت خوش ہوا میں باقاعدہ گھر پیسے بھیجتا تھا جب مجھے وہاں اڈھائی سا گزر گئے تو ایک دن ابو نے کہا کہ کل تیرا انٹرویو ہے سرگودھا میں تم وہاں پہنچ جانا میں تو پہلے ہی تنگ آچکا تھا مگر سے دور نہ کوئی بہن بھائی نہ کوئی دوست سب مطلبی تو دوسرے دن میں محکمہ تعلیم دفتر پہنچ گیا تھا وہاں انٹرویو دیا اور چار ماہ بعد میرے آڈر آگئے میں بہت خوش ہوا جب پہلے دن میں ڈیوٹی پر آیا تو میری دوستی ایک لڑکے سے ہو گئی جس کا نام اعجاز تھا وہ بھی ساتھ والے گاؤں میں رہتا تھا اسی طرح دو تین دن گزر گئے ہم تقریباً سترہ لڑکے بھرتی ہوئے تھے میں نے اس سے تنخواہ لینی تھی اور چار دن کی پیمائش پر چلا گیا جب میں تنخواہ لے کر واپس اپنی ڈیوٹی پر آیا تو دیکھا کہ دو لڑکیاں اندر بیٹھی ہوئی تھیں میں سمجھا کہ شہر کی ہوں گی بچہ داخل کروانے آئی ہوں مگر جب ان کے پاس اعجاز کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں سوچنے لگا تھوڑی دیر بعد اعجاز واپس باہر آیا تو میں نے اس سے پوچھا۔

یہ کون ہیں اور تم ان کے پاس کیا کر رہے تھے اس نے بتایا۔ یہ بھی ہمارے ساتھ بھرتی ہوئی ہیں اور یہ دونوں بچہ ہیں۔

بھانسنے کا سوچا اور گھر سے بھاگ کر لاہور آ گیا ایک پرائیویٹ فارم میں کام کرنے لگا یہاں میرے گاؤں کے اور بھی ایک دو لڑکے کام کرتے تھے میں بھی ان کے ساتھ ستائیس سو ماہانہ پر کام کرنے لگا میں آٹھ بجے ڈیوٹی پر جاتا اور رات کو دس بجے واپس آتا تھا اس دور میں مجھے گھر والے بہت یاد آئے آتے مگر گھر واپس بھی نہیں جاسکتا تھا ڈرتا تھا کہ ابوماریں گے وہاں میں نے دو ماہ کام کیا اور میرے گاؤں والوں نے میرے گھر میرا بتا دیا تو میرے ابو نے میاں طاہر کے نمبر پر فون کیا اور کہا۔

رضوان سے بات کرو اڈاس نے میرے ساتھ بات کر دانی تو ابو بولے۔

بیٹا واپس آ جاؤ اور پڑھ لو کب تک ملوں میں دھکے کھاؤ گے۔

میں نے کہا نہیں ابو جی میں اب پڑھ نہیں سکتا اور پانچ چھ دن بعد عید پر ہی آؤں گا آپ جو کہو گے کر لوں گا مگر پڑھنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

ابو نے کہا ٹھیک ہے تم عید پر آیا میں نے کہا ٹھیک ہے۔

جب واپس عید پر گیا تو بہت شرمندہ تھا کے پاس ٹوٹل پانچ سو روپے تھے جو گھر والوں کے لیے لے کر آیا تھا وہ بھی ابو نے واپس کر دیئے تھے کہ رکھ لو اور بس خوش رہو عید کے بعد ابو نے کام سکھانے کا سوچا مگر مجھے کوئی کام اچھا نہ لگا میں نے گھر والوں سے کہا

میں مل میں ہی کام کروں گا۔

ابو نے کہا کہ ہمیں تو کوئی مسئلہ نہیں تم نے پہلے دو ماہ پانچ سو روپے پچائے ہیں اور زیادہ سے کر لو گے تو ایک ماہ کے ہزار روپے بچا لو گے مگر اس سے گھر کے خرچے تو نہیں چلا کرتے تم یہاں ہی رہو اور روٹی کھاؤ سوچ کر دو

اسی طرح دو سال گزر گئے ان دو سالوں میں

اس نے کہا نہیں مہربانی
 اتنی دیر میں رانا بھی آگئی جب وہ چائے کپ
 میں ڈال رہی تھی تو میں نے کہا۔
 آپ نے چائے تو کیوں میں ڈال دی اور جو
 اتنی دور سے لے کر آیا ہے اس سے پوچھا بھی نہیں تو
 رانا نے کہا۔

آپ بیٹھو ناں پھر ہی چائے ملے گی ناں
 اس نے تین کیوں میں ففٹی ففٹی کر لی تو رانا نے
 مجھ سے نام پوچھا تو میں نے بتایا۔
 ہم بھی کوئی ٹیچر نہیں ہیں ہم بھی ملازم ہیں تو مجھے
 اپنا کام اور بھی آسان لگا۔
 میں نے کہا ٹھیک ہے اگر کوئی میرے لیے حکم
 ہو تو بتانا۔

اتنی دیر میں باتیں ہوتی مگر اس نے میری
 طرف دیکھا نہیں میں سوچنے لگا کہ یار یہ کیا مسئلہ ہے
 وہ میرے ساتھ کیوں بات نہیں کر رہی تھی یہ میری
 زندگی کا پہلا پہلا تجربہ تھا اور آخری بھی مجھے یہ سمجھ نہیں
 آ رہی تھی کہ اس کو اپنی طرف کس طرح متوجہ کروں۔
 ایک دن رانا نے مجھ سے کہا۔

رضوان میرے نمبر پر لوڈ کروا کر آؤ۔

میں نے کہا ٹھیک ہے کروانا ہوں

اس نے پیسے دیئے

میں نے کہا اپنے پیسوں کا کروانا ہوں آپ اپنا
 نمبر دے دو۔

اس نے کہا نہیں جب پیسے ہی نہیں لینے تو میں
 لوڈ ہی نہیں کروانا چاہتی۔

مجبوراً مجھے پیسے لینے پڑے۔

پری نے کہا میرے نمبر پر بھی کروا دینا میں نے
 پری کا نمبر اور پیسے بھی لیے اور دوکان پر چلا گیا
 میں نے پری کا نمبر اپنے موبائل میں فیلڈ کر لیا تھا اب
 رانا تو میرے ساتھ کافی حد تک فری ہو گئی تھی مگر پری
 تھوڑی سی بات کرتی تھی اور خاموش ہو جاتی۔ ایک

میں نے کہا۔۔ یہ لڑکوں کا سکول ہے یہاں ان
 کا کیا کام۔

اس نے کہا۔۔ ہاں یہ اب یہاں ہی پڑھایا
 کریں گی۔

میں نے کہا۔ ٹھیک ہے جو بھی ہے

کچھ دن گزرے اعجاز ان کے پاس بیٹھا رہتا
 کبھی کبھی میرا دل کرتا مگر ڈر کے مارے میں ان کے
 پاس کمرے میں نہ جاتا لیکن اب میں بروقت ان کے
 بارے میں سوچتا رہتا اور دونوں کے نام بڑی کا نام
 جس کر راجا کہا جاتا تھا دوسری کا نام پری تھا مگر ہم نے
 اس کو غلام حسین نام دیا پری مجھے بہت خوبصورت لگتی
 تھی اور تھی بھی میری ہم عمریں جب بھی اس کے ساتھ
 جاتا وہ رخ موڑ لیتی کوئی بھی ایسا موقع ہاتھ نہ آنے
 دیتی کہ میں اس سے تعارف کر سکوں جب وہ کمرے
 کے اندر ہوتی تو میں باہر ہوتا میں اس کے سامنے بیٹھ
 کر دوسرے لڑکوں کو خوب جھگ کرتا مذاق کرتا تھا اور وہ
 ہنسنے والی باتیں کرتا سب لڑکے اور استاد ہنس پڑتے پر
 وہ نہ ہنستی تھی ہاں پر کبھی کبھی رانا بھی ہنس پڑتی تھی پر وہ
 نہیں ہنستی تھی تو میں جھگ آ کر اعجاز سے کہا۔

آپ میری ان سے بس ایک بار بات کروادو
 باقی میرا کام ہے۔

اس نے کہا ٹھیک ہے۔

دوسرے دن اس نے چائے منگوائی تھی تو اعجاز
 نے مجھے پیسے دیئے اور کہا۔

پری نے چائے پیئی ہے۔

میں نے کہا پیسے دو اس نے پیسے دیئے اور میں
 چائے لینے چلا گیا جب چائے لے کر واپس آیا تو
 کمرے کے اندر آگئی تھی میں نے اس سے کہا۔

میڈم یہ لو چائے تو اس نے میری طرف دیکھا
 اور کہا۔

ٹھیک ہے

میں نے کہا اور کچھ۔

کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اور رانا کی آنکھیں بھی بھیک مٹی تھی میں ان کے پاس سے اٹھا اور دور جا کر ایک درخت سے نیچے بیٹھ گیا میری حالت خراب ہو رہی تھی کہ اعجاز آیا اور کہا تم جاؤ میں نے نہیں آنا

جب میں رو رو کر تھک گیا تو ایک کھنٹے بعد دوبارہ کمرے میں داخل ہوا وہ جا چکی تھی اب میرا بھی دل نہیں لگ رہا تھا میں یونہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے سواہل نکالا تو اس کے بہت سے پیچھے آئے ہوئے تھے۔

اندر آؤ میری بات سنو اندر آؤ تم کہاں ہو جواب کیوں نہیں دے رہے اندر آؤ۔ میں نے بھلی پلکوں کے ساتھ ایک پیچ کیا۔ دل کی خاموشی سے سانسوں کے ٹھہر جاتے تنگ یاد آئے گا مجھے وہ شخص مر جانے تک یہ لکھ کر میں نے اس کو سینڈ کیا تو اس نے فوراً جواب دیا۔

تم کہاں تھے آئے کیوں نہیں تھے۔ میں نے کہا پتا نہیں کیوں مجھ سے آپ لوگوں کا جانا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے کہا رضوان دوست دوستوں کو ہنسی خوشی سے الگ کرتے ہیں آنسوؤں سے نہیں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میرے جیسا حال ہی میرے دوست اعجاز کا تھا۔

دن گزرتے رہے ہمارا تو یہ حال تھا کہ میں اور اعجاز بھی اب کم کم ہی بات کرتے تھے۔ ایک دن اس نے مجھے پیچ کیا۔

رضوان ہمارا اتنا دل رک گیا ہے ہم دو دن بعد پھر اسی سکول میں آ رہی ہیں تو قسم سے مجھے بہت خوشی ہوئی میں نے پوچھا۔

کس نے روکا ہے آپ کا تبادلہ۔ اس نے کہا کہ عبدالستار صاحب نے۔

دن پری نے مجھ سے کہا۔ رضوان آپ نے میرا نمبر کسی کو دیا ہے۔ میرا پیر الال ہو گیا کہ میں نے تو اس کا نمبر کسی کو نہیں دیا اور یہ الزام لگا رہی ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا ٹھیک ہے اگر تیری وجہ سے میرا نمبر کسی کے پاس گیا ہوا ناں تو پھر خیر نہیں جو بعد میں میں نے اس کو یقین دلایا کہ میری وجہ سے تیرا نمبر کسی کے پاس نہیں گیا ہے وقت گزرتا رہا اور میری اس سے کافی حد تک بول چال ہو گئی تھی ایک دوسرے کو نمبر تک دے دئے تھے اب میں اور وہ مجھے کافی حد تک میٹج کر لیتے تھے لیکن ضروری غیر ضروری باتوں کے علاوہ جو میں نے اس کا پہلا میٹج کیا تھا وہ یہ تھا۔

بہت خوبصورت ہو تم مگر تم سے خوبصورت سے انداز تمہارا لوگ کہتے ہیں کہ چاند کے ٹکڑا ہو تم مگر میں کہتا ہوں کہ چاند ٹکڑا ہے تمہارا اس کے ذہن کا تو مجھے پتا نہیں تھا مگر میں نے اس کو یہ میٹج کیا دل سے کیا تھا اور یہ میٹج اس کو کرنے کے بعد میں کافی حد تک خود کو بلکا پھینکا محسوس کر رہا تھا اب میں اس کو ہر قسم کا مذاق کر لیتا وہ بھی کرتی رہتی سکول میں ہم لوگوں کو کوئی پابندی نہیں تھی خاص کر مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرتا تھا۔

اسی طرح ہنسی مذاق میں دو ماہ مزر گئے میں ہر طرح سے مطمئن تھا کہ اس کی زندگی میں کوئی اور لڑکا نہیں ہے کہ اچانک ایک دن مجھے اعجاز نے بتایا کہ پری اور رانا کا تبادلہ ہو گیا ہے میں بہت پریشان ہوا اور دوسرے دن اس سے پوچھا۔

اس نے کہا ہاں ہم نے پوسٹلے جانا ہے میں بہت پریشان ہوا اور تو اس نے کہا رضوان کیا مسئلہ ہے جا ہم رہے ہیں اور پریشان تم ہو کتنے ہو لیکن جس دن سے انہوں نے جانا تھا پتہ نہیں کیا:۔

میں نے لکھا کہ آئی لو پورا نیچے جا کر کافی نیچے لکھا بدستار صاحب آپ کی بڑی مہربانی تو اس نے کہا۔

تو اس کو جا کر بوجھ سے کیوں کہہ رہے ہو۔
میں نے کہا کہا آپ کو کہوں تو آپ کیا کہو گی۔
اس نے کہا کہ جب مجھ سے کہو گے تو آپ کو خود پتا چل جائے گا۔

مجھے تھوڑا سا خوف سا محسوس ہوا۔ دوسرے دن میں نے آنے سامنے اس سے کہا۔
اگر میں آپ کو کہوں تو کیا ہوگا۔
اس نے کہا تیری اتنی جرت۔

میں نے کہا۔ پری میں تم سے پہلے دن سے ہی پیار کرتا ہوں مگر تم نے بھی محسوس نہ کیا تیری مرضی اب آئندہ اگر میرے ساتھ بول چال رکھنی سے تو تیری مرضی نہ رکھی ہوئی تو تب بھی تیری مرضی میں پہل نہیں کروں گا مگر یہ سچ ہے کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں اور اتنا پیار کرتا ہوں کہ کہہ کر میں باہر نکل گیا مگر میں آیا تو اس نے سچ کیا آئی لو پونو۔

بس پھر نہ پوچھو میرے جذبات کیا تھے میں تو ہواؤں میں اذرا ہاتا ہاں بار بار اس کا سچ پڑھ رہا تھا جیسے مجھے یقین نہ ہو رہا ہو مگر وہ سچ تھا میں نے اعجاز کو اپنے پاس بلا پایا اور اس سے کہا۔

یہ نمبر کس کا ہے۔
اس نے کہا پری کا ہے۔
میں نے کہا یہ کیا لکھا ہوا ہے
جب اس نے پڑھا تو اس کو اتنی خوشی ہوئی کہ

مجھے گلے سے لگا لیا اور بولا۔
مبارک ہو
میں نے کہا خیر مبارک۔

اس نے کہا۔ اسی خوشی میں آپ لوگوں کو اپنی طرف سے نریت دوں گا۔
میں نے کہا پہلے اس کو تو منا لو اگر وہ مان جائے

تو ٹھیک ہے تو اعجاز نے کہا۔
ٹھیک ہے یہ تم مجھ پر تھوڑے دو میں اسکو خود منا لوں گا اور اس طرح ہم تیسرے دن اتوار کو ہوٹل میں تھے میرا تو خوشی میں ناپنے کو دل کر رہا تھا اس دن ہم نے بہت ساری باتیں کیں اعجاز اور رانا بھی ساتھ تھے وہ دونوں بھی آپس میں دوست بن گئے تھے میں نے مذاق میں کہا۔

اعجاز یار پری نے اظہار تو اپنی محبت کا کر دیا ہے مگر مجھے نہیں لگتا کہ دل سے کہا ہوگا۔
پری نے آہستہ سے کہا۔ اب میں دل چیر کر دیکھانے سے تو رہی۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا ہم ہوٹل میں تقریباً دو گھنٹے بیٹھے رہے میں تو پہلے بھی بہت خوش رہتا تھا اور آپ لوگوں کو بھی ہنساتا رہتا تھا مگر اب تو میری خوشی دوگنی ہو گئی ہے آدھی آدھی رات تک ہم موبائل پر باتیں کرتے اور دن کو آٹھ ساٹھ زندگی بہت مزے کی گزر رہی تھی۔ ایک دن اس کا موبائل میرے پاس تھا اس کے ایک نمبر سے بار بار میسڈ کلاز آرہی تھیں تو میں نے پری سے کہا۔

یہ نمبر کس کا ہے
جب اس نے دیکھا تو مجھ سے بولی میری کزن کا ہے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے جو میں تو ویسے ہی پوچھا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے بتایا۔

سوری یار رضوان میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا وہ نمبر میرے گاؤں کے لڑکے کا ہے تم سے پہلے میری اس سے بات ہوئی تھی اس سے دوستی بھی تھی میں اس سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔

میں نے کہا کہ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں نہ میں آپ کو اس سے روکتا ہوں بس تم میرے ساتھ مخلص چلو۔

اس نے قسم اٹھا کر کہا۔ ہر بل آپ کے ساتھ

ہوتی ہوں کبھی بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی تیری آنکھوں میں آنسو آنے سے پہلے اپنی جان دے دوں گی تو میں نے کہا۔

بس تم اپنے وعدے نبھانا اور مجھے تم پر بہت بھروسہ ہے۔

اس نے کہا۔ میں اکثر اسی بات سے ڈرتی ہوں کہ اگر تجھے پتا چل گیا تو کیا ہوگا مگر اب مجھے کوئی ڈر نہیں ہے کیوں کہ محبت تو اعتماد سے ہوتی ہے اگر آج تم مجھے چھوڑ دیتے تو ناراض ہوتے تو میرا آپ پر سے یقین اٹھ جانا تھا پر آج مجھے پتا چلا ہے کہ تمہارا دل کتنا بڑا ہے اور تم مجھ سے کتنا پیار کرتے ہو۔

وقت گزرتا گیا میں اس کے پیار میں مکمل غرق ہو گیا تھا اس کی ایک پلیا کی جدائی بھی میرے لیے دشوار تھی جس دن وہ نہ آئی اس دن برا سکول میں دل نہیں لگتا تھا مگر وہ کال کر لیتی تھی۔ ایک دن اچانک عبدالستار صاحب نے کہا۔

رضوان اور اعجاز کل سے دوسرے سکول میں جایا کریں گے اور ان کے آڈر بھی وہاں کے ہیں جب ہم چاروں کا پتا چلا تو ہم پر سکسٹاٹاری ہو گیا جب اعجاز نے ڈاکر صاحب سے پوچھا تو وہ بولے ہاں آپ لوگ کل سے وہاں جاؤ گے میں اور پری تو رونے بیٹھ گئے تھے مگر کیا فائدہ جانا تو تھا جی میں نے پری سے کہا۔

تم پریشان مت ہونا میں روزانہ آپ کو سٹاپ پر ملا کروں گا اور اس کو دلاسہ دے کر ہم اپنی اپنی سوچ میں بیٹھ گئے اور دوسرے دن ہم الگ ہو گئے تھے غصہ سکول میں میرا دل نہیں لگ رہا تھا یہاں صرف اور صرف اعجاز ہی تھے کوئی استاد نہیں آتا تھا کیوں کہ ابھی اس سکول کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی تھی ہم ملتے رہے باتیں ہوتی رہی اور سال گزر گیا۔ ایک دن میرے ایک دوست نے بتایا۔

پری رحمن منگ سے بہت باتیں کرتی ہے۔

میں نے کہا تو پھر کیا ہے وہ وہاں کام کرتے ہیں سب اکٹھے ہی تو بات چیت تو ہوتی ہی ہے اور اس کو چپ کروادیا اور پری سے بھی کبھی نہ کبھی پوچھ لوں گا۔ پھر ایک دن ایک دوست نے بتا کہ منگ پری سے کہا کہ تم میرے ساتھ شادی کرو تو پری نے ساتھ جس کر مذاق کرنے لگی۔

میں نے پری سے پوچھا۔ اس نے بتا کہ یار میں نا تم پانس کر رہی ہوں اس کے ساتھ پلیز تم شک مت کرنا اس کا انداز ایسا تھا کہ مجھے خود یہ شک ہو گیا تھا تو میں نے اعجاز سے کہا کہ پلیز پتہ کرو۔

اس نے کہا ٹھیک ہے تم پریشان نہ ہونا میں پتا کرتا ہوں میں۔

تیسرے دن اس نے بتایا جو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اعجاز نے کہا۔

پری رحمن منگ ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں ہر دوسرے تیسرے دن ہونٹ میں بھی ملتے ہیں اور اس نے یہ بھی کہا۔

تم اس سے کوئی بات مت کرنا ابھی مجھے اس کے بارے میں پتا کرنے دو تم اس کے ساتھ نارل رہو تو میری آنکھوں میں آنسو آگئے تو اس نے کہا کہ اس کے لیے آنسو نہ بہاؤ دفعہ کرو یا میرے دوست کے لیے ایسی اور بہت۔

میں نے کہا۔ نہیں او جاز بھائی جب وہ نہیں تو اس جیسا بھی کوئی نہیں۔

اس نے کہا۔ تم واقع مجھے اپنا بھائی یا دوست مانتے ہو تو اس کے لیے میرے سامنے بھی پریشان مت ہونا تو مجبوراً مجھے ہنسنا پڑا یہ ضرور کہا تھا کہ تم اس کے ساتھ رابطہ لازمی رکھنا اور اس سے کبھی کوئی غلط بات مت کرنا جتنی بات وہ کرے اتنی ہی تم کرنا

میں نے کہا ٹھیک ہے جی وہ روزانہ اس کے بارے میں مجھے اطلاع دیتا

رہا میرے اندر اس کے خلاف ایک نفرت کا بیج ڈل گیا تھا جو آہستہ آہستہ ایک ننھا سا لودا بن رہا تھا میں اس سے بس رنجی کی بات کرتا وہ بھی اگر خود پار پوچھ لے تو ورنہ میں اس سے رابطے کی کوشش نہ کرتا تقریباً ایک ماہ ایسا ہوا اور اس نے بھی رابطہ کرنا بند کر دیا تو اعجاز نے کہا۔

کوئی بات نہیں

اس ایک ماہ میں میں نے بھی اس سے الگ رہنا سیکھ لیا ہے وقت گزرتا رہا مجھے اس کے بارے میں پھر روز پتا چلتا رہا جب اس نے چار پانچ لڑکوں سے بے وفائی کی تو مجھے بہت دکھ ہوا۔

ایک دن اعجاز نے مجھ سے کہا۔ یار ہمیں واپس جانا ہے۔

میں نے پوچھا کہ کہاں۔

اس نے بتایا۔ اسی سکول میں یہاں کام نہیں ہے نہ استاد بچے اور نہ عمارت کو دروازے کھڑکیاں ہیں عبدالستار صاحب نے ہمیں واپس بلایا ہے تو میں نے اعجاز سے کہا۔

یار کسی طرح صاحب کو مناؤ ہم یہاں ہی ٹھیک ہیں میں اس بے وفا کے سامنے دوبارہ نہیں جا سکتا تو اس نے کہا۔

نہیں یار جانا تو پڑے گا ہی۔

ہم واپس پھر وہاں چلے گئے کتنے دن گئے تو نہ جانے کیا ہوا میں اس سے نفرت کرنے کے باوجود اسی کی طرف دوبارہ بار بار دیکھنے لگا وہ پہلے سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی اور میری ساری نفرت پیار میں بدل گئی اس کے سارے غم بھول گیا تھا اور رانا اور اعجاز سے کہا کہ میری اس سے صلح کرو اور اعجاز نے کہا۔

رہنے دو

میرے مجبور کرنے پر وہ اس کے پاس گیا اور مجھے بھی بلایا اور اس سے کہا۔ رضوان سے صلح کرو۔

اس نے کہا۔ ہم کون سا ناراض ہیں۔ میں نے کہا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تم مجھے بھول گئی ہو اور اس سے پیار تو بھی جس کی تم نے جانے کتنی قسمیں کھائیں تھی کتنے وعدے کیے تھے۔

اس نے کہا۔ وہ میری نادانی اور مجبوری تھی میں اب اپنے کزن سے پیار کرتی ہوں آپ کے ساتھ نہیں ہاں مگر اب اپنی دوستی ہو سکتی ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں پرئی دوستی بھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ دوستی کے بعد محبت بھی تو ہو سکتی ہے مگر محبت کے بعد دوستی نہیں کیونکہ دو انی موت سے پہلے اثر کرتی ہے موت کے بعد نہیں۔

اتنا کہہ کر میں واپس آ گیا اور اعجاز بھی میرے پیچھے آ گیا اور بولا۔

یار اب کیا ارادہ ہے۔

میں نے کہا اس بے وفا کو بھولنے کا ارادہ ہے اب میری آنکھوں میں کوئی آنسو کوئی پریشانی نہیں تھی بلکہ کوئی خواب و خیال بھی نہ تھا مگر اعجاز مجھے پریشان نظر آ رہا تھا جب اس سے پوچھا۔

اس نے کہا۔ مجھ نہیں میرے دوست دعا کرتا ہوں کہ تم کامیاب رہو

رات کو جب سونے لگا تو اس بے وفا کا بیج آیا کہ کیسے ہو تو میں نے کہا کہ آئندہ مجھے تم سے صلح مت کرنا تم بھی جھوٹی تیرا پیار بھی جھوٹا اور یہ بھی اس نے کہا کہ پرئی پلیز مجھے تو نے چھوڑ دیا ہے مگر میرے بعد اور مجھ سے پہلے بھی نہ جانے کتنوں کو اپنے خواب دیکھائے ہیں مگر خدا لے لیے ایسا کرنا چھوڑ دو تو اس نے واپس جواب دیا کہ خدا نے مجھے سب کچھ دیا ہے مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے میں تم کو ایک بات بتاتی ہوں مگر پہلے تم وعدہ کرو کہ کسی کو نہیں بتاؤ گے تو میں نے وعدہ کر لیا تو اس نے کہا کہ رضوان میں بچپن سے ہی ایسی ہوں ہر چیز سے میرا دل جلد ہی بھر جاتا ہے اور خدا نے مجھے سب کچھ دیا ہے اچھی شکل و صورت جس پر میں غرور کر

ریاض احمد لاہور کے نام
جس کا تصور بھی کناہم نہیں ہے
وہ ہمارے پاس کہاں ٹھہرتا ہے
نگاہوں میں اضطرابی ہی ہے
نت نیا ایک طوفان ٹھہرتا ہے
ذرا سی آہٹ پہ اس کا خیال آئے
دل نادان جا کر کہاں ٹھہرتا ہے
اسے دیکھتے ہی بات نہیں ہو پائی
اپنا لب و لہجہ وہاں ٹھہرتا ہے
بہت سوچا ہمیں بھول جانے کا
یہ کام یہاں اتنا آسان ٹھہرتا ہے
رضاعمر بھر تر پنا جو دے گیا مجھے
وہ شخص ہمارا کہاں کہاں ٹھہرتا ہے

میر رضا ساہیوال

انتظار حسین ساقی کے نام

جس دن میرے لب پہ تیرا نام نہ آئے
خدا کرے کہ میری زندگی میں ایسی شام نہ آئے
محمد آفتاب شاد کوٹ ملک

تم قافلے بہاروں کے کچھ دیر روک لو
آتے ہیں ہم بھی پاؤں سے کانٹے نکال کر
سلمان بشیر بہاؤنگر

خیرم شہزاد مغل کے نام

اتنی شدت سے تم میری رگوں میں اتر گئے ہو
کے تجھے بھولنے کے لیے مجھے مرنا ہونا
پاونور کنول کشمیر

لوٹے دل کو بھی جڑے نہیں دیکھا
گر جاتے ہیں جو انگ اٹھائے نہیں جاتے
ساتھ ساتھ نام مگر

سکتی ہوں عقل اور سب سے بڑھ کر حسن تو کیوں نہ
میں اپنی زندگی میں اپنی زندگی کو انجوائے کروں اگر
کوئی مجھے پیار کرتا ہے تو اس کی مرضیوں تو مجبور نہیں
کرتی اس کے بعد میں اس کی باتوں کا جواب دیتا
مناسب نہ سمجھا اور سونے لگا مگر نیند کہاں آتی تھی اس
کی یاد بار بار آ رہی تھی اس کے الفاظ سانپ بن کر ڈس
رہے تھے اور سوچ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کیوں
حسن والوں کو عادت ہوتی ہے لوگوں کو اپنے پیار میں
پھنسا کر تر پانے کی تو اس نے سب کچھ صاف صاف
بتا دیا اور میں ان لوگوں کی برباد ہونے سے بھی محفوظ
ہوں جو پیار میں بار کر اپنی جان تک دے دیتے ہیں
اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ اس حسن والے خوش تو ہو
جاتے ہیں مگر تکس نہیں۔

پری میں نے آج اپنا دندہ پورا کر لیا ہے مگر مجبور
ہو کر شاید کوئی ان حسن والوں کی چال سے بچ جائے
میری بات سن کر اور پھر مجھے دعائی دے دے پری
مجھے پتہ ہے کہ تم جو اب عرض بہت شوق سے پڑھتی ہو
یہ نام اور مقامات سب فرضی ہیں مگر اس کو پڑھ کر آپ
کو پتا تو چلے گا میں کون ہو اور تم کون ہو نام بدلے میں
کہانی تو سچ سے ناں،

قارئین گرام یہ تھی میرے دوست کی کہانی جس
کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی کے لیے اپنی زندگی برباد
نہ کرے بلکہ جو آپ کو دھوکہ دے تو اس کو بھول جاؤ مگر
کوئی غلط قدم نہ اٹھاؤ یہ ضرور سوچو کہ کوئی آپ سے کتنا
پیار کر کے دعوے کرے پر وہ آپ کو آپ کے ماں
باپ کو بہن بھائی سے زیادہ پیار نہیں کر سکتا ہاں مگر وہ
برباد ضرور کر سکتا ہے اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتا
ہوں اپنے رائے سے ضرور نواہیے گا۔

اپنی توقعدیر میں کچھ ایسے سلسلے لکھے ہیں آکاش
کسی نے وقت گزارنے کے لیے اپنا لیا تو کسی
نے اپنا کر وقت گزار لیا۔

انمول محبت

-- تحریر -- ارشاد گل -- ماہنامہ

شہزادہ بھائی۔ السلام و علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج میں بھی پہلی بار اس بزم میں شرکت کر رہا ہوں ایک کہانی لے کر یہ آج کل کے جدید دور میں جہاں
اس طرح کی کہانیاں کم ہی ملتی ہیں موبائل فون کی بدولت منزل پانے والے ایسے سچے عاشق کی کہانی جس
کا عشق آج بھی سلامت سے ایک روٹک کال نمبر جس نے شہروز کی زندگی میں رنگ بھر دئے دور جدید کی
ایجاد جسے موبائل کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کی زندگی بین گئی ہے اور نہ جانے کتنے لوگوں کی
زندگی برباد ہوئی ہے یہ سچ بیانی جو میں پیش کر رہا ہوں میری آنکھوں دیکھی کہانی ہے یوں سمجھ لو میری کہانی
ہے میں نے اس کا نام۔ انمول محبت۔ رکھا ہے، امید ہے سب کو پسند آئے گی۔
وادرہ جو اب عرض کی پاسکی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی طبیعت نہ ہو اور مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا اثر ذمہ دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY



سے ہی مرہنگی تھی میرے ابو تھے جو مجھ سے پیار کرتے تھے انہیں دونوں میں ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ ہمیں شادی شدہ تھیں اور دو بھائی بھی شادی شدہ تھے ہم چار بہن بھائی غیر شادی شدہ تھے دوسرے تینوں تو انہی کے ساتھ تھے مگر مجھ سے کسی کی ناگوار ہونا برداشت نہیں ہوتی تھی۔

پہلے محبت میں دعو کو کھانے کے بعد میرا محبت پر سے اعتنا۔ اٹھ چکا تھا یوں تو میری بہت سے لڑکیوں کے ساتھ دوستی تھی مگر میرے دل میں کبھی کوئی لڑکی جگ نہ بنا پائی تھی رات بھر میں اس نمبر پر بار بار ڈرائی کرتا رہا تھا مگر اس نے کال ریسیو نہ کی تھی تھک ہار کر سو گیا تھا صبح نو بجے کا ناٹم تھا جب میرے نمبر پر اس نمبر سے کال آئی میں نے کال پل کی اور

کہا ہیلو جی۔ اسلام علیکم۔

وا علیکم اسلام۔ ایک محصوم سی آواز میری سماعتوں سے ٹکرانی ایک لمحے کے لیے تو میں اس آواز کے

آج میرا نام شہروز ہے اور میں پشاور کا رہنے والا ہوں مگر ان دنوں اپنے دوست سے ملنے مردان گیا ہوں تھا ہم سب دوست حجرے میں بیٹھے ہوئے خوش گپوں میں مصروف تھے کہ اچانک میرے موبائل پہ میسج کی بپ سنائی دی کسی نے نمبر سے ایک میسج جو کہ شاید غلطی سے کسی نے میرے نمبر پر سینڈ کر دیا تھا میرے موبائل پہ آنے والا میسج ایک دگھی لڑکی کا تھا جو اس نے اپنی کسی دوست ارم کو سینڈ کیا تھا اور بے دھیانی سے ایک فکر کے فرق سے میرے پاس آ گیا تھا میں نے میسج پڑھا تو میرا دل بے اختیار چلنے لگا کہ میں اس لڑکی سے بات کروں۔

میں نے نمبر: آئل کیا مسلسل بتل جا رہی تھی مگر وہ کال پک نہیں کر رہی تھی میرے پاس دو نمبر تھے ایک جاز اور دوسرا یونوں کا میں دونوں نمبروں سے ٹرائی کرتا رہا تھا اور میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی دراصل ان دنوں میں بھی بہت دگھی تھا میری امی تو پانچ سال

وہ بہت حیران ہوئی کہنے لگی
 آپ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں جو آپ
 نے اتنی بڑی بات کہہ دی ہے
 میں نے اسے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھے
 آپ کے ماضی سے کوئی سرکار نہیں میں تو صرف اتنا
 جانتا ہوں کہ میں آپ سے بہت پیار کرنے لگا ہوں
 اور آپ میری زندگی بن گئی ہو۔

ثانیہ کہنے لگی میں تو خوبصورت نہیں ہوں اور
 آپ بنا دیکھے ہی شادی کا فیصلہ کر بیٹھے ہو۔
 دیکھو ثانیہ محبت روح کا رشتہ ہوتا ہے مجھے آپ
 کی اچھائی سے پیار ہے آپ کی آواز سے عشق ہے
 آپ کی شکل و صورت کسی بھی ہو مجھے کوئی فرق نہیں
 پڑتا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کے بنا میری زندگی
 ادھوری ہے پلیز ثانیہ مجھے مکمل کر دو۔۔

اسنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو
 میں گئی صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو
 میں اتج میں اس سے تھوڑا سا بڑا تھا وہ اٹھارہ
 سال کی تھی میں نے اسے کہا۔
 آپ اگر دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہتی ہو تو آپ کی
 مرضی مگر اس نے کہا۔

میں بھی آپ سے بہت پیار کرنے لگی ہوں
 بات تو دن کو ہماری تھوڑی بہت ہو ہی جاتی تھی
 ان کے ساتھ والے گھر میں جو باجی تھیں وہ اکثر ان
 کے گھر جاتی تھی اور انہی کے گھر جا کر مجھ سے فون پر
 بات کر لیتی تھی مگر میرا دل نہیں بھرتا تھا اس لیے میں
 نے اسے مجبور کیا۔

آپ اپنے کمرے میں اکیلی ہوتی ہو تو پھر مجھ
 سے رات کو بات کیوں نہیں کرتی مگر ثانیہ ذرا تھی کہ
 اگر اس کے گھر میں کسی کو پتہ چلا گیا تو بہت برا ہو
 جائے گا مگر میں نے ثانیہ کو مجبور کر ہی لیا کہ اس نے
 بات کرنے کی حامی بھری وہ سرگوشیوں سے بات
 کرتی تھی مجھے تب بھی اچھا لگتا تھا کیونکہ میں نے تو

سحر میں کھوسا گیا تھا اتنی پیاری خوبصورت آواز وہ مجھ
 سے کہنے لگی دیکھیے سر مجھ سے غلطی سے آپ کے یونٹ
 ریج سینڈ ہو گیا تھا اور میں معذرت چاہتی ہوں آپ
 پلیز مجھے دو بارہ کال نہ کیجئے گارات کو مجھے دو نمبروں پہ
 کالز آر ہی گئی دیکھئے آپ کی کالز میرے لیے پرائیم
 بن سکتی ہے میں نے اس کو باتوں کا جواب صرف اتنا
 کہا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں۔

جی میرا نام ثانیہ ہے میں نے کہا۔
 جی تو ثانیہ کہا آپ مجھ سے دوستی کرو گی ثانیہ۔
 اس نے کہا نہیں ایم سوری میں لڑکوں سے دوستی
 کو اچھا نہیں سمجھتی۔

ٹھیک سے تو پھر ایک انسانیت کے ناطے ہی مجھ
 سے بات کر لیا کرو میں آپ کو کھوتا نہیں چاہتا تھوڑی
 پس پیش کے بعد اس نے بات کرنے کی حامی بھری
 مگر ثانیہ نے کہا۔

جب میں مس بیل کروں تو تب کال کرنا کیونکہ
 یہ گھر کا نمبر ہے اگر بھائی یا بھابی نے کال ریسیو کر لی تو
 غضب ہو جائے گا میں نے اس سے وعدہ کیا کہ جیسے
 آپ کہو گی۔

میں ویسا ہی کروں گا میں خوش تھا کہ چلو بات تو
 کرے گی۔

وہ نو جولائی تھی اس دن ہم نے دو تین بار بات
 کی تھی مجھے اس نے اپنے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا
 ثانیہ کی امی ابو مرچکے تھے وہ Btho کلاس میں پڑھتی تھی
 اپنے بھائی اور بھابی کے ساتھ رہتی تھی اس کی بھابی
 بہت سخت مزاج عورت تھی اس کے ساتھ بہت برا
 سلوک کرتی تھی وہ اپنی بھابی کی وجہ سے بہت دل
 برداشتہ تھی۔

ایک دن ہماری دوستی ہوئی دوسرے دن میں
 نے اس آئی لو یو کہہ دیا اور تیسرے دن میں نے اسے
 پراپوز کر دیا۔

ثانیہ کیا آپ مجھ سے شادی کرو گی

ثانیہ سے کو آواز دی۔

ثانیہ چائے لے آؤ

اس سے پہلے تو ہماری صرف فون پر ہی بات ہوتی تھی مگر آج پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں میں سر جھکائے بیٹھا رہا تھا جب میری سائولی سائولی محبوبہ میرے سامنے آئی ثانیہ نے چاہے رکھی مجھے سلام کیا میں نے نظریں اٹھائیں وہ میرے من پسند کمر کے سوٹ میں بہت ہی چماری لگ رہی تھی میں نے دیکھا کہ ایاز اپنی بیوی کو کھانے کا کہہ رہا تھا میں نے موقع غنیمت جانا اور شرارت کر دی ثانیہ کو شرارت سے آنکھ مار دی وہ شرما کر اندر کمرے میں چلی گئی اس کی آنکھوں میں پیار کا ایک سمندر تھا نہیں مار رہا تھا۔

رات کو ہوٹل میں رہنے جا رہا تھا مگر ایاز نے مجھے اپنے کمرے میں ہی روک لیا میں نے ثانیہ کو متوجہ کیا کہ مجھے اپنی تصویر دو اور میں اپنی تصویریں بھی آپ کو دے کر چلا جاؤں گا ثانیہ نے بھی مسیج رپلائی کیا اور کہا کہ آپ جس کمرے میں بیٹھے ہو وہاں میرے سکول بیگ کے ساتھ ہی ایک رجسٹر پڑا ہوا ہے موقع ملے تو وہاں اس میں رکھی ہے اٹھا لینا

ایاز مجھے کمرے میں تنہا چھوڑ کر باہر گیا تھا میں نے ثانیہ کی تصویر رجسٹر سے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی اور اپنی تصویر ثانیہ کے رجسٹر میں رکھ دی رات بھر مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میرا دل چاہ رہا تھا کہ ثانیہ میرے سامنے بیٹھی رہے اور میں اسے دیکھتا رہوں مگر وہ اپنی بھالی کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی گئی صبح مجھے واپس جانا تھا ثانیہ کو بھی سکول جانا تھا وہ جب صبح سکول کے لیے تیار ہو کر پونقیام میں اپنا بیگ اٹھانے آئی تو میں نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ میں نے واپس جانا ہے تب مجھے اس پہ بہت ہمارا آیا میرا دل چاہا کہ میں اس سینے سے لگا کر اس کی آنکھیں چوم لوں جن میں میری جدائی کے آنسو

اس سے زیادہ سے زیادہ بات کرنا چاہتا تھا جب میں نے اسے شادی کے لیے کہا تو وہ کہنے لگی

شہروز آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو میں بھی آپ کو کھونا نہیں چاہتی مگر یہ ملن ہوگا کیسے۔ ہم کیسے اپنے گھر والوں کو بتائیں گے۔

کوئی بات نہیں آپ کے گاؤں میں میرا ایک دوست رہتا ہے ایاز میں اس سے بات کروں گا۔ آپ کے دوست کا نام ایاز ہے اس کا فون نمبر کیا ہے۔

کیوں ثانیہ آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہو اس لیے شہروز کہ میرے بھائی کا نام بھی ایاز ہے۔ اس نے بتایا تو میں نے کہا۔

اچھا میں نے جب اسے نمبر بتانا شروع کیا تو ابھی آدھا ہی نمبر بولا تھا آدھا اس نے خود بتایا تھا میرا دوست اتفاق سے ثانیہ کا بھائی ہی نکلا ہم دونوں بہت خوش ہوئے تھے میں نے ثانیہ کو یقین دلایا کہ میں ایاز کو سنالوں گا۔

اب سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ایاز مجھے اپنے گھر نہ لے جائے میں نے اب ایاز سے رابطہ اور محبت زیادہ بڑھادی تھی روز اسے بھی فون کرنا پھر ایک دن ایاز کو پشاور آنے کی دعوت دی تو ایاز کہنے لگا میں تو نہیں آؤں گا اگر تمہارا چکر لگے تو میرے گھر آنا

سو، اندھا کیا چاہئے دو آنکھیں، میں نے جھٹ سے کہہ دیا۔

میں عید کے دوسرے دن آؤں گا عید قریب ہی تھی میں نے اپنی جان ثانیہ سے کہا کہ جب میں آؤں تو آپ مہرون ظہر کا سوٹ پہننا اور ہو سکے تو اپنا دیدار ضرور کرانا ثانیہ بہت خوش تھی پھر عید کے دوسرے دن میں جب ان کے گاؤں پہنچی تو ایاز مجھے اڈے سے لینے آیا ہوا تھا وہ مجھے اپنے گھر لے گیا تھا اور مجھے ایک کمرے میں بٹھا دیا تھا اور اپنی بہن

ہیں مگر ہائے میری قسمت ایسا سوچ ہی سکتا تھا۔

وہ سکول چلی گئی تھی اور میں واپس پشاور آ گیا تھا مگر میرا جین سکون وہی پر چھوڑ آیا تھا دن بھر مجھے اس کا انتظار ہوتا جبید سے ہی گیارہ بجتے میں اسے کال کرتا وہ اپنے کمرے میں تب اکیلے ہوتی ہم رات بھر فون پر باتیں کرتے رات گزرنے کا پتہ بھی نہ چلتا تھا یہاں تک کہ صبح کے سات بجے جاتے اس نے 8th کلاس یا کر لی تھی اب وہ 9th میں تھی رات بھر بات کرنے کی وجہ سے اس کی تعلیم بھی متاثر ہو رہی تھی اور صحت بھی وہ بیمار ہو گئی تھی میں نے اسے کہا کہ اب ہم دو یا تین مہینے سے زیادہ بات نہیں کریں گے مگر دل تو پاگل ہے تا جانے جب بات شروع ہوئی تو فون بند کرنے کو دل ہی نہ کرتا تھا۔

ثانیہ کے گھر سے واپسی کے تین ماہ بعد میں اپنے بڑے بھائی اور بھائی کو ثانیہ کے گھر رشتے کے لیے بھیجا ایاز نے کچھ دن سوچنے کا ٹائم مانگا اس دوران وہ ہمارے دوران وہ گھر بھی آیا سب اسے بہت اچھے لگے اور ایاز نے ثانیہ کا رشتہ میرے ساتھ طے کر دیا ہم دونوں بہت خوش تھے اب میں ہر ماہ اپنی جان کا دیدار کرنے کے لیے جاتا تھا اس طرح دو سال بیت گئے ثانیہ میٹرک میں تھی مگر اس کی بھائی نے امتحانات سے کچھ دن پہلے ہی اس کا سکول جانا بند کر دیا تھا شادی کی ڈیٹ فلکس کرنے چاہئیں میرے بھائی نے ایاز سے بات کی تاریخ طے ہو گئی اور پھر انیس جون کو میری ثانیہ میرے نام ہو گئی وہ دلہن کے روپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی میری زندگی مہمل ہو گئی تھی ثانیہ نے میرا بہت ساتھ دیا ہر حالات میں میرے ساتھ ہمیشہ ساتھ رہی آج ہماری زندگی بہت خوشگوار ہے میری پوری کوشش ہے کہ میں ثانیہ کی ساری اوجھری خواہشات کو پورا کروں اس لیے اب ثانیہ کو پڑھنے کا بہت شوق ہے ہمارے دو بچے بھی ہیں۔

ثانیہ اور ذیشان۔ ثانیہ چار سال کی ہے اور ذیشان دو

سال کا ہے ہماری شادی کر پانچ سال ہو گئے ہیں مگر میرا اور ثانیہ کا پیار آج بھی پہلے کی ون جیسا ہے ثانیہ اور ہمارے بچے اب اس گاؤں میں رہتے ہیں کیونکہ ثانیہ کی بھائی کو اس کی بد مزاجی کی وجہ سے ایاز نے طلاق دے دی تھی اب ثانیہ اپنے بھائی سے بہت پیار کرتی ہے وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتی اور میں اس کی خوشی میں خوش ہوں اب بھی میں جب کام کے سلسلے میں گھر سے دور ہو جاتا ہوں تو دن میں تین یا چار بار اسے کال کرتا ہوں اور رات کو تو ضرور بات ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ ہمارے بچوں نے زندگی میں مزید رنگ بھر دیئے ہیں۔

اب آخر میں تمام پڑھنے والوں سے میری گزارش ہے کہ پلیز ہماری خوشیوں کو بھی کسی کی نظر نہ لگے پلیز آپ سب دعا کیجئے گا اور ہاں کسی کا پہلا پیار بنا کوئی بڑی بات نہیں بننا ہے تو کسی کا آخری پیار بننے کا کیا قیامت وہ صرف آپ کا ہو۔۔۔

کسی بھی میری کہانی اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازینے گا دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

گزرے ہوئے لمحات کا سایہ ہے اب تلک مجھ کو میرے جنوں نے ستایا ہے اب تلک خوشیاں تو کہیں دور بہت دور کھو گئیں ہم کو غموں نے بار بار رلایا ہے اب تلک چھوڑا ہے جب سے دنیا کے اس خار زار کو دل میں اک خواب بنایا ہے اب تلک جس میں ہیں میرے بچوں میرا سسر اور میں یوں اپنے گھر میں باغ لگایا ہے اب تلک تجانے ابھی کتنی آزمائشیں ہیں اللہ نے میرا ظرف آزمایا ہے اب تلک کوشش سے میری کہ اس امتحان میں سرخرو ہوں ورنہ تو دل کو درد ہی بھایا ہے اب تلک شازیہ گل۔ مائسبرہ گاؤں بھیر نند

مارچ 2015

جواب عرض 111

انمول محبت

محبت کے دشمن کے ہاتھ کیا آیا

۔۔ تحریر۔ ذوالفقار نسیم۔ میاں چنوں۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ محبت کے دشمن کے ہاتھ کیا آیا ایک ایسی داستان جو میں آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ سب لوگ اس کو ضرور پسند کریں گے اور اپنی اپنی دادیں گے تاکہ مجھے اور بھی لکھنے کا موقع ملے اور میں آپ کی بزم کا ایک حصہ بن جاؤں یہ کہانی میرے دوست پرنس کی ہے جو کہ سچی محبت کرتا تھا اس نے اپنی جان تو دے دی مگر اپنی محبت کو امر کر دیا کسی لگی ضرور بتائیے گا۔

ادارہ جو اب عرض کی پابسی کو یہ نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا انٹرنیٹ سروس فراہم نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ہمارا کیا مقابلہ اس نے مجھے ایک بار پھر دیکھا اور تھوڑا سا مسکرائی کیا بتاؤں مسکراتے بھی ایسی لگتی جیسے آسمان سے کوئی پری آگئی ہو ایسے جیسے منہ سے پھول زمین کو بہار کا موسم بنا رہے ہیں۔

جب محبت ہوتی ہے تو بس پتہ ہی نہیں چلتا کہ محبت ہو کسے سنی ایک دن نور کا سچ چار ہی تھی اور اس نے اپنی سبکی سے پوچھا مریم یہ لڑکا کون ہے کہاں رہتا ہے مریم ہمارے گاؤں میں رہتی تھی تو مریم نے کہا نور یہ ہمارے گاؤں کا ہے اس کے والد چھوٹے کسان ہیں تو نور نے کہا مریم غریب امیر تو اوپر والا بتاتا ہے یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے مریم تم اس لڑکے کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو نور تم اس بات کو چھوڑو یہ بتاؤ اس کا نام کیا ہے مریم خیر تو ہے تم تو اس کے بارے میں اتنا کچھ کیوں پوچھ رہی ہو نور میں نے آپ سے کچھ اور نہیں پوچھا اس بات کو چھوڑو مریم میں تمہاری سبکی ہوں مجھے اتنا بھی حق نہیں کہ اپنی اچھی سبکی سے کچھ نہ پوچھوں تو نور آپ کیا پوچھنا

محبت ایک دل کی لگی سے محبت ایک آرزو ہے محبت کی جاتی ہے محبت کرنے والوں سے دل تو پاگل ہے جس کو چاہے بس اسی کا ہو جاتا ہے دل کا کیا کریں دل اپنی مان مرضی کرتا ہے میں ایک غریب سا لڑکا ہوں ابو جان کھتی باڑی کرتے ہیں میں پڑھتا ہوں مجھے کسی سے محبت ہوگئی کیا کریں دل مانتا ہی نہیں بس جس کا چاہے اس کا ہو جاتا ہے۔

تیری یاد آتی ہے سونے سے پہلے آنسو نکل آتے ہیں رونے سے پہلے میں نے جس لڑکی سے محبت کی تھی اس کے والد صاحب امریکہ گئے تھے میں تو غریب تھا میری کیا اوقات۔ اس لڑکی سے محبت کرنے کی میں ایک دن کا سچ جا رہا تھا تو وہ لڑکی جس کا نام نور تھا اس نے مجھے دیکھا اور سی نیچے منہ کر لیا کرتا دل جس کو چاہے میں کیا کروں اس کا چہرہ ایسا تھا جیسے بنانے والے نے سارا چاند ہی بنا دیا؛ و اتنا خوبصورت کے دل کرتا بس نور ہو اور تم ہو کیا کرتا امیر کی اولاد تھی ہم غریب تھے اس سے



Scanned By Bookstube.net



چاہتی ہو تو مریم نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ تمہیں اس سے پیار ہو گیا ہے اور جی مجھے اس سے پیار ہو گیا ہے تم صرف اس لڑکے کا نام بتا دو تو مریم نے کہا

اس کا نام پرنس ہے۔

نور نے کہا میرا ایک کام کرو گی۔

مریم نے کہا ضرور کروں گی دوست دوست کے کام آتا ہے میں آپ کے کام آؤ گی بتاؤ مریم میرا یہ خط تم کسی نہ کسی طرح اس کو دو تو آپ کا مجھ پر احسان ہوگا

تو مریم نے نور کا خط مجھے دے دیا میں نے گھر جا کر اس خط کو کھولا پڑھا تو لکھا تھا۔

اسلام علیکم۔ پرنس آپ اگر مرانہ مانیں تو میں نے آپ کو ایک بات کرنی ہے میں تم سے پیار کرتی ہوں صرف تم میری زندگی ہو میں آپ کو دل سے محبت کرتی ہوں تم مجھے کل شام کو چہ بجے کالج کے پلاٹ میں ملنا میں وہاں آپ کا انتظار کروں گی پرنس ضرور آنا میں آپ سے محبت کرتی ہوں آئی لو پرنس۔ میں آپ کا انتظار کروں گی۔

آپ کی محبت نور

جب میں نے خط پڑھا کیا ہوا مجھے آپ کو کیا بتاؤں میری محبت مل گئی تھی میں اس وقت کا بے چینی سے انتظار کرتا تھا جب شام کے چہ بجے تو میں نور کو ملنے گیا نور کالج کے پلاٹ میں اکیلی کھڑی تھی مجھے ڈر بھی لگ رہا تھا کہ شاید نور مجھے محبت نہ کرتی ہو تو میں آہستہ آہستہ پلاٹ میں گیا ادھر سے نور بھی آگئی تو نور نے مجھے اسلام علیکم کہا تو میں نے جواب دیا کیا کرتا دل کو کیا کہتا دل جس کو چاہتا ہے محبت کرتا ہے اس کو محبت کرتا ہے نور نے مجھے کہا۔

پرنس کیا آپ بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔

میں نے کہا دل میرا اس وقت ہی آپ کو محبت کرنے لگا جب کالج میں آپ نے مسکرا کر مجھے دیکھا

اور منہ نیچے کر لیا تھا بس کیا کرتا کچھ کہہ نہیں پایا تھا ڈر لگتا تھا کہ آپ ناراض نہ ہو جاؤ نور مجھے بھی یہ ہی محسوس ہوتا تھا کہ تم مجھ سے ناراض نہ ہو جاؤ تو میں نے کہا نور آپ تو امیر گھر میں رہتی ہو تو میں غریب ہوں میرا اور آپ کا کیا مقابلہ۔

نور نے کہا خاموش پرنس مجھے اتنا غم نہ دو کہ میں امیر ہوں یہ کوئی بات نہیں دل غریب امیر نہیں دیکھتا دل محبت دیکھتا ہے آپ کے دل میں میری محبت ہو گئی تو مجھے اس دولت سے کچھ نہیں فرق پڑتا

مجھے صرف آپ کی محبت کی ضرورت ہے مجھے دولت نہیں چاہئے تم مل جاؤ مجھے دولت مل گئی ہے میں نے کہا نور مشکل وقت میں چھوڑو تو نہ دو گی۔

نور نے کہا میں آپ سے محبت کرتی ہوں جان بھی جاتی ہے تو جانے دو میں آج سے تمہاری ہوں پھر تمہاری ہوں میں آپ سے محبت کرتی ہوں آئی لو پرنس۔

میں نے پھر نور کو کہا آئی لو پرنس میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہے کر ہی چاہتا ہوں اور اسی طرح محبت کرتا رہوں گا۔

پھر ہماری محبت بڑھتی گئی نور میرے بغیر اکہل بھی نہیں دور نہ رہتی ہو کوئی نہ کوئی چیز میرے لیے لے آئی کبھی گفٹ کبھی کچھ کبھی کچھ میں بھی نور کو کالی گفٹ دیئے میں غریب تھا میرے گفٹ اسے قیمتی نہ ہوتے تھے۔

نور سے کہا کہ محبت گفٹ سے نہیں دل سے ہوتی ہے جس نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے اتنے قریب کر دیا ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میں آپ کو محبت کرتی ہوں پرنس مجھے تمہاری محبت پر یقین ہے اسی طرح محبت آگے بڑھتی گئی۔

ایک دن نور کے بھائیوں کو میری محبت کا پتا چل گیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم کیا چیز ہو ہم چاہیں تو آپ کے گھر کو خرید سکتے ہیں اور آپ یہ بتاؤ کہ کتنے

اک لفظ محبت ہے لڑکے و بچوں
 برہانہ ہو جاؤ تو میرا نام بدل دینا
 ایک لفظ مقدر کے اس سے لڑکے دیکھو تم
 برہانہ جاؤ تو میرا نام بدل دینا
 اک لفظ دقا کا ہے جو زبانے میں نہیں ملتا جانی
 اگر کہیں سے ڈھونڈ کر لے آؤ تو میرا نام بدل

دینا

 ٹھکرا کر محبت میری کہاں جانے کا ارادہ ہے
 مجھے زندگی کے کسی سوڑ پر لانے کا ارادہ ہے
 یہ جواب خفا خفا سے رہنے لگے ہوتے
 یہ پیار کا عروج ہے یا چھوڑ جانے کا ارادہ ہے
 جاتے جاتے تو تیا اے جان من
 میرے پیار میں کمی یا کسی اور سے دل لگانے
 کا ارادہ ہے
 میرے بعد میری یاد آئے مڑ کر نہ دیکھنا ہم سفر
 کیونکہ تیرے بعد میرا بھی اس دنیا کو چھوڑ
 جانے کا ارادہ ہے

 غزل
 ہاتھ تمام کر بھی تیرا سہارا نہ ملا
 میں وہ لہر ہوں جسے کنارہ نہ ملا
 مل گیا مجھے جو کچھ بھی چاہا میں نے محسن
 ملا نہیں تو صرف ساتھ تمہارا نہ ملا
 ویسے تو ستاروں سے بھرا ہوا ہے آسماں
 جو ہم ڈھونڈ رہے تھے وہ ستارہ نہ ملا
 کچھ اس طرح سے بدلی پھر زندگی ہماری
 پھر جسے بھی پکارا وہ دوبارہ نہ ملا
 احساس تو ہوا سے مگر دیر ہو گئی نوید
 اس نے ڈھونڈا مگر نشان ہمارا نہ ملا

 نوید خان ڈاھا۔ عارفوالہ

پہچے چاہیں نہیں
 میں نے کہا۔ میں نور سے محبت کرتا ہوں مجھے
 دولت کی نہیں ضرورت مجھے صرف میری نور مل جائے
 تو نور کے بھائی نے مجھے بہت مارا۔
 میں نے کہا مجھے نور چاہئے انہوں نے مجھے پکڑ
 کر بند کر دیا کیا کرتا تب نور ہی نور ایک دن نور مجھے
 ملنے آئی تو نور نے کہا

میں محبت کرنی ہوں صرف تم سے چاہئے مجھے
 مارو میں تو نور کو اس کے بھائی گھر لے گئے تو نور کا رشتہ
 اس کے بچا کے بیٹے سے کرادیا گیا جب نور کو پتہ چلا تا
 اس نے زہر کھالیا اور ہسپتال جاتے جاتے فوت ہو گئی
 تو پرس کو پتہ چلا تو پرس نے بھی زہر پی لیا دونوں
 جان سے گئے تو محبت کے دشمن کے ہاتھ کیا آیا وہ ہاتھ
 پہ ہاتھ رکھ کر رونے لگے اب کیا ہوت جب چڑیاں
 چن گئی کھیت اب کیا فائدہ کہ نور کو ڈھونڈنے سے
 پرس اور نور نے اپنی محبت کی ایک داستاں بنا دی تھی۔
 قارئین اب بھی محبت کرنے والے ہیں محبت
 کے دشمن دنیا ساری ہے۔ محبت پھر محبت ہے جس سے
 ہو جائے ہو جاتی ہے محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے
 کرنے والوں سے محبت کی چاہت سے محبت دل کی
 آرزو ہے محبت دل کی تمنا ہے محبت زندگی ہے محبت
 دونوں طرف ہو تو دنیا کو بھی جھکا دیتی ہے پرس نور
 دونوں کی محبت کئی جگہ تھی دونوں نے ایک دوسرے کو
 حاصل کرنے کے لیے سر کر بھی امر ہونا پڑا وہ دونوں
 محبت کی ایک انوکھی داستاں چھوڑ گئے تھے جس کو میں
 نے لکھ دیا یہ داستاں میرے دوسرے پرس کی ہے جس کو
 آج سے دس سال ہو گئے ہیں یہ دنیا چھوڑے ہوئے
 اب مجھ کو اس کی یاد تریاتی ہے تو میں نے جواب عرض
 میں حقیقت داستاں لکھو ہمیشہ ہمیشہ کے ای افسانہ بنا
 دیا ہے۔

غزل

محبت کے دشمن کے ہاتھ کیا آیا جواب عرض 115 مارچ 2015

اگر تم نہ ہوتے

-- تحریر۔ مینائل۔ آزاد کشمیر۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں ناچیز دہلی جو اب عرض کی نگری کے دروازے پر دستک دے رہی ہوں میں اپنی ایک سنوری لے کر حاضر ہوں امید ہے کہ سب کو پسند آئے گی اور میری حوصلہ افزائی ضرور کریں گے اگر آپ نے ایسا کیا تو میں اگلی بار ایک نئی سنوری کے ساتھ حاضر ہوں گی اور زیادہ اچھا لکھنے کی کوشش کروں گی اس کہانی کا نام میں نے۔ اگر تم نہ ہوتے۔ رکھا ہے اگر آپ چاہیں تو اس کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں لکھنے میں کہاں تک کامیاں ہوئی ہوں یہ ضرور بتائیے گا مجھے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

ادارہ جو اب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کوئی مجھے تنگ کر رہا تھا مگر میں نے کوئی دلچسپی نہ لی پھر ایک دن مجھے ایک کال آنے لگی میں نے سوچا کہ کوئی اپنا ہو گا یا ہو سکتا ہے کہ بھائی ہو یہ سوچ کر میں نے کال پک کی ہیلو۔ اسلام علیکم۔ آگے سے پھر بہت ہی پیاری آواز ابھری اور مجھ تک پہنچی داسیکم اسلام میں نے پوچھا جی کون۔

میں فرحان علی بات کر رہا ہوں کیا آپ مینائل ہیں۔ جی میں مینائل ہوں مگر مجھے کیسے جانتے ہو اور میرا نمبر کہاں سے لیا اور کال کیوں کی میں نے ایک ہی وقت میں کئی سوال کر ڈالے مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا پھر کال ڈراپ ہو گئی اور میں پھر اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

دوسرے دن پھر اس کی کال آگئی میں بہت حیران تھی پریشانی ہوئی مجھے کہ اب کیا کروں دو تین بار میں نے کال کافی بھی ٹروہ اتنا ذہیت تھا کہ کال پر کال کر تار ہا میں نے کال اینڈ کی اور پھر کافی دیر میری اس سے بات ہوئی رہی اور پھر ہمارا معمول بن گیا تھا

میں سنوری شروع کرنے سے پہلے اپنا تعارف کروانا چاہتی ہوں میرا نام مینائل ہے ہم چھ بہن بھائی ہیں تین بہنیں اور تین بھائی ہیں اور میں بہنوں میں سب سے چھوٹی ہوں چوتھے نمبر پر ہوں اس وجہ سے سب مجھے پیار کرتے ہیں میری عمر چار سال ہی جب میں نے سکول جانا شروع کر دیا تھا مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا نڈل تک میں نے قریب ہی سکول میں پاس کیا اس کے بعد مجھے پائی سکول میں داخل کروایا گیا تھا میں دل لگا کر پڑھتی تھی اور میں نے مشرک اچھے نمبروں سے پاس کیا اس کے بعد کالج میں نہ جاسکی مگر میں پڑھتی رہی اور ایف اے کر لیا جب میں ایف اے میں تھی۔

قارئین آپ کو بتاتی چلوں کہ میں پیار سے ناواقف تھی اور مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا تھا اگر کوئی پیار کے متعلق بات کرتا تو مجھے بڑا غصہ آتا لیکن پھر پتہ نہیں مجھے خود کیسے پیار ہو گیا ہوا یوں کہ کچھ دن میں گھر میں اسی لگی اور ایک روٹک نمبر سے بار بار



Scanned By BooksTUBE.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

ہم روز بات کرتے ہم گھنٹوں فون پر باتیں کرتے ایک دن وہ کہنے لگا میں کسی سے پیار کرتا ہوں میں نے پوچھا کس سے وہ کہنے لگا تم سے پیار کرتا ہوں مگر تم نے آج تک سمجھا ہی نہیں کیا تم نے کسی سے پیار کیا ہے تو میں نے صاف انکار کر دیا مجھے اس دن ہی تم سے پیار ہو گیا تھا جس دن فرسٹ ٹائم میں نے تیری آواز سنی یہ کیا لگو اس ہے میں نے غصے میں کہا تو وہ کہنے لگا کہ پلیز میرے پیار کو ٹھکرا نہ مت میرا پیار ایک کالج کی چوڑی کی طرح ہے جو ذرا سی ٹھوکر لگی تو ٹوٹ جاتی ہے اگر آپ نے مجھے ٹھکرا دیا تو میں بھی اس چوڑی کی طرح ٹوٹ جاؤں گا میں اس کے بنا نہیں رہ سکتا پلیز میرے پیار کا مان رکھنا یہ فرحان علی کل بھی تیرا تھا اور آج بھی تیرا ہے اور کل بھی تیرا ہی رہے گا میں نے تم کو ٹوٹ کر چاہا ہے اور جس کو ٹوٹ کر چاہا جائے تو وہ اس کی رگ رگ میں اتر جاتا ہے اور بھولنے سے بھی نہیں بھلا یا جاتا کیونکہ جو دل میں سما جائے وہ بھولتے نہیں۔

وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ مجھے اس سے پیار ہو گیا تب میں نے فرحان علی کو کہا کہ میں بھی آپ سے بے پناہ پیار کرتی ہوں اگر آپ بھی میرے ساتھ بے وفائی کی یا مجھے تنہا کیا تو میں مرجاؤں گی تو فرحان علی نے کہا کہ مجھے اپنے پیار کی قسم ہے میں تمہیں نہیں بھولوں گا مجھے موت آجائے گی مگر میں تم سے پیار کرتا رہوں گا پھر میں خاموش ہو گئی ہم نے فون پر بہت سے وعدے کیے اور قسمیں کھائیں تب سے میری بربادی کے دن شروع ہو گئے تھے۔

کبھی سو زخم بھر جاتے ہیں لمحوں کے گزرنے پر کبھی ایک زخم انسان کو ساری زندگی رولا تا ہے ہوا یوں کہ میں اپنی محبت میں بہت آگے نکل گئی تھی جہاں سے واپسی بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھی لیکن افسوس کہ وہ کسی اور لڑکی سے پیار کرتا تھا وہ لیکن وہ جب بھی مجھ سے بات کرتا میں اس کی ہر غلطی

بھلا دیتی تھی اسی طرح ہماری محبت کو دو سال ہو گئے ایک دن فرحان کا ایک دوست جس کا نام علی تھا اس نے مجھے کال کی اور کہنے لگا کہ کیا تم فرحان سے پیار کرتی ہو تو میں نے کہا کہ ہاں میں فرحان سے پیار کرتی ہوں تو علی مجھے کہنے لگا کہ آپ فرحان کے لیے اپنی زندگی مت خراب کریں وہ آپ سے بے وفائی کر رہا ہے وہ اچھا نہیں ہے اس کا اور بھی بہت ساری لڑکیوں کے ساتھ رابطہ ہے مگر میں نے یقین نہ کیا کہ میرا فرحان ایسا نہیں کر سکتا تھا وہ ملی بھریں کیسے بدل سکتا ہے اور میں کیسے یقین کرتی کیونکہ میرے دل نے کہا تو میری روح نے بھی اسے چاہا ہے میں نے علی کو برا بھلا کہا اور کال ڈراپ کر دی اور پھر میں نے فرحان سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کو دیکھنا بھی گناہ سمجھتا ہوں ایک بار پھر اس پر اعتبار کر لیا لیکن افسوس کہ یہ اعتبار زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکا۔

ایک دن علی نے مجھے کال کی اور کہنے لگا کہ اس دن آپ نے تو مجھے برا بھلا کہا تھا تو آج میرے پاس ثبوت بھی ہے جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ فرحان کسی اور سے پیار کرتا ہے اور بات بھی کرتا ہے اس نے اپنے موبائل کی ریکارڈنگ آن کی جس کو میں نے سنا تو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی میں بے ہوش ہو کر گر پڑی ہوش آیا تو میری کزن جس کا نام ماہ نور تھا میرے پاس تھی اس نے مجھے بہت حوصلہ دیا اگر آنسو جو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا فرحان کی اس بات پر اور اس کے بے وفائی پر میں نے تو دل و جان سے زیادہ پیار کیا تھا اسے چاہا تھا ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھانے والا اتنا بے وفائی کا کبھی سوچا نہ تھا۔

کوئی ہمدرد نہ تھا کوئی بھی درد نہ تھا

اچانک ایک ہمدرد ملا پھر اس سے ہی ہمدرد ملا پھر اس کے بعد میری صحت دن بدن گرتی چلی

غزل
ہم پہ گزرے تھے رخ سارے
جو خود پہ گزرے تو لوگ سمجھے
جب اپنی اپنی محبت کے
عذاب جھیلے تو لوگ سمجھے
وہ جن درختوں کی چھاؤں میں سے
مسافر کو اٹھا دیا تھا
انہی درختوں سے جو اگلے موسم
پھل نہا ترے تو لوگ سمجھے
اس ایک ہنسی عمر والی کے
قلعے کو کوئی نہ سمجھا
جب اس کے کمرے سے لاش نکلی
مخلوط نکلے تو لوگ سمجھے
وہ اک گاؤں کا ضعیف دہقان
سڑک کے بننے پر کیوں خفا تھا
جس اس کے بچے جو شہر جا کر
کبھی نہ لوئے تو تو سمجھے

غزل
لیوں پہ حرف نہ کوئی سوال رکھتا تھا
کبھی وہ ضیظ میں اتنا خیال رکھتا تھا
خبر ہی کہاں تھی مجھے ہی وہ بھول جائے گا
ایک ایک چیز جو میری سنبھال رکھتا تھا
وہ مسکرا کے بہت چپ رہا
جیسے ہنسی کی آڑ میں ملال رکھتا تھا
سنا ہے اب لوگ اسے بہت ستاتے ہیں
جس شخص کا میں بہت خیال رکھتا تھا
----- سمیع خان۔ بہاؤنگر
محبت کرنا جرم نہیں اگر یہی جائے اصول سے
محبت تو خدا نے بھی کی تھی اپنے رسول سے
محمد اکرم کے نام
ہم سے بھی پوچھ لیا کروں حال دل سلیم
ہم بھی کہہ سکتیں دعا ہے آپ کی۔۔۔ محمد سلیم منو

گئی لیکن پھر بھی مجھے ہمت سے کام لینا پڑا میں نے
ایک دن فرحان کو کال کی اور اسے بہت ساری کھری
کھری سنائیں وہ میری رگوں میں اتر چکا تھا اس کے
ساتھ میں کسی اور کو برداشت نہیں کر سکتی تھی میں نے
پھر خود ہی فرحان کو چھوڑ دیا اور اسے بھلانے کی ناکام
کوشش کرتی رہی مگر وہ تھا اس کی یادیں تھی کہ بھولنے کا
نام نہیں لے رہی تھی لیکن پھر ایک دن ایسا ہوا میری
ایک دوست نے مجھے کال کی جو کہ فرحان کے گھر کے
قریب ہی رہتی تھی اس نے مجھے بتایا کہ فرحان نے
تمہارا دل توڑا ہے اور آج وہ بھی بری طرح ٹوٹ گیا
ہے بیٹ مجھے بہت ٹینشن ہوئی میں نے اس سے پوچھا
کہ کیا ہوا فرحان کو تو وہ کہنے لگی کہ فرحان کے گھر کے
قریب ہی ایک لڑکی کا چکر چل رہا تھا مگر جب فرحان
نے اسے پانے کی کوشش کی تو اس لڑکی نے صاف
انکار کر دیا کہ فرحان اور بھی بہت ساری لڑکیوں سے
بات کرتا ہے میں کسی صورت بھی اسے قبول نہیں کر سکتی
اس کے بعد وہ بری طرح ٹوٹ گیا ہے ہر وقت اپنے
کمرے میں بند رہتا ہے اور بہت پریشان ہے۔

یہ سن کر میں بہت خوش ہوئی کہ اس کو اپنے کئے
کی سزا مل چکی تھی مگر میں اس کو نہیں بھلا پائی آج پانچ
ماہ ہو گئے ہیں میری اس سے بات نہیں ہوئی اور میری
دعا ہے کہ اللہ اسے ہمیشہ خوش رکھے اور اسے اس کی
چاہت جس کو وہ چاہتا ہے اسے ملا دے آمین۔
قارئین یہ بھی میری داستان کیسی تھی اپنے رائے
سے ضرور نوازئے گا مجھے شدت سے انتظار رہے گا اور
میرے لیے دعا کرنا میں فرحان کو بھول جاؤں آخر
میں ایک غزل اپنی کزن ماہ نور کے نام۔
کر لیا ترک تعلق اور بتایا ہی نہیں
سزا تو دے دی مگر سنایا ہی نہیں
نہ بھی محبت تو رکھنا تھا دوستی کا بھرم
کر کے عہد وفا پھر اس کو نبھایا ہی نہیں۔

انتظار

-- تحریر: محمد یونس ناز۔ کوٹلی آزاد کشمیر

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیرین سے ہوں گے۔
قارئین دوبارہ حاضری کو قارئین نے بہت سراہا ہے اور تہ دل سے ممنون ہوں کہ لوگوں کے دلوں میں اب
بھی ہمارے لیے محبت موجود ہے نئی کاوش جس کا نام میں نے۔ انتظار۔ رکھا ہے لیے ہوئے حاضر ہوا
ہوں امید ہے کہ حوصلہ افزائی ہوگی میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تحریروں کو پسند کیا
اور تصبیحوں کا سلسلہ جاری رکھنے کا کہا امید ہے کہ یہ کہانی بھی سب کو پسند آئے گی اور اپنی قیمتی رائے سے
ضرور نواہیے گا۔ یہ سچینی سے انتظار رہے گا۔

ادارہ و جواب عرض کی پاسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

بلکہ لوگ تم سے نفرت کرتے اور شاید تم بدنامی کے
خوف سے زندہ بھی نہ رہ پاتی تم تو آج بھی پہلے کی
طرح خوش و خرم زندگی گزار رہی ہوگی۔ مگر ہم ہیں کہ
مدخانے سے نکلنے کا نام تک نہیں لیتے۔

انیل ہم دنیا والوں سے چھپ چھپ کر نہیں پیتے
بلکہ سرعام پیتے ہیں لے لے کر تیرا نام پیتے ہیں
تیرے نام کے ساتھ جب پیتے ہیں تو اتنا لطف اور
سرور ملتا ہے کہ دل کرتا ہے کہ اور پیتے جائیں اتنا
قہقہیں کہ زندگی کی شام ہو جائے ویسے بھی ویران
زندگی میں اجالے کب تھے اب تو مصنوعی روشنیوں
کی نجات ہوگئی ہے دن کے اجالے سے وحشت سی
ہونے لگتی ہے کہیں یہ زمانے والے میرے اندر کے
انسان کو پڑھ نہ لیں۔

انیل جب ہم مدخانے میں جاتے ہیں تو ہر
بوٹل برتیرا کس نظر آتا ہے اور جب ہم بوٹل کا ڈھکن
کھولتے ہیں تو اندر تو بند نظر آتی ہے اور ہم تجھے بوٹل
کی قید سے آزاد کر کے اپنے دل میں قید کر لیتے ہیں

وہ تو کہتا تھا اسے ساری دعائیں یاد ہیں
کیا پچھڑ کے پھر ملنے کی دعا کوئی نہیں

اک بل کے لیے ملنا اور پھر پچھڑ جانا کیا۔ یہی محبت
ہے میں نے تو محبت میں انتہا کر دی تھی مگر
تمہاری بے رخی میری سمجھ سے بالاتر ہی تو ہے کیا میں
اسی محبت کا حقدار تھا ویسے بھی یہاں حقدار کو کب اس
کا حق ملتا ہے اور ملتا نہیں تو ہے جن کا کوئی حق
نہیں ہوتا ظالم مظلوم بن جاتے ہیں اور مظلوم کو یہ
زمانے والے ظالم بنا دیتے ہیں۔

انیل میں تو ہر موسم میں ہمسفر رہا ہوں ہر مشکل
گھڑی میں تمہارے ساتھ رہا ہوں پھر تو نے مجھے
کیوں بھلا دیا ہے وہ وعدے وہ قسمیں وہ بلند وباللا
دعوے سب کیا تھا تمہارے لیے تو صرف وقت گزاری
مگر میرے لیے نہیں میں نے تو تم سے محبت کی ہے
جی محبت اور ایسی محبت جس کی شاید تم حقدار نہ تھی انیل
اگر میں نے تم سے جی محبت نہ کی ہوتی ہر مشکل گھڑی
میں تمہارا ساتھ نہ دیا ہوتا تو آج تم اس مقام پر نہ ہوتی

اور جب تم سے ملنے کا شمار بڑھ جاتا ہے تو پھر تم سے گلے شکوے کرتے ہیں تمہیں سامنے بیٹھا کر اپنا جرم دریافت کرتے ہیں اور جب تو نہیں بولتی تو پھر تمہیں چھونے کی کوشش کرتے ہیں مگر چھونے سے قبل ہی ہمارے قدم ڈگمگاتے ہیں اور ہم گر جاتے ہیں ہماری اس بے بسی پر تم ہنستی ہو تمہیں لگائی ہو ہم لڑھکھڑاتے قدموں کے ساتھ تمہاری طرف بڑھنے لگتے ہیں مگر تم ہماری اس بے بسی پر تمہیں لگا کر دور فضاؤں میں لے کر جاتی ہو۔

میکدے میں اذان سن کر رو یا بہت

اس شرابی کو دل سے خدا یاد آیا ہے

نیلے آج بھی ہمارے دل میں تم ہو اور صرف تم ہی ہو کوشش بہت کی تمہیں بھلانے کی مگر ناکام رہا ہوں اور پھر جب قدر تمہیں بھلانے کی کوشش کرتا ہوں تم اتنی ہی شدت سے یاد آتی ہو اور پھر تمہیں بھلانے کا ارادہ ترک کر دیتا ہوں تیرا ملنا تو اب ممکن نہیں رہا ہے مگر میں یاد کرنے سے مجھے کون روک سکتا ہے تیرا پیار تو نہ مل سکا مگر تیری یادیں میرے ساتھ ہیں جو مجھے تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیتی ہیں تم کو مجھ سے کب پیار تھا مگر میں تیری محبت پیار کو ہمیشہ زندہ رکھوں گا اور جب تک زندہ ہوں پیار بھی زندہ ہے مگر رہتی دنیا تک پیار کو زندہ ہی رکھوں گا کتابوں میں کہانیوں میں افسانوں میں اور ناولوں میں بیرون انجھا لیلی مجنوں۔ کی طرح یک طرفہ محبت کی داستان بھی دنیا پڑھے گی اور اس شوق اور سے پڑھے گی جس کا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کیونکہ تم بہت ہی ہوتی رتوں کی مسافر ہو تمہیں صرف اپنا مفاد عزیز تھا اور جب تمہیں اپنی منزل مل گئی تو تم نے ہمیں فراموش کر دیا اور ایسے ہماری زندگی سے غائب ہو گئی ہو جیسے گدھے سے سر سے سینک۔

انیلہ تمہارے نزدیک محبت ایک عام چیز ہوگی مگر میرے نزدیک جذبہ ہے جس کی وجہ سے یہ دنیا یہ

کائنات آباد ہے اگر خدا کو اپنے بندوں سے محبت نہ ہوتی تو اس دنیا کو ختم کر دیتا جہاں پر مجھ جیسے گناہگار لوگ بھی رہتے ہیں۔

کمال کی فنکاری ہے اس میں

وار بھی دل پر اور راج بھی دل پر

انیلہ تم نے تو بے وفائی کی ہمارے دل کو کھلونا سمجھ کر کھلتی رہی ہو اور ہمیں بے وقوف سمجھ کر بولتی رہی ہو ہماری وفا کا کیا خوب صلہ دیا ہے تم نے ہم تو صرف حیران ہیں کہ تم آخر تم نے ایسا کیوں کیا اگر ایسا کرتا تھا تو پیار کی طرف قدم پہلے تم نے ہی بڑھائے تھے اور پھر خود ہی تم نے کنارہ کشی بھی خود اختیار کی ہے انیلہ تمہیں اب کچھ یاد نہ ہو تو یاد کرو وہ وقت یہ سنی کی بات ہے جب تم نے میری تین سالہ محبت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تھا کہ فرحان ایک لڑکا مجھے ہلکے میل کر رہا ہے میری کچھ تصویریں اس کے پاس ہیں اور اس نے تصویریں میرے گھر والوں کو دے دیں تو پھر میں بدنام ہو جاؤں گی پلیز میرے مستقبل کے لیے وہ تصویریں آپ لا کر دیں گے۔ مگر کیا نہ کرتا میں نے عظیم سے رابطہ کیا اور کہا کہ وہ تمہیں تصویریں واپس کرے مگر اس کی ایک ہی شرط تھی کہ وہ تمہیں مل خود تمہارے ہاتھ میں تصویریں دے گا۔

سوچنا اس وقت میرے دل پر کیا گزری ہوگی جب عظیم نے مجھے کہا کہ تم انیلہ کو کب سے جانتے ہو میں نے تمہاری خاطر اس کو کہا کہ انیلہ صرف میری دوست ہے اور اس کے علاوہ ہمارے درمیان اور کوئی ناٹ نہیں ہے۔

انیلہ یہ چاہتے ہوئے کہ مجھ سے پہلے اور بعد میں تمہارا کس کس کے ساتھ تعلق رکھا ہوا تھا اور اس تعلق کی نوعیت کیا ہے مگر پھر بھی تم سے محبت کی کیونکہ اگر جذبہ محبت کا تعلق روح سے ہے اور دوسرے لوگوں نے آپ کے جسم کے ساتھ محبت کی ہوگی۔

ہاں انیلہ میں نے مجبور ہو کر عظیم کو تمہارے گھر

جس کو بھی چاہا شدت سے چاہا فراز
 سلسلہ درد کی زنجیر کا بھی ٹوٹا نہیں
 انیلہ تم نے حماد کی دلہن بن کر اس کے ساتھ چلی
 مگنی اور یہ بھی نہ سوچا کہ فرحان کا کیا ہوگا جس کو سنے
 دکھائے تھے اور وہ اکیلا کیسے جی پائے گا میرا قصور تو
 بتایا ہوتا کہ میں نے تمہاری خاطر کیا کچھ نہیں کیا پیار کی
 طرف قدم تمہارے اٹھے تھے اب تمہائی عذاب صرف
 میرے حصے میں ہی کیوں آیا ہے کہاں مگنی تمہاری وہ
 قسمیں کہ تمہارے ہناجی نہ پاؤں گی سا جنم اور اب
 کسی اور کے سنگ جی رہی ہو۔

انیلہ میں تیری یاد سے غافل نہیں ہوں اور
 تمہاری کچھ نہ کچھ خبر ضرور رکھتا ہوں مگر 2005 کے
 زلزلے کے بعد سب رابطے منقطع ہو گئے آبادیاں اجڑ
 گئی تھیں اور تمہاری کوئی خبر نہ ملی اب تو تمہارے بچے
 بھی بڑے ہو گئے ہوں گے اور تم نے تو ہمیں فراموش
 کر دیا ہوگا کب تمہیں میری یاد آئی ہوگی اور آئے بھی
 کیوں۔ کیونکہ تم نے ہمیں کب پیار کیا تھا وہ تو محض
 وقت گزاری کے لیے ہمارے ارمانوں کا خون کرنی
 رہی ہو اور مطلب کی خاطر تعلق تھا انیلہ تمہیں یہ حق کس
 نے دیا تھا کہ تم ایک معصوم انسان کی بہستی بستی زندگی کو
 اجاڑ کر رکھ دو۔

اقرار بھی تم نے کیا تھا اور انکار بھی تم نے کیا ہے
 پہلے زخم لگائے پھر مرہم لگانا بھول گئی ہو۔ آخر میں
 نے تمہارا کیا بگاڑا تھا تم سے میری دشمنی کیا تھی میں تو
 تمہیں جانتا تک نہ تھا تم نے خود ہی محبت کی بھیگ
 مانگی تھی اور جب ہم تمہارے پیار میں جنون کی حد تک
 پاگل ہو گئے تو ہم تم سے محبت کی بھیگ مانتے پر مجبور
 ہو گئے کیونکہ تاریخ اپنے آپ کو دھرائی ہے۔

جب تک تمہارا ساتھ رہا ہم اپنے آپ کو خوش
 نصیب سمجھتے رہے اور تمہارے ہی گن گاتے رہے اور
 تمہاری ہر ادا پر مرٹے رہے تم جو کہتی ہم اس کو سچ تسلیم
 کرتے رہے اور جب تم نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا تھا تو

بلا یا تھا اور تم دونوں اکیلے ہی کمرے میں تھے اور وہاں
 تم نے کیا کچھ کہا اور تمہارے ساتھ کیا ہوا میں نے
 سوچا تھا کہ تم میری احسان مند رہوں گی کیونکہ میں
 نے تمہارے اجڑے ہوئے گلشن کو بچانے کے لیے
 اپنے ارمانوں کا خون کر دیا تھا لیکن بدلے میں تم نے
 کیا دیا صرف مطلب کی خاطر مجھ سے تعلق رکھا ہوا تھا
 اور تمہاری شادی میں رکاوٹ صرف عظیم تھا کیونکہ وہ
 تمہیں بدنام کر سکتا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو تم سے کون
 شادی کرتا۔

عظیم کو میں نے تمہارے راستے سے ہٹا دیا تھا
 اور تم نے کمال ہوشیاری سے مجھے اپنے رستے سے
 ہٹا دیا۔ قارئین محترم یہ اس وقت کی بات ہے جب
 آزاد کشمیر میں سو پائل کا تو دور دور تک کوئی نام و نشان
 نہیں تھا اور ٹیلی فون بھی صرف محض دفاتر میں ہوتے
 تھے میرا اور انیلہ کا رابطہ صرف خطوط کے ذریعے ہوتا
 ہے اس معاملے کے لیے ایک قاصد تھا اس کا کزن
 اور اس کی چھوٹی بہن فائزہ انیلہ تم نے دونوں
 قاصدوں کو منع کر دیا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی رابطہ نہ
 رکھیں اور اگر وہ راستے میں مجھے مل بھی جاتے تو پاس
 سے گزر جاتے۔

انیلہ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ مجھ سے کیسی
 محبت کی کیا یہی محبت ہے کہ تم نے مجھے مطلب کی
 خاطر استعمال کیا جب تمہارے ساتھ کوئی نہ تھا اس
 وقت میں سایہ بن کر تمہارے ساتھ ساتھ رہا ہوں اور
 جب اور لوگ تمہاری زندگی میں آئے تو تم نے مجھے
 اپنی ہی نظروں سے گرا دیا۔

اور پھر تم نے حماد سے شادی کر لی مجھے خبر تک نہ
 ہوئی آخری بار ہم دربار پر ملی تھی اور تمہارے ساتھ کوئی
 صورت تھی تم نے تو عہد کیا تھا میں صرف تمہاری ہوں
 اور تمہارے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی ہوں اور میں بھی کتنا
 پاگل تھا تمہاری ہر بات کو سچ سمجھ کر یقین کر لیتا تھا وہ
 جی بھی کہ میں تم سے پیار کرتا تھا۔

چلے نہیں ہیں مگر تمہیں دل سے ابھی تک بھلا نہ سکے جس کو بھی دیکھتا ہوں اس میں تمہاری ہی عکس نظر آتا ہے تم کو جتنا بھولنے کی کوشش کرتا ہوں تم شدت سے یاد آتی ہو شاید یہ میری دیوانگی ہے یا سادگی۔

اینلہ وقت تو گزر رہی جاتا ہے مگر ساقی کی تلخ یادیں انسان کا مقدر بن چکی ہو اور میں کسی اور کا مقدر ہوں لیکن میں اس کو دل کا کیا کروں جو آج بھی تمہارے لیے دھڑکتا ہے تمہاری پوجا کرتا ہے۔

اینلہ آج میرے پاس سب کچھ ہے دولت - عزت - شہرت - جواک - بھر پور زندگی گزارنے کے لیے کافی ہوئی ہیں مگر اک کئی ہے کہ صرف تم نہیں ہو لیکن تمہاری یادیں ہمیشہ سے میرے ساتھ رہتی ہیں اور دکھ اور کرب کی ایسی صورت ہے کہ کبھی بھی دیوانگی میں لیوں پر تمہارا نام آ ہی جاتا ہے اور لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ اینلہ کون ہے تو میں صرف آنسو بہا کر رہ جاتا ہوں لیکن تمہارے نام کی بے حرمتی نہ ہو جائے۔

اینلہ تم جہاں بھی ہو اگر کچھ تمہیں مجھ سے لحو بھر کے لیے پیارا ہوا ہو تو مجھ سے رابطہ کرو اور دیر نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ ہماری سانس جو اب دے جائیں اور تم ہمیں ڈھونڈتی رہ جاؤ۔ اور ہم دور کہیں دور تمہاری دنیا سے دور چلے جائیں اور کبھی نہ مل پائیں۔

قارئین یہ کہانی مجھے فرحان نے بذریعہ خط ارسال کی تھی جنون محبت میں اس نے بہت کچھ لکھا تھا مگر میں نے اس میں اس کو اپنے انداز میں لکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ کسی کی حوصلہ شکنی نہ ہو اگر سب کچھ من و عن لکھ دیتا تو شاید اینلہ کا گھر اجڑ جاتا اور ہم لوگ آباد کرتے ہیں نہ کہ اجڑتے ہیں اینلہ سے گزارش ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو فرحان سے رابطہ کرے اور اپنی پوزیشن واضح کر دے کن حالات میں اس نے یہ قدم اٹھایا ہے۔

قارئین میں اپنے تمام دوست احباب کو ممنون ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں۔

ہم بہت روئے تھے اور ٹوٹ کر بکھر گئے تھے ہماری امیدوں کے تاج محل زمین بوس ہو گئے ہمیں ہر چیز سے نفرت ہونے لگی ہم نے تمہارے وہ خطوط جلا دیے تمہارے دیئے ہوئے تحائف اور تصویریں جلا دیں مگر تمہیں دل سے نہیں نکال سکے جب دانت تھے تو نینے نہ تھے مگر اب نینے ہیں تو دانت نہیں ہیں جب ہمیں کسی کے سہارے کی ضرورت تھی تو اس وقت ہر کسی نے ہمیں نفرت سے دیکھا اور کسی نے ہمیں ہمدردی کے دو بول نہ بولے اور اب ہم اس قاتل ہیں کہ ہمیں کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں تو بہت سے لوگ ہمارے لیے اپنے دل میں چاہت کے دیپ جلائے بیٹھے ہیں لیکن اب ہم عمر کے اس حصے میں ہیں کہ محبت اک قصہ لگتی ہے اور ہم لوگوں سے معذرت کرتے ہیں کا معلوم کہ ہماری وجہ سے کسی کی حوصلہ شکنی بھی ہو چکے اس چیز کا کوئی دکھ نہیں ہے کیونکہ اگر تم میرے ساتھ قلم نہیں تھی اور دوسروں سے کیوں امید رکھوں ڈھونڈنے سے کیا کچھ نہیں ملتا مگر ہم نے تمہیں آزاد چھوڑا ہوا ہے کیونکہ تم اک آوازہ چھٹی ہو جب کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا ہے۔ تمہیں رسم و رواج پسند کہاں تھے تم کسی ایک کے ساتھ زیادہ دیر کب رہ سکتی ہو۔

نجانے کن مجبوریوں کا قیدی ہے وہ اگر ساتھ چھوڑ جائے تو برا مت ہو

ہم تو قسمت کا لکھا سمجھ کر تمہیں بھلانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں مگر یہ دل اپنے اختیار میں کہاں ہے رہتا تو ہمارے سینے میں ہے مگر دھڑکتا تمہارے لیے ہے۔ اور شاید جب تک ہماری سانس چلتی ہیں اس وقت تک تمہاری یاد ہمارے دل میں رہے گی کیونکہ یادیں تو انسان کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں اور یادوں کے بغیر انسان کی زندگی ادھوری ہی تو ہے۔

اینلہ تمہارے بارے میں سنا تھا کہ تم مطمئن ہو اور بھر پور زندگی گزار رہی ہو اور ہم تمہاری خوشی سے

محبت اک پھول ہے

۔۔ تحریر۔۔ بشارت علی پھول باجوہ تھو تھیاں خورد۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج جواب عرض کے لیے اپنے ایک دوست کی سچی کہانی لکھنے کا مقصد ان نوجوانوں کو سبق دینا
چاہتا ہوں جو محبت کے نام پر عزتوں سے کھیلے ہیں اور جمہولی محبت کے دعوے کرتے ہیں۔ نیز اس پاک
رشتے کو بدنام نہ کریں۔ میں نے اس کہانی کا نام۔ محبت اک پھول ہے۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند
آئے گی اور سب میری حوصلہ افزائی ضرور کریں گے
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

اور وہ محوم رہی تھی اور اپنی ہی خوشی میں نغمن تھیں لڑکے
بیچارے برادریوں کی طرح ان کے ارد گرد چمکات
رہے تھے نہیں کہیں تو یہ پروانے اور شمع اکٹھے بیٹھے
الطف اندوز ہو رہے تھے اور اپنی ہی دھن میں مصروف
دنیا سے بے خبر مستیاں کر رہے تھے کہ ان کو دیکھ دیکھ کر
میرے منہ میں بھی پانی آنے لگا کہ کاش کوئی لڑکی ہم
سے بھی پیار کرتی ہوئی اور آج وہ میرے ساتھ بسنت
منہ رہی ہوتی مگر افسوس میں جس سے پیار کرتا تھا
اسے معلوم نہیں تھا کہ میں اس سے کتنا پیار کرتا ہوں وہ
میری کلاس فیلو شانزہ تھی۔

ہم اکٹھے لاہور کی ایک یونیورسٹی میں پڑھتے
تھے وہ ایک امیر گھرانے کی لڑکی تھی اور میں درمیانے
طبقے کے خاندان کا سا جزا وہ تھا میرے ساتھ پہلے بھی
کافی لڑکیاں پڑھتی تھی جو دل ہتھیاری پر لیے میرے
آگے پیچھے گھومتی تھی لیکن میں کبھی کسی سے متاثر نہ ہوا
میں اپنی کلاس میں سب سے لائق شاگرد تھا اور اپنے
استادوں کی آنکھ کا تارا تھا میں نہایت ہی شوخ و چمچیل

بہار کی آمد و رفت عروج برتھی ہر طرف خوشم خوش
تھی اور ساتھ ساتھ جشن بہاراں کی بسنت کا
دور دوراں تھا گلشن میں طرح طرح کے رنگ و بو
والے رنگ برنگے پھول زندگی کے حسن میں اور بھی
اضافہ کر رہے تھے آسمان برون کے وقت بھی ستارے
سماں بنا ہوا تھا رنگ برنگی چمکتے ہوئے اس مستی بھر
رقص کر رہی تھی لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر
ناچ رہے تھے اور پارکوں میں لوگ اپنے اپنے گروہوں
کے ساتھ ڈیرے جمائے ہوئے تھے اس شہوار کو منانا
رہے تھے ہم بھی چند دوست ایک گروہ کئی صورت میں
یادگار بینار پاکستان کی پارک میں آگئے تھے آکر پہلے
ہم نے ایک کونے میں چٹائی بچھائی اور اپنا سیلیمان
سیٹ کیا اور ٹیپ ریکارڈ آن کیا پھر اپنی اپنی چمکتیں
اڑانے لگے اور ساتھ ساتھ گانوں پر ہم اچھل کود بھی
کرنے لگے۔

پارک میں کافی جھوم تھا ہر طرف حسن ہی حسن
بکھرا ہوا تھا لڑکیاں رنگ برنگی تیلیوں کی طرح ادھر



http://www.urdutube.net/

Scanned By Bookstube.net



قسم کا لڑکا تھا اکثر لڑکیاں مجھے مشرور کہتی تھیں
ایک دن بد قسمتی سے میں کسی کام کے سلسلے میں
کلاس روم سے دوڑتا ہوا میٹر حیاں اتر رہا تھا کہ
اچانک میری کسی سانسے لگ رہی تھی اتنی بری لگ رہی تھی کہ میں
اس کے اوپر اور وہ پیچھے گری جب میں نے غور کیا تو وہ
بہت خوبصورت لڑکی تھی میں اس کے اوپر گر پڑا تھا
میرے ہونٹ اس کے رخساروں کو چھو رہے تھے اور
اسکے بدن سے ایک عجیب قسم کی مہک آ رہی تھی جو میں
نے پہلے کبھی آج تک محسوس نہیں کی تھی میں تو بے
ہوش ہونے کے بجائے بید ہوش ہو گیا تھا اور وہ نیچے
منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھی اور میں نہ چاہتے ہوئے
بھی جلدی سے اٹھا اور کہا۔

ہوری جی کوئی چوٹ تو نہیں آئی اور اسے بھی پکڑ
کر اٹھایا اور اس کی کتابیں اکٹھی کر کے اس کے ہاتھ
میں تھما دیں تو وہ غصے سے بولی۔

کیا اندھے تھے دیکھ کر نہیں چل سکتے تھے اس
نے کافی ساری ڈانٹ پلا دی اور بولی ویسے ہی لڑکیو
ں سے لکرانے کا شوق ہے

میں نے کہا نہیں جی پہلی دفعہ ہی کسی لڑکی سے
لگرایا ہوں مگر اب شاید آپ سے لکرانے کی عادت
بن جائے آپ یقین جانیں بہت ہی مزا آیا اس لکر کا
تو وہ بولی۔

بد تمیز لگدھا کہیں کا
اور یہ کہتے ہوئے اوپر میٹر حیاں چڑھنے لگی تو
میں نے کہا۔

جی اپنا نام تو بتاتی جاؤ۔
بولی تمہیں کیا مطلب لگدھے آپکو عزت رس
نہیں۔

میں نے کہا وہ آپ کا قرض اتارنا ہے۔
وہ بولی کیسا قرض۔

میں نے کہا وہ نیچے اترتا ہوا آپ پر گر گیا تھا ناں
میں تھوڑی دیر بعد واپس آتا ہوں ناں تو آپ بھی

میٹر جی اترتی ہوئی مجھ سے لگرا کر میرے اوپر گر جاتا
آپ کا قرض اس طرح اتر جائے گا
میرا اتنا کہنا تھا کہ کہ وہ پھنسلے کر میری طرف
بڑی اور میں موقع سے فائدہ اٹھاتا ہوا باہر کی طرف
بھاگ گیا ورنہ اوپر واپس چلی گئی جب میں واپس
اپنے کام ختم کر کے اپنے کمرے میں آیا تو دیکھا ہی رہ
گیا وہ پری جمال چہرہ میری ہی سیٹ پر بیٹھ کر لپکھ رہی
رہی تھی اسے شاید کوئی خالی سیٹ نہیں ملی تھی میں پیچھے
ہی اک دوست کے ساتھ بیٹھ گیا جب پروفیسر صا
حب پڑھا کا کلاس روم سے باہر چلے گئے تو میں جلدی
سے اس کے پاس گیا اور یہ شعر پڑھ دیا۔

اللہ اللہ کیا شان ہے جناب آئے گھر ہمارے
ہم بھی ان کو دیکھتے ہیں بھی گھر کو دیکھتے ہیں
جب اس نے مجھے دیکھا تو بوکھلا سی گئی اور چڑ کر
بولی تو اچھا تم جہاں بھی چلے آئے۔

نہیں جناب میں آپ کے پیچھے نہیں آیا ہوں
بلکہ آپ خود آ کر میری سیٹ پر بیٹھی ہو۔

وہ تھوڑی سی شرمندہ ہو کر کرسی سے اٹھ کھڑی
ہوئی اور جلدی سے چلی گئی۔ اس نے ابھی حصہ سے
مجھے دیکھا ہی تھا کہ اچانک پرنسپل صاحب کلاس میں
آگئے اور میرے تو پیسے ہی چھوٹ گئے کہ اب لگدھے
تیری اب خیر نہیں یہ شکایت لگا دے گی پرنسپل صاحب
آتے ہی بولے۔

بچی تم کہاں جا رہی ہو۔
وہ بولی آپ کے پاس جا رہی تھی اور آپ تو خود
ہی آگئے ہیں۔

کیا بات تھی بچی۔
تو اس لڑکی نے آنکھیں پھیر کر میری طرف
دیکھا تو میرا رنگ زرد پڑھ گیا اور وہ بولی
اس لیے کہ یہاں تو کوئی سیٹ خالی نہیں ہے
میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ
جان چھوٹ گئی اور جلدی سے بولا۔

سر میں اپنی والی سیٹ انہیں دے دیتا ہوں اور
 میں شاہ میر کے پاس بیٹھ جاتا ہوں تو سر بولے
 ٹھیک ہے جی تم اس کی سیٹ پر بیٹھ جاؤ
 پھر وہ میری سیٹ پر بیٹھ گئی پرنسپل صاحب
 بولے میں آپ سب سے آپ کا تعارف کراؤں یہ
 شانزہ صاحب ہیں اور رشتے میں میری بھانجی ہے
 اور یہ اسلام آباد سے جہاں میرے پاس پڑھنے کے
 لیے آئی ہے اور آج سے یہ آپ کی کلاس روم میں
 داخل ہو جائیں گی۔ پھر باری باری سب کا شانزہ کا
 تعارف کروایا اور جب میری باری آئی تو سر نے کچھ
 اس طرح میرا تعارف کروایا۔

جی یہ ہمارے سب سے ہونہار اور فخریہ نیورشی
 طالب علم شادیز صاحب ہیں اور ساتھ ہی پرنسپل صا
 حب نے مجھ پر حکم صادر کر دیا بیٹا شادیز تم آج سے
 شانزہ جی کا خاص خیال رکھنا کیونکہ یہ ابھی نئی نئی آئی
 ہے تعارف کروانے کے بعد پرنسپل صاحب تو چلے
 گئے اور شانزہ سوچ میں پڑ گئی کہ جہاں کا سب سے
 لائق اور فخریہ نیورشی طالب علم اتنا جاہل اور بدتمیز ہے
 تو جہاں نالائق طالب علموں کا کیا حال ہوگا۔

اف خدایا جہاں میرا گزارا کیسے ہوگا ادھر چھٹی
 کی تھنٹی بج گئی ادھر میرے دل کی تھنٹی بجنے لگی اور میری
 حالت بھی عجیب ہونے لگی شانزہ کے شانوں پر
 گرے ہوئے بال کسی کالے ناگ کی طرح میرے د
 ل کو ڈس رہے تھے شانزہ بولے سے ایک خوبصورت
 انداز لے کر کرسی سے اٹھی اور دھیرے دھیرے چلتی
 ہوئی میرے پاس سے گزری تو میرا دل ہوشی سے برا
 حال ہو گیا

آہستہ آہستہ دن گزرتے گئے روزانہ پونیورشی
 آئی اور سارا دن کلاس روم اس کی ہنسی سے مہنگا رہتا
 لیکن جب وہ کلاس میں نہ ہوتی تو میری حالت عجیب
 سی ہو جاتی اور میں مانتی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا
 اور جیسے ہی وہ نظر آ جاتی تو میرے چہرے پر بھی رونق

آ جاتی میں خود بہت خجستے ہی کوشش کرتا مگر ہمیشہ
 ناکام رہتا آہستہ آہستہ مجھے اس سے اس قدر محبت
 ہو گئی کہ اس کے بغیر زندگی گزارنا مشکل تو کیا ناممکن
 نظر آنے لگا مگر میں اس سے اظہار نہیں کر پاتا تھا جب
 بھی اس سے محبت کا اظہار کرنے لگتا تو میری غربت
 میرے اور شانزہ کے درمیان آ جاتی پھر میں نے اپنے
 دل پر صبر کا پتھر رکھ لیا مگر وہ بھی تو پتھر دل ہی تھی ایسے
 لگتا تھا جیسے خدا اس کے سینے میں دل پانا ہی بھول گیا
 ہو وہ ہر کسی سے بے نیاز لوگوں پر اپنے حسن کا جادو
 چلائی تھی مگر کسی پر ترس نہ کھاتی تھی وہ دوسری لڑکیوں
 کی طرح دل چینگ آوارہ لڑکی نہیں تھی وہ خوبصورت
 ہونے کے ساتھ ساتھ خوب سیرت بھی تھی۔ دن ایک
 ایک کر کے گزرتے گئے۔

ایک دن ہم کلاس روم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ
 میرے دوست شاہ میر نے کہا یار تمہیں پتہ ہے کل
 سے بسنت شروع ہو رہی ہے چلو پروگرام بنائیں کہ
 کہاں بسنت منانے کا ارادہ ہے تو ہم سب دوستوں
 نے مل کر یادگار مینار پاکستان کی پارک میں منانے کا
 پروگرام طے کر لیا اگلے روز ہی ہم سب مل کر وہاں پہنچ
 گئے اور بسنت منانے لگے۔

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کوش کوئی لڑکی مجھے
 پیار کرتی مجھ سے محبت کا اظہار کرتی یہ گانا گنا ہی
 رہا تھا اور چنگ اڑا رہا تھا کہ میرا دوست شاہ میر بھاگتا
 ہوا میرے پاس آیا اور بولا۔

شادیز تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے
 میں نے کہا کون سی خوشخبری ہے۔

وہ بولا یار شادیز وہ دیکھو ابھی اپنا سامان وغیرہ
 سیٹ کر رہے ہیں

جب میں نے شانزہ کو دیکھا تو مرے مرجھائے
 ہوئے چہرے پر بھی رونق آ گئی میں نے سوچا کہ آج
 اس خوشی کے موقع پر میں شانزہ نے ضرور اپنی محبت کا
 اظہار کروں گا جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا تو میں نے

جلدی سے شانزہ کو خط لکھنے کا فیصلہ کر لیا اور کاغذ قلم لے کر ادھر ہی خط لکھنا شروع کیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

رہیں تو بدلتی ہیں ان کے ماتھے کے تیر و دہکنے سے پھول لوگ تو پاگل ہیں جو خزاؤں کو ابرام دیتے ہیں جان سے عزیز میری جان شانزہ۔ سلام التجا

کے بعد آپ کی شان میں گستاخی کر رہا ہوں درگزر کر کے مجھے معاف کرنا میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور کر رہا ہوں مگر کیا کروں میں اپنے دل کے ارمانوں کا لہو بھی نہیں کر سکتا خاص کر اپنے ہی ہاتھوں سے۔

عرض کچھ یوں ہے کہ تم میرے بارے میں سب کچھ جان چکی ہو مگر ایک بات آپ سے ابھی بھی پوشیدہ ہوگی آپ سے وہ بات لکھ کر بتا دیتا ہوں جس دن میں آپ سے ٹکرایا تھا اسی دن سے آپ سے محبت ہوگئی تھی بلکہ محبت ہی نہیں بے پناہ عشق آپ سے ہو گیا تھا اور آپ کے بغیر ہر وقت مجھ پر خزاں سی طاری رہتی ہے اب سے کچھ دیر پہلے بھی اس جشن بہاراں میں بھی مجھ پر خزاں کا عالم تھا مگر جب سے آپ پر نظر پڑی ہے تو اس دل کے ویرانے میں بھی عجیب سے انمول پھول گل اٹھے ہیں اور مارے خوشی کے میرا ہر انگ انگ نائنے لگا ہے اور بڑی ہی بہادری کر کے آپ کو خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں پہلے بھی کئی دفع اکتہبار کی کوشش کی تھی مگر میں اپنی عزت سے ڈرتا تھا مگر اب میرے سامنے وہی راستے ہیں ان میں سے ایک منتخب کرنا ہے پلیز میری کلاس فیلو ہونے کے ناطے سے ہی مری ہیلپ کرو ایک راستہ آپ کی محبت اور دوسرا راستہ میری موت سے اک اپناؤں گا جس کا آپ کی مرضی حکم دے دو آپ کی نوازش ہوگی۔

آپ کا گناہگار معافی کا طلبگار۔ رائے شاہین
خط لکھ کر میں نے جیب میں رکھا اور خط دینے کا موقع تلاش کرنے لگا کہ اچانک کو ایک کیفے کی طرف

جاتے ہوئے دیکھا تو پتنگ کی ذور چھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگا جیسے ہی وہ کیفے سے برگر اور پیسی لے کر مڑی تو اس کی نظر مجھ پر پڑی تو حیران رہ گئی وہ سوچنے لگی۔

یہ بد تمیز یہاں بھی آ گیا ہے۔

میں نے جلدی سے کہا سوری شانزہ میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں پلیز معاف کر دو پلیز میری اک بات سنتی جاؤ۔

وہ بولی اب آپ کو کیا تکلیف ہے پہلے بات بتاؤں یا اپنی تکلیف بتاؤں ویسے میں نے بھی اپنی تکلیف کسی کو بتائی نہیں ہے آپ چاہتی ہیں تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں کیا آپ تکلیف سننے کے بعد مرہم پتی بھی عطا کریں گی تو وہ غصہ میں بولی۔

مرہم تو نہیں میرے پاس البتہ نمک پاشی اور زہر سے ضرور نوازاؤں گی آپ کو۔

میں نے کہا یہ آپ کا احسان ہوگا کہ تڑپ تڑپ کر جینے سے تو بہتر ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے زہر پی لوں امر ہو جاؤں۔

وہ بولی کہ اچھا اب بکواس سیدھی طرح کرو کیا کہتا چاہتے ہو میرے ساتھ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے جلدی بتاؤ ورنہ میں جارہی ہوں۔

میں نے جلدی سے بہانہ بنایا کہ میں کل یونیورسٹی نہیں آؤں گا میں کسی کام کی وجہ سے کل اپنے گاؤں جا رہا ہوں یہ درخواست تم پلیز پروفیسر حماد صاحب کو دے دینا شاہ میرا اور طلال مجھے کہیں ملے نہیں پتہ نہیں کہ صبح ہیں صبح سے۔ پھر اچانک تم نظر آگئی ہو تو سو جا کہ لیٹ ہو رہا ہوں آپ کو ہنسی دے دیتا ہوں تو اس نے کہا۔

نھیک ہے لا مجھ کو دے دو تو میں نے جلدی سے خط نکال کر ہاتھ میں تھا دیا کہ پڑھ ہی لے گی تو وہ درخواست سمجھ کر خط لے گئی تو میں بہت خوش ہوا

مگر یہ تسلیمی کہ پرنسپل صاحب لیٹ ہی آتے ہیں مگر وہ آس دن کسی کام کی طرف سے جلدی ہی آگئے اور گاڑی میں ساتھ شانہ بھی بیٹھی ہوئی تھی جب میں نے دونوں کو دیکھا تو میرا پسینہ جھوٹ گیا اور گھبراہٹ کے مارے میرا جسم کاپٹنے لگا جسبہ گاڑی میرے پاس آئی تو پرنسپل صاحب نے مجھے دیکھ لیا اور مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے نیچے اترتے ہی مجھ سے پوچھا۔

شاہزادہ گاؤں کیوں نہیں گئے تو مجھے خوف سے بات کرنی نہیں آ رہی تھی

- - - - -

آگے سے پرنسپل صاحب بولے شاہزادہ تمہیں کیا ہوا تمہاری آنکھیں بہت سرخ ہو چکی ہیں کہیں رات بھر تمہیں بخار تو نہیں رہا

جی ہاں سر اچھا یہ لو اپنی درخواست تو سرجی نے درخواست کہہ کر میرا وہ خط اسی طرح طے شدہ مجھے واپس دے دیا اور ساتھ ہی مجھے کہا

تم شانہ کے ساتھ جاؤ ڈاکٹر کے پاس اور ابھی بخار کی دوائی لے کر آؤ اور شانہ کو گاڑی کی چابی دیتے ہوئے بولے

بھئی جاؤ اسے ہمارے فیملی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ آکر کلاس روم میں پلے جا تا میں آپ کے پرفیسر کو بتا دوں گا جیسے ہی میرا خط میرے پاس آیا میری جان میں جان آگئی اور میں خوشی کے مارے پاگل ہوا جا رہا تھا کہ یہ کیسا معجزہ ہے کہ میں بیچ گیا اور ساتھ لڑکی بھی اور گاڑی بھی گھونٹنے کیلئے واہ رے رہا تو جس کو دیتا ہے چیپٹر پھاڑ کر دیتا ہے پلاٹ اور شاہزادہ میری تھوڑی دور کھڑے یہ تھا شاہزادہ میرے تھے اور وہ مجھ سے بھی زیادہ حیرت زدہ تھے کہ یہ گنگا لائی کیسے بنے گی میں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور اٹھ لیٹ پر بیٹھ گیا اور شانہ بھی ڈرائیور لیٹ پر بیٹھ کر گاڑی

مارے خوشی کے میں پھولا ہوا سا نہیں رہا تھا پلاٹ اور شاہزادہ میری تھوڑی دور چھپ کر سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر ہماری باتیں نہیں سن سکتے تھے جب میں ان کے پاس گیا تو ان دونوں نے مجھ سے پوچھا۔

سناؤ کہا تم نے شانہ سے اور اس نے کیا جواب دیا ہے تو میں نے جھوٹ ہی اپنے نمبر بنا لیے کہ وہ کہہ رہی تھی شاہزادہ میں بھی تم کو پیار کرتی ہوں گل یونیورسٹی؟ اگر خط کا جواب لے لینا وہ بہت حیران ہونے لگی تھی جلدی کیسے گنگا لائی بننے لگی ابھی ہم تینوں ہنس ہی رہے تھے کہ ہم تینوں کے منہ اچانک نکل گئے ہوا ہوں کہ شانہ نے جاتے وقت وہ خط اپنے ماموں یعنی ہمارے پرنسپل صاحب کو دے دیا تھا اور کہا۔

ماموں جان ابھی تھوڑی دیر پہلے جہاں شاہزادہ ملا تھا وہ شاید کسی کام سے گاؤں جا رہا ہے وہ یہ چھٹی کی درخواست حماد صاحب کو دے دینا مجھ سے ماموں جی کہیں گرنہ جائے آپ صبح اپنے دفتر میں حماد صاحب کو دے دینا تو پرنسپل صاحب نے وہ خط اپنی جیب میں ڈال لیا درخواست سمجھ کر جیسے ہی پرنسپل صاحب نے خط اپنی جیب میں ڈالا تو میری جان پرین گئی کہ الو کے پٹھے پیچھے سے شانہ کو آواز ہی دے دیتا کہ ایک بار خود کھول کر پڑھ لو کہ صبح بھی لکھی ہے کہ نہیں اب حیر نہیں تمہاری بیٹا کالج سے صبح چکی چکی چھٹی کر لو پلاٹ ابھی مجھے مذاق کرنے لگا بیٹا بڑا چلاک بنا تھا نا اب تیار ہو جاؤ اب لینے کے دینے پڑیں گے عاشق بننے بنتے۔ ساری رات جاگنے سے آنکھیں بھی خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ بھی مرجھائے ہوئے پھول کی طرح مستند ہوا الٹ رہا تھا صبح میں یونیورسٹی چلا گیا تاکہ آج جی بھر کر آخری بار اپنی یونیورسٹی دیکھ لوں پھر شاید نہ ہی نصیب میں ہو اور اتنے سب ہی دوستوں سے مل کر اپنے کلاس روم سے نکل کر باہر لکھن میں نکل آیا اور بیرونی گیٹ پر آنے ہی والا تھا کہ گاڑی کا ہارون، بجا اور چہرا اسی نے گیٹ کھولنا شروع کر دیا

محبت اک پھول ہے جواب عرض 129 مارچ 2015

بیماری کیا تھی کہ مجھے تو کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔
میں نے کہا آپ کو کیسے نظر آئے گی وہ تو میری
جیب میں ہے
وہ بولی کیا مطلب۔

میں نے فوراً وہ خط جیب سے نکال کر کہا یہ درخوا
ست تھی میری بیماری کی وجہ تو وہ بہت حیرت زدہ ہوئی
تو میں نے وہ خط اُسے پکڑا کر کہا کہ مودبانہ یہ درخوا
ست پڑھ کر فیصلہ کریں جب اُس نے خط پڑھ کر
دیکھا تو وہ بوکھلا سے گئی اور اُس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا
ارے یہ تو لیٹر ہے تم تو کہتے تھے کہ یہ درخوا
ست ہے اگر کل ماموں جان کھول لیتے تو کیا بنتا
میرا اور آپ کا تم نے اتنی دیدہ دلیری کیسے کی کم سے کم
اپنی نہیں تو میری ہی عزت کا خیال رکھ لیتے بے شرم تو
میں نے کہا جب خدا سنا تھا دے کو ڈر کس بات
کات غصے میں آ کر خط میری طرف پھٹک دیا اور خود
گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی میں بھی گاڑی میں جا کر بیٹھ
گیا پھر اُس نے گاڑی اشارت کی اور ہم یونیورسٹی کی
طرف جانے لگے گاڑی وہ بہت غصے میں اور تیز
گاڑی چلا رہی تھی کہ اچانک گاڑی سانسے سے آنے
والی بس سے ٹکرائی ہوئی بال بال بچی اور ہم دونوں کی
توجہیں نکل گئیں تو میں نے اُسے بڑے پیار سے
سمجھانا شروع کر دیا کہ کوشاںزہ سوری مجھے معاف
کردو میں ماننا ہوں کہ میں آپ کے قابل نہیں ہوں
اور نہ ہی آپ لوگوں جیسا امیر ہوں مگر تم ذرا سوچو کہ
میرے سینے میں بھی خدا نے ایک دل بنایا ہے اور جسے
پورا پورا حق دیا ہے کہ وہ جسے چاہے بیمار کرے یا نظر
ت نہ کرے اس میں میرے بس کی کوئی بات نہیں ہے یہ
تو تم خدا سے پوچھو جس نے اس چھوٹے سے گوشت
کر لوغیرے میں اتنی طاقت پیدا کر دی ہے کہ پوری
دنیا کے سامنے میدان جنگ میں اتر آتا ہے نہ کبھی کسی
سے ڈرتا ہے نہ ہی کسی کے آگے جھکتا ہے ہر طوفان
کے آگے دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے یہ نہ کسی کی

سارٹ کی اور جب گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو میری
ماری کی ساری بیماری دور ہو گئی اور میں پہلے والی الٹی
بیدگی حیرتیں کرنے لگا اور خوشی سے اول فول بکنے
کا اچانک ہی میری فضول باتوں سے بچنے کیلئے شانزہ
نے ٹیپ آن کر دی اور قدرتی طور پر یہ انڈین گانا ملنے
لگا۔ پیار کرنے لگے درد دل کا صنم ہم اظہار کرنے لگے
گانے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے جلدی
سے کہا جناب گاڑی اس طرف کو موڑیں تو وہ بولی کیوں
تو میں نے کہا اسلئے کہ میں اپنے فیملی ڈاکٹر کے پاس
جاؤنگا آپ کے فیملی ڈاکٹر کے پاس نہیں تو اُس نے
میرے کہنے پر گاڑی اسی طرف موڑ دی جب ہم منٹو
پارک کے سامنے پہنچے تو میں نے کہا

گاڑی یہاں روک دو تو اُس نے گاڑی ایک
سائیڈ پر پارکنگ میں روک دی اور گاڑی لاک کر کے
میرے پیچھے چل دی اور بولی کہ ہرے آپ کا فیملی
ڈاکٹر تو میں نے کہا وہ ادھر پارک میں ہی کھلی
فضا میں علان کرتا ہے تو وہ چپ چاپ پیچھے پیچھے
آنے لگی تھوڑا آگے جا کر میں اک خالی پلاٹ
میں گھاس پر بیٹھ گیا میں نے کہا
تھوڑی یہاں بیٹھ کر سانس لے لیں مجھ سے
چلا نہیں جا رہا ہے تو وہ بھی میرے پاس بیٹھ گئی اور بولی
دیسے تم جموت بڑے اچھے طریقے سے بولتے
ہو تو میں نے کہا۔

کیا مطلب ہے آپ کا جی تو وہ بولی
کہاں ہے آپ کا فیملی ڈاکٹر اور ویسے بھی تم
یہاں آتے ہی تو ٹھیک بھی ہو گئے ہو تم کو تو کوئی بھی
اب مرض نہیں ہے لگتا ہے تم مجھے یہاں لانے کیلئے یہ
سب ذرا مزہ رو رہے تھے تو میں نے جلدی سے آگے
سے یہ شعر سنا دیا۔

ان کے آنے سے آتی ہے چہرے پہ ذرا رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
وہ بولی اب زیادہ مسخرے نہ کرو بناؤ تمہاری

مانتا ہے نہ بھی لسی کی سنتا ہے یہ تو اپنی ہی منواتا ہے اور اپنی ہی سنتا ہے اسکے آگے تو بڑے بڑے ہار گئے مثلاً بھیرا، نچھا۔ لیلیٰ مجنوں یہ سب ہی اپنے دل کے آگے پار گئے تھے اور امر ہو گئے کیونکہ انکی محبت دو طرفہ تھی میں بھلا کون ہوتا ہوں اسے روکنے والا یہ میری مانتا ہی کب ہے یہ میری سنتا ہی کب ہے میں تو اسی روز سے اسے سمجھا رہا ہوں جب تم پہلی بار مجھ سے نکرائی تھی یہ سمجھتا ہی نہیں یہ تو صرف آپ کیلئے ہی تڑپتا ہے آج میں نے بھی اس کے آگے پار مان لی ہے اب یہ آپ کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا تو میں بھلا اسے مرنے سے کیسے روک سکتا ہوں میں اسے اب نہیں روکوں گا میں بھی اس سے تنگ آ گیا ہوں اسکے مرنے سے کم از کم میری رسوائی ہی ہوگی نہ ہونے دو میں مر کر امر تو نہیں ہو جاؤں گا کیونکہ میری ایک طرف محبت ہے مگر کیا کروں میں آپ کو بھی تو مجبور نہیں کر سکتا کہ تم مجھ سے محبت کرو آپ کے دل کو بھی تو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس سے مرضی پار کرے یا جس سے مرضی نفرت کرے پلیز تم یہ خط رکھ لو اور گھر جا کر رات کو پڑھنا اور پھر سوچو مجھ کو فیصلہ کرنا کیونگی تمہارے ہاتھ میں کسی کی زندگی کی بڑی وابستہ ہے اور تب تک میں اپنے دل کو سنبھالنے کی پوری کوشش کروں گا تو شانیزہ گاڑی کی چابی دینے پر نسل صاحب کے دفتر گئی میں کلاس روم جانے کے بجائے چلنے سے باہر نکل آیا اور ہوٹل میں اپنے کمرے میں آکر کافی دیر تک روتا رہا اور اپنے دل کو سمجھاتا رہا مگر دل کب مانتا ہے جب اپنی ضد پر اڑ جائے آہستہ آہستہ شام ہو گئی شامیر اور طلال بھی آگئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ بتاؤ کیا ہوا ہے یار میں بہت اس کیوں بیٹھے ہو ان کی ضد پر میں نے سب کچھ بتا دیا اور فیصلہ کیا کہ اگر کل تک شانیزہ نے خط کا کوئی جواب نہ دیا تو میں ہمیشہ کے لیے یونیورسٹی چھوڑ دوں گا میرے دوستوں نے مجھے بہت سمجھایا مگر میرے دل

نے ان کی ایک نہ مانی جب صبح ہوئی تو میں بغیر کوئی ناشتہ کیے جلد ہی یونیورسٹی چلا گیا اور شانیزہ کا انتظار کرنے لگا مگر اس روز وہ یونیورسٹی نہ آئی جب چھٹی ہوئی تو میں نے سارا سامان ہوٹل سے لیا اور گاؤں جانے لگا میرے سب دوستوں نے بہت ضد کی شانیزہ پلیز یا ایسا نہ کرو جد بانی فیصلے اچھے نہیں ہوتے مگر میں نے کسی کی نہ سنی اور پاپے گاؤں چلا گیا۔

جب میں اپنے گھر پہنچا تو میرے گھر والے میری ایسی حالت دیکھ کر سب پریشان ہو گئے پھر چند ہی دنوں میں عشق نے مجھے تنگے جیسا بنا دیا تقریباً دو ماہ بھی اس ظالم کی طرح سے کوئی خبر نہ آئی اور کچھ ہی دنوں بعد میری سالگرہ تھی جیسے جیسے سالگرہ قریب آ رہی تھی میری جان پر بنی ہوئی تھی میں سالگرہ تو ہمیشہ لاہور ہوٹل میں اپنے دوستوں کے سنگ مناتا ہوں ب کس کے ساتھ کیگ کانوں کا تباہی کی آگ میں مجلس مجلس کرنا گستاخ ہو گیا ہوں اب تو مٹی میں مل جاتا ہی بہتر ہے ہر لمحے رونے سے اور ساتھ گھر والوں کو رولانے دے بہت ہے کہ ایک دن مر جاؤں ویسے بھی اب میرا جینا کس کام کا ہے کم از کم گھر والے بے چارے ایک ہی دن جی بھر کے رو لیں گے بعد میں پھر خود ہی ان کو صبر آ جائے گا یہ سوچ کر میں نے کچھ رقم حیر والوں سے لی اور پھر لاہور آ گیا گھر والوں نے بہت روکا۔

تمہاری صحت ٹھیک نہیں ہے تم لاہور نہ جاؤ مگر میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور لاہور آ گیا آتے ہی شاہ میر اور طلال واسینے بارے میں سب کچھ بتایا کہ میں اب شانیزہ کے بغیر نہیں رہ سکتا انہوں نے مجھے بہت سمجھایا مگر میں نہ مانتا اور نہ ہی ان دونوں کو اپنی سالگرہ کا بتایا اگلے روز میں یونیورسٹی چلا گیا وہاں شانیزہ کے پاس گیا اور اسے صاف صاف لفظوں میں کہا دیکھو میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا میری حالت دیکھو لیا ہو گئی ہے اب بھی وقت ہے تم میری سانسوں کو مجھ سے

بدا ہونے سے روک سکتی ہو میں نے تم سے بہت دور
جا کر بھی دیکھ لیا ہے آپ کی یاد کسی طرح بھی میرا چچا
نہیں چھوڑنی اب اک ہی صورت ہے موت یا آپ
کی محبت فیصلہ آپ پر ہی چھوڑتا ہوں زندگی یا موت
آج رات دس بجے میری سالگرہ ہے میں آپ کے
نہیلے کا انتظار کروں گا آپ کا آنا میرے لیے زندگی کی
بے خبری کر آئے گا اور آپ کا نہ آنا میرے باعث
موت ہو گا اور میں تمہارا آخری سانسوں تک انتظار
کروں گا خدا حافظ۔

یہ کہہ کر می یونیورسٹی سے واپس آ گیا اور شام
ہوتے ہی اپنے کمرے میں آ گیا ساتھ سالگرہ کا کیک
اور موم بتیاں بھی لے آیا اور رات کے دس بجنے کا انتظار
رکھنے لگا جیسے جیسے ناٹم قریب آ رہا تھا آنکھیں
دروازے پہ لگی ہوئی تھی بس آنسو ہی بہا رہی تھیں
جب دس بجے تو شانزہ نہ آئی اور نہ ہی اسے آنا تھا
میری آنکھوں میں آنسو کا سیلاب آیا کہ مجھے اپنا سارا
وجود کین قطروں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تو پھر میں
نے کاغذ اور قلم کا سہارا کے کر شانزہ کے نام آخری
خط لکھا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

بعد مرنے کے تم میری کہانی لکھنا
کیسے برباد ہوئی تم میری جوانی لکھنا
ہونٹ میرے ہمیشہ ہنسی کو ترستے
آنکھ سے میری کتنا بہتا رہا پانی لکھنا
جان سے عزیز میری جان شانزہ تھی۔

آپ کو میرا احساس تو ہو گا مگر اس وقت تک
شاید میں نہیں رہوں گا کیونکہ بہ سالگرہ کے موقع پر میرے
دوست میرے ساتھ ملکر موم بتیاں بجھا کر میری
زندگی تیار کیا سال بھروسہ مار کر بجا دیتے ہیں مگر اس
بار آپ کی باری تھی مگر آج آپ کو آنا تھا میری زندگی
کے اک سال کا چراغ بجھانے پر آپ نہیں آئی اور
آپ کی یاد آگئی میرے پاس اور اب یہ ضد نہ رہی
ہے کہ آپ کے بغیر آج زندگی کے کبھی سالوں کے

چراغ بجھا رہا ہوں کیونکہ آپ کی یاد کو انکار نہیں کر سکتا
پلیز اگر آپ کے حضور کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھے معاف
کر دینا میرے مرنے کے بعد اگر آپ کو یقین
آجائے تو ہر سال بعد آج کے دن میری قبر پر آ کر شمع
جلا کر بجھا دیا کرنا اور گلاب کے پھول برسا دیا کرنا میں
سمجھوں گا کہ تم نے مجھے مرنے کے بعد امر کر دیا ہے
زندگی سے لاچار۔

شاہد بزرگ نے خط لکھ کر میں نے میز پر رکھ دیا اور
پھر کیک رکھ کر اس پر موم بتیاں سجا کر ان کو جلا دیا پھر
گھاؤں سے لایا ہوا اسپرے یعنی نعلوں کو کر کرنے والی
زہر نکال کر ساری کی ساری پی لی آہستہ آہستہ جب
زہر مجھ پر اثر کرنے لگا تو میں نے اک اک کر کے تمام
موم بتیاں بجھانی شروع کر دیں ابھی میں آخری موم
بتی بجھانے ہی لگا تھا کہ اچانک تیز تیز آتے ہوئے
قدموں کی آواز سنائی دی اور ساتھ پھولوں کی بارش
شروع ہو گئی میں نے دیکھا تو شانزہ ار شاہ میر اور
طلال تینوں ہی مجھے کہہ رہے تھے پتی برتھ سے نوبوا دھر
ایک ابھی اک شمع جل رہی تھی جس کی لوپ میں پروانہ
جل کر مرنے ہی والا تھا اور وہ شمع تا قیامت جلتی رہتی
شمع محبت میری آنکھوں میں آنسو کا سیلاب دیکھ کر
شانزہ تڑپ گئی اور آگے بڑھ کر مجھے اپنی بانہوں
میں لے لیا اور وہ بولی میری جان اس خوشی کے موقع پر
ان آنسوؤں کا کیا کام یہاں چوہا جلدی سے مسکرا
دو میں نے زور زور سے ہانکوں کی طرح مسکرا کر
شروع کر دیا اور مسکراتے مسکراتے میں نے کہا شانزہ
جی آپ نے بہت دیر کر دی ہے ہستے ہستے مجھ پر غشی
طاری ہوئی غشی کا دورہ پڑ گیا اور میں بے ہوش ہو کر گر
گیا شانزہ نے مجھے گلے لگا لیا اور رونے لگی کیا ہوا
شاہد بزرگ میں آ تو گئی ہوں آنکھیں کھولو ابھی میز پر رکھا ہوا
خط شاہ میر نے پڑھ لیا اور وہ خط شانزہ کو پکڑا کر خود
باہر دوڑ گیا گاڑی لینے جب گاڑی لے کر آیا اتنی دیر
میں شانزہ نے وہ خط پڑھ کر اپنے پرٹ میں رکھ لیا تھا

جہاں سے لوٹ آنے کا راستہ نہیں ملتا
اس راہ سے بہت آگے تمہیں چاہا ہے

از میرا عموں۔ ایبٹ آباد
ہم تو وفا کرتے کرتے تھک گئے جانی
کوئی تو زندگی میں آئے جو بے وقاف نہ ہو۔

وجودِ شمشے کا ہو تو پتھروں سے محبت نہیں کرتے
احساسِ چاہت نہ ملے تو وجودِ پتھر جاتے ہیں

محمد عباس جانی اے ایس

فرق صرف اتنا ہے

تو میری ہونہ سکی
میں تیرا ہونہ سکا
تو مجھ سے چمڑ گئی
میں تجھ سے چمڑ گیا
فرق صرف اتنا ہے
شہنائیاں وہاں بھی تھیں
ماتم یہاں بھی تھا
سہلیاں تیری بھی تھیں
دوست میرے بھی تھے
فرق صرف اتنا ہے
تجھے سجا یا جائے گا
مجھے کفن پہنایا جائے گا
تو انھ کے جائے گی
مجھے اٹھایا جائے گا

فرق صرف اتنا ہے
پھول تجھ پر بھی گریں گے
پھول مجھ پر بھی گریں گے
نکاح تیرا بھی پڑھا جائے گا
جنازہ میرا بھی پڑھا جائے گا
فرق صرف اتنا ہے
فرق صرف اتنا ہے

نور احمد جہاں مکنسی
2015

جواب عرض 133

محبت اک پھول ہے

پھر مجھے ایک قریبی ہسپتال میں جلدی سے لے گئے
وہاں ڈاکٹروں نے میرے دوستوں سے مل کر ان کی
مدد سے میرا سارا خون بدل دیا اور ڈاکٹروں کی سر توڑ
کوشش اور شانزہ اور میرے دوستوں کی دعاؤں سے
میں بچ گیا تھا جب مجھے ہوش آیا تو میرا سر شانزہ کی گود
میں تھا اور وہ بڑے پیار سے میرے سر کے بالوں میں
انگلیاں پھیر رہی تھی اور پاس ہی میرے سب دوست
اور پرنسپل صاحب بیٹھے ہوئے تھے ان سب کی
نیللیاں بھی میری زندگی کی دعائیں کر رہی تھی میری
آنکھ کھلتے ہی شانزہ نے مجھے اپنے بازوؤں میں لیا اور
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور معافی مانگنے لگی ارے
بلگی معافی کیسی تم نے ہی موت کے منہ میں دیا تھا اب
خود ہی موت سے دعائیں مانگ کر بچا لیا ہے
ادھر پرنسپل صاحب نے کافی ڈانٹ پلائی اور دونوں
خط ہاتھوں میں لے کر بولے یہ درخواستیں مجھے دے
دیتے میں ہی شانزہ بیٹی کو سمجھا دیتا تم دونوں ہی میری
اولاد جیسے ہو پھر مجھ سے کیوں چھپایا اب تم دونوں کے
گھر والوں کے پرسو بلا یا ہے اور تمہاری لنگھتی کی رسم
ہے شام آٹھ بجے اپنے اپنے دوستوں کو بلا لینا
پھر ہماری لنگھتی پھر شادی ہوگی آج ہم بہت خوش ہیں
قارئین آپ بھی ہمارے لیے دعا کریں یہ بھی
آج کے دور میں سچی محبت کی جیت مگر اب تو محبت کو
کچھ لوگوں نے اک ٹھیل بنایا ہوا ہے۔
کسی لگی میری تحریر ضرور بتائیے گا۔

ث۔ گجرات کے نام

نکا ہوں سے قل کر ڈالو نہ ہو تکلیف دونوں کو
تمہیں خنجر اٹھانے کی مجھے گردن جھکانے کی
عاشق حسین طاہر۔ منڈی نونا نوالی

جو انتہا سے آگے تمہیں چاہا ہے
ہم نے وفا سے آگے تمہیں چاہا ہے

مجبوری یا بے وفائی

-- تحریر -- وقاص انجم جڑانوالہ۔ 0314.3144026

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
 میں آج پھر ایک ایسی ہی کہانی میں آپ کے سامنے رکھنے جا رہا ہوں یہ ایک ایسی کہانی ہے جیسے انسان
 سوچنے سے بھی گھبرا جاتا ہے۔ موبائل جبکہ آج کے ہر انسان کی ضرورت بن چکا ہے اس کے بغیر تو انسان خود کو
 ادھورا سمجھتا ہے۔ یہ ایک ایسے لڑکے کی کہانی ہے جو کہ اپنے گھر والوں کا بہت لاڈلہ تھا یا راتھا گھر میں اس کی ہر
 بات مانی جاتی تھی مگر اس کے پیار نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا وہ کسی کام کا نہیں رہا تھا اس نے سچی محبت کی اور
 پیار میں دھوکہ کھانے کے بعد وہ اسی بیوفا کی یاد میں اپنی زندگی گزر رہا ہے اس نے اپنی زندگی ایسے تباہ بر باد کر لی
 کہ آج تک شادی نہیں کی ماں باپ کی خواہش پوری نہیں کی اس کہانی کا نام۔ مجبوری یا بے وفائی۔ رکھا ہے
 وارہ جواب عرض کی پاپسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
 تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا اثر ذمہ دار نہیں
 ہوگا اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ایک ایسی ہی کہانی میں آپ کے سامنے رکھنے
 جا رہا ہوں یہ ایک ایسی کہانی ہے جیسے انسان سوچنے
 سے بھی گھبرا جاتا ہے۔
 موبائل جبکہ آج کے ہر انسان کی ضرورت بن
 چکا ہے اس کے بغیر تو انسان خود کو ادھورا سمجھتا ہے یہ
 ایک ایسے لڑکے کی کہانی ہے جو کہ اپنے گھر والوں کا
 بہت لاڈلہ تھا۔

آئیے اس کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔
 ہم گھر میں کل مجھے افراد ہیں میری دو بہنیں اور
 اک بھائی ہے اور ایک میں ایک امی اور میرے پیار
 سے بابا جی میرا نمبر لاسٹ ہے میں گھر میں سب سے
 چھوٹا ہوں میں نے آنکھ کھولی تو ہر طرف خوشیاں ہی
 خوشیاں تھی ہر چہرے پر مسکراہٹ جھلک رہی تھی
 میرے امی ابو اور بہن بھائی سب بہت خوش تھے۔
 جب پانچ سال کا ہوا تو مجھے گاؤں کے ایک
 پرائمری سکول میں داخل کر دیا گیا میں دل لگا کر

آج کل کے داناؤں کا قول ہے کہ محبت شخص
 ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا نام نہیں
 بلکہ ایک ہی سمت دیکھنے کا نام ہے جہاں دیکھا بس
 وہی دیکھا جسے چاہا بس اسی کو چاہا جسے سوچا بس اسی کو
 سوچا جس سے محبت کی بس اسی کی کہتیں بدلنے والے
 رہیں بدلنے والے جزیرے بدلنے والے اور جگہ جگہ
 پڑاؤ ڈالنے والے بھلا محبت کو کیا سمجھیں گے یہ لوگ
 محبت کی رمزوں کو بھلا کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

اس میں دستاں کا ایک اور قول یاد آیا ہے پیار
 ایک ابدیت کا علم ہے یہ وقت کے ہر احساس کو غلط
 مٹا کر دیتا ہے آغاز کی ہر یاد مٹا دیتا ہے اور انجام ہر
 کے خوف کو ختم کر دیتا ہے مگر چونکہ یہ کتابی باتیں ہیں
 اور حقیقی زندگی میں اس کا عمل خاصا ترپن ہے اور پھر
 ویسے ہی اس واہیات ہے ہودہ اور انتہائی پچھڑی محبت
 نے ایک طویل عرصے تک اس کی اتادگار اور عزت کو
 تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا ہے۔



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

بات کرنی ہے۔

جی آپ سے۔

مجھ سے کیا بات کرنی ہے میں تو آپ کو جانتا بھی نہیں ہوں میڈم آپ نے روٹنگ نمبر ڈائل کیا ہے سوری یہ کہہ کر میں نے کال ڈراپ کر دی لیکن ذہن اب بھی اسی کی آواز میں الجھا ہوا تھا اس کی آواز بھی ہی بہت پیاری میں نہ جانتے ہوئے بھی اسی کے بارے میں سوچتا رہا رات کو کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا امی نے پوچھا

بیٹا مومن کیا بات ہے پریشان ہو۔

کچھ نہیں امی بس ویسے ہی میں تھوڑا سا پریشان ہوں کیوں بیٹا کیا پریشانی ہے تم کو۔
نہیں نہیں امی ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ پریشان نہ ہوں تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں

اچھا امی میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں

امی کو تو کسی طرح ٹال دیا تھا لیکن اپنے من کا کیا کروں جو اسی کے بارے میں ہی سوچ رہا ہوں رات کو بھی ٹھیک طریقے سے نیند نہیں آرہی تھی صبح اٹھا تو میرے موبائل پر اس کے نمبر سے ایس ایم ایس آیا ہوا تھا۔

گڈ مارننگ میں کیا کروں کون ہے یہ کیوں مجھے پریشان کر رہی ہے سکول سے لیٹ ہو رہا تھا جلدی سے تیار ہو کر ناشتہ کیا اور سکول چلا گیا کلاس میں بھی میں یہی سوچ رہا تھا میرے دوستوں نے مجھ سے پوچھا

یار احسن کیا بات ہے کچھ کھوئے کھوئے سے ہو خیریت تو ہے نہ

اے یار ایسا کچھ نہیں ہے میں ٹھیک ہوں پکاتاں ہاں یار پکا میں ٹھیک ہوں لیکن لگ تو نہیں رہا کہیں جناب کو پیار دیا تو نہیں ہو گیا ایسی بات نہیں ہے تم لوگ بھی نہ پتا نہیں کیا سوچتے رہتے ہو مگر آ کر میں اپنے کمرے میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا

پڑھنے لگا اس لیے میں ہر سال کلاس میں اول آتا تھا گھر والے بھی بہت خوش تھے میری ہر چھوٹی سوائی بات منہ سے نکلنے سے پہلے ہی پوری ہو جاتی تھی جب میں نے پانچویں کلاس خوشی سے پاس کی تو میرے بابا نے مجھے خوشی سے ایک سائیکل لے کر دی کیونکہ مجھے اب پڑھنے سے لیے اپنے گاؤں سے دور جانا تھا میں بہت خوش تھا میں اب اور میں بھی دل لگا کر پڑھنے لگا تھا میری بڑی بہن کی شادی کی تیاریاں گھر میں جاری تھیں کوئی کام بھی ہوتا تو میں وہ جٹ سے کر دیتا تھا دور دور سے رشتہ دار آئے ہوئے تھے ہر کوئی بہت خوش تھا آپنی کی شادی اچھے طریقے سے ہو گئی اور مہمان بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مگر آپنی کی کمی بہت محسوس کرتا ہوں۔

ادو۔ آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا رہا ہوں مگر نام نہیں بتایا۔

میرا نام احسن ہے اور سب پیار سے مومن کہتے ہیں زندگی پھر ویسے ہی گزرنے لگی تھی ایسے کرتے کرتے میں نے آٹھویں کلاس بھی پاس کر لی اسی خوشی میں میرے بابا نے میرے لیے ایک موبائل گفٹ کیا جسے پا کر میں بہت خوش تھا کیونکہ میرے تمام دوستوں کے پاس موبائل تھا بس میرے پاس نہیں تھا میرے بابا نے میری وہ بھی خواہش پوری کر دی تھی زندگی ایسے ہی گزر رہی تھی صبح سکول جانا واپس آ کر کھانا کھا کر تھوری دیر سونا اور شام کو دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھینچنے چلا جاتا واپس آ کر پڑھائی کرتا پھر کھا کر تھوڑا سا پڑھتا اور سو جاتا میرے امتحان نزدیک تھے اس لیے میں بہت محنت کرتا تھا۔

ایک دن ایسے ہی میں پڑھ رہا تھا کہ میرے نمبر پر ایک انجان نمبر سے کال آئی میں بولا ہیلو جی کون آگے سے پیاری سی نسوانی سی آواز میں کوئی لڑکی بول رہی تھی۔ ہیلو میں نے کہا جی کون۔
میں راجیلہ ہوں۔ تو میں نے کہا آپ کو کس سے

اتنے میں اس نمبر سے پھر کال آئی جو میں نے پک نہیں کی پھر اس نے کال کی میں نے اٹینڈ کر لی اس نے کہا ویلوا حسن کیسے ہو۔

میں حیران ہو گیا تھا یار یہ کون ہے اور میرا نام کیسے جانتی ہے میں نے اس سے پوچھا
 ہو کیسے آپ مجھے سچ سچ بتا دو کیوں مجھے پریشان کرتی ہو اور میرا نام کیسے جانتی ہو
 دیکھئے احسن میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں
 آپ سے ملنا چاہتی ہوں

میں نے اسے سے کہا کہ آخر تم ہو کون کیا چاہتی ہو

اس نے کہا کہ آپ کو پانا چاہتی ہوں۔
 دیکھئے آپ ایسی فحشول باتیں نہ کریں اور آئندہ مجھے کال نہ کرنا پلیز میں ایسا لڑکا نہیں ہوں
 آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہو
 میں نے اس سے کہا تم نے میرا نمبر کہاں سے لیا
 اس نے کہا کہ آپ کا دوست کلیل میرا بھائی ہے میں نے اپنے بھائی کے موبائل سے نمبر لیا ہے۔
 کیا تم کلیل کی بہن ہو۔

جی ہاں دیکھئے میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہے آپ کسی کو نہ بتانا چلو کلیل میرا بہت اچھا دوست ہے میں اکثر اس کے لینے کے لیے اس کے گھر جاتا تھا مگر کسی راحیلہ کو نہیں دیکھا تھا مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا
 اس نے کہا کہ اگر آپ نے مجھے دیکھا ہے تو شام کو پانچ بجے میرے گھر کے پیچھے جو گراؤنڈ ہے وہاں آ جانا میں چھت پر آؤں گی تو آپ مجھے دیکھ لینا اور اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرنا
 میں نے کہا کہ یہ سب ٹھیک نہیں ہے میری بات مانو اگر تمہارے گھر والوں پہ چل گیا تو پتا نہیں کیا ہوگا تمہاری بدنامی ہوگی الگ ساتھ ساتھ میں اپنا دوست بھی کھودوں گا۔

اس نے کہا مجھے کسی کی بھی پروا نہیں ہے آپ کو آنا ہوگا

میں نے کہا ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا اور سوچنا سوچوں میں پڑ گیا دل نے کہا یار دیکھئے میں کیا ہے ایک بار دیکھ تو لوں شام کو میں کھینے بھی نہیں گیا گھر والے الگ پریشان تھے کہ جب سے سکول سے آیا ہے کرب سے باہر نہیں نکلا میری بہن مجھے آوازیں دے رہی تھی مون باہر آؤ آپ کا دوست کلیل آیا ہے آپ کو بلا رہا ہے میں ڈر گیا کہیں اسے پتا تو نہیں چل گیا میں نے جلدی سے جس نمبر سے کال کی تھی وہ نمبر ڈیڈ کر دیا اور اپنی بہن سے کہا۔

اسے اندر بھیج دو میں نے دروازہ کھول دیا کلیل نے اندر آ کر کہا
 یار احسن کیا ہو گیا ہے تم کو تم کھینے بھی نہیں آئے میں نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے نہیں آیا۔

کیوں کیا ہوا
 کچھ نہیں یار وہاں دل نہیں لگا کھینے میں تو سوچا کہ اپنے یار کے پاس چلنا ہوں
 اچھا کیا جو آ گیا میرا دل بھی بہت اداس تھا ہم باتیں کرنے لگے دو گھنٹے بعد وہ چلا گیا میں نے رات کا کھانا کھا یا اور پڑھنے کے لیے بیٹھ گیا لیکن میرا پڑھنے کو بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا بار بار اس کے بارے میں سوچ رہا تھا میں نے کتابیں بند کر کے ایک سائیز برکھ دیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن میری آنکھوں سے نیند کو سوں دور تھی پتا نہیں پھر کب نیند آئی صبح چھ بجے آنکھ کھلی تیار ہو کر نچے آیا اور ناشتہ کیا اور سکول چلا گیا آج میں نے کلیل کو بھی ساتھ نہ لیا تھا کیونکہ میں ڈر گیا تھا سکول میں داخل ہو کر میں نے اپنا بیگ کلاس میں رکھا اور باہر آ کر گراؤنڈ میں بیٹھ گیا اتنے میں کلیل بھی آ گیا آتے ہی کہنے لگا

نے آپ کو دیکھا تو اسی لمحے میرا سب کچھ آپ کا ہو گیا تھا
 تو پھر میں ہاں سمجھوں احسن جی بتائیے۔
 جی۔ پھر ہم نے بہت ساری باتیں کی مجھے اس
 سے بات کر کے بہت اچھا لگ رہا تھا پھر اس نے کہا
 کہ مجھے کام کرنے دو پھر بات کریں گے
 میں نے کہا او کے ہائے پھر میں نے کھانا کھایا
 اور پڑھنے بیٹھ گیا کیونکہ میرے میٹر کے پیپر نزدیک
 تھے دو گھنٹے بعد مس سو گیا تھا صبح آنکھ کھولی تو میرے نمبر
 پر اس کا گڈ مارننگ کا پیج آیا ہوا تھا میں نے مسکرا دیا
 میں نے بھی اسے گڈ مارننگ کا پیج کیا ناشتہ کیا اور
 سکول چلا گیا
 آج میں بہت خوش تھا جو میرے دوستوں نے
 بھی محسوس کیا
 کیا یار بہت خوش ہو آج۔
 بس یار آج مجھے میرا سب کچھ مل گیا ہے
 دوستوں نے کہا احسن منجھل کے کہیں تمہیں
 پیار تو نہیں ہو گیا
 ہاں یار ایسا ہی سمجھ لیں
 میرے دوست خوش ہوئے ایک ماہ بعد میرے
 پیپر تھے میں دل لگا کر پڑھائی کرتا تھا ساتھ ساتھ
 راحیلہ سے بھی بات ہو جاتی تھی میرے پیپر بہت
 اچھے طریقے سے ہو گئے اب میں فارغ تھا میں
 راحیلہ سے اب ملنے کا کہا تو اس نے کہا
 ٹھیک ہے میں آ جاؤں گی
 اس کے گھر کے نزدیک جو پارک ہے ہم وہاں
 ملے یہ ہماری پہلی ملاقات تھی ہم نے بہت ساری
 باتیں کیں ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں اور
 راحیلہ نے کہا۔
 احسن اگر میں شادی کروں گی تو تم سے کروں
 گی ورنہ میں مر جاؤں گی
 اس طرح ہم ایک دوسرے کو بائے بول کر گھر

یا تم مجھے کیوں نہیں لینے آئے میں جب آپ
 نے گھر گیا تو آنٹی نے کہا وہ تو کب کا چلا گیا ہے
 میں نے ٹھیک سے کہا یار ویسے ہی اتنے میں
 کلاس شروع ہو گئی ہم کلاس میں آ گئے اسی طرح پھنسی
 کے وقت میں گھر آ گیا گھر آ کر میں یہی سوچ رہا تھا کہ
 یار جاؤں کہ نہ جاؤں اگر ٹھیک کو پتا چل گیا تو وہ
 میرے بارے میں کیا سوچے گا شام نو میں ٹھیک باج
 بچے اس کے گھر کے پیچھے جو گراؤنڈ تھا وہاں چلا گیا
 لیکن وہ ابھی تک چھٹ پر نہیں آئی تھی لیکن تھوڑا سا
 انتظار کرنے کے بعد وہ آ گئی جب میں نے اسے
 دیکھا تو دیکھا وہ گیا وہ بھی اتنی پیاری میری طرف
 دیکھ لراں نے ہاتھ سے سلام کیا نہ چاہتے ہوئے بھی
 ہوا ہاتھ اوپر کواٹھ گیا پھر اس نے ایک کاغذ کا ٹکڑا
 میری طرف پھینکا جو میں نے جلدی سے اٹھا لیا جب
 سکول کر دیکھا تو اس پر لکھا تھا
 احسن جی میں آپ کی کسی لگی ہوں
 میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بتایا کہ تم
 بہت پیاری ہو
 وہ مسکرا دی ایسا لگا کہ یہ دنیا کی واقع بہت پیاری
 ہے خدا نے اسے بہت حسن سے نوازا تھا تھوڑی دیر
 بعد وہ نیچے اتر گئی میں اپنا سب کچھ وہی پر چھوڑ
 کر واپس آ گیا تھا میرا دل اب میرا نہیں رہا تھا آج
 میں بہت خوش تھا گھر آیا تو میری امی نے پوچھا بیٹا
 بہت خوش ہو خیریت تو ہے
 بس ماں آج میں بہت خوش ہوں اپنے کمرے
 میں جا کر اس سے کال کی جو اس نے پک کر لی میں
 نے کہا راحیلہ تم بہت پیاری ہو
 اس نے کہا یہ تو مجھے پتہ ہے جناب جی آپ کو
 کیسے کی ضرورت نہیں ہے اس کی اس بات پر مجھے کسی
 آنٹی تو پھر احسن کیا سوچا ہے میرے بارے میں
 بتائیے گا
 میں نے کہا کہ سب تو یہ ہے کہ راحیلہ جن میں

میں تم کو تمہارے چچا کے پاس فیصل آباد بھیج دیتا ہوں

میں نے کہا جیسے آپ کی مرضی اس طرح میں پڑھنے کے لیے فیصل آباد چلا گیا وہاں مجھے اچھے کالج میں ایڈمیشن مل گیا لیکن میں راحیلہ کو نہیں بھول پایا تھا ایک دن اچانک مجھے ایک انجان نمبر سے کال آئی میں نے پک کی تو وہ راحیلہ کی کال تھی میں تو باگل ہو گیا ایک ہی سانس میں پتہ نہیں کتنے سوال ک ڈالے کہاں تھی تم نمبر کیوں آف کیا ہوا تھا میرے بارے میں تو سوچا ہوتا تم نے تو اس نے رونا شروع کر دیا اس نے کہا۔

احسن پلیز مجھے بے وقامت کہتا میں آج بھی تم سے اتنا ہی پیار کرتی ہوں جتنا پہلے کرتی تھی احسن اس رات جب ہم آپ کے گھر سے واپس آئے تو آتے ہی بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ احسن تمہاری طرف کیوں دیکھ رہا تھا کیا چکر چل رہا ہے تم دونوں میں تو میں نے بھائی کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا وہ میں اور احسن ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں جسے سن کر بھائی آگ بھگواہ ہو گیا اور مجھے بہت مارا میرا موبائل بھی مجھ سے چھین لیا اس کے بعد میرا گھر سے نکلنا بند ہو گیا تھا اس دن سے لے کر آج تک میں پل پل مر رہی ہوں آج پڑوسن آئی تھی امی بازار گئیں ہیں میں نے اس سے کہا کہ خدا کے واسطے مجھے ایک کال کرنے دو تو اس نے مجھے اپنا موبائل دے دیا۔

احسن آپ ٹھیک ہیں نا بتائیں۔
میں کہاں ٹھیک ہو سکتا ہوں اپنی جان کے بنا
احسن میری شادی ہو رہی ہے اگلی بائیس تاریخ
کو میرے کزن سے میں بہت پریشان ہوں کچھ سمجھ
نہیں آ رہا کیا کروں۔

پلیز راحیلہ ایسا مت کرنا ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گا تم صرف میری ہو صرف میری ہو آئی سمجھ
احسن ایسا مت لہو ہو سکتا ہے بھائی نے کہا کہ

آگئے میرے بھائی کی شادی تھی میں نے ٹھیکل کے گھر والوں کو بھی انوائٹ کیا تھا مہندی والے دن وہ لوگ آئے میری جان راحیلہ بھی ساتھ آئی تھی راحیلہ نے بلیک سوٹ پہنا ہوا تھا وہ بہت پیاری لگ رہی تھی میری نظر راحیلہ پر تھی جسے ٹھیکل نے نوٹ کر لیا مجھے سائیڈ پر لے جا کر کہا۔

دیکھ احسن مجھ پر پورا بھروسہ ہے پلیز دیکھ میرے بھروسے کو تو زنا مت اس نے اتنی سی بات میں سانس کچھ کہہ دیا تھا جسے میں سن کر میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
میں نے ٹھیکل سے کہا نہیں یا اسی کوئی بات نہیں ہے تم ایسا کیوں بول رہے ہو

اس نے کہا دعا کرو ایسا نہ ہو ورنہ میں یہ بھول جاؤنگا کہ تم میرے دوست ہو پھر وہ لوگ اپنے گھر چلے گئے یارات والے دن میری نظریں راحیلہ کو ڈھونڈ رہی تھیں مگر وہ مجھے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی باقی سب اس کے گھر والے آئے ہوئے تھے جن میں وہ نہیں آئی تھی مجھے بہتر پریشانی ہوئی ویسے والے دن بھی وہ نہیں آئی مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے میں نے راحیلہ کے نمبر پر کال کی تو اس کا نمبر بند تھا دوسرے دن شام کو میں راحیلہ کے گھر کے چھپے گراؤنڈ میں گیا تو وہاں سوچا کہ شاید مجھے راحیلہ وہاں نظر آ جائے لیکن وہ نظر نہیں آئی تھی میں ناکام ہو کر واپس لوٹ آیا۔

میں روز اس کے گھر کے چھپے چکر لگاتا تھا لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی اب تو ٹھیکل بھی مجھے نہیں بلاتا تھا جب میں نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔ تم خود سمجھو میں کیا بولوں
وہ تو چلا گیا لیکن میں وہی کارنی بیٹھا رہ گیا میٹرک کارڈ لٹ آ گیا تھا میں نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا میرے بابا نے کہا
بیٹا آگے پڑھنا چاہتے ہو۔

نوٹ کر پلیز اسے بکھرنے سے بچا اور ارحیلہ پلیز لوٹ آؤ۔ قارئین یہ بھی احسن کی کہانی جو آج بھی اسی لڑکی سے پیار کرتا ہے آج بھی اس کا انتظار کر رہا ہے۔ کبھی کبھی لوٹ کر آئے گی وہ میرے سونے آٹکن میں پھر سے خوشیاں لوٹ آئیں گی میں لڑکیوں سے یہی کہوں گا کہ اگر ایسے راستے میں چھوڑنا ہوتا ہے تو کسی کی زندگی برباد کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے اور دوست سے کہنا چاہوں گا کہ تم نے ایک بار اس سے بات کی ہوئی دوستی کی خاطر ہی سہی بات تو کرتا لیکن تم کے کیا کیا جب تمہارے دوست کو اپنے دوست کی زیادہ ضرورت تھی اس وقت اسے تمہا چھوڑ دیا اس کی زندگی بھی خوشیوں سے بھر جاتی۔

اب اجازت دیں اور احسن کے لیے دعا کیجئے گا کہ وہ اس بے وفا کو بھول جائے اور اپنی زندگی پھر سے شروع کرے خدا حافظ۔

کچھ تو سوچتے مجھے بھلانے سے پہلے
دل پہ ہاتھ رکھتے مجھے رولانے سے پہلے
بسایا تھا تم کو اپنے دل میں میں نے
نکالا ہوتا دل جلانے سے پہلے
کیوں تو زامیر اپنے یقین و اعتماد
چام نہ ہر پلاتے مجھے ٹھکرانے سے پہلے۔
ایم وقاص انجم۔ 126 گگب شہر دانہ

نظم۔ جمیل کنول
تجھے چاند کہوں یا جمیل کنول
تیرے پیار کا کوئی نام نہیں
بس جاؤں تیری دھڑکن میں
مجھے دنیا سے کوئی کام نہیں
تو حسن ہے چاند ستاروں کا
تو منظر ہے آبشاروں کا
تجھے رب نے بنایا فرصت سے
سب چھوڑ کے دھندے دنیا کے

اگر تم نے آج کے بعد احسن سے ملنے کی بات کرنے کی کوشش کی تو وہ تمہیں جان سے مار ڈالیں گے مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کسی کی میں آ رہا ہوں واپس ٹھیک سے بات کر کے دیکھتا ہوں میں جانتا ہوں وہ ضرور مجھے سمجھے گا ہم ضرور ایک ہو کر رہیں گے حسن تمہیں میری قسم ایسا کرنے کا سوچنا بھی نہ پلیز ہاں ہو سکے تو مجھے بھول جانا اور کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر شادی کر لینا پلیز یہ تم کہہ رہی ہو ارحیلہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اگر ایسا کرنا تھا تو پھر مجھے چھوٹے سنے کیوں دیکھائے کیوں راستے میں چھوڑ کر خود آگے بڑھ رہی ہو میں نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا کہ میری ارحیلہ اتنی جلدی ہار مان جائے گی۔

اس نے کہا احسن مجھے اب کچھ نہیں کہنا اور ہاں اپنا خیال رکھنا

تم کون ہوتی ہو مجھے یہ سب کہنے والی تم نے تو مجھے چھوڑ دیا ہے میں چاہنے جیوں یا مروں یہ میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں دوسری طرف سے کال کات دی گئی تھی۔

میں تو جیسے سکتے میں آ گیا تھا میں نے تو اس کے بزاروں سنے دیکھے تھے جس میں ہم دونوں بہتر خوش حال زندگی گزار رہے ہیں لیکن ارحیلہ نے میرے تمام سپنوں کو اپنے پاؤں تلے روندھ دیا ہے مجھے ارحیلہ سے یہ امید نہ تھی بائیس تاریخ کو اس کی شادی ہوگئی وہ مجھے روتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی میں تمہارا کیا تھا میں نے اپنی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔

اب کسی پر مجھے اعتبار نہیں رہا تھا میں کسی کر بتائے بغیر کراچی چلا گیا جہاں آ کر میرے دل کو فرار ملا ہر وقت اس بے وفا کی یاد ستاتی ہے لیکن کیا کروں میں آج بھی اس سے اتنا ہی پیار کرتا ہوں جتنا پہلے کرتا تھا۔

ارحیلہ میں آج بھی تمہارا انتظار کر رہا ہوں لوٹ آؤ پلیز تیرا احسن بہت اکیلا ہو گیا ہے بکھر گیا ہے

اور مجھے پیار کرو بس پیار کرو
بے شک مجھے حد سے زیادہ پیار کرو
صنم میرا ایک کام کرو چلو مجھے پیار کرو
نامعلوم۔

غزل

تیری بھولی محبت سے اب منہ موڑ لینا میں نے
تیری اس خالم دنیا سے تعلق توڑ لینا میں نے
سمجھتا ہے تو تنہا تیرے اب میں ہی تو سکتی ہوں
نہیں چاہئے لگنا زندگی اب یہ سوچ لینا میں نے
خانہ کافروں سے بھری زندگی کی یہ ڈھنڑی ہے
لکھا نہ اظہار محبت تو نے صلی ہی چھڑ لینا میں نے
نہیں ہے درد محبت کا تیرے چہرے سے سینے میں
جو تیرا نام لکھتا تھا قلم ہی توڑ دیا میں نے
آ کر نہ جگا نہ قبر پہ جب ٹھنی خند سو جاؤں
کرن ان آنکھوں سے تیرا پنہ دیکھنا چھوڑ دو میں نے
کشور کرن۔ چوکی



غزل

اجرے ہوئے گھر کو آ کر بسا دیا اس نے
برسوں سے تھا وہیں مہکا دیا اس نے
دیکھیں گے کبھی خوشیاں اس کشمکش میں تھے
آ کے ساری الجھنوں کو مٹا دیا اس نے
آیا نہ کوئی بھول کر دلہیز پر میری
دیرانہ گھر کو جنت بنا دیا اس نے
چھڑ گئے کبھی کسی کو موت نہیں آتی
یہ آئینہ بھی کھول کر دیکھا دیا اس نے
نہ اب ہدا ہوں گے دنیا کے ڈر سے ہم
بھری کھٹل میں اب بولی کر سنا دیا اس نے
برسوں بعد آ کر جب لپٹا گلے سے وہ
کرن خوشی رو ماوروں کو لگی رلا دیا اس نے
کشور کرن۔ چوکی

تقریب کروں تو کیسے کروں
الفاظ نہیں ملتے ہیں مجھے
تو ہم بن کے آیا ہے
اور دل میں ایسے سما ہے
کہ دور اگر ہم ہو جائیں
تو تیرے بن نہ رہ پائیں
تجھے چاند کہوں گا جھیل کنول
تیرے پیار کا کوئی نام نہیں
لکھ

میں تم کو بھولنا چاہوں۔ میں تم کو بھولنا چاہوں
مگر۔
ممکن ہیں۔۔۔ کیوں۔۔۔ یہ رشتہ جڑ گیا ایسے
جیسے۔۔۔ پھول کا خوشبو سے
تعلی کا ہنور سے
مچھلی کا پانی سے۔۔۔ امیر کا پادل سے
مادے۔۔۔ تو ہی اب مجھ کو کہ۔۔۔ کیا میں
بھول سکتی ہوں۔۔۔

شاز یہ گل ماں سہرہ بھیڑ کند

صنم میرا ایک کام کرو

چلو مجھے پیار کرو

ان وعدوں ان قسموں پہ اعتبار کرو
اب تھوڑا سا انتظار کرو منزل پاس ہے
پانے سے انکار نہ کرو
میں تمہارا ہمسفر ہوں
میں تمہارا خواب ہوں
اور تو ہی میری حقیقت ہے
تو ہی میری زندگی ہے
اور تو ہی میری خواہش ہے
صنم میرا ایک کام کرو چلو مجھ سے پیار کرو
میری چاہتوں پہ جان نثار کرو
میری نازک دھڑکنوں پہ اعتبار کرو
میرے ساتھ بے وفائی نہ کرو

مارچ 2015

جواب عرض 141

مجبوری یا بے وفائی

Scanned By Bookstube.net

وفا کی خاطر

-- تحریر۔ شائلہ رائیس عباس۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ریاض بھائی میں اپنی ایک نئی کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں امید ہے کہ مجھے ناامید نہیں کیا جائے گا یہ کہانی حقیقت پر مبنی ہے امید ہے آپ سے جلد شائع کر کے شکرہ کا موقع دیں گے وہ ایک ایسے انسان کی کہانی ہے جس کا سب کچھ لت لٹا دیا کریں کہ وہ اپنی اصل زندگی کی طرف لوٹ آئے۔ میں نے اس کہانی کا نام۔ وفا کی خاطر۔ رکھا ہے امید ہے قارئین کو پسند آئے اس کو لکھنے میں کہاں تک پہنچی ہوں اپنی قیمتی رائے ضرور دیتے ہوئے گا۔

ادارہ جو اب عرض کی جاسی کہ نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

جو ابھی تک تعلیم حاصل کر رہے ہیں والد ایک گورنمنٹ سکول میں ٹیچر ہیں اور والدہ ہی پیار کرنے والی ماں ہے ہمارے والدین ہم سب بھائیوں سے بہت پیار کرتے ہیں میں نے میٹرک بہت اچھے نمبروں سے کیا اس کے بعد میں نے ڈگری کاغذ چونیوں میں داخلہ لے لیا اور خوب محنت کرنے لگا ان دنوں میرا آنا جانا میری اپنی خالہ کے گھر میں بہت زیادہ تھا میں ہر روز اپنی خالہ کے گھر جاتا تھا میری خالہ کی دو بیٹیاں تھیں جو دونوں ہی نہیں تھیں خالہ کی بیٹی جس کا نام شائلہ تھا لیکن ہم سب پیار سے اس کو شانوں باجی کہتے تھے میری شانوں باجی سے بہت زیادہ دوستی تھی شانوں باجی بھی مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اگر میں بھی بیمار ہو جاتا تو وہ ہمارے گھر آ جاتی تھی۔ یہ دہمہ رتی بات ہے شانوں باجی کے گھر یہ دن کے بارہ بجے ناگم تھا اور سردی بہت تھی جب شانوں کے کمرے میں گیا تو دیکھا شانوں باجی کمرے میں موجود تھی لیکن اس کے کمرے میں ایک خوبصورت

سب سے پہلے میں اپنا تعارف کروا دوں میرا نام شائلہ ہے میں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے میں اپنے نانا کے گھر رہتی ہوں وہ ایک گاؤں میں رہتے ہیں جو کہانی آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی ہوں یہ کہانی پیار محبت کی زندہ مثال ہے اور ایک عورت کا اپنے محبوب سے کئے ہوئے وعدے کا پاس ہے کون کہتا ہے کہ عورت بے وفا ہوتی ہے وہ تو وفا کی دیوتی ہے اور ظالم ساج اور وقت کے فرعونوں سے ساتھ ٹکرانے کا عزم رکھتی ہے وہ عشق کے ہر امتحان میں کامیاب ہو رہا ہے جو جانی سے یہ ظالم ساج ہے جو پیار کی راہ میں دیواریں ہٹاتی کرتا ہے جب کوئی اسے تکلیف دے تو وہ ظالم اور بے حس بن جاتی ہے اور پنا سب کچھ اپنے پیار پر قربان کر دیتی ہے میرے خیال میں مجھے مسئلہ کہانی کی طرف آنا پڑے میرے ذہن کی کہانی اس کی زبانی سنئے۔

قارئین میرا نام شہزادہ ہے ہم تین بھائی ہیں میں سب سے چھوٹا ہوں میرے دو بڑے بھائی ہیں



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

ہے کہنے لگی میں آپ کو نہیں بتا سکتی میں نے کہا آپ اور شانوں باجی باہر آ جائیں میں بانگ لے کر آتا ہوں ہم چونیاں شہر چلتے ہیں میری بات سن کر وہ بھی فوراً تیار ہو گئی جب ہم بازار گئے اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کو کون سا رنگ پسند ہے میں نے کہا مجھے کالا پسند ہے اس نے میرے لیے ایک سوٹ لیا ایک اپنے لیے کالا سوٹ لیا باتوں باتوں میں مجھ سے میرا موبائل نمبر مانگا جو میں نے اس کو دے دیا پھر ہم شاپنگ کر کے جب گھر واپس آئے تو اس نے کہا یہ تحفہ میری طرف سے آپ قبول کریں میں نے بھی وہ سوٹ رکھ لیا اور گھر واپس آ گیا میں۔

ایک دن باجی کے گھر نہ گیا جب دوسرے دن گیا تو اس نے کہا کہ دو دن کہاں غائب تھے میں نے کہا پرسوں میری منگنی ہے آپ ضرور آنا یہ بات سنتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور سفید ہو گیا اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی میں نے کہا آپ کو کوئی پریشانی ہے جی وہ کہنے لگی نہیں آپ کی منگنی کہاں ہو رہی ہے اور تم نے وہ لڑکی دیکھی ہے میں نے کہاں ہاں لاہور میں نے چار سال پہلے دیکھی تھی اس نے کہا پھر تم انکار کیوں نہیں کر دیتے اگر تم کہتی ہو تو انکار کروں گا لیکن تم دعا کرنا میرے گھر والے میری بات مان جائیں میں پھر وہاں سے گھر واپس چلا گیا دوسرے دن جب میں شانوں باجی کے گھر گیا تو اس نے دیکھتے ہی پوچھا کہ کل تم نے مسکان کو کیا کہا وہ اس کو بہت تیز بخار ہو گیا ہے شہزاد مسکان کو تم سے بہت پیار ہے وہ تم سے شدید قسم کی محبت کرتی ہے اس کا اظہار وہ میرے سامنے مجھے کئی مرتبہ کر چکی ہے اب تمہیں بھی چاہئے کہ محبت کا جواب محبت سے ہی دو میں شانوں باجی نے باجی سے کہہ کر خاموش ہو گیا اتنی دیر میں مسکان آ گئی اس نے آتے ہی سب سے پہلے میری منگنی کا پوچھا میں نے کہا میں نے گھر والوں کو روک دیا ہے ان لوگوں نے بھی میری

لڑکی نہیں ہوتی تھی وہ مجھے سامنے دیکھ کر شرماسی گئی میں نے شانوں سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے تو اس نے جواب دیا کہ میری بہت اچھی سہیلی ہے اور ساتھ ہی اس کا گھر ہے اور اس کا نام مسکان ہے یہ ایک بہن ہے اس کی امی بہت ظالم ہے اور اس کا باپ بہت شریف آدمی ہے میں اس وقت مسکان کے بارے میں سوچنے لگا اور اپنے گھر واپس آ گیا اس رات سردی کی وجہ سے مجھے بہت زیادہ بخار ہو گیا تھا میں دو دن شانوں باجی کے گھر نہ جاسکا جب تیسرے دن میں شانوں باجی کے گھر گیا تو مجھے دیکھتے ہی شانوں باجی بولی شہزاد تم ہاں چلے گئے تھے ہم نے آپ کا بہت انتظار کیا میں نے کہا خیریت تو ہے جو آپ نے میرا انتظار کیا تو شانوں باجی نے کہا کہ کوئی تمہیں دیکھتے ہی اپنا سب کچھ ہار گیا ہے اپنا دل تمہیں دے بیٹھا ہے میں یہ سن کر ہنسنے لگا مجھ پائل کو کس نے اپنا دل دینا ہے باجی نے کہا شہزاد تم بہت اچھے ہو اچھے لوگوں کو ہر کوئی پسند کرتا ہے اس دن جو لڑکی ہمارے گھر آئی تھی وہ تمہیں اپنا دل دے بیٹھی ہے جب سے مسکان نے تمہیں دیکھا ہے وہ عشق میں گرفتار ہوئی ہے وہ ہر وقت تیرے ہی بارے میں باتیں کرتی رہتی ہے مجھے شہزاد سے پیار ہو گیا ہے۔

ابھی ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ مسکان پھر آ گئی اس نے آتے ہی مجھے کہا شہزاد تم تین دن کہاں رہے ہو میں تمہارا کتنا انتظار کرتی رہی ہوں میں نے کہا ہمارے ہمسائیوں کا گدھا چوری ہو گیا تھا ان لوگوں کے ساتھ تھا۔

وہ پریشان ہوئی اب کیا بنا میں نے کہا سب کچھ ٹھیک ہے پھر میں نے کہا آپ کو کیا کام تھا وہ گھر اسی گئی میں نے کہا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ نے جو بات کرنی سے بلا تکلف کریں وہ اچانک تمہوڑا سا شرمائی پھر بات کو بدل کر کہنے لگی میں نے کچھ چیزیں آپ سے منگوائی تھی میں نے کہا کیا منگوانا

بات مان لی ہے تو وہ فوراً خوش ہو گئی اس کا چہرہ گلاب کے پھولوں کی مانند کھل اٹھا تھا اس دن کے بعد ہماری روزانہ ملاقات ہوتی ہم بہت ساری باتیں کرتے ہیں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے اظہار کرنے سے شرمنا رہی تھی میں نے خود ہی ایک دن خط لکھ کر کیوں کہ اتنی جرت مجھ میں بھی نہ تھی میرے خط کی تحریر کچھ یوں تھی

جان سے پیاری مسکان -
اسلام علیکم - میں جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے لیکن تم اقرار نہیں کر سکتی لیکن اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کیونکہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا دن رات تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہتا ہوں میری سوچوں میں میرے خیالوں میں میرے دل کی دھڑکنوں میں اور سانسوں میں صرف تم ہو تمہارا ہی نام ہے دن رات تمہاری تصویر میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے مسکان محبت میں بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے جو ظالم سے ظالم دل انسان کو بھی موم کر دیتی ہے مسکام میری محبت تم کو خوشبو کی طرح محسوس کرونی میرے خط کا جواب جلدی دینا۔

ہم نے تجھے اک نظر دیکھنے کی سزا پائی ہے
دن کا سکون رات کی نیند گنوا لی ہے

فقط تمہارا شہزاد۔

خط لکھنے کے بعد میں خالہ کے گھر گیا وہ پہلے سے وہاں موجود تھی پہلے ہم لوگوں نے ادھر ادھر کی باتیں کیں پھر جب میں نے واپس گھر جانے لگا تو میں نے باجی سے آگے بجا کر وہ خط مسکان کے حوالے کر دیا جو اس نے پکڑ لیا اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آ گیا پھر پانچ چھ دن خالہ کے گھر نہ گیا جب چھٹے دن گیا تو وہ بہت زیادہ خوش تھی اس دن مسکان نے اپنے ہاتھوں سے مجھے چاہے بنا کر پلائی تھی اور باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

جب میں جانے لگا تو میں نے مسکان سے کہا کہ میں جا رہا ہوں اس نے ایک خط میرے ہاتھوں

میں دے کر میرا ہاتھ چوم لیا مجھے پتہ چل گیا کہ اس کی طرف سے محبت کا پیغام ہے میں گھر جا کر اپنے کمرے میں چلا گیا کمرے میں جا کر میں نے جب خط کھولا تو اس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

اسلام علیکم - میں خیرت سے ہوں آپ کی خیرت خداوند کریم سے نیک مطلوب چاہتی ہوں جان سے پیارے شہزاد جب سے میں نے آپ کو دیکھا ہے مجھے ایک پل بھی چین نہیں شاید آپ کو معلوم نہیں آپ نے جب سے میرے دل میں قدم رکھا ہے میں اس وقت سے آپ کی ہو گئی ہوں میں نے کبھی کسی لڑکے سے محبت نہیں کی لیکن آپ پہلے لڑکے ہیں جب سے میں محبت کرنے لگی ہوں میں تمہارے پیار کے قابل تو نہیں کیونکہ میں بہت چھوٹی ذات کی ہوں اور تمہارا پیار بہت بڑا ہے لیکن پھر بھی تم سے وعدہ ہے کہ اگر راہ وفا میں مجھے اپنی جان بھی قربان کرنی پڑی تو میں گریز نہیں کروں گی مجھے محبت کے سفر میں بھی اکیلی مت چھوڑنا ورنہ میں مر جاؤں گی شہزاد مجھے زندگی میں بہت سے دکھ ملے ہیں تمہاری محبت میرے زخموں پر مرہم کا کام کر رہی ہے خدا کے لیے مجھ سے بے وفائی نہ کرنا۔

محبت کی قسم تم کو وعدہ وفا کرنا

ہمیشہ کیلئے ایک ساتھ جینے کی دعا کرنا

والسلام فقط تمہاری مسکان۔

خط پڑھ کر میں نے بہت زیادہ خوش ہو گیا وہ تمام رات میں نے جاگ کر گزار دی نیند بھی نہ آنے کی قسم کھا چکی تھی جب صبح ہوئی تو میں نے ناشتہ کیا اور اسکے پاس چلا گیا وہ اس وقت اکیلی تھی ویسے بھی شانوں باجی ہمیں بات کرنے کا موقع دے دیتی تھی تاکہ اپنے دل کی بات کھل کر کر لیں اس دن ہم نے خوب محبت بھری باتیں کیں ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں مسکان نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مجھ سے وعدہ لیا کہ ہم دونوں جدا نہیں ہوں

گے اگر دنیا والوں کی دیوار ہمارے سامنے آئی تو ہم موت سے بھی نہیں ڈریں گے میں نے اس سے کہا کہ مسکان اگر تیرے ابو نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تو پھر کیا ہوگا اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا مسکان مر تو سکتی ہے لیکن شہزاد کو نہیں چھوڑ سکتی مسکان کے دل کی ہر دھڑکن تمہارے نام ہے اب میں مر تو سکتی ہوں لیکن تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی میں نے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا اگر تو مر جائے گی تو میں زندہ کیسے رہوں گا آئندہ میرے سامنے مرنے کی باتیں مت کرنا میرے لیے تم اس چڑیا کی مثال ہو جس کی موت ہوتے ہی چادوگر کی بھی موت ہو جاتی ہے۔

اس طرح دن گزرتے رہے اور ہماری محبت پروان چڑھتی گئی ہمیں پتہ ہی نہ چلا کہ ایک سال ہو گیا ہے اور ایک دن اس کے ملنے کے لیے خالہ کے گھر گیا تو اس کے ابو نے ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ لیا وہ آکر مسکان کو لے گیا تھا اس ظالم فرعون نے میری مسکان کو بہت زیادہ مارا اس کے ابو نے اب یہ فیصلہ کیا کہ مسکان اب اپنی نانی کے گھر میں رہے گی جب شانوں باجی نے یہ سب بتایا تو میرے سر پر آسمان آن گرا پاؤں تھے سے زمین نکل گئی مجھے ساری دماغھوتی ہوئی نظر آنے لگی جس دن میں نے اپنی نانی کے گھر جانا تھا میں نے اس کو نیند کی گولیاں دیں اس نے وہ گولیاں رات کو اپنے امی ابو کو چاہے میں ڈال کر پلا دیں وہ رات کو مجھ سے ملنے کے لیے آگئی وہ رات ہو دونوں نے صبر کے کنارے گزارے ہم تمام رات باتیں کرتے رہے میں نے اس کو سونے کی چین تھپے میں دی جو میں نے پہلے سے ہی خریدی ہوئی تھی اور کبھی بھی ایک دوسرے کو نہ بھوننے کا وعدہ کیا جب فجر کی اذانیں ہونے لگی تو وہ اپنے گھر چلی گئی اور میں اپنے گھر چلا آیا جب صبح ہوئی تو آٹھ بجے چوٹیاں بس سناپ پر گیا اس وقت مسکان بھی اپنے نانا جان کے ساتھ بس

انشین پر کھڑی ہوئی تھی بروہ لوگ ایک بس میں سوار ہو گئے جب وہ بس میں بیٹھی تو شیشے والی سائیڈ پر اس کو الوداع کہنے کے لیے آگے بڑھا میں نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ زار و قطار رو رہی تھی اس کو اس حال میں دیکھ کر میرا حوصلہ بھی جواب دے گیا تھا میں بھی رونے لگا اتنی دیر میں بس چل پڑی اس نے روتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ شہزاد مجھے کب ملنے آؤ گے میں نے کہا میں تمہیں بہت جلدی ملنے آؤں گا اس نے کہا جان مجھے تمہارا انتظار رہے گا اتنے میں گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی میں گاڑی کو چاٹے ہوئے دیکھتا رہا پھر روٹا ہوا گھر واپس آ گیا۔

اس دن مجھے پتہ چلا کہ مسکان کی جدائی میرے لیے کتنی اذیت ناک ہے وقت گزرتا گیا اور میری بے چینی میں اضافہ ہوتا تھا دل کرتا تھا کہ اڑ کر اپنی مسکان کے پاس چلا جاؤں میرا کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا میں ہر وقت خاموش ہی رہتا تھا میری اس حالت سے میرے گھر والے بھی بہت زیادہ پریشان تھے اب میں انہیں کیا بتاتا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے ایک ہفتہ میں نے بہت مشکل سے گزارا کیا اس کے بعد دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے فون پر اس کا نمبر ڈائل کیا فون اس کی کزن نے اٹینڈ کیا میں نے اس کو کہا کہ میری مسکان سے بات کروا دیں اس نے میری مسکان سے بات کروادی جب اس نے فون پر بات کی میں نے پہلا سوال یہی کیا کب آؤ گی اس نے کہا دل تو بہت کرتا ہے لیکن میں مجبور ہوں میرے ابو بہت سخت ہیں نانا کو کہہ کر مجھے یہاں بھجوایا ہے اس کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دینا اس لیے میں جلدی نہیں آسکتی میں نے کہا مجھے اپنا پتہ بتاؤ میں ایک دو دن کے اندر اندر آتا ہوں میں ساتھ ہی رونے لگا میری حالت دیکھ کر اس کو مجھ پر ترس آ گیا اس لیے اس نے جلدی آنے کا وعدہ کیا پھر فون بند ہو گیا میں اس کے آنے کا شدت سے انتظار کرنے لگا اگلے دن مسکان واپس

دے رہے تھے میں اپنے آپ سے بے وفائی کا نام مٹا کر رہوں گی چاہئے کچھ بھی ہو جائے میں نے کہا اگر تم نے منگنی نہ توڑی تو میں خودکشی کر لوں گا میری موت کی ذمہ دار تم ہوگی اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں محبت کی اس مشکل گھڑی میں ہر امتحان میں پوری اتروں گی گھر جاتے ہی منگنی توڑ دوں گی یا پھر موت کو گلے لگا لوں گی وعدہ اس نے جیسا کہا تھا ویسا ہی کر دکھایا جب وہ گھر گئی اس نے اپنے ابو سے کہا میں ابھی منگنی نہیں کرنا چاہتی میں ابھی پڑھ رہی ہوں اس کے ابو نے اس کی ایک نہ مانی اور اپنی ضد بڑھا رہا اس نے اپنے ابو سے کہا اگر آپ نے میری منگنی نہ توڑی تو میں خودکشی کر لوں گی لیکن اس کے باپ پر اس کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا وہ اپنی کسی بھی بات سے لس سے لس نہ ہوا آخر عالم باپ کے ظلم ستم سے تنگ آ کر ایک دن جب اس کے گھر والے امی ابو گھر میں تھے باقی گھر والے اپنے کاموں میں مصروف تھے مسکان نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں بند کر دیا زہر پہ کر ہمیشہ کے لیے دنیا چھوڑ گئی جب گھر والوں کو نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے کوئی جواب نہ آیا آخر کار انہیں دروازہ توڑنا پڑا تھا جب وہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ مسکان اندر بیڈ پر بے ہوش بڑی ہوئی تھی وہ ابدی نیند سو چکی تھی وہ اپنے خالق حقیقی کو جا ملی تھی وہ وہاں چلی گئی تھی جہاں سے دنیا والوں کی کوئی پابندی نہیں تھی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

میرے خون آرزو کو وہ سمجھ رہے ہیں پانی
انہیں ہوش تنگ نہ آیا میری لٹ گئی جوانی

مسکان کی موت کی اطلاع مجھے اس کے مرنے کے بعد ملی جب میں مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا ایک بچے نے مسجد میں آ کر کہا مسکان فوت ہو گئی ہے اعلان کروانا ہے یہ بات سننے کی دیر بھی میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا میں مسجد کے محن میں بے ہوش ہو گیا بے ہوشی میں فرش پر گر جا جب مجھے ہوش آیا میرے

آگنی میں اس کو ملنے کے لیے خالہ کے گھر گیا باجی سے پوچھا مسکان آگنی ہے اس نے کہاں ہاں میں نے کہا پھر یہاں کیوں نہیں آئی باجی نے جواب دیا اس کے ابو نے بہت زیادہ سختی کر دے اس پر ہمارے گھر آنے سے روکا ہے وہ اس لیے ہمارے گھر نہیں آئی میرے اپنے ہی رشتے دار جو میری دوسری کزن تھی جب اس کو ہمارے بارے میں پتہ چلا تو اس نے بھی بہت زیادہ غلط باتیں اس کے ابو کو بتائیں اس لیے اس کے والد نے اس شرط پر چونیاں داہیں آنے کی اجازت دی ہے کہ وہ بھی بھی ہمارے گھر نہیں آئے گی اس نے یہ تمام باتیں مجھے فون پر بتائیں اور کہا تھا کہ شانوں باجی میں تمہارے گھر ضرور آؤں گی میں وہاں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ آگنی ہم دونوں نے والہانہ انداز میں ایک دوسرے کو گلے لگایا بہت زیادہ خوشی ہوئی کچھ دیر بعد باجی چلی گئی ہم دونوں باتیں کرنے لگے لیکن مجھے محسوس ہوا کہ مسکان پریشان ہے میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کوئی بات نہیں جب میں نے اصرار کیا جو بات بتائی وہ میرے لیے قیامت سے کم نہ تھی اس نے کہا شہزاد ہماری محبت کا میرے ابو کو پتہ چل گیا ہے وہ سخت مزاج ہیں اس نے جب مجھے مارا تھا اس وقت میرا رشتہ میرے ماموں کے بیٹے میرے کزن سے کر دیا تھا اس لیے میں بہت پریشان ہوں جب میں نے مسکان کی طرف دیکھا میری آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو نکلے اس نے کہا شہزاد تم کیوں رو رہے ہو میری ابھی منگنی ہوئی ہے شادی نہیں ہوئی میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔

اس کی باتیں سن کر مجھے حوصلہ ہوا میں نے اس سے کہا تم نے آج گھر جاتے ہی منگنی توڑ دینی ہے اگر تم نے منگنی توڑنے کی کوشش نہ کی تو میں سمجھوں گا تم میرے ساتھ بے وفائی کر رہی ہو میری باتیں سن کر وہ رونے لگی اس نے کہا شہزاد تم میری مجبوری کو غلط رنگ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرٹک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety

تمام گھر والے میرے اور گردتھے میں نے ہوش میں آتے ہی اپنی امی سے کہا امی میری مسکان مجھے چھوڑ گئی ہے میری مسکان مر گئی ہے میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تمام گھر والوں نے مجھے چپ کروانے کی کوشش لیکن میری تودنیا ہی اجڑ گئی تھی وہ تمام رات میں نے روتے ہوئے گزار دی تھی آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے بار بار اس کی محبت بھری باتیں یاد آ رہی تھیں مجھے اپنے آپ سے شرمندگی محسوس ہو گئی رہی میں نے کیوں اس کی منگنی توڑنے کا کہا تھا اگر میں اس سے اس طرح بات نہ کرتا تو شاید وہ آج نہ مر گئی میں نے اس دن فیصلہ کر لیا تھا زندگی تھی تو مسکان کے نام تھی جب وہ ہی نہیں رہی مجھے بھی جینے کا کوئی حق نہیں ہے میری باتوں سے میرے گھر والوں کو شک ہو گیا تھا وہ سب مجھے رب رسول کی قسمیں دینے لگے کہتے شہزاد بنا خدا کے لیے آپ کو کچھ نہ کرنا میں نے آج تک اپنے گھر والوں سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی لیکن میرا دل دنیا سے اٹھ چکا تھا میں ہر وقت مسکان کو یاد کرتا رہتا تھا۔

زندگی ملی تو کیا ملی کرے وفا ملی

اتنے میرے جرم نہ تھے جتنی مجھے سزا ملی

مسکان کے مرنے کے تین دن بعد میری باجی ہمارے گھر آئی مجھے ایک خط دیا میں نے خط کھول کر پڑھا جس پر مسکان کی تحریر تھی میں خط پڑھنے لگا۔

جان سے پیارے شہزاد خدا تمہاری لمبی عمر کرے میں تمہاری زندگی کی دعا مانگتی ہوں اور تمہاری خوشیوں کی دعا منگتی ہوں میری جان جب تک میرا یہ خط تمہیں ملے گا میں اس وقت تم سے بہت دور جا چکی ہوں گی شہزاد میں تمہارے سامنے شرمندہ ہوں لیکن یقین کرو میں نے اپنے گھر والوں کو بہت منانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے میری ایک بات نہیں مانی شہزاد میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ مسکان مر جائے گی لیکن کسی اور کی نہیں ہوگی میں نے آج اپنا وعدہ پورا

کر دیا ہے میں نے ثابت کر دیا ہے کہ محبت کرنے والوں کو کوئی بھی جدا نہیں کر سکتا محبت کرنے والوں کو دنیا کی کوئی بھی طاقت جدا نہیں کر سکتی شہزاد اگرچہ میں مرد ہی ہوں لیکن میری روح تمہارے ساتھ ہی رہے گی میں نے اپنی زندگی کی قربانی اس لیے دی ہے کہ بے وقافتہ کہ سکو آج تمہیں مسکان کی سچی محبت کا یقین ہو گیا ہوگا جو کام میں نے کیا ہے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور تمہیں معلوم تھا مجھے گھر میں پیار کرنے والا کوئی نہ تھا ماں سوتیلی تھی وہ پہلے ہی بہت زیادہ ظلم کرتی تھی شہزاد آج میں تمہیں ایک نصیحت کرنی ہوں میں نے کبھی زندگی میں کوئی بات تم سے نہیں منوائی لیکن تمہیں میری یہ بات ماننی ہوگی شہزاد مجھے بتا ہے کہ تمہارے گھر والے تم سے بہت پیار کرتے ہیں تم جذباتی ہو تم نے میری خواہشوں کا احترام کیا ہے اور تم نے اپنے گھر والوں کے ارمانوں کو پورا کرنا ہے خدا کے لیے کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے تمہارے ماں باپ کو دکھ ملے اور میری قبر پر ضرور آیا کرنا تاکہ میری روح کر سکون ملے مجھے یقین ہے کہ ہم اگلے جہاں میں ضرور ملیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں ایک کر دے گے ویسے بھی ہم جدا کب ہوئے ہیں اپنا اور اپنے گھر والوں کا خیال رکھنا یہ تمہاری مسکان کا حکم ہے۔

والسلام۔ تمہاری مسکان۔

خط پڑھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں سستی دیر رونارہا اتنی دیر میں شانوں باجی آگئی اس نے مجھ کو کہا اگر تم مسکان نے تمہاری خاطر جان دے دی ہے اور تمہیں بھی اس کی ہر بات ماننی ہوگی۔

اپنے جذباتوں میں سمٹ کر بہت رویا

قرب احساس میں بٹ کر بہت رویا

رات آتی ہے تو بے ساختہ پھر سے شہزاد

اس کی یادوں سے لپٹ کر بہت رویا

تو قارئین مسکان کی موت کو تین سال ہو گئے تھے لیکن اس دوران میں میں پل بھی اپنے مسکان کو

غزل

اے ساگر کی یہ حسرت ہے مجھے اپنی تو گہرائی دے
تیری لہروں میں پہنے نہ دینا مر جاؤں گی نہ جدائی دے
تیرے نام کی زندگی جی لوں گی تیری آنکھ سے آنسوئی
لوں اس دنیا میں مجھے تیرے سوا اب اور نہ کچھ بھی دکھائی
دے

ان لہوں سے تیرا نام صنم کہیں چین نہ لیس دینا والے
تو میرا ہے میں تیری ہوں کبھی آکر یہ گواہی دے
مرنے سے پہلے اے جانم حسرت یہ پوری کر دینا
سننے سے لگا کر وعدہ کر تو میرا ہے سچائی دے
دنیا میں رہوں تو ساتھ رہے کبھی مجھ سے الگ نہ ہو جانا
مر جاؤں تو قبر کی محنتی پر تیرا بھی نام دکھائی دے
کشور کرن - چٹوکی

میں بھول پایا طہروالے بہتے ہیں کہ مرنے والے
لوٹ کر نہیں آتے ان کے ساتھ کوئی مر نہیں جاتا صبر
کر اور اپنی زندگی کی طرف لوٹ آؤ لیکن کیا کروں
اسے بھلانا میرے بس کی بات نہیں شانوں باجی نے
مجھے حوصلہ دیا اور اپنے ساتھ ہسپتال میں رکھ لیا لیکن
ہسپتال میں بھی میرا دل نہیں لگتا تھا مجھے دنیا کی کوئی
روتی اور شور اچھا نہیں لگتا تھا مجھے شور شرابوں سے
نفرت ہو گئی تھی ہسپتال سے فارغ ہو کر میں اپنی
مسکان کی قبر پر چلا جاتا تھا۔

قارئین یہ بھی میرے کزن کی کہانی میری ایسے
والدین سے گزارش ہے کہ اپنے بچوں کو خیال کریں
ایسی ضد کی وجہ سے اپنی اولاد سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں
جو بعد میں پریشانی کا سبب بنتی ہے اور میری آپ
لوگوں سے درخواست ہے کہ مسکان کے لیے دعا
کریں اللہ تعالیٰ اس کو جنت الفردوس میں جگہ عطا
فرمائے آمین اور شہزاد کو حوصلہ عطا فرمائے آمین۔
قارئین مجھے اپنی محنتی آراء سے ضرور نوازے گا

یہ کہنا کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کر دیں اگر آپ کا شعر تمام شعروں میں
بہترین ہوا تو آپ کو ایک عدد ریڈیو (پاکٹ سائز) انعام میں دیا جائے گا۔

جواب عرض

نام	شہر	فون نمبر
صدا بہار		

مکمل پتہ

کیسا پودا کیسا پھول

-- تحریر۔ محمد سلیم اختر۔ راولپنڈی۔ 0336.0548882

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر کیسا پودا کیسا پھول لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ جو نہیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ورنہ یہی چلنے دیں۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

محمد سلیم اختر راولپنڈی۔ 0336.0548882. 0300.9842450

جنہوں نے مجھے مسحور کر ڈالا۔ اس رات ہم دیر تک زائدہ کے نانا اور نانی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔

انجلی صبح ذرا دیر سے آنکھ کھلی تھی ابھی ہم ناشتہ ہی کر رہے تھے کہ گاؤں میں ڈھول کی آواز گونجنے لگی ڈھول والے ڈھول بجا کر کوئی اعلان کر رہا تھا میں نے اس بارے میں زائدہ سے پوچھا تو زائدہ کی بجائے اس کی نانی نے بتایا۔

آج گاؤں کی پہنچاٹ نے بیٹھنا ہے یہ اعلان اسی سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ گاؤں کی چوہدرانی زری بیگم کے بیٹے منور نے کوئی جرم کیا ہے آج پہنچاٹ فیصلہ کر کے اسے سزا دے گی اس پہنچاٹ کی سربراہ چوہدران زری بیگم ہی ہیں جن کے انصاف کا شہرہ دور دور تک ہے وہ مجرم کو کبھی معاف نہیں کرتی خواہ وہ اسکا اپنا ہی کیوں نہ ہو اس لیے لوگ دور دور سے زری بیگم کا فیصلہ سننے

زائدہ اور میں کلاس فیوٹی نہیں بہترین سہیلیاں بھی ہیں ہمارا ایک دوسرے کے گھروں میں آزاد نہ آنا جانا ہے زائدہ کافی عرصہ سے اصرار کر رہی تھی کہ میں بھی اس کے ہمراہ اسکے گاؤں چلوں وہ اپنے گاؤں کی دیگر خصوصیات کے علاوہ اس کی قدرتی خوبصورتی کی بھی بہت تعریفیں کیا کرتی تھی چنانچہ اس بار موسم سرما کی چھٹیوں میں میں نے اس کے گاؤں جانے کا پروگرام ترتیب دے دیا امی ابونے بخوشی ان کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی میں زائدہ اور اس کے گھر والوں کے ہمراہ ان کے گاؤں پہنچی تو وہاں کے قدرتی حسن اور خوبصورت نظاروں کو دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی سفر کی محسوسات اتر گئی۔ پہاڑوں کے دامن میں واقع انکا گاؤں قدرت کا حسین شکار لگ رہا تھا ہریالی پھل اور پھولوں کے پودے اپنی بہار دکھا رہے تھے

کیسا پودا کیسا پھول جواب عرض 150 مارچ 2015



<http://www.urdutube.net/>

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

حشمت علی کا کیا کیا فیصلہ قبول کرتے تھے حشمت علی کی انصاف پسندی اور غریب پروری نے اسے علاقے کی نہایت اہم شخصیت بنا دیا تھا پولیس اسٹیشن تو ان دنوں ویسے بھی گاؤں سے بہت دور تھا۔ لوگ اپنے اپنے جھگڑے نمٹانے کے لیے تھانے جانے کی بجائے حشمت علی کی حویلی کا رخ کرتے تھے۔ حشمت علی نے برادری میں ہی شادی کی تھی وہ دو بیٹوں رمضان اور مہربان کا باپ بن چکا تھا رمضان بڑا تھا جبکہ مہربان اس سے تین سال چھوٹا تھا حشمت نے بیٹوں کی پیدائش پر خوب خوشیاں منائی تھیں ان دنوں ہمارے گاؤں میں سکول اور بجلی جیسی سہولتیں موجود نہ تھیں حشمت علی خود بھی تعلیم یافتہ تھا اس لیے اس کی خواہش تھی کہ اس کے بیٹے بھی یہ روشنی ضرور حاصل کریں تاکہ اسکے دماغ روشن ہوں اور وہ اچھے بھلے کی تیز بھی کر سکیں۔

ہمارے گاؤں سے چار میل دور ایک قصبے جو جی ٹی روڈ کے کنارے واقع ہے اس گاؤں میں ان دنوں ہائی سکول تھا چوہدری نے رمضان علی کو اس ہائی سکول میں داخل کرادیا۔ رمضان کو سکول لے جانے اور واپس لانے کے لیے ایک سیکل تاکہ تیار کرایا گیا رمضان اسی تاکے سے سکول آتا جاتا تھا اسکے کوچوان کی صرف یہی ذیونگی تھی جس کی اسے معقول تنخواہ ملتی تھی۔ رمضان ان دنوں ہائی سکول میں تھا اور ہائی کلاس میں تھا کہ ہمارے گاؤں میں بھی پرائمری سکول بن گیا تھا اس لیے مہربان کو گاؤں والے سکول میں داخل کرایا گیا تھا۔ چوہدری حشمت جتنا شریف اور اصول پسند تھا بد قسمتی سے اس کے دونوں بیٹے اتنے ہی خود سر مغرور اور ضدی نکلے وہ اپنے باپ کی حیثیت اور وقار سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے وہ اپنے آپ کو گاؤں کا مالک

آتے ہیں ذمہ داری پھیل کر اعلان کرنا یہاں کا ایک دستور ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ علم ہو جائے اور وہ پنچایت میں موجود رہیں آج کی پنچایت کی اہمیت کچھ زیادہ اور اہم ہے کہ مجرم زری بیگم کا پناہ ہے یہی یہ جاننے کے باوجود کہ زری بیگم کا ماضی نہایت ہی بھیانک ہے ہم اس کی بہت عزت کرتے ہیں کیونکہ اسکا حال اور مستقبل نہایت ہی روشن اور شیرین ہے آج تم اور زاہدہ بھی ایک فیصلہ سننے ضرور جانا نالی جان نے تفصیل بتادی تھی۔

میں نے کہا۔ جی نانی جان میں اور زاہدہ وہاں ضرور جائیں گی مگر وہاں جانے سے قبل میں زری بیگم کے ماضی کے بارے میں جانتا چاہتی ہوں۔

نانی جان کی باتوں سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ زری بیگم کی شخصیت اور ماضی میں بہت کچھ چھپا ہوگا۔

یہی یہ ایک لمبی کہانی ہے اگر تم سننا چاہتی ہو تو سنو برسوں قبل کی بات ہے چوہدری حشمت علی اسی گاؤں کا رہنے والا تھا وہ بہت ہی عظیم اور مخلص انسان تھا اسکے انصاف اور انسان دوستی کا حرحرچا دور دور تک تھا صرف اپنے گاؤں ہی کے نہیں بلکہ دوسرے دیہاتوں کے لوگ بھی اپنے اپنے ذاتی مسائل اور دیگر جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے چوہدری حشمت کے پاس ہی آتے تھے وہ جتنا رحم دل اور دلی کا نرم تھا اتنا ہی سخت بھی تھا وہ انصاف کا دامن بھی کبھی چھوڑتا نہیں تھا اور ہمیشہ حق اور سچائی کا ساتھ دیتا تھا اگر ظلم اور مجرم اسکا کوئی عزیز اور رشتہ دار بھی ہوتا تو تب بھی انصاف ہی کرتا اور مجرم کو سزا ضرور دیتا اسکے رعب اور دبے کے آگے کسی کو بھی بولنے اور اعتراض کرنے کی جرات نہ تھی اسی لیے دونوں فریق

سمجھتے اور چاہتے کہ ہر آدمی انکی بڑائی تسلیم کرے اور انہیں اپنا چوہدری جان کر انکا ہر حکم بجالائے خاص طور پر رمضان نے تو کچھ زیادہ ہی پر پرزے نکال لیے تھے۔ حسرت علی کو اپنی اولاد کی ان حرکتوں پر دکھ اور شرمندگی محسوس ہوتی تھی کہ اس کی اولاد اسکے نقش قدم پر نہیں چل رہی پھر وہ یہ سوچ کر دل کو تسلی دے لیتا کہ ابھی دونوں بچے ہیں بڑے ہوں گے تو انہیں عقل آجائے گی ابھی بڑے کی تمیز بھی جان جائیں گے۔

ہمارے گاؤں کے اور بھی کئی لڑکے اسی سکول میں پڑھنے جاتے تھے مگر وہ سب پیدل ہی آتے جاتے تھے صرف رمضان ہی تانگے پر شاہی انداز میں سکول آتا جاتا تھا ان دنوں رمضان دسویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ حسب معمول وہ سکول گیا ہوا تھا کہ دن کے گیا دو بجے کے قریب بارش شروع ہو گئی۔ جب کوچوان رمضان کو لینے کے لیے نکلا تو تب بھی بارش ہو رہی تھی اس نے بارش میں ہی تانگہ نکالا اور روانہ ہو گیا۔ راستے میں اسے اپنے گاؤں کے ایک شخص فضلو کا بیٹا ساجد نظر آیا جو اتنی طوفانی بارش میں بھی پیدل ہی اپنے گاؤں کی طرف چلا آ رہا تھا کوچوان نے یوں ساجد کو بھیکتے ہوئے دیکھا تو اسے اس پر ترس آ گیا اس نے ساجد کے قریب تانگہ روکا اور اس سے اس شدید بارش میں گھر جانے کی وجہ پوچھی تو ساجد نے بتایا۔

اس کی ماں کو کل شام سے بخار ہے صبح سکول آتے وقت ماں نے اسے کچھ روپے دیئے تھے اور کہا تھا کہ یہاں سے کپوڈر سے اس کے لیے دوا لیتا آؤں۔ میں نے ماں کی دوا لے لی ہے اگر میں بارش کے آنے کا انتظار کرتا تو دیر ہو جاتی اس عرصہ میں نجانے میری ماں کا کیا حال ہوتا اس لیے میں جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا تا کہ ماں کو دوا

کھلاؤں اور انکا بخار اتر جائے۔ کوچوان نے ساجد سے کہا۔ تم یہاں ہی کسی درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو کر میرا انتظار کرو میں ابھی رمضان کو لے کر آتا ہوں اور وہاں ہی میں تمہیں بھی تانگے پر بیٹھا کر گاؤں لے جاؤں گا۔ ساجد خوش ہو گیا اور ایک بڑے سے درخت کے نیچے اس کے تانے کے ساتھ بیٹھ کر کوچوان کا انتظار کرنے لگا جب کوچوان واپس آیا تو اس نے درخت کے قریب جا کر تانگہ روک دیا جہاں ساجد اس کا انتظار کر رہا تھا ساجد نے جوں ہی تانگہ دیکھا تو وہ بھاگتا ہوا آیا اور تانگے پر سوار ہو گیا۔ رمضان نے ایک کی کھین کے بیٹے کو یوں اپنے تانگے پر سوار ہوتا ہوا دیکھا تو اسی کا خون کھول اٹھا اس نے بغیر کوئی کہیے ایک زوردار تھپڑ ساجد کے منہ پر دے مارا اور اس کا گریبان پکڑ کر کہنے لگا کھینے اور بیچ انسان اپنی اوقات تو دیکھو زمین کی خاک ہو کر چوہدری رمضان کے تانگے پر بیٹھتا ہے تجھے یہ جرات کیسے ہوئی۔ کوچوان بھی خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے رمضان کو بتانا چاہا۔

ساجد بے قصور ہے اسے میں نے تانگے میں بیٹھنے کو کہا تھا مگر رمضان نے اسی ایک نہ سنی اور اس کو بھی ڈانٹ دیا۔

تم کون ہوتے ہو اسے میرے تانگہ پر بٹھانے والے کیا تانگہ تمہارے باپ کا ہے تم سے تو میں بعد میں نمٹوں گا میں پہلے اسے تو مرا چکھا دوں۔

اس کے بعد رمضان ساجد کو اپنے بازوؤں پر ساجد کو اٹھا کر اس قدر زور سے زمین پر پٹخا کہ اس کی ٹخیں نکل گئیں۔ اور زور سے چیخا پائے میرا بازو کوچوان فوراً نیچے اتر آیا اور ساجد کی طرف بڑھا تو رمضان نے ان دونوں کو وہاں ہی چھوڑ دیا اور

نہیں ہے بلکہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا دکھ کی شدت سے چوہدری حسرت کی آنکھیں بھر آئیں کہ اس کا بیٹا اس کے شیلے کو ہی آگ لگا رہا ہے اس کے اندر دکھوں کی برسات ہونے لگی۔ اس نے اپنی لاشی اٹھالی اور اندھا دھند رمضان کو اس سے پیٹنے لگا۔ کسی کو بھی چوہدری رمضان کے نزدیک آنے کی جرات نہ تھی چوہدری حسرت کے ہاتھ اور لاشی اس وقت تھم گئے جب رمضان کا بھی ایک بازو نوٹ گیا اور وہ بھی درد سے کراہنے لگا۔ رمضان کو پیٹنے اور اس کا بازو توڑ دینے کا منظر بہت سے لوگوں نے دیکھا۔ امن اور انصاف کا پرچم بلند ہو گیا تھا چوہدری حسرت نے خود ہی رمضان اور ساجد کو ایک ساتھ ہسپتال میں پہنچایا اور دونوں کے بازوؤں پر پلاسٹر چڑھا کر واپس گاؤں لوٹ آیا علاقے میں چوہدری کی انصاف پروری کی دھوم مچ گئی جن نے بھی سنا اس نے چوہدری کی عظمت کو سراہا۔ ہر زبان پر چوہدری زندگی اور سلامتی کی دعائیں تھیں مگر ان سب کے برعکس اس کا اپنا ہی خون اپنا ہی بیٹا رمضان اسے کوس رہا تھا۔ اور اس کی موت کی دعائیں کر رہا تھا۔

دو ماہ بعد جب رمضان اور ساجد کے پلستر اتر گئے اور وہ صحت یاب ہو گئے تو انہوں نے پھر سے سکول جانا شروع کر دیا۔ لوگ جوں جوں چوہدری حسرت کی اصول پسندی کی تعریفیں کرتے تو توں رمضان کے متمسک نفرت بڑھتی گئی اسے اپنے باپ سے نفرت ہو گئی اسے اپنے باپ کا کیا ہوا فیصلہ اپنی توہین محسوس ہونے لگا کہ وہ گاؤں میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا موت کا لاوا اندر ہی اندر پکے لگا۔ اگر اس کے باپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو رمضان اس سے اپنی توہین کا بدلہ لے چکا ہوتا اس نے اپنے

خود تا نگہ بھاگا کر گھر کو چلا گیا۔ ساجد کا بازو نوٹ گیا تھا اور راستے میں پڑا اور وہ سے کراہ رہا تھا کوچوان نے اپنی پکڑی اتاری اور اس کو ساجد کے بازو پر پٹی سے بنا کر باندھ دیا اور ساجد کو تسلیاں دینے لگا اسے رمضان کے رویہ سے بے حد دکھ ہو رہا تھا کہ بڑے لوگوں کے دل کتنے چھوٹے ہوتے ہیں اس نے ساجد کو اپنے کندھوں پر بٹھایا اور کسی ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بجائے اسے گاؤں لانے کا ارادہ کیا تاکہ وہ چوہدری حسرت سے انصاف کی بھیگ مانگ سکے وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آج چوہدری حسرت امن اور انصاف کا دامن تھامے گا یا اپنے بیٹے کی حمایت کرے گا۔ کوچوان گاؤں پہنچا اس نے ساجد کے باپ فضل کو ساتھ لیا اور چوہدری حسرت کی حویلی جا پہنچے۔

چوہدری نے کوچوان کے پرانی سارا واقعہ سنا تو اس کی پیشانی سینے سے تر ہو گئی اس کے اندر نوٹ بیٹھ سی ہونے لگی وہ کسی کشمکش میں مبتلا ہو گیا پھر وہ فضل کی طرف بڑھا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

فضلو تمہرا ذمہ نہیں۔ تمہارے ساتھ انصاف ہو گا مجھے قسم ہے اپنے پروردگار کی اگر میرا بیٹا واقعی مجرم ہے تو میں اسے معاف نہیں کروں گا۔

پھر اس نے رمضان کو بلایا اور اسے اس حادثے کے بارے میں پوچھا تو وہ بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔

ہاں میں نے ساجد کا بازو توڑا ہے تاکہ اس کو یہ یاد رہے کہ چوہدری کے بیٹے اور اس کی کے بیٹے میں کیا فرق ہوتا ہے۔

رمضان باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا تھا چوہدری کو بیٹے کا یہ رویہ بھلانا لگا کہ اس کا بیٹا زیادتی کرنے کے باوجود بھی مادم

ضائع کرنے لگا پڑھائی کا تو صرف نام ہی رہ گیا
 رمضان کی زندگی دن اور راتیں کوٹھوں
 اور طوائفوں تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔

زری کو اس نے پہلی بار جیلہ بائی کے کوٹھے
 پر دیکھا تو وہ اپنا آپ ہی مٹوا بیٹھا۔ زری کا حسن
 بلاخیز اس کو گھائل کر گیا۔ وہ سب کچھ بھول گیا یاد
 رہی تو صرف زری اب تو اس کی ہر رات زری
 کے لیے وقف ہو کر رہ گئی وہ اس کے عشق
 میں دیوانہ سا ہو گیا۔ وہ اپنے باپ کی کمائی اس پر
 لٹانے لگا آگ صرف رمضان کے سینے میں ہی نہ
 لگی تھی بلکہ زری بھی اسی آگ میں جلتے لگی اسے
 رمضان اچھا لگتا تھا مگر اس سے آگے وہ کچھ بھی نہ
 سوچ سکتی تھی کیونکہ وہ تو پہلے ہی محبت کا زہر پی رہی
 تھی اس لیے اس نے رمضان پر اپنی چاہت کا
 اظہار نہ کیا اور اس سے بے رخی بدلتی شروع
 کر دی۔ وہ ایک بار پھر اس آگ میں نہیں جلنا
 چاہتی تھی اس نے رمضان کی حوصلہ افزائی نہ کی مگر
 رمضان پر زری کی بے رخی کا کوئی اثر ہی نہ ہوا۔
 وہ یہ فیصلہ تو بہت پہلے ہی کر چکا تھا کہ وہ کسی
 طوائف کو جو بدری حشمت کی بہو بنا کر حویلی میں
 لے جائے گا تو جو بدری حشمت کے لیے یہ تازیانہ
 ناقابل برداشت ہو گا وہ علاقے میں رسوا ہو جائے
 گا لوگ اسے طعنے دیتے تھے کہ اس کی بہو ایک طوائف
 ہے یوں اس کا جاہ و جلال اور وقار سب کچھ خاک
 مل جائے گا۔

رمضان کا منصوبہ مکمل اور جامع تھا زری کو
 اس نے اپنی بیوی بنانے کا فیصلہ کر لیا مگر اسے
 حاصل کرنا اتنا آسان نہ تھا زری تو رمضان میں
 زرہ بھر بھی دلچسپی نہ لے رہی تھی اس لیے رمضان
 کو اپنا منصوبہ مکمل ہوتا ہوا نظر نہ آیا۔ ایک رات
 اسے زری سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع مل

باپ کے سامنے تو اسے کسی رویے کا اظہار نہ کیا تھا
 لیکن پھر بھی اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی اس
 بے عزتی اور رسوائی کا بدلہ اپنے باپ سے ضرور
 لے گا جلد نہ سہی دیر سے سہی اس نے یہ ظاہر تو
 اپنے طور طریقے اور چلن درست کر لیا مگر وہ سب
 ایک دھوکہ تھا وہ اپنا اعتماد جمانے کی کوشش
 کر رہا تھا۔ رمضان نے میٹرک کا امتحان پاس
 کرنے کے بعد کالج میں داخلہ لینے کی خواہش کی
 جو بدری حشمت تو چاہتا تھا کہ اس کی اولاد پڑھے
 اور اپنے گاؤں سے جہالت دور کرے اس نے
 خوش شہر جا کر رمضان کا کالج میں داخل کرایا اور اس
 کی رہائش کا بندوبست ہوٹل میں کرایا اب تو
 رمضان بہت ہی خوش تھا اسے ہر طرح کی آزادی
 جول گئی تھی ہر ماہ اسے اخراجات کے لیے ضرورت
 سے زیادہ رقم مل جاتی تھی پہلا سال تو اس نے
 ساواگی اور شرافت کے ساتھ گزار دیا مگر اب سیکند
 اہر میں آکر وہ شہر کی رنگینیوں سے واقف ہو گیا۔
 اسے شہری زندگی اس آگنی اور اس نے وہاں بھی
 پر پزیر سے نکالنے شروع کر دیئے۔ پڑھائی کی
 طرف اس کا دھیان مہم ہو گیا وہ سگریٹ نوشی کرنے
 کے علاوہ کئی اور عیاشیاں بھی کرنے لگا۔ جو بد
 حشمت تو خوش تھا کہ اس کا بیٹا شہر میں رہ کر تعلیم
 حاصل کر رہا ہے اور گاؤں والوں کو بھی سکون مل
 گیا ہے مگر یہ اس کی خوش فہمی تھی اسے معلوم نہ تھا
 کہ رمضان تو اس کی عزت خاک میں ملانے پر
 نہ ہوا ہے رمضان جب تھرڈ ایئر میں پہنچا تو اس کی
 ذاتی شہر کے ادارہ اور لنگوں کے ساتھ ہو گئی وہ
 قلبیں دیکھنے کے ساتھ ساتھ کوٹھوں پر بھرا دیکھنے
 کے لیے جانے لگا اس نے مختلف حویلوں
 اور بہانوں سے اپنے ماہانہ خرچ کی رقم بھی
 پڑھائی جو اب طوائفوں کی نذر ہونے لگی وہ اپنے
 باپ کی محنت کی کمائی کو برے اور حرام کاموں میں

سے کنارہ کشی اختیار کر لے اسے بھول جائے کیونکہ اسے اپنی مزید رسوائی منکور نہ تھی وہ اپنے ہمراہ رمضان کو بھی دکھوں کی دلدل میں نہیں دھکیلنا چاہتی تھی۔

دو دن بعد رمضان اور زری ایک پارک کے گوشے میں بیٹھے تھے رمضان اپنی محبت کے دعوے کر رہا تھا کہ وہ زری سے کتنی محبت کرتا ہے اور زری خاموشی سے اپنے قصیدے رمضان کی زبان سے سن رہی تھی جب رمضان خاموش ہوا تو زری بولی کہنے لگی۔

رمضان میں تمہیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی تم میرے ماضی سے واقف ہو جانتے ہو کہ میں ایک طوائف زادی ہوں پھر بھی تم مجھ کو اپنانا چاہتے ہو میرا ماضی برے حال سے تو بھیا تک نہیں ہے مگر پھر میں تمہیں اس سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں ہو سکتا ہے کہ تم یہ جان کر اپنا ارادہ بدل دو۔

رمضان کہنے لگا ہاں زری میں جانتا چاہتا ہوں کہ مگر میں پھر بھی تم پر واضح کر رہا ہوں کہ تم جیسی بھی ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے اسکے ماضی حال اور مستقبل سے نہیں مگر بس پھر بھی تمہارا ماضی ضرور جانتا چاہتا ہوں زری نے چند لمبے سوچا اور پھر اپنے ماضی کی کڑیاں ملانے لگی۔

رمضان میں ایک امیر شخص کی اکلوتی بیٹی ہوں بے شمار دولت مجھے ورثہ میں ملی مگر مجھے ماں کی گود کا لمس اور باپ کی شفقت نہیں ملی بچپن آیا کی گود میں گزرا بند بوں کا دودھ پی کر بڑی ہوئی ہوں میں تمام عمر ماں اور باپ کی محبت کو ترستی رہی ہوں دولت کار اور کوٹھی تو والدین کی محبت کا بدل نہیں ہیں میرے باپ کو غیر ملکی دروں سے فرصت نہ ملتی تھی اور ماں کو تمیشتن اور پارٹیوں سے

مکھیا تو رمضان نے اسے اپنا حال دل سا ڈالا زری خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہی اور پھر بولی۔
رمضان تم جو خواب دیکھ رہے ہو ان کی تعبیر ناممکن ہے تم ایک بہت بڑے زمیندار کے بیٹے ہو اور میں گندلی نالی کا کیزا ہوں تمہاری حویلی میرا گند اور برداشت نہ کر پائے گی میں تمہارے گل میں رہنے کے قابل نہیں ہوں اس لیے خواب مت دیکھو اور حقیقت کی دنیا میں لوٹ جاؤ۔

رمضان نے زری کی باتیں ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ زری میں جس کام کا ارادہ کر لیتا ہوں اس پر عمل بھر کرتا ہوں میں نے تمہیں چاہا ہے پوجا کرتا ہوں میں تمہاری اب تمہیں حاصل کرنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے جیلہ ہائی تمہاری جو بھی قیمت لگائے گی میں ادا کروں گا اس کے علاوہ اگر کوئی میرے راستے کی دیوار بنا تو میں اسے پاؤں سے روند ڈالوں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو میں تمہیں زبردستی اٹھا کر لے جاؤں گا خواہ اس کے لیے مجھے آگ کا سمندر ہی کیوں نہ عبور کرنا پڑے اگر تم مجھے پسند نہیں کرتی ہو تو نہ کرو میں تو تمہیں چاہتا ہوں تم اپنی نفرت کی دیواریں جتنا جی چاہے بلند کر لو تمہارے پیار کی خاطر میں سب دیواریں پھلانگ جاؤں گا زری یہ جان لو کہ تم میری پسند ہو اور تمہیں حاصل کرنا میرا خواب ہی نہیں ضد بھی ہے۔

رمضان یہ کہہ کر لوٹ آیا مگر اس نے زری کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سب وقتی اور چند بانی باتیں اور دعوے ہیں ان پر عمل کرنا ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ وہ تو پہلے ہی ایک دکھوں کا صحرا عبور کر کے یہاں تک پہنچی تھی اب میں مزید دکھ سنبھلنے کی ہمت نہ تھی۔ اس نے اپنے ماضی کو رمضان پر آشکار کرنے کا ارادہ کر لیا کہ ممکن ہے وہ اس کا بھیا تک ماضی جان کر اس

بابا سے باتیں کر کے اپنا دل بہلانے کی کوشش کرتی مگر کب تک وہ مجھے ماں اور باپ کا پیار تو نہیں دے سکتے تھے میرا کوئی بھائی نہیں نہ تھے جن کی کمی میں شدت سے محسوس کرتی تھی میری ماں کی خوبصورتی میں میری پیدائش کے بعد شاید کوئی کمی واقعی ہوگئی تھی اس لیے انہوں نے آپریشن کر کے بچے پیدا کرنے والے جھجٹ سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لی تھی جس کا دکھ تو صرف مجھے تھا کہ اب میرا کوئی بہن بھائی اس دنیا میں نہیں آئے گا۔ ماں باپ کی بے رخی اور کسی نیکسار کا وجود نہ ہونے کے باعث میں احساس کمتری کا شکار ہوگئی تھی کوئی بھی تو نہ تھا جس سے میں اپنے دکھ اور درد بانٹ سکوں۔

کالج میں کئی لڑکے میری محبت کا دم بھرتے تھے مگر مجھے ایسی محبت سے نفرت تھی میں اسے فضول شے سمجھتی تھی میرے من میں کوئی امنگ کوئی آرزو نہ تھی زندگی یوں ہی بھٹکی اور بے مقصد گزر رہی تھی کسی کو چاہنے کا مجھے کوئی چاہ نہ تھا نہ ہی میں نے کسی کے سنے دیکھے تھے۔

عاشق بھی ایک امیر شخص کا بیٹا تھا انکے ساتھ ہمارے گھریلو تعلقات تو نہیں تھے البتہ امی ابو کے ان سے کاروباری تعلقات تھے میں جانتی تھی کہ عاشق مجھ میں دلچسپی لیتا ہے اور یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اس دولت سے پیار کرتا تھا جس کی میں اکلوتی وارث تھی مجھے اس کے چھچھورے پن سے نفرت تھی میں اسے ناپسند کرتی تھی مگر اس کے برعکس وہ میرے ماں باپ کو بہت عزیز تھا اسی لیے انہوں نے میری شادی عاشق کے ساتھ طے کر دی میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی امی اور ابو کا فیصلہ تسلیم کر لیا۔ شادی کی تیاریاں یعنی خریداری وغیرہ شروع ہوگئی تو میں نے امی اور ابو سے صاف کہہ

فراغت نہ تھی میں رات کے کھانے پر ماں کا انتظار کرتی رہتی مگر میرا انتظار طویل ہو کر نیند میں ڈھل جاتا ماں نہ جانے کب آئی اور اپنے کمرے میں جا کر اگلے دن دوپہر تک سوتی رہتی میری ماں نے بھی مجھے گود میں بیٹھا کر پیار نہیں کیا میں تمام عمر ماں کی ممتا کو ترستی رہی ہوں میری ماں نے بھی مجھے دو بول محبت کے نہیں دیئے یہی رویہ باپ کا تھا وہ جب غیر ملکی دوروں سے واپس آتے تو میں انہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوتی کہ ابھی میرے ابو مجھے بازوؤں میں بھر کر سیڑھی سے لگائیں گے اور پھر ڈھیروں پیار کریں گے اتنا کہ میں ماضی کی تمام محرمیاں بھول جاؤں گی مگر جب وہ سامنے آتے تو ان کے منہ سے ہمیشہ میں یہی الفاظ سنتی ہیلو زری کیسی ہو میں کوئی جواب نہ دیتی مگر وہ اس چیز کو اہمیت بھی نہ دیتے اور اپنی کیس سے کھلونے اور دیگر تحفے میرے آگے ڈھیر کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ جاتے دکھ کی شدت سے میری آنکھیں بھرتی اور میں ان کھلونوں اور کھلونوں کو ادھر ادھر پھینک دیتی۔

یوں ہی روتے سکتے ہوئے میں نے جوانی کی دلہیز پر قدم رکھا تو تب بھی ان دونوں کے اطوار میں کوئی فرق نہ آیا ان کا رویہ اب بھی ویسا ہی رہا۔ دونوں اپنی اپنی دنیا میں گم رہے بیٹیاں جوان ہو جائیں تو ماں باپ کی آنکھوں میں کانٹے اگ آتے ہیں جن کی جھین ان کو سونے نہیں دیتی۔ لیکن وہ کیسے ماں باپ تھے جو رات دیر گئے بے حیائی کی محفلوں اور پارٹیوں سے واپس آ کر دوپہر تک سوئے رہتے تھے انہیں اتنی بھی شرم نہ آتی تھی کہ انکی اکلوتی بیٹی رات بھر ان کا انتظار کرتی رہتی ہے۔ میں ان کے جاگنے سے نل کالج چل جاتی اور جب کالج سے واپس آتی تو وہ دونوں نہیں نہیں کہیں چائیکے ہوتے میں آیا خانساں اور مالی

دیا۔
میرے لیے شادی کا صرف ایک ہی جوڑا
خریدا جائے میں اسی جوڑے میں سسرال جاؤں
گی اور کوئی چیز جھیز کے طور پر ساتھ نہیں لے کر
جاؤں گی کیونکہ عاشق مجھے چاہتا ہے وہ میری محبت
کا دعویٰ دار ہے اس کی ضرورت صرف میں ہوں
اور میں تو اسے مل ہی جاؤں گی۔

امی اور ابو کو میری یہ بات بہت ہی بری لگی
اور کہنے لگے۔
کیا تم ہماری ناک کٹونے کا ارادہ رکھتی
ہو۔ مگر میں نے ان کی کوئی بات نہ مانی تو ابا جان
نے اپنی چیک بک نکال لی۔ اور ایک چیک پر دستخط
کر کے وہ چیک مجھے دیتے ہوئے کہا کہ اس پر چھٹی
رقم چاہو لکھ لینا کیونکہ یہ سب کچھ تمہارا ہی
ہے۔ میں نے چیک اور رقم پکڑا اور اس پر لکھا۔

سہاگ رات تو اربانوں اور آرزوؤں کی
رات ہوتی ہے ایک نئی زندگی کا نقطہ آغاز ہوتا ہے
رات دیر گئے عاشق کمرہ عروسی میں آیا۔ تو اس نے
پیار محبت کی تو کوئی بات ہی نہیں کی اور اصرار
کے بے تکی باتیں کرتے کرتے وہ اپنے مطلب کی
بات پر آ گیا۔ اس کی نظریں پچاس لاکھ والے
چیک پر تھیں میں نے اس کی باتوں اور حرکتوں
سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اسے میری ذات سے کوئی
غرض نہیں ہے اسے مجھ سے پیار نہیں ہے بلکہ اسے
صرف اور صرف میری دولت سے پیار ہے مجھے
ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ میرا خریدار ہے
اور میرے ماں باپ نے مجھے اس کے ہاتھوں
فروخت کر دیا ہے۔ انگلیوں والی رات حسرت بن
کر گزرتی۔

میں جانتی ہوں سب کچھ میں یہ کہہ کر باہر نکل
آئی۔ اور اپنے کمرے میں آ کر بستر پر اوندھے
منہ گر کر سکتے لگی۔ اس امید پر کہ شاید امی اور ابو
مجھے پیار کرنے یا دلاسہ دینے آجائیں مگر وہ نہ
آئے تو اس دن پہلی بار میرے دل میں ان کے
خلاف نفرت کا لاوا ابل پڑا۔ مجھے ان کی بے حس
پردہ ہی نہیں رونا بھی آ رہا تھا میں نے تمام رات
پریشانی کے عالم میں ہی تڑا روی اگلے روز انہوں
نے مجھے پھر منانے کی کوشش کی مگر میں نے سخت
لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

گاؤں اور خاندان کے بارے میں بتا دیا تھا اور یہ کہ میرا باپ ایک اچھا انسان نہیں ہے مگر پھر بھی تم صبر سے کام لینا وہ تمہیں اس طرح میرے ہمراہ دیکھ کر بھڑک انھیں گے اور پھر میں تمہاری حقیقت ان کو وقت سے پہلے ہی بتا دوں گا کہ تم ایک طوائف زادی ہو کیونکہ بعد میں اگر کسی کو اس کو علم ہو گیا تو بہت برا ہوگا۔

رمضان میں نے خود کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے میں تمہاری خاطر سب دکھ سہ لوں کی میری اب تم سے صرف ایک التجا ہے کہ اب مجھے چھوڑ نہ دینا۔ ورنہ میں زندہ نہ رہ پاؤں گی مجھ میں اب مزید دکھ اٹھانے کی سکت نہیں ہے زری نے رمضان کی منت کرتے ہوئے کہا۔

رمضان نے زری کو تسلی دی کہ وہ بے فکر ہو جائے وہ سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز رکھے گا رمضان دل ہی دل میں بہت ہی مسرور تھا کہ باپ سے بدل لینے کا وقت قریب آ گیا ہے زری کو حویلی میں لانے کا مقصد بھی یہی تھا وہ زری کے ساتھ گاؤں پہنچا۔ اور اسے اپنے ایک دوست کے گھر ٹھہرا دیا۔ اور خود حویلی چلا گیا۔

رمضان کے دوست نے ری کو چوہدری حشمت کے کردار کے بارے میں بتایا تو وہ دھنک رہ گئی۔ اس لیے کہ رمضان نے تو اپنے باپ کے بارے میں اسے کچھ اور ہی بتایا تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی چوہدری حشمت کے اعلیٰ کردار کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد زری کو یقین ہو گیا کہ چوہدری حشمت تمام تر برائیوں کے باوجود اسے معاف کر دے گا۔ اس کے ذہن میں جو خدشات اور سو سے تھے وہ ختم ہو گئے اور وہ مستقبل کے حسین خیالوں میں کھو گئی۔

رمضان کو حویلی پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس کے

مقرض ہے اس قرض کو چکانے کے لیے اس نے تمہیں میرے حوالے کیا ہے میں جانتا ہوں تم مجھے ناپسند کرتی ہو کیونکہ میں لاٹھی انسان ہوں مگر تم فکر نہ کرو میں زیادہ عرصہ تمہیں اپنے پاس نہیں رکھوں گا اور وہ کچھ کروں گا جو میں اور تمہارا باپ مل کر عرصہ سے کرتے چلے آ رہے ہیں یہ کہہ کر عاشق کا ہاتھ اٹھ گیا اور اس نے مجھے روٹی کی طرح دھنک ڈالا اور پھر اگلے ہی دن اس نے مجھے طلاق دے ڈالی۔

میں اس روز بہت روٹی تھی اور اپنے ماں باپ کو کو سا تھا کہ انہوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور ظلم کیا ہے۔ انہوں نے میری زندگی اجیرن کر دی تھی میں نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی عاشق نے مجھے ایک کمرہ میں بند کر کے میری نگرانی شروع کر دی تھی پھر ایک رات اس نے میرا سودا کر دیا۔ اور میں لٹنے کے لیے اس کو ٹھے پر آ گئی۔ عاشق نے مجھے آخری بار صرف یہ کہا تھا۔

زری انسان جو کچھ ہوتا ہے وہی کاٹتا ہے میں اور تمہارا باپ مل کر یہی کاروبار کرتے ہیں۔ شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی اپنی بیٹی کا بھی تو سودا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد کے حالات کے تو تم کو معلوم ہی ہیں۔

زری خاموش ہو گئی اور پھر سسکنے لگی تو رمضان نے سے تسلی دی اور کہا۔ تم ماضی کو بھلا دو میں تمہارے تمام دکھ درد سمیت لوں گا اور تم سے شادی کروں گا۔

پھر رمضان نے زری کی ایک تسنی اور اپنے چند دوستوں کی موجودگی میں زری سے شادی کرنی جیلہ بانی کے عتاب سے بچنے کے لیے اسی رات انہوں نے شہر چھوڑ دیا۔ رمضان نے زری کو اپنے

دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا مہربان تو اسے پہلے ہی چھوڑ کر جا چکا تھا کہ اس کے باپ کو اولاد سے بڑھ کر اپنے اصول عزیز ہیں وہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا تھا اور اب رمضان نے طوائف کو حویلی میں لا کر اس کی عزت خاک میں ملا دی تھی مگر چوہدری نے رمضان کے منصوبے کو ناکام بنا دیا صبح سویرے چوہدری حشمت نے زری کو اپنے کمرے میں بلایا اور اس سے پوچھا۔

یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہوا۔
 زری نے تمام داستان روتے ہوئے سنا سکتے ہوئے سنا ڈالی اور کہا میں تو ماں اور باپ کے پیار کی بھوکی ہوں آنسو انسانی کے سچے احساسات اور جذبات کے ترجمان ہوتے ہیں ان آنسوؤں کے پیچھے چوہدری حشمت کو زری کا حقیقی چہرہ نظر آیا وہ سوچے سمجھے فیصلے کے مطابق اپنی کرسی سے اٹھا اور آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ زری کے سر پر رکھ دیئے۔

زری نے چوہدری حشمت کا یہ فرشتوں والا روپ دیکھا تو شدت جذبات میں زور زور سے رونے لگی چوہدری حشمت کی آنکھیں بھی برسے لگیں اور وہ کہنے لگا۔

زری بیٹی جو کچھ رمضان نے سوچا اور چاہا تھا وہ نہیں ہوگا بلکہ جو کچھ میں نے سوچا اور چاہا ہے اب وہ ہوگا مجھے تمہاری باتوں پر یقین ہے تم بے قصور ہو بیٹی میری نظروں میں تمہارے لیے احترام کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے آج کے بعد تم اس حویلی کی بہو بنی نہیں ہو بلکہ میری بیٹی بنی ہو میں تمام محرومیاں تم کو بردہ دنگا اور مہمیں باپ کا اتنا پیار دوں گا کہ تم تمام دکھ درد بھول جاؤ گی آج کے بعد تم سمجھنا کہ تم کسی ستارہ درخت کی چھاؤں میں کھڑی ہو کسی مضبوط قلعے میں محفوظ ہو جہاں سرد اور گرم ہواؤں کا گزر نہیں ہوتا۔ تم

بھائی مہربان نے گاؤں کی ایک لڑکی کو بے آبرو کر ڈالا ہے جس وجہ سے اس کا باپ غصہ میں بھرا بیٹھا ہے۔ اس نے سوچا کہ لوہا گرم ہے اسی وقت چوٹ لگادی جائے۔ وہ واپس گیا اور زری کو ساتھ لے کر حویلی میں آ گیا جہاں کچھ اور معزز لوگ بھی چوہدری حشمت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے رمضان نے ان سب کے سامنے زری کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

زری ایک طوائف ہے میں اسکو پسند کرتا ہوں اور اس سے شدید بھی کر چکا ہوں اب یہ اس حویلی کی بہو عزت ہے اور اب یہ اس حویلی میں ہی رہے گی۔

یہ کہہ کر وہ خود تو باہر نکل گیا مگر زری مجسم سوال بنی چوہدری حشمت کے سامنے کھڑی تھی چوہدری حشمت کو اپنے بیٹے سے اس قسم کی حرکت اور فیصلے کی توقع نہ تھی اس لیے وہ کچھ دیر کے لیے ٹوٹا ہوا سا ہنستا ہوا گیا اسے رمضان کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا کیونکہ یہ بات جلد ہی گاؤں میں اور ارد گرد کے دیہاتوں میں بھی پھیل جانی تھی کہ چوہدری حشمت کی بہو ایک طوائف ہے وہ کوئی نہ کر پار ہاتھا کہ وہ کیا کرے اور کون سا قدم اٹھائے گاؤں کے لوگ جا چکے تھے اس نے زری کو بھی کمرے میں تنہا چھوڑا اور باہر نکل گیا۔

رات ہو چکی تھی حویلی میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا حویلی میں رہنے اور کام کرنے والا ہر شخص حیران اور پریشان تھا جیسے ان سب کو سانپ سونگھ گیا ہو سر سے ماحول میں تناؤ اور افسردگی پھیلی ہوئی تھی چوہدری حشمت تمام دکھوں کی صلیب پر لٹکا رہا ہونے تک وہ ایک فیصلے کر چکا تھا اس نے اس روز بھی انصاف کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا وہ یہ تو جان گیا تھا کہ اس کا اپنا خون ہی اسے رسوا کرنے پر تھلا ہوا ہے مگر اس نے انصاف کا

طوائف تھی تو کیا ہوا تم ایک عورت بھی تو ہو ایک انسان بھی تو ہو یہی جان کر میں نے تم پر اعتماد کیا ہے میرے اس اعتماد کا بھرم رکھنا بیٹی۔

چوہدری صاحب۔

زری کچھ کہنے لگی تو چوہدری حشمت نے اسے روک دیا اور کہا۔

چوہدری نہیں باپ کہو۔

زری بولی۔ بابا جانی۔ آپ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے وہ میں سر کر بھی نہیں بھولوں گی آپ ایک عظیم انسان ہیں میں آپ کی اس عظمت کے نشان اانے کے بعد بھی میرے سینے میں نقش رہیں گے زری کا سر اس عظیم انسان کے آگے جھک گیا تھا۔

زری نے جب رمضان کو بتایا کہ چوہدری حشمت نے مجھے اس گھر کی بہو تسلیم کر لیا ہے تو پہلی بار رمضان کے خمیر نے اسے ملامت کی اور وہ اپنے آپ سے نادم ہو گیا اس روز اسے احساس ہوا کہ اس کا باپ اس کا دشمن نہیں ہے دوست ہے اور اس دنیا کا عظیم انسان ہے وہ اپنے باپ کے قدموں میں گر گیا اور اس سے اپنی سابقہ غلطیوں اور نادانیوں کی معافی مانگی چوہدری حشمت نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا یوں سب دکھ اور غم ڈھل گئے اور حویلی میں رونقیں لوٹ آئیں۔

دو دن بعد رمضان اور زری کی شادی کے سلسلہ میں دعوت ولیمہ کا انعقاد کیا گیا ہزاروں لوگ سوچتے لوگ دو روز کے دیہاتوں سے بھی آئے تھے وہ سب کے سب حیران تھے کہ انہیں تو رمضان کی شادی کی خبر ہی نہ تھی ہی بارات کہیں گئی نہ کہیں سے ڈولی اٹھی تو پھر دعوت ولیمہ کیسی۔ چوہدری نے خود ہی ان لوگوں کے سوالات کا جواب دے دیا اور انہیں رمضان کے بھٹک جانے

زری کی حقیقت اور اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا تمام لوگ چوہدری حشمت کے اس فیصلہ کو فریاد دلی اور انسان دوستی پر دنگ رہ گئے۔ اسی موقع پر چوہدری حشمت نے ایک اور فیصلہ کا اعلان کیا کہ جو کچھ ہوا اس کا ذمہ دار اس کا بیٹا ہے اس نے برائی پھیلاتا چاہی مگر میں نے اس کو بھلائی میں بدل دیا اب وہ اپنے کرتوتوں پر نادم ہے اور آئندہ کے لیے اچھی سوچ اور کردار ادا کرنے کا عہد کر چکا ہے لیکن پھر بھی میں اس کو اس کے جرم کی سزا ضرور دوں گا اور اسے اس سزا کو قبول کرنا ہوگا۔ میرا یہ فیصلہ اور حکم ہے کہ میرے اس دنیا سے جانے کے بعد میری جگہ رمضان نہیں بلکہ زری لے گی اور مجھے امید ہے کہ وہ میرے نقش قدم کی پیروی کرے گی کسی نے بھی چوہدری کے اس فیصلہ سے اختلاف نہیں کیا لیکن بعد میں لوگ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے کچھ لوگ تو چوہدری کے اس فیصلہ کی تائید کر رہے تھے اور کئی تنقید کر رہے تھے مگر چوہدری کے سامنے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ تھی ادھر زری بہت ہی سرور تھی کہ اس نے ماضی میں جتنے دکھ اٹھائے تھے آج اس کو ان سے بڑھ کر خوشیاں مل رہی تھیں چوہدری حشمت نے جو فیصلہ کیا تھا جو ذمہ داری اس پر ڈالی تھی وہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتی تھی مگر پھر بھی اس نے اپنے آپ سے عہد کیا کہ چوہدری کی آن اور شان میں کمی نہیں آنے دے گی۔

وقت اپنی چال چلتا رہا کئی سال گزر گئے مہربان کا کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا ہے مگر رمضان راہ راست پر آ گیا تھا اور حویلی کے اندر امن اور خلوص کی فریادانی تھی رمضان کی والدہ تو پہلے ہی فوت ہو چکی تھی اور پھر ایک دن چوہدری حشمت بھی اس دنیا سے چل بسا

اس نے چوہدری کا نام زندہ رکھا اور کسی حق اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا لوگوں نے اسے تسلیم کیا کہ زری نے عورت ہو کر بھی وہ کام کیا ہے کہ اگر اس کی جگہ اس کا شوہر رمضان ہوتا تو وہ ایسا نہ کر پاتا۔

دس سال قبل رمضان کا بھی انتقال ہو گیا تھا انکی جینی آمنہ کی شادی اگلی زندگی میں ہو گئی تھی انکا بیٹا منور صرف میٹرک تک ہی پڑھا سکا تھا اور اپنی جائیداد اور دیگر امور کی دیکھ بھال کرنے لگا برسوں قبل ہمارا گاؤں اتنا ترقی یافتہ نہ تھا مگر جب یہاں بجلی اور پانی کی سہولتیں میسر ہیں لڑکیوں کا پانی سول اور ڈاکھانہ بھی بنے بجلی آنے کی وجہ سے اب گھر آئی وی ہے ورنہ اس دور میں تو کسی کو ریڈیو بھی نصیب نہ ہوتا تھا اس لیے ہمارے بچے ساوہ اور شریفانہ زندگی گزارا کرتے تھے مگر اب وی سی آر اور ٹی وی پراسر پوری ترقی سے جس سے ہماری نوجوان نسل میں برائیاں جنم لے رہی ہیں ٹی وی۔ وی سی آر اور بھارتی فلموں نے انہیں بہت پتہ سکھا دیا ہے اب جدید دور ہے ہم خوش ہیں کہ ہم اپنے دور گاؤں میں رہ رہے ہیں جدید دور کی زندگی گزار رہے ہیں عمر یہ وہ ایک دھوکہ ہے جو ہم اپنے آپ کو دے رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اندر سے کھوکھلے ہو چکے ہیں پرانے لوگ تو اب بھی پرانی روایات کو سینے سے لگائے ہوئے زندگی گزار رہے ہیں عمر نئی نسل پرانی قدروں کو فراموش کر چکی ہے زری بھی پرانی اور اعلیٰ روایات کی پاسدار رہتی ہے اور اب بھی ہے عمر اس کا بیٹائی نسل کا نمائندہ ہے جو بے راہ وی کی منزل پر گامزن ہے۔

منور چھ عرصہ تو شرافت کی زندگی گزارا تا رہا ہے پھر دھیرے دھیرے وہ بھی ان راہوں پر چل

جس روز چوہدری حشمت کا انتقال ہوا اس روز پورے علاقے میں صاف ماتم بچھ گئی تھی ہر آنکھ اشک بار تھی لوگ کہتے تھے کہ آج چوہدری حشمت کو موت نہیں آئی بلکہ امن سکھ سکون اور انصاف کی موت واقع ہوئی ہے۔ لوگوں کی نظریں اب حویلی پر لگی تھیں کہ اب کیا ہوگا کیا زری چوہدری حشمت کی جگہ لے سکے گی کیونکہ اب اس نے ہی حویلی کا نظام سنبھالنا تھا پتہ لوگوں کا خیال تھا کہ زری ایک عورت ہے اور اس کا ماضی بھی داغدار ہے اس لیے وہ بہت جلد بہت بار جائے گی اور وہ کوئی بھی پائیدار فیصلہ نہ لے سکے گی انصاف کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا زری گاؤں کی چوہدرائین بن گئی تھی اور وہ جانتی تھی کہ اس پر بڑی بھاری ذمہ داریاں آن پڑی ہیں اسے چوہدری حشمت کی موت کا بے حد دکھ تھا کیونکہ اس کو انکا بہت آہ تھا۔ اب ہو جیسا کہ میں سنجیدہ ہوئی تھی اور اب وہ ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی ماں بھی بن چکی تھی انکی ذمہ داریاں بھی اس نے ہی نبھانی تھیں۔ اس کی سب سے بڑی آرزو چوہدری کے پیش قدم پر چلنا تھا اس کی بھی کبھی خواہش ہوتی تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ ہر ذمہ داری رمضان کو سونپ کر صرف حویلی کی ہو کر رہ جائے مگر وہ چوہدری حشمت کو قول دے چکی تھی اس لیے وہ اس کی روٹ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی اس نے بہت ہی اور اپنے پروردگار کو حاضر ناظر جان کر یہ قسم کھائی کہ وہ چوہدری حشمت کا بنایا ہوا عظمت کا بت پاش پاس نہیں ہونے دے گی۔ اور وہ مجرم ہونے کی صورت میں اپنے خون کو بھی معاف نہیں کرے گی۔

وقت گزرتا گیا اور زری چوہدرائین بن کر وقت کے ساتھ ساتھ چلتی رہی اس نے وہی پتہ کیا جس کی تربیت اسے چوہدری حشمت نے دی تھی

کا آغاز کیا منور کا جرم تو سب ہی ثابت ہو چکا تھا اور یہ بات منور نے بھی تسلیم کی تھی مگر اقرار جرم کے ساتھ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اس کو کوئی سزا نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی اسکی ماں اسے کوئی سزا سنائے گی۔ تمام حاضرین زری بیگم کے فیصلے کے منتظر تھے پھر زری نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ کہ وہ بشری کو اپنی بہو بنائے گی اور نکاح کی رسم آج اور ابھی ہوگی۔

منور نے ماں کا فیصلہ تو تڑپ اٹھا اور کہا۔
ایسا نہیں ہو سکتا۔

مگر زری کا فیصلہ پتھر پر لیکر تھا منور کو بالآخر اپنی ماں کا ہی نہیں بلکہ چوبدران کا حکم بھی ماننا پڑا اور پھر بھری پنچائیت میں منور اور بشری کا نکاح پڑھایا گیا زری نے اپنی مثال اتاری اور بشری کے اوپر ال دی اور اسے اپنی بہو بنا کر اس کے کمرے میں چھوڑ آئی۔ میں ہی نہیں سب حاضرین نے زری کے اس فیصلے کو سراہا۔ اور کہا۔

زری بیگم آفرین ہے تم پر۔ ہر کوئی خوش تھا اور زری بیگم کی انصاف پروری کی تعریفیں سر رہا تھا میں بیٹے دن وہاں رہی زری کے اس فیصلے کی گونج سنتی رہتی برسوں بیت گئے ہیں زری بیگم اب اس دنیا میں نہیں ہے مگر اس کے اس فیصلے کی گونج مجھے اب بھی سنائی دیتی ہے کہ بشری کو میں حویلی کی بہو بناؤں گی۔

کبھی کبھی میری یہ کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازتے گے۔

وہ میرے نام پر دیکھتے رہے بڑے فورا سے
کوئی امدت مل گیا اور اسے خبر بھی نہ ہوئی
ہو۔۔۔۔۔۔ محمد حسین نذر۔ راہ پابندی

پڑا جن پر اس کا باپ چلتا رہا تھا۔ زری کو جب ان باتوں کا پتہ چلا تو اس نے اسے بری طرح ڈانٹا۔ اور بے عزتی بھی کی منور کا جوان خون اسکی جسس برداشت نہ کر سکا اور جب اسکے چاہنے والوں کو علم ہوا کہ ماں اور بیٹے میں کچھ رنجش ہو گئی ہے تو انہوں نے اس اختلاف کو اور بھی ہوا دی اور ماں اور بیٹے میں دوریاں پیدا کر دیں۔

منور گاؤں کے سکول میں پڑھانے والی ایک استانی بشری کو بری نکا ہوئی سے دیکھتا تھا بشری ایک نہایت ہی شریف لڑکی تھی عزت دار تھی اس لیے اس نے ایک بار منور کو جھڑک دیا اور اس کو خوب ستا میں منور کو اپنی بے عزتی کا بہت ہی دکھ ہوا اس نے قسم کھائی کہ وہ بشری کا غرور خاک میں ملا کر دم لے گا۔ گذشتہ روز منور اپنے مکر وہ مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے اس نے بشری کو اغوا کر لیا ہے اور اس کا دامن دانہ ادرہ الا سے بشری نے چوبدران زری سے انصاف مانگا ہے آج اتنی سلسلہ میں اعلان ہو رہا ہے آج پنچائیت بیٹھے گی اور زری اپنا فیصلہ سنائے گی آج کا دن زری کے لیے امتحان کا دن ہے منور کا جرم تو ثابت ہو ہی چکا ہے اور ہر کوئی اسے ملامت کر رہا ہے اب دیکھتے ہیں زری اس امتحان میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں گاؤں والوں کی نکالیں اب حویلی کی طرف اچھی ہوئی ہیں حویلی میں عورتوں کے لیے علیحدہ جگہ مخصوص ہے تم یہ سب چھو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہو تو زائدہ کے ساتھ حویلی چلی جانا۔ نالی جان نے پوری کہانی سنانے کے بعد کہا۔

میں زائدہ کے ساتھ حویلی پہنچی تھی۔ میں نے بیگم زری کو دیکھا تو ایسے لگا جیسے اس کے چہرے پر نور برس رہا ہو اسکی عمر کافی ہو چکی تھی مگر اس کی صحت بہت ہی اچھی تھی پنچائیت نے اپنی کارروائی

عذاب محبت

تحریر - معاویہ عنبر - دلو - آخری حصہ - 0345.8393210

شہزادہ بھائی - السنہ ۱۹۹۸ء - امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں نے بھی جواب عرض میں حاضری کے لیے اپنی ایک کہانی جس کا نام میں نے - عذاب محبت -
رکھا ہے امید ہے سب قارئین کو پسند آئے گی یہ کہانی قسط وار ہے اور اس کے پڑھنے کے بعد ہی اپنی
رائے سے نوازے گا میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ کہانی ایک سچے پیار کی بنا پر لکھی گئی
ہے مجھے امید ہے کہ آپ سب قارئین اسے سراہے بغیر نہیں رہ سکیں گے اپنی دعاں میں یاد رکھنا - میں
جواب عرض والوں کا بے حد مشکور رہوں گا کہ وہ میری حوصلہ افزائی کریں گے ادارہ جواب عرض سے
گزارش ہے کہ وہ اس کہانی کو جلد ہی کسی قریب شمارے میں جگہ سے کر شکر یہ کاموقع دیں
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

جی عنبرین میں تم سے کامران جیلانی کی بھیک
مانگ رہی ہوں سنا ہے تم بہت سخی ہو سگی کسی کو تکلیف
میں نہیں دیکھ سکتی - مگر میں بہت تکلیف میں ہوں تم
دولت سے اس جیسے پچاس کامران جیلانی خرید سکتی
ہو مگر میرے پاس تو اذیت ناک سوچوں کے عذاب
سے چھٹکارے کا کوئی حل نہیں۔
وہ میری تو زندگی بھر کی پونجی ہے تم اس سے
دستبردار ہو کر ہزار چیزوں سے دل بہلا سکتی ہو
میں جانتی ہوں تم کوئی عام لڑکی نہیں ہو اسی لیے
بجائے تمہیں اس شخص سے بدگمان کرنے میں اس کہ
محبت کا واسطہ دے کر تم سے اس کو بھیک میں مانگ
رہی ہوں عنبرین میری خالہ مر جائیں گی اگر اس نے
تمہیں پانے کی ضد نہ چھوڑی تو کیا اتنے سارے
لوگوں کی تمناؤں پر چھری چلا کر تم اس شخص کے ساتھ
کبھی رہ سکو گی جو تم سے پہلے صرف اور صرف مجھ سے
محبت کا دعویٰ دار تھا۔

اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ مجھ
تمہیں سے اچھے ہے اور اس کی ماں کی سب سے
بڑی خواہش یہی ہے کہ میں ہی اس کی
بیوی ہوں۔ وہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کے الفاظ پر عنبرین
کے لبوں پر ہمد وقت رص کرنے والی مسکراہٹ
معدوم ہو گئی تھی بھی ایک لمحے کو رک کر وہ پھر گویا ہوتی
تھی۔ میں جانتی ہوں عورت کسی بھی طبقے سے تعلق
رکھتی ہو اس کا سب سے بڑا مسئلہ محبت کے معاملے
میں کسی دوسری عورت سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرتی۔
میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں۔
جی بالکل ٹھیک کہا۔
عنبرین اس کا مفہوم سمجھ نہیں پا رہی تھی مگر پھر بھی
اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ تو کیا۔۔ میں تم سے
بھیک لے سکتی ہوں۔ بڑا اچانک وار کیا تھا اس نے
عنبرین ہکا بکاری اس کی شکل دیکھتی رہ گئی تھی۔
وہاٹ۔۔



جواب عرض 165

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

اس کی یہ سوچ خلط ثابت ہوئی تھی وہ شخص اسے کھو کر بھی اسی کے حصار میں جئے جا رہا تھا۔
 عنبرین عنبر کا گنٹ کیا نینڈی بیبراب بھی اس سے اپنی جان سے لگا کر رکھا ہوا تھا اس کی یادوں میں اب بھی عنبرین عنبر کی یادوں کے جگنو رقص کرتے تھے اب بھی اس کی خوبصورت آنکھوں میں اسی کی شبیہ تھی کتنی کوشش کی تھی اس نے عنبرین عنبر کو اپنے اور کامران جیلانی کے درمیان سے نکالنے کی مگر تمام تر کوشش کے باوجود وہ خود ختم ہوئی مگر اس زندگی جیسی لڑکی کو اس کے مقام سے ایک انچ بھی نہ ہلا پائی۔

اس روز برف بار خوب ہوئی تھی اس تصور تو گیا گمان بھی نہیں تھا کہ اتنے خرام موسم میں وہ ایک مرتبہ پھر عنبرین عنبر سے لگا جائے گی کامران جیلانی بھی اس کے ساتھ ہی تھا دونوں اپنے بزنس کو لیکھ فاروق اقبال کی برتھ ڈے پارٹی سے واپس آرہے تھے جب اچانک کامران جیلانی کی نگاہ سڑک کے اس پار اپنی گاڑی کے قریب کھڑی عنبرین عنبر پر چاڑھی گئی ایک مدت بعد اسے اپنے سینے میں دل کے ہونے کا احساس ہوا تھا۔

گاڑی کا رخ کب اور کسے اس کی طرف مڑ گیا شاید اسے خبر ہی نہ ہو سکی اپنی ہی الجھن میں کم عنبرین عنبر کی نگاہیں بھی اتنے سالوں کے بعد انہیں دیکھ کر تحیر سے پھیل گئی تھی کامران جیلانی اس سے کچھ ہی فاصلے پر گاڑی روک کر فوراً باہر آ گیا تھا۔
 عنبرین تم یہاں۔۔

اس کے لہجے کی مسرت اور اشتیاق نے اسے پھر حیرن کیا تھا۔
 وہ مسکرانے کی کوشش میں محض لب پھیلا کر رہ گئی تھی۔
 جی ابھی دو روز قبل آئی تھی تم دونوں یہاں کیسے

قیامت کی گھڑی کیا ہوتی ہے کوئی اس وقت عنبرین سے پوچھتا عام سی لڑکی نہ ہونے کے جرم میں اس کے دل کو صلیب دی جا رہی تھی اور کتنے مزے کی بات بھی کہ اس لیے اسے استعمال بھی اسی کے ہاتھوں کو کیا جا رہا تھا۔

مہرین جیلانی اس کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی اور اندر سینے میں اس کا دل چل چل کود پائی دے رہا تھا نہیں عنبرین عنبر مت آؤ اس لڑکی کی باتوں میں محبت ہر موسم میں دل پر دستک نہیں دیتی زندگی میں ملنے والا ہر شخص محبوب نہیں ہوتا کہ وہ اس کو کہ تم اس کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہو مگر اس نے دل کی آواز کو دیا یا کوئی اس سے محبت۔ بھیک میں مانگ رہا تھا اور آج تک اس نے بھی کسی سائل کو اپنے گھر کی دہلیز سے خالی ہاتھ رخصت نہیں کیا تھا صرا کامران جیلانی کی محبت کے ساہرے وہ اپنے لیے آسودہ زندگی کا کھل تعمیر نہیں کر سکتی تھی لہذا اپنے سامنے بیٹھی اس لڑکی کے آنسوؤں سے بارگئی تھی۔

اس اوکے۔ جاؤ وے دیا تمہیں اپنا کامران جیلانی اور کچھ۔

کانچ کی سی آنکھوں میں فوراً کرب کا سمندر چٹک آیا تھا مہرین جیلانی اس کی سخاوت پر غم آنکھوں سے اس کی طرف آہستہ آہستہ نفی میں سر ہلاتا تھا اس کا پلان ٹیل نہیں ہوا تھا لہذا وہ اس کا دل کی گہرائیوں سے شکر یہ ادا کرتی وہاں سے چلی گئی تھی اسے پورا یقین تھا کہ عنبرین اپنے کہے کی لاج رکھے گی اتنا تو جان ہی گئی تھی وہ اسے اور بالآخر ایسا ہی ہوا تھا اس نے مہرین جیلانی سے کہا کہ اپنا وعدہ ایفاء کر دیا تھا مگر اس کی زندگی سے نکل کر بھی صرف وہ ہی وہ تھی اس کی زندگی میں قدرت نے اس کا نصیب کامران جیلانی لکھ دیا تھا مگر اس ساتھ نے اسے کوئی خوشی نہیں دی تھی وہ سمجھتی تھی کہ مرد کی محبت تمہیں کا جھاگ ہوتی ہے ادھر بنی اور ادھر ختم ہوگئی مگر کامران جیلانی کے معاملے میں

مگر چلیں پھر بات کرتے ہیں وہ ایک مرتبہ پھر مہرین جیلانی کو میسر نظر انداز کر گیا تھا۔ اور یہ کتنی بڑی تکلیف تھی۔

نہیں نہیں کامران میری گاڑی یہاں برف میں پھنسی ہوئی شاید پیچر بھی ہوئی ہے اب ایک ضروری مینٹننگ اینڈ کرنی تھی۔ وہ دامن بچا رہی تھی کامران جیلانی سے دیکھا رہ گیا تھا۔

او کے چلو پھر سہمی آؤ ڈراپ کر دیتا ہوں تمہیں۔ بارہ سال پہلے کی طرح جمائی تھی اس پر پھر زور زبردستی سے کام نہیں لیا تھا اور وہ ایک مرتبہ پھر دکھ کے کٹ کر رہ گئی تھی راستے میں اس کے مطلوبہ شاپ پر اسے ڈراپ کرنے سے پہلے اس سے اس کا ایڈریس اور نمبر لینا نہیں بھولا تھا۔

اگلی صبح خاصی روشنی تھی مہرین کامران جیلانی کو بتائے بغیر ہی مہرین کا ایڈریس ذہن نشیں کر کے سرکاری گاڑی کے تھر اس کے مکان تک پہنچ گئی محلوں میں رہنے والی شہزادی کی وہ جائے یاہ کتنی سادہ اور ویران تھی۔ دستک پر ہی وہ بستر سے نکل گئی۔

اسلام علیکم۔ اسے حیرانی سے اپنی طرف دیکھتا یا کہ سلام جواز تے ہوئے شاید اس نے خود کو چانے کی کوشش کی تھی۔

والسلام اسلام۔ آؤ۔ ایک مرتبہ پھر اسے تبا اپنی دبلیز پر دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

کیسی ہو تم مہرین اپنی نشست سنبھالنے کے بعد بہت نارٹل لہجے میں اس نے پوچھا تھا جب وہ گویا ہوئی۔ مالک کا احسان ہے مجھ پر تم ساؤ آج پھر کیسے آتا ہوا اب تو میرے پاس دان کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا اب کیا مانگنا چاہتی ہو تم۔

وہ واقعتاً تاجیر بدل گئی تھی مہرین جیلانی کو گہرے طلال نے گھیر لیا تھا۔

تم سے معافی منگنے آئی ہوں مہرین مجھے معاف کر سکو گی اس کے لہجے میں آرزو کی تھی مہرین جیلانی

نے جیلانی نے سر جھکا لیا اپنی بیوقوفی کی معافی میں کم طرف تھی مہرین مجھے قدرت کے اس فیصلے پر صبر کرنا موت کے مترادف لگتا تھا کہ کامران جیلانی کی زندگی تم سے منسوب ہو گئی میں اسے صرف خود پر مہربان دیکھنا چاہتی تھی مگر میری تقدیر نے مجھے زہر دیا یہ شخص مجھ سے مجھے بے پناہ محبت کو دعویٰ تھا شخص کل بھی تمہارا تھا آج بھی تمہارا ہے اس کی زندگی سے نکل کر بھی اس کے ایک ایک پل میں موجود ہو مہرین اور یہ میرے لیے زیادہ تکلیف دہ ہے وہ آج تمہیں غلط سمجھتا ہے کیونکہ میں نے تمہاری طرف سے اس کا دل خراب کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا تھا مگر تم سچائی جانتی ہو مہرین بولتے بولتے اس کی آنکھیں پھر آنسوؤں سے بھر آئی تھیں مہرین اس کے سامنے بیٹھی ایک تک اسے دیکھی جا رہی تھی۔

بارہ سال قبل میں تمہارے پاس جس محبت کو بھیک میں مانگنے کے لیے آئی تھی آج اسی محبت کو واپس لوٹانے آئی ہوں مہرین کیونکہ میں جان گئی ہوں محبت کبھی بھیک میں نہیں ملتی۔

پچھلے بارہ سال سے وہ خود غرضی کے لیے جس عذاب کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی اس لیے بالآخر وہ بوجھ اتار بیٹھا تھا اب اسے ہر حال میں اپنی معافی کے ساتھ ساتھ مہرین اور کامران جیلانی کی زندگی کا مکمل پن۔ بھی مطلوب تھا اور پھر اس کی ضد اور واسطوں نے ایم مرتبہ مہرین مہرین کو بے بس کر دیا تھا دسمبر کی وہ آخری شام تھی کامران تھا ماندہ آس سے گھر لوٹا تھا تو اسے سالوں بعد بہت محبت سے بتا لہذا دیکھ کر ٹھٹھک گیا خیر تو سے کہیں جانے کا سوچا ہے کیا۔ ہاں کل نئے سال کی پہلی صبح ہے لہذا آج کی رات ہماری زندگی کی کتاب میں ایک نیا سال رقم کرے گی۔

ہر شوق نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی وہ قریب چلی آئی تھی تم بہت اچھے ہو کامران تم نے مجھے

طرف سے تمہارے لیے نئی زندگی کا نئے سال کا آغاز
پر تھوڑے۔

کس ضبط سے کہتی ہو اسے کمرے میں پہنچا کر
اس سے اپنا ہاتھ چھڑا چکی تھی۔

بارہ سال قبل کسی نے اپنے خواب میرے سپرد
کر کے بڑا احسان کیا تھا مجھ پر آج میں اسکی احسان کا
بدلہ جھکا رہی ہوں اس سوچ سے نے نیاز ہو کر تم تقسیم
ہو جاؤ گے تو تکلیف ہوگی کچھ لوگوں کی قسمت میں
محبت شاید ایسے ہی عذاب لگھ دیتی ہے۔

اس نے دل میں سوچا ضرور تھا مگر کامران
جیلانی سے کہا نہیں تھا اور پھر بے حد حیرانی و شش و پنج
میں اٹھتے ہوئے کامرانی جیلانی نے یونہی دہلیز کو چھوڑا
اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر دروازہ باہر سے بند
کر دیا کہ آج اسے اپنے حصے کے آنسوؤں سے نفع
نقصان کا ایک نیا باب رقم کرنا تھا۔

بارش کی بوندیں برف کے گالے
تھنم کے قطرے تمہارے لیے ہیں
میری جان میری سانسیں
میری دھڑکن میرے ذہن کی زرخیزیاں
میرے لبوں میں موجود روشنیاں
تمہارے لیے ہیں
مگر تمہاری کوئی چیز میری نہیں ہے
اسی لیے میں تمہیں دیکھ تو سکتا ہوں
مگر چھو نہیں سکتا۔

امن کی تلاش
فاختہ بھی تھی ناداں پاگل تھی
موسموں کی سازشی باتوں میں
فریب کھا بیٹھی تھی
شکاری کی راہ نذر میں گھونسلہ بنا بیٹھی تھی
معاویہ خنجر۔ وٹو

سب کچھ دیا ہے جو میرے لیے تمہارے پاس تھا مگر
میں نے۔۔۔ میں نے تمہیں کچھ نہیں دیا کوئی ایک
خوشی تھی تو نہیں دی عجیب دکھ بھرے لہجے میں وہ بولتی
ہوئی کامران جیلانی کے گلے میں اپنی باہیں جمائل کر
دی تھیں مجھے معاف کر دو کامران میں نے آج تک
کبھی تمہیں نہیں بتایا کہ خبرین اور میرے بیچ کیا بات
ہوئی تھی جتنا پیار تم اس سے کرتے ہو اس سے زیادہ وہ
تم سے کرتی ہے اسی لیے جب میں نے رو کر اس سے
تمہارا ساتھ بھٹک میں مانگا تو اس نے خود کو قربان کر
دیا مگر آج تک کسی اور کے نام سے منسوب نہیں ہوئی
اس سے منسلک تمام کہانی میرے اپنے دماغ کا
کارنامہ تھا مگر اب میں تھک گئی ہوں نادانگی میں شاید
تمہارے ساتھ ساتھ میں نے اپنے اور خبرین کے
ساتھ بھی بہت ظلم کیا ہے کیا تم اس کے لیے مجھے
معاف کر سکتے ہو کامران کیسی کک تھی اس کے لہجے
میں وہ لہجوں میں آسمان سے زمین پر آگرا تھا اور وہ
اب سون سے اپنا مر اس کے سینے پر نکائے ہوئے
پلکیں موند رہی تھی۔

میرا جرم بہت بڑا ہے مگر جو تھوڑے میں تمہیں آج
رات دینے والی ہوں وہ میرے جرم سے بہت بڑا
ہے پھر تو معاف کر دو گے ناں تم مجھ کو۔۔۔
ایک اور جھٹکا آج وہ لڑکی اس کا دماغ پوری
طرح گھمانے کا تجربہ کر چکی تھی۔
گفت مگر کون سا۔

اسے خود سے الگ کر کے خاصے شکستے لہجے
میں اس نے پوچھا تھا جواب میں وہ نرمی سے اس کا
ہاتھ تھام کر اپنے اور کامران کے مشترکہ بند روم کی
طرف لے آئی تھی مگر اس سے قبل کہ کامران جیلانی
اس سے پوچھتا۔

اس نے آہستہ سے بند روم کا دروازہ وا کر دیا
اندر زندگی خبرین خبر اپنے روپ میں تمام تر دل کش
رنگوں کے ساتھ اس کی منتظر تھی جاؤ کامران یہی مری

محبت کا دوزخ

تحریر۔ سراج اللہ۔ فونک۔ 0313.9802103

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ قارئین میں نے بھی جواب عرض میں حاضری کے لیے اپنی ایک کہانی جس کا نام میں نے۔ محبت کا دوزخ رکھا ہے امید ہے سب قارئین کو پسند آئے گی یہ کہانی قسط وار ہے اور اس کے پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے نوازے گا میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ کہانی ایک سچے پیار کی بنا پر لکھی گئی ہے مجھے امید ہے کہ آپ سب قارئین اسے سراہے بغیر نہیں رہ سکیں گے اپنی دعاں میں یاد رکھنا۔ میں جواب عرض والوں کا بے حد مشکور رہوں گا کہ وہ میری حوصلہ افزائی کریں گے ادارہ جواب عرض سے گزارش ہے کہ وہ اس کہانی کو جلد ہی کسی قریب شمارے میں جگہ دے کر شکر یہ کا موقع دیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتنا قیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائرٹرز نہ وار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ایسی چیزیں دور تک نہیں تھی پھر آج صرف اس نے ایک سح بند مردی دل بھی بندھا جا رہا تھا مجھے التیایا آری گی دل بھرا بھرا سا تھا کہ خالی ہو جائے اور دل کا بوجھ تھوڑا سا ہلکا ہو جائے کوئی میٹھی چیز بھی نہیں تھی کہ کھا کر دل بھرنا بھرنا اور اٹھیاں تو آنا بند ہوتی پیارے میں ایک بات بتانا بھول گیا تھا کہ جب میں زیبا سے رات کو باتیں کی تھی وہ باتیں امی نے بھی سن لی تھی حالانکہ اردو تو اسے سمجھ نہیں آتی لیکن وہ رونا دھونا تو سن لیا تھا وہ پیر کے وقت امی نے کہا کہ کیوں بھائی دن کو تائم نہیں ہوتا کہ اب رات کو دو بجے تک بات کرتے ہو زندگی میں امی کی یہ باتیں کچھ اس انداز سے امی کہہ رہی تھی جس کا مطلب رونا دھونا تو امی نے سب کچھ سن لیا تھا۔

میرا تو دل ہی بیٹھنے لگا لیکن چہرے کو ساٹ ہی رکھا کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہ پائے الٹا تیز دم ہو گیا کہ تو کیوں جب گرل فرینڈ رات کو کال کرتی ہے تو بات

سراج اینڈ زیبا۔
کردار اچھی انکل پر اس ناچیز کو بھولنا مت۔ بابا بیٹا میرا گھہ خراب ہے زیادہ بول نہیں سکتا۔ خدا خیر کرے ہم سب آپ کے لیے دعا کریں گے کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے، ہاں بیٹا دعاؤں میں یاد رکھنا۔ ضرور انکل جی اللہ حافظ۔
قارئین یہ بھی میری اور انکل شہزادہ عالمگیر کی بات جو میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا کئی دفع بات ہوئی لیکن یہ آخری بات تھی۔

سنوری کی طرف واپس آتے ہیں میں پتھروں پر بیٹھا ہوا آنسو بہا رہا تھا کہ زیبا کی پھر سے کال آئی کیوں کا نا ہے سراج اب جب ہو گیا ہے وہ قسم تو نہیں ہو سکتا میرے منہ میں پورے جہاں کی باتیں تھی پر صرف اتنا کہہ پایا تھا کہ ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔ اور کال کٹ گئی۔

آج مجھے ایسا لگا کہ یار زندگی میں کچھ پایا ہے



جواب عرس 170

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

کیونکہ میں دل سے اسے چاہتا تھا پتہ نہیں آگے ہونے والا کیا تھا کچھ پتہ نہیں یہ سوچ کر آتے چل دیا اور دوستوں کے ساتھ مل گیا۔

قارئین شاید آپ کو یاد ہو کہ پاکستان اور انڈیا کا میچ تھا ایشیا کپ کا انیس فروری غالباً یہی ہوا زیو کے امی کے نمبر سے کال آئی وہ اتنی اونچی آواز میں رورسی تھی کہ میرا تو دن ہی نکل گیا تھا اتنی ہی اونچی آواز میں رو کر کہنے لگی سراج میرے میاں فوت ہو گئے ہیں سلیم کا ایکسٹنٹ ہو گیا ہے رو کر بات سنا دی میری کوئی سنے بغیر ہی کال کاٹ دی۔

پھر کئی دفع ٹرائی کی مگر نمبر بڑی پھر میں نے بھی چھوڑ دیا میرا دل پہلے والی پوزیشن پر آ گیا تھا اف خدا یا میں کیا کروں اس کے پاس جاؤں جاؤں بھی تو جا کر کیا کروں گا کیا میرے ساتھ ہو گیا ہے پہلے پیار ٹوٹ کر چاہا مطلب گردن توڑ پیار جس کو کہتے ہیں پھر اس کی شادی۔ دل ٹوٹ گیا پھر اس کے میاں کا مرنا مطلب مجھ پر ہی آنے والی تھی مجھے ایسا لگ رہا تھا پھر دل توڑ کر دل کا ڈوبنا۔

صبح امی کو بتایا کہ اس سے زیو کی میاں کی دھجھ ہو گئی ہے ایک مہینہ پہلے شادی ہوئی تھی امی کی تو آنکھوں سے آنسو آگئے کہ ابھی تو مہندی کا رنگ بھی پھیکا نہیں ہوا ہوگا اف اللہ ہائے سراج ایسا دن کسی کو نہ دکھائے۔

قارئین میں نے ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے مگر وہ اس کا اونچی آواز میں رونا اور پیچھے سے شور کچھ تو مٹ بڑے اس کے بعد زیو کا اتنا پتا سب غائب کچھ بھی پتا نہیں کہاں سے ایک ماہ بعد ایک انجانے نمبر سے کال آئی لائف تو ہوئی تھی بڑی تھی پھر ایسی بڑی لائف میں زیو کی مجھے کال کرنے کا یقین نہ تھا کال اینڈ کی ہیلو۔ اسلام علیکم۔ جی و علیکم اسلام سراج میری جان کیا حال ہے۔

میں ٹھیک ہوں زیو آپ ہاں میں کیسے ہو سراج

نہیں کرتے کیا ویسے ہی لڑکیوں کے ساتھ رات کو ہی لوٹ باتیں کرتے ہیں وہ ہنسنے لگی کہا کہ اگر ابونے سن لیا تو کیا ہوتا ویسے بھی رات کو لائنٹ نہیں ہوتی۔ کیوں امی یا اسے بھی تو پتہ چلنا چاہئے کہ میرا بیٹا بھی پیار کر سکتا ہے میں زور زور سے ہنسائی بھی ہنسنے لگی ساتھ چیزے بڑے بھائی نے چہل ماری بے شرم شرم نہیں آتی بڑا بھائی سامنے کھڑا ہوا ہے اور تو ایسی باتیں کر رہا ہے۔ ارے چپ تھے کیوں نہیں آتی رات کو موبائل لوٹ آف کر کے رکھتے ہیں تیرا تو تھا تیرے ہی موبائل سے بات کی تھی اگر تیرا موبائل نہ ہوتا تو مسئلہ ہی نہ ہوتا میرے موبائل کی تو چار جنگ ختم تھی بابا بابا۔ وہ رے پیچھے بھاگا اور باہر کی طرف بھاگ گیا تھا ویسے میں سب بھائیوں میں سے اس بھائی سے تو کچھ زیادہ ہی فری تھا۔

فکس ہیں مارچ کو زیو کی کال میں دوستوں کے ساتھ کام جا رہا تھا دوستوں کو سائیڈ پر ہوتا پڑا ہاں زیو میری جان بولو کیا ہوا ہے شادی مبارک سہاگ رات مبارک خیر مبارک میری جان آپ کیسے ہو میری چھوڑو ہم تو خنجرے اجنبی آپ بتاؤ کیسے تھی سہاگ رات ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ دن دیکھنے کی آپ کی تو پوری ہو گئی کیا گفت ملا۔

واو گفت تو کوئی نہیں مگر موٹا ملا۔ بابا بابا میں زور زور سے ہنسا۔

سراج آپ کو مذاق لگ رہا ہے وہ میری ہو کے بولی ارے یا مذاق نہیں مذاق ترین لگ رہا ہے خود ہی بولا آپ نے میں نے مونوے بارے میں ٹھوڑا پوچھا ہے خیر چھوڑو گھر آگئی ہو۔

بالا یا آگئی ہوں بھی تو کال کی ہے امی کی آئی ہے شادی کیسی رہی ہنسنے لگی اللہ معاف کرے میں تو کہتی ہوں کہ کوئی بھی لڑکی شادی نہ کرے کیوں کہ بس ہے تقریباً آدھا گھنٹہ بات ہوئی پھر کال کٹ گئی آج تک مجھے زیو پر مکمل بھروسہ تھا۔ اور ہونا بھی چاہئے تھا

میری جان۔ قارئین تقریباً آج تک یعنی تین سال کی رلیشن میں میں نے زیو کو اتنا بے حس محسوس نہیں کیا تھا جتنا آج بالکل نوٹ کر پھوٹ کر بول رہی تھی میں تو ہر دم اس کے لیے تیار تھا پھر وہ ہی نہیں مان رہی تھی۔

ہاں زیو بولویہ کس کا نمبر ہے بھائی کا ان سے کہا کہ اپنی دوست کو کال کرنی ہے زیو آپ بند کرو میں کرتا ہوں میں نے بیک کال کی تو بیلنس ہی نہ تھا او شٹ کیونکہ ہم کرکٹ کے میچ کی طرف جا رہے تھے اس لیے دوست اور کزن ساتھ ساتھ تھے کزن سے موبائل لیا اسے کال کی تو ہاں زیو میں سراج آج زیو اتنے دن بعد کیسے یاد کیا وہ ایک دم رونے لگی سراج میری جان کتنے دنوں سال ہو گئے آپ سے بات نہیں کی سراج میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اچھا زیو گل میری گلاب جا سن بات سنو ابھی پلیز روٹنے کے موڈ میں نہیں ہوں سارے دوست اور کزن دیکھ رہے ہیں دیکھ کیا ساتھ ہی چل رہے ہیں کچھ ایسا نہ بولنا کہ مجھے روکنا مشکل ہو جائے کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ آپ کی تھوڑی سی تکلیف بڑے سے بڑے سراج کو ختم کر دیتی ہے تو پلیز ریٹیکس ہو کر بات کرو سراج ایک دن میں بھی انگلش سیکھ کر آپ سے بات کیا کروں گی اچھا یہ ہوئی ناں بات تھوڑا مائنڈ چینج کرو خود کو ریٹیکس کرو اس طرح ہوئی رہی میرے دل کو تھوڑا سا حوصلہ ہوا کہ زیو نے تم سے تم یاد تو رکھا ہے چلو اسی بہانے اس کے گھر کے سارے نمبر بھی میرے پاس آگئے تھے جو آج آیا تھا یہ بھی میرے پاس سیو ہو گیا تھا۔ پیارے قارئین جدائی کے دن بڑھ گئے تھے دشمن کی باتیں اگر لکھا شروع کر دوں تو کہانی لکھنا مشکل ہو جائے گی اس لیے خاص خاص ہی جیس پھر جو کچھ ہوا ہے وہ ہی بیان کروں گا۔

قارئین یہ بات میں بار بار لکھ رہا ہوں کہ کہانی لکھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا بالکل سچی کہانی ہے ورنہ مجھے تو خوش ہو جانا چاہئے تھا کہ اپنے ڈائجسٹ کے

لیے کچھ تو لکھ رہا ہوں میں تو بس اپنا دعوہ پورا کر ہوں جو زیو سے کیا تھا کہ زیو اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنی اور آپ کی سنوری لکھوں جو اب عرض میں اس نے کہا ہاں ضرور لکھنا پھر میں نے کہا نا تم نہیں ہے اس نے کہا کہ دوسروں کے لیے نا تم ہے اور جب اپنی باری آئی تو نا تم ہی نہیں ہے۔

میں نے کہا نہیں نہیں جانوں ایسی بات نہیں ہے سنوری تو میں لکھ کر ہی رہوں گا میری جان کے ساتھ اپنی گزری ہوئی تمام یادیں اپنے جواب عرض کے دوستوں کے ساتھ چارٹ کروں گا اور ایسی باتیں لکھوں گا کہ آپ کو یقین ہو جائے گا اچھا ایسی ہی کیا باتیں ہے جو مجھے نہیں پتا چھوڑو زیو کہانی پڑھو گے تو پتہ چلے گا۔

قارئین میں متادوں کہ زیو سے میری آخری بار بات چھبیس دسمبر کو ہوئی تھی اس کے بعد آج تک مجھے پتا نہیں وہ کہاں سے کیا ہے اور کیا ہو گیا ہے کہانے بڑھ کر آپ کو میری باتیں سمجھ میں آ جائیں گی اب مجھے فکس ڈیٹ نہیں معلوم دو ہزار بارہ میں رمضان کا مہینہ تھا وہ زیو ابھی کبھار ایک دو جاز کے نمبر سے چپکے سے فون کرتی تھی تو رمضان کے مہینے میں اس نمبر سے مجھے بار بار مسڈ کالز آتی تھی میں فون کرتا تو کوئی بولتا ہی نہیں تھا مجھے کچھ شک پڑا کہ زیو کی کزن ہوگی نا جو ایک رات کے وقت زیو کے ساتھ ایک زیو نے مجھے کال کی تھی رات کا نا تم تھا میں نے بیک کال کی زیو سے باتیں ہوئی ایسی کہ اچانک اس نے کہا مجھ سے نہیں کسی اور سے ہاں مل گئی میں نے کہا کون ہے اس نے کہا کہ کزن اور اس سے کیا بات ہوئی میں نے ہاں کل مل گئی مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہوا کہ زیو آج لگا کہ آپ نے کہا نا میری بڑی دشمن سے میری امی اب بھی کہتے ہیں کہ یہ لڑکی ہماری بیٹی کو خراب کر دے گی اور آج زیو اس کے سامنے بات کر رہی تھی کچھ غلط فہم ہوا مجھے میں نے کہا کہ اگر اس نے کسی کو متا دیا تو

نہیں بتائے گی کیونکہ وہ بھی تو ہزاروں لڑکوں سے بات کرتی ہے ان سے لوڈ مانتی ہے چلو چھوڑو لیکن آج لگا زینب نے مجھ سے کچھ بھی نہیں مانگا جسٹ باتیں تو کرتی ہے خیر باتیں ہوتی رہی زندگی میں پہلی بار میں نے زینب سے کہا کہ آپ کی آواز کی طرح نہیں اچھا میری آواز ٹھکی لیکن زینب لگتا ہے کہ تم ہو لیکن آواز تمہاری نہیں۔ ہا ہا۔ وہ ہنسنے لگی کہ چلو اتنا تو یقین ہوا ہے کہ میری جان کو تو زینب ہے ہاں یہ یقین ہے میں نے کہا زینب بیلنس رکنا نہیں بات نہیں ہو سکتی صرف دو منٹ بات ہو سکتی ہے اس نے کہا ٹھیک دو منٹ ہی سہی پر گزارہ ہو جائے گا لیکن پھر ٹھوڑا غلط ٹھیل ہوا کہ اگر وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہے تو وہ بیک کال کرتی قارئین شہوری مجھ سے اور نہیں لکھی جا رہی اینڈ کر رہا ہوں اینڈ کرنے کے لیے فٹنس بیک میں جانا پڑے گا وہ ایسے کہ زینب کے شادی کے کچھ دن بعد زینب نے مجھے ایک نئے نمبر سے جاز سے مسڈ کال کی میں نے بنا سوچے سمجھے بیک کال کی آگے سے زینب ہی تھی میں جھوٹ موٹ کہا کہ کون اس نے کہا اب ہمیں پہچاننے سے انکار کر رہے ہو کیا میں نے کہا پتہ ہو تو کہوں گا ناں اچھا زینب ہوں۔

ادوہ میں نے جھوٹ موٹ کہا کہ زینب تم اور کیسے مجھے کال کی چلو چھوڑو کہاں ہو۔

اسلام آباد آئی ہوں اچھا اسلام آباد آئی ہو اور مجھے بتایا بھی نہیں کہ میں آ جاتا آپ سے ملنے یا مجھے کیا پتا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور آپ کون سی جگہ پر آنا ہے خیر چھوڑو کل صبح ہم نوبے واپس جائیں گے اچھا خیر تو سہی کیوں آئی تھی ہنس ٹون کے لیے آئی تھی جانو۔

ادوہ ہو مائی ڈیوٹی ہنس ٹون کے لیے سلیم کہہ رہے وہ ساتھ نہیں آیا صرف خالد اور آئی ہیں اور سے تیری یہ کیا ہنس ٹون ہے جس میں خالد کے ساتھ اور موٹو سلیم کا کچھ پتا نہیں بابا ہا ہا دل میں ہی ہنس دیا پھر کچھ دیر بعد کال اینڈ ہوئی دل میں افسوس ہوا کہ وہ اسلام آباد تک

آئی ہے اور میں مل نہیں پایا خیر چھوڑو زینب کا پکڑا گیا ہنس ٹون وہ بھی خالد کے ساتھ ہا ہا میں ایک بار پھر ہنس۔ قارئین آپ کو میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ پہلے والی جاز سم آئی تھی میرے پاس ہے تو ایک دن اس کے شوہر سلیم نے یونین نمبر سے کال کی کہ میں سرگودھا سے بول رہا ہوں سلیم میرا نام ہے اور یہ میری سم ہے آپ کے پاس کیسے آئی کس نے دی یا کسی دکان سے لی میں نے کہا بھائی میں پشاور سے بات کر رہا ہوں آپ کو عقل ہے نہیں ایک دفعہ بولنا کہ شاپ سے لی تھی اچھا اس نے فون کاٹ دیا۔

اب اس بہانے سے میرے پاس مزید دو نمبر مطلب ایک یونین کا بھی جاز کا بھی ہرنیٹ ورک کے نمبر میرے پاس آگئے اسلام آباد سے جس نمبر سے اس نے کال کی تھی جاز نمبر میرے پاس کافی کام آسکتا تھا سو چاہیہ تھا کہ اس نمبر والی لڑکی سے دوستی کروں گا تو زینب تک پہنچنے میں کافی آسانی ہو جائے گی مطلب اس کی تصویر ہی مل جائے بڑی بات ہے کیونکہ جس لڑکی کے لیے میں آج تک ذلیل ہوا اسے آج تک دیکھا بھی نہیں تھا۔

قارئین کسی لکھی میری اپنی آپ بتی مجھے آپ کی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا امید ہے سب کو پسند آئے اور سب میری حوصلہ افزائی کریں گے اس میں سب نام مقامات فرضی ہیں اور یہ میری اپنی کہانی ہے میں نے جس سے پیار کیا اس کو دیکھا نہیں دعا ہے کہ ایک بار اپنی زینب کو دیکھ لوں اور دل کو سکون ہو جائے گا کہ میں بھی کسی لڑکی سے پیار کرتا تھا کرتا ہوں اور اسی سے کرتا رہوں گا وہ مجھے ملے نہ ملے میرا پہلا پیار اور آخری پیار وہی ہے وہ جہاں بھی ہو جیسے بھی ہو میری محبت ہے میری چاہت ہے میرا پیار ہے میری ساری دعا میں اس کے لیے ہیں زینب اگر کہانی پڑھ رہی ہو تو رابطہ ضرور کرنا کہ کیسی ہو کہاں ہو کس حال میں ہو۔

پردہ کی محبت

تحریر۔ پرنس مظفر شاہ۔ پشاور۔ 0301.8897403

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میرا ایک نئی کہانی آپ جتنی لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے آپ بندہ ناچیز کی کہانی کو کسی قریبی اشاعت میں
چلا دیں گے کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ پرانے راکٹر ہیں اور پورے سال میں ایک آدھ کہانی
لکھتے ہیں تو دو سترہ ایک سال میں صرف ایک کہانی لکھ سکتا ہوں زیادہ نہیں لکھوں کہ میں بہت مصروف رہتا
ہوں البتہ ہر ماہ شمارے میں حاضری دیتا ہوں اور سب کی کہانیوں پر تبصرہ کرتا ہوں امید ہے آپ ناراض
نہیں ہوں گے اور یہ بھی امید ہے کہ میری کہانی سب کو پسند آئے گی میں نے اس کہانی کا نام پردہ کی محبت
رکھا ہے کسی گلی۔ یہ آپ ہی بتا سکتے ہیں اپنی سچی رائے سے ضرور نواز دیے گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تہیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں یہ کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میری چھٹی ختم ہو گئی تھی اور میں واپس
بندر یونین پشاور سے کوئٹہ جا رہا تھا وقت
اس وقت ابا سین ایٹھ برس پشاور کوئٹہ جاتی تھی میں
نے پشاور سے اپنے لیے برتھ اور ایک سیٹ بک
کروائی اور ضروری سامان صابن تولیہ سرانہ بمبو
کپڑے اور کھانے پینے کے اشیاء اپنے ساتھ رکھ لیے
اور جواب عرض کا شمارہ بھی میرے پاس تھا جو کہ میں
اس لیے سفر میں میرا ساتھی تھا۔
نام سید بی بی نرین چلی پڑی اور گھنٹہ ڈیرہ میں
نوشہہ کرنی وہاں دیکھا تو بہت زیادہ رش تھا چونکہ عید
نزدیکی تھی لوگوں نے اپنے کاروبار اور نوکریوں پر جانا
تھا میں بھی عید کی چھٹی آیا ہوا تھا اور واپس جا رہا تھا اس
لیے رش زیادہ تھا چٹ چھپنے میں ہمارا ڈیہ بھر گیا تھا اور
نہیں بھی جگہ نہیں رہی تھی۔
اس رش میں ایک بابا جس کی عمر پچاس سال ہو

میری اس کے ساتھ ایک عورت دو بچے تھے سیٹوں کی
تماش میں ادھر ادھر پھر رہے تھے لیکن ان کو سٹیشن نہیں
مل رہی تھیں چونکہ میں برتھ پر بیٹھا ہوا تھا اور میری
سیٹ خالی تھی بابا نے خالی سیٹ دیکھی تو فوراً اس نے
عورت کو خالی سیٹ پر بٹھا دیا اور خود دوسری سیٹ تلاش
میں دائیں بائیں دیکھنے لگا میں نے جب اس کی
پریشانی دیکھی تو میں نے کہہ دیا کہ یہ سیٹ میری ہے
آپ پریشان نہ ہوں آپ دونوں اسی ایک سیٹ پر
گزارہ کریں اور بچے میرے ساتھ برتھ پر بٹھا دیں
بابا میری بات سن کر کچھ مطمئن ہو گیا اور دونوں بچوں کو
میرے ساتھ برتھ پر بٹھا دیا اس میں ایک لڑکی جس کی
عمر دس سال اور ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چھ سال ہو
گی بابا نے دعائیں دیں اور ساتھ یہ کہہ کر عورت کے
ساتھ بیٹھ گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جوانی نصیب کرے
آپ نے ہماری مدد کی ہے جب نرین چلی تو میں نے



جواب عرض 175

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

کہاڑی سے بری طرح زخمی کر دیا پچازمین پر گیا مئے
بہتی کے لوگوں نے بجا کر ہسپتال پہنچا دیا تھا بعض
لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ نہیں بچ سکتا مر جائے گا ڈر کی
وجہ سے ابو کہیں چھپ گئے تھے جب کہ چچا کی بیوی
لفٹی آئی کے تین بھائی ہمارے گھر میں کھس گئے ہمیں
مارا بیٹا اور ابو کو ڈھونڈنے لگے کہہ رہے تھے کہ ہم ان کو
نہیں چھوڑیں گے کب تک چھپتا رہے گا۔

سردی کا موسم تھا میں بڑی بہن اور چھوٹا بھائی
پوری رات رور رہے تھے امی بھی رور ہی تھی رات تقریباً
چار بجے ابو آگئے چار پانچ بکریاں تھی وہ کھول کر لے
گئے تاکہ کسی کے حوالے نہ کریں اور ہمیں بتایا کہ تیاری
کر لو ادھر نہیں رہنا جانا ہے۔

آدھے گھنٹے تک ابو وہیں آئے ہم نے سامان
پیک کیا تھا ہم رات کو گھر سے نکل آئے تھے اور سیدھا
نوشہرہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تھے وہاں سے ٹرین میں
بیٹھ گئے ٹرین کراچی جا رہی تھی سندھ کے شہر سکھر میں
ابو کا کوئی جاننے والا تھا ابو نے سکھر کے ٹکٹ لیے اور
یوں ہم اگلے دن سکھر پہنچ گئے ادھر ہم اپنا ٹینٹ لگا کر
اپنا گزر بسر شروع کیا تھا۔

ابو بہت سختی تھے چند مہینوں میں ابو نے دوبارہ
بکریاں لے لیں جو کہ میں چرائی تھی اور باقی زندگی
کے ایام بھی معمول کے مطابق گزر رہے تھے اور یوں
میں کئی سال کی ہو گئی تھی ہم ادھر رہ رہے تھے بڑی
بہن جوانی میں قدم رکھ چکی تھی جبکہ میں بھی بارہ تیرہ
سال کی ہو گئی تھی اور بھائی کی عمر بھی دس سال تھی تو
جس کی زمین میں ہم نے ٹینٹ لگایا تھا وہ زمین کسی
سائیں کی تھی جو کہ میرا شوہر ہے۔

بخش سائیں کا لکڑیوں کا ٹال تھا اور وہ کبھی کبھی
ابو کے ساتھ ہمارے ٹینٹ میں آ جاتا تھا ابو کی مالی مدد
کرتے کرتے تھے کہ ہمارا ہر طرح کا دھیان رکھتے
تھے۔ ایک دفعہ ہم سب نے کھانا کھایا تو ابو نے امی
سے پوچھا۔

بیگم آج آپ سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں وہ
بخش سائیں ہے ٹال والے اس کی بہنکی بیوی مر
گئی ہے اور دوسری شادی کرنا چاہتا ہے اس دن وہ
ادھر ہی رہا تھا اس نے شادی کو دیکھا اور اس کو پسند کر
لیا شادی میری بڑی بہن تھی وہ شادی سے شادی کرنا
چاہتا تھا اس کے بدلے میں ہمارا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم
ٹینٹ سے ایک اچھے گھر میں شفٹ ہو جائیں گے اور
ہم شہر والی جو کہ ہمارا چھوٹا بھائی ہے اس کے ٹال پر
کام کریں گے۔

کافی سوچ بچار کے بعد امی ابو اس بات پر
راضی ہو گئے کہ ہم یہ رشتہ دیں گے کیوں کہ ہمارا وہاں
کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا اور امی ابو ٹینٹ کی زندگی سے
بھی عاجز آ گئے تھے مزید یہ کہ اس وقت شادی کی عمر
سولہ سال کی تھی اس رشتے سے اتنا فائدہ ضرور ہوا تھا
کہ ابو اور بھائی کو روزگار مل گیا اور ہم کو ایک اچھا گھر
آخر وہ دن بھی آیا جب شادی اور بخش سائیں کی
شادی ہو گئی۔

بخش سائیں بہت اچھے انسان تھے شادی اس
کے ساتھ بہت خوش اور ہماری خوشی بھی اس کی خوشی
میں تھی کہ شادی ہمیں گھر سے ضروریات کی تمام
چیزیں دیا کرتی تھی ہمیں کسی چیز کی فکر نہ تھی دن
گزرتے رہے اور میں بھی جوان ہو گئی ابھی مجھے ہر
چیز کی سمجھ آگئی تھی اچھے برے انسان کی تمیز آگئی تھی
اور ہر چیز سے واقف ہو گئی تھی۔

ہمارے بڑوں میں زبیر نام کا ایک لاکا تھا جو کہ
کالج کو سٹوڈنٹ تھا شادی کے گھر جاتے ہوئے وہ
مجھے اکثر راستے میں ملتا تھا مجھے دیکھ کر مسکراتا تھا مجھے
بھی زبیر اچھا لگتا تھا اور زبیر تھا بھی بہت ہی
خوبصورت ایک دن موقع پا کر اس نے مجھ سے پوچھ
لیا کہ پلو شہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ سے
شادی بھی کرنا چاہتا ہوں۔

میں بھی چاہتی تھی کہ زبیر سے میری شادی ہو

جائے کبھی کبھی میری زہیر سے ملاقات بھی ہو جاتی تھی اور ہر ملاقات پر زہیر مجھے کہتا تھا کہ جلدی میرے گھر والے آپ کے مانگنے کے لیے آجائیں گے میں دل میں بہت خوش ہوتی تھی کہ مجھے میرے خوابوں کا شہزادہ ملنے والا ہے۔

انہیں دنوں میں شازی امید سے تھی ہمیں خوشی تھی کہ شازی اور بخش سائیں کے ہاں بچے ہوں لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک دن والدہ شازی کے گھر گئیں پتہ چلا کہ شازی ماں بننے والی ہے تقریباً رات بارہ بجے والدہ آئی روٹا شروع کر دیا کہنے لگی۔ شازی اللہ کو پیاری ہو گئی ہے دوران زہیر اور اس کی بچی زندہ ہے۔

ہم سارے شازی کے گھر چلے گئے سائیں صاحب کا برا حال تھا ابو اور بھائی بھی اور ہم تھے اور مجھے والے اور سائیں کے رشتہ دار سارے اکٹھے ہو گئے تھے ہر آنکھ نم تھی شازی کی موت پر انگٹا رکھی صبح شازی بہن اور چھٹی گئی جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا زندگی کے دن گزرتے رہے اور ہم تقریباً شازی کو بھول گئے تھے۔

میں بدستور زہیر سے ملتی رہی اور ہمارا پیار دن بدن بڑھتا رہا تھا میں زہیر کے پیار میں بالکل ہی پاگل ہو چکی تھی جب زہیر سے نہ ملتی تو مجھے کچھ ہو جاتا تھا زہیر کی بھی حالت میری طرح ہی تھی۔۔۔

ملنے سنن ہم تو اتنا اسے کہہ دینا بتا تیری محبت کے وہ بندہ جی نہیں سکتا ایک دن میں زہیر سے مل کر واپس آ رہی تھی کہ ماں نے بتایا کہ زہیر ہم نے حیرا رشتہ سائیں کو دے دیا ہے ابھی آپ ابھی آپ گھر سے باہر نہیں جاؤ گی میں نے روتے ہوئے ماں سے کہا۔

ماں سائیں میرے والد کی عمر کا ہے میں ہرگز نہیں شادی کروں گی اس سے میں زہیر کو پسند کرتی ہوں۔

والدہ نے تفصیل سے بات کی۔ تیری بھانجی اس گھر میں ہے اور سائیں کی جائیداد بھی ہے گھر بھی ہے تیرے بھائی اور باپ کا کاروبار بھی سائیں کی وجہ سے ہی چل رہا ہے اگر سائیں نے کسی جگہ شادی کی تو ہمارا کیا ہوگا

یہ ساری باتیں سن کر میں خاموش ہو گئی تھی۔ اس شام زہیر کی امی آئی میرا رشتہ لینے جب اس کو معلوم ہوا کہ میں سائیں بخش کے نام ہو گئی ہوں تو وہ واپس چلی گئی اور پھر ایک ماہ کے اندر اندر میری شادی ہو گئی زہیر کو جب پتہ چلا تو وہ دہنی چلا گیا اپنے چاچا کے ساتھ اور آج تک اس نے شادی نہیں کی ایک دفعہ پاکستان آیا تھا چھٹی گزار کر پھر واپس چلا گیا ابھی یہ بچہ میرا ہے اور وہ بچی میری بھانجی ہے مزید سائیں بیمار ہیں کسی کام کاج کے نہیں اور گھر بری رہتے ہیں۔ اسی اثناء میں ٹرین نے ہارن بجایا اور راولپنڈی اسٹیشن پر رکی بابا بھی اٹھا اور بچے بھی اٹھ گئے تھے باقی لوگ کھانے پینے میں مصروف ہو گئے تھے میں نے باٹ سے پراٹھے نکالے کیوں کہ میں ساتھ گھر سے لیکر آیا تھا اور سب نے ملکر کھایا اس کے بعد چائے پی اور پھر سارے گپ شب میں مصروف ہو گئے تقریباً ایک گھنٹہ بعد ٹرین پھر چل پڑی تھی۔

رات کا ناٹم تھا لوگ اپنی اپنی سیٹوں پر سونے لگے جبکہ پلوٹ ایک بار پھر برتھ پر میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی تھی اور بچے اور بابا سو گئے تھے پلوٹ نے مجھ سے طرح طرح کے سوال کر ڈالے تھے اور میں بھی ہاں اوں ناں میں جواب دیتا گیا آخر کار پلوٹ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

آپ تو بالکل ہی سادھے ہو آپ کو پتہ ہی نہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ میں بھی انجان ہی بن گیا تھا میں نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتی ہو۔ پلوٹ نے جواب دیا۔۔۔ پیار اور وہ بھی تیرے

جیسے مرد کا پیار جو مجھے تحفظ دے اور میرا ساتھ نبھائے
میں سائیں بابا کو چھوڑ دوں گی۔ میں نے پلوشہ کے
ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا جو کافی دیر سے اس نے پکڑا
ہوا تھا اور کہا۔

ایسا نہیں ہو سکتا میں شادی شدہ ہوں اور آپ
بھی شادی شدہ ہو ہم دونوں کا جوڑ نہیں ہے پلیز میں
ایسا بندہ نہیں ہوں آپ میرے بارے میں اس طرح
مت سوچیں۔

پلوشہ کہنے لگی۔ زبیر کے بعد آپ مجھے اچھے لگے
ہو زبیر تو نہیں ملا لیکن میری جوانی یہ ترس گئی ہے
سائیں بیچارہ بیمار ہے میں یہ جوانی کیسے گزاروں گی آپ
خود ہی فیصلہ کریں میں کیا کروں۔

وہ ضد کرنی رہی اور میں انکار کرتا رہا تھا آخر کار
ٹرین کو جرانوال سٹیشن پر رک گئی مجھے بھی موقع مل گیا تھا
تمام لوگ اٹھ گئے تھے صبح کا نام تھا میں نے نماز پڑھی
پھر ناشتہ کیا اور سیدھا جا کر برتھ پر لیٹ گیا جبکہ
سائیں بابا پلوشہ اور بچے بھی ناشتہ کرنے کے لیے
ٹرین سے اتر گئے تھے۔ میں برتھ پر لیٹا ہوا سو
کیا کیونکہ پوری رات سویا نہیں تھا جب اٹھا تو دن
کے بارہ بج چکے تھے اور ٹرین اکاڑہ اور ساہیوال کے
لگ بھگ جا رہی تھی میں کیا دیکھتا ہوں کہ ٹرین
کھڑے ہونے کی جگہ بھی نہیں لگی سائیں بابا اور
پلوشہ اکٹھے بیٹھے تھے جبکہ بچے کھڑے تھے سائیں نے
مجھے دیکھا تو خوش ہو گیا کہنے لگے۔

بھائی صاحب آپ اٹھ گئے ہیں ہم تو بہت
تکلیف میں بیٹھے ہوئے تھے۔
میں فوراً برتھ پر سے نیچے اتر آیا اور ان چاروں
کو کہا۔

آپ برتھ پر بیٹھ جائیں
وہ چاروں برتھ پر بیٹھ گئے میں بھی ساتھ بیٹھ گیا
تھا اور ہاتوں ہاتوں میں پوچھا۔
کہہ رہے ہیں آپ۔

سائیں بابا نے بتایا جی پلوشہ کا تاپا شہر میں
رہتا تھا وہ فوت ہو گیا تھا ہم دونوں اور پلوشہ کے
والدین ہم سارے سکھر سے آنے ہیں پانچ چھ دن ہو
گئے تھے وہ دونوں ادھر ہی رہ گئے ہیں اور ہم واپس جا
رہے ہیں وہ بھی دو چار دنوں بعد آجائیں گے۔

مزید پلوشہ کہنے لگی۔ میں آپ کو بتانا ہی بھول
گئی تھی کہ ہم تاپا کی وفات پر ادھر آئے تھے جب ہم
سکھر میں گئے تو کچھ عرصہ بعد والد صاحب نے رابطہ
کیا تھا اور بتایا تھا کہ چچا ٹھیک ہو گیا ہے اور شہر میں
اپنے بیٹے کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں مزید پی پی سی
ایل پر رابطہ ہوتا تھا لیکن آنا جانا نہیں تھا۔

ہم بہت دور تھے سکھر کہ ٹرین ملتان خانوال اور
بہاولپور سے ہوتے ہوئے رات بارہ بجے سکھر پہنچ
گئی۔ سائیں اور بچوں کے ہوتے ہوئے بھی پلوشہ
نے مجھے کئی بار چھیڑا لیکن میرا رویہ مثبت رہا اسٹیشن پر
بچے ٹرین سے پہلے ہی اتر گئے تھے پھر سائیں بابا اتر
گئے جبکہ پلوشہ ابھی بھی ڈبے میں تھی کہ پلوشہ نے اپنی
بانہوں میں مجھے سمیٹا ان بانہوں کے حصار میں اپنے
آپ کو یا کچھ عجیب سا محسوس ہونے لگا تھا پہاڑی
حسن کی ملکہ مضبوط جسم خوبصورت جوانی سرشار پلوشہ
کی بانہوں میں پل بھر کے لیے سب کچھ بھول گیا تھا۔
جی چاہتا تھا کہ پلوشہ مجھے اسی طرح ہی سینے
سے لگائے رکھے اور یہ وقت ادھر ہی گم جائے۔

اف کیا بس اس کے آگے میں کچھ نہیں کہہ سکتا
تھا اور جیسے پلوشہ بھی کہتی ہے کہ۔
آج تمہاری نفرت پر بھی لٹا دی زندگی ہم نے
افسوس کہ اگر تم محبت کرتے تو سوچو ہم کیا
کرتے۔۔۔۔۔

نورا میرے ذہن میں یہ آیا کہ پرنس یہ کیا کر
رہے ہو یہ تو شرعی لحاظ سے بھی جائز نہیں ہے ہم
دونوں تو شادی شدہ ہیں اور غیر مرد اور عورت ہیں میں
نے فوراً خود کو پلوشہ کی ان کے بانہوں کے حصار سے

کہ کال کٹ گئی میں نے دوبارہ کال نہیں کی کچھ سوچنے لگا کہ جو لوگ لالچ کی خاطر اپنی جوان بیٹیوں اور بہنوں کی شادیاں بوڑھے سے کراتے ہیں اسکا نتیجہ بھی یہی ہوتا ہے۔

آنسو

کسی حرف پر مشتمل یہ لفظ غمگین پانی کے چند قطرے جن کوہ لوگ آنسو کہتے ہیں اپنے اندر غم اور خوشی دونوں سمیٹے ہوئے ہیں غم کے موقعہ پر آنسو نکلنا اک عام سی بات ہے کیوں کہ آنسوؤں کے نکلنے پر غم بھی کم ہوتا ہے جی بھی ممکن ہو جاتا ہے اور بہت زیادہ خوشی ملنے پر بھی آنسو نکل پڑتے ہیں وہ آنسو خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ آنسو بھی پھولوں کی مانند ہیں جو غم اور خوشی دونوں میں ہی انسان کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ مختلف انداز میں آنکھوں سے بہتے ہیں کسی کے پھمڑنے پر کسی کی جدائی یا کسی کے اچانک مل جانے پر یہ آنسو موتیوں کی طرح ہماری آنکھوں سے بہتے ہیں اور ان دو دھاروں میں ہماری زندگی بہتی چلی جاتی ہے۔

عبدالجبار رومی۔ چوبنگ لاہور

غزل

ستارہ ہماری قسمت کا اس سے ملائی نہیں
وہ کیسے ہوتا ہمارا جو بھی ہو اسی نہیں
ہم نے اپنی ہر خوشی دوسروں میں بانٹ دی
کسی نے ہمیں کیا دیا یہ بھی سوچا ہی نہیں
ہاتوں ہاتوں میں محبت اس قدر بڑھ گئی
تم کو اب بھول جاؤں کیسے اتنا حوصلہ ہی نہیں
ہر کسی نے بھی مطلب تک پیار کیا
کوئی ہم سفر بن کر ساتھ چلا ہی نہیں
پرنس عبدالرحمن گجر۔ نین رانجھا

آزاد کیا اور ذبے سے اتر آیا پلو شہ بھی میرے پیچھے ہی اتر گئی۔ بابا نے میری بڑی منت سماجت کی کہا۔

آج رات ہمارے ہاں ٹھہر جاؤ

لیکن میں نے انکار کر دیا اور اپنی مجبوری بتادی
سامنے بابا نے مجھ سے پی ٹی سی ایل کا نمبر لیا اور میرا
ہاتھ چوماد عاکس دیں اور چل پڑا پلو شہ جو کہ ساتھ
کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے بہت
کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کچھ نہ کہہ پائی گئی جاتے جاتے
بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہی تھی جب وہ چلے گئے تو میں
بھی بوجھل قدموں سے برتھ پر جا کر لیٹ گیا تھا اور
سوچوں اس ڈوب گیا تھا۔ مجھے نیند آگئی تھی جب آنکھ
کھلی تو ٹرین سی کر اس کر کے کوئٹہ کی حدود میں داخل
ہوئی تھی اور گھنٹہ دو میں ٹرین کو نیند پہنچ گئی اور میں اپنی
منزل مقصود پر پہنچا اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا
تھا۔

تین چار دنوں بعد گھر میں فون کیا تو گھر والوں
نے بتایا کہ پلو شہ نامی عورت نے کئی بار فون کیا ہے
آپ کا پوچھ رہی تھی ہم نے بتایا کہ وہ کوئٹہ اپنی نوکری
پر چلا گیا ہے۔

میں نے دل میں سوچا کہ واقعی پلو شہ مجھ سے
اس قدر رنجیت کرتی تھی کہ مجھے نہیں بھول پائی چلو اسی
طرح ہو گا وادی کوئٹہ میں اور اپنی نوکری میں کچھ اس
طرح کھو گیا کہ کسی چیز کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تقریباً
تین ماہ بعد جب گھر گیا تو ایک دن فون کے سی ایل
آئی پر پلو شہ کا نمبر ڈھونڈا اور کال کی سامنے نے رسبو
کی تو کافی ساری باتوں کے بعد میں نے پلو شہ کا پوچھا
سامنے نے بتایا۔

صاحب پلو شہ نے مجھ سے طلاق لے لی ہے
اور چلی آئی ہے نیچے بھی ساتھ لے گئی ہے اور زہیر نامی
ایک لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے جو حال ہی میں
دہلی سے آیا ہے

اور پھر بابا سامنے کی گھانسی اس قدر ہوتی گئی

زندگی کا پیار مل گیا

— تحریر۔ نزاکت علی۔ رسول پورہ۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چومیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی نمبر۔ یہ عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جو اب عرض کی جاسی کہ نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائرٹرز مدد نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

داخلہ لے لیا پھر میرا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو گیا میں نے سکول چھوڑ دیا تھا۔

والدین نے لاکھ کہا کہ پر میں نے سکول جانا پسند نہ کیا میں یہ بتاتا چلوں کے میری ایک بہن جو مجھ سے بڑی تھی دوسرا نمبر میرا ہے اور مجھ سے دو بھائی چھوٹے ہیں اور دو بہنیں چھوٹی ہیں سکول چھوڑ کر میں نے کوئی کام نہ کیا تھا اور سارا دن گلیوں میں آوارہ پھرتا رہتا تھا کئی دن گزرے کے میں نے سوچا کہ کوئی کام وغیرہ ہی کر لو تو میں نے چوک میں تاروں کی دوکان پر کام کرنا شروع کر دیا وہ دوکان میرے بہنوئی کی تھی تھی سارا دن دوکان پر کام کرتا اور شام کو سائیکل پر اپنے گھر واپس آتا تھا گھر سے دوکان کا فاصلہ دس گلو میٹر تھا جو میں روزانہ صبح جاتا اور شام کو واپس آتا تھا وہاں پر میری دوسری بہن کی شادی بھی ہو گئی ایک ہی گاؤں میں میری دو بہنوں کی شادی ہوئی تھی وہاں ہی کہ ایک دن میرے استاد نے کہا کہ تمہارا بہنوئی بہت بیمار رہتا ہے تو آپ ایسا کرو کہ اس کو میں ڈاکٹر کہ پا

یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا سائے گا داستان میری مزہ تو تب ہے کہ اسے لگ جائے زباں میری محمد عباس ہے جب میں نے ہوش سنبھالا میرا تو اپنے آپ کو درمیان ریلوے میں پایا میرے والد صاحب کی لوبے کی دوکان تھی جس میں درانٹیاں اور رہنے وغیرہ بناتا تھا اور ہمارے گھر کے اخراجات اس پر پورے ہوتے تھے مگر انسان سوچتا ہے کہ میرے پاس بہت زیادہ روپیہ ہو پتہ نہیں انسان کیا کیا سوچتا ہے اس لیے میرے والد نے دوکان چھوڑ دی پھر کسی گاؤں میں کام کرنے لگے تھوڑے ہی دنوں میں ہمیں ایک گاؤں میں کام مل گیا کیونکہ وہاں جو پہلے سے کام کرتا تھا لوہار وہ کسی وجہ سے کام چھوڑ کر گاؤں گئے جا چکا تھا اور ہم سب وہاں چلے گئے میں نے پرائمری نزدیکی سکول میں پاس کی اور چھٹی جماعت میں داخلہ لے لیا ہم سب وہاں بہت خوش تھے میں نے چھٹی جماعت پاس کر کے ساتویں بھی پاس کر لی اور مجھ میں نے آٹھویں جماعت میں



<http://www.urdutube.net/>

Scanned By Bookstube.net



لے کے جاتا ہوں تم شام کو گھر جانے کے بجائے وہاں اپنی بہن کے پاس رک جانا وہاں ہی سو جانا جب بہن کے ہر شام کے وقت میں آیا تو سب لوگ میرے بہنوئی کو ہسپتال لے کر جاتے تھے تو وہاں میری چچا کی ایک بیٹی آئی ہوئی تھی وہ مجھے پہلی ہی نظر میں میرے دل کو بھائی۔

کیسے کہہ کے تم میری چاہت کا اندازہ نہ کرنا کہتے میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے خیرات ہوئی صبح میں نے کام پر بھی جانا تھا بلندی جلدی ناشتہ کیا اور چلا گیا میرا سارا دن کام پہ جی نہ لگا سارا دن میں اسی کے ہارے میں سوچتا رہتا طرح طرح کے خیالات آتے شام کو میں نے اپنے استاد سے دو روز کا ہیمانہ بنایا اور چھٹی لے کر ایک گھنٹہ پہلے سے تیار ہو کر وہاں آیا تو وہ بہت خوش ہوئی تھی رات کو ہم نے ایک ہی جگہ چار پائیاں بچھائی تھیں تو میں نے موقع پر تراظہار محبت کر دیا تو اس نے بھی کہا کہ میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔

عشق کرو تو ساتھ جیو گے ساتھ مردگے نزاکت ہمیں دنیا میں دھوکہ نہ دے جانا ہم تیرے بغیر نہیں جی سکتے۔

ہم نے ساری رات جاگ کر گزار دی بہت دھندے کئے میں نے پورا ہفتہ وہاں جاتا رہا اس کے بعد میری کمزوری وہ واپس اپنے گھر چلی گئی اور میں پھر اپنی گھر واپس آ گیا تھا وقت گزرتا رہا اور میں نے چار سال دوکان پر کام کیا کہ اب اپنا کاروبار شروع کر سکوں میں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ مجھے بیس ہزار روپے دو میں نے اپنا کام شروع کرتا ہے ابونے کہہ کر ابھی اتنے پیسے میرے پاس نہیں ہیں تم کوئی اور کام کر لو میں نے اپنے چچا کے پاس گیا جو کہ شہری میں اپنی ڈائری کی دوکان چلاتے تھے تو ان سے کہا کہ بائٹل فارغ ہوں کوئی اور کام وغیرہ دلو اوو انہوں نے نہ اوین کی کنڈیکٹری کو لوگے میں نے کہا ٹھیک ہے

کروں گا تو اس نے ایک گاڑی پر بطور کنڈیکٹر رکھوا دیا میں چھ ماہ تکمل ڈرائیور بن گیا۔ مجھے چلانے کے لیے ایک اچھی گاڑی دے دی گئی میں سارا دن گاڑی چلاتا اور شام کو گاڑی پٹرول پمپ کے کھڑی کرتے مالک کو حساب دیتا اور وہاں سو جاتا میرے گھر میں شادی کی باتیں ہونے لگی تھی۔

میں نے صاف کہہ دیا کہ شادی کروں گا تو شریفاں سے ورنہ نہیں کرو گا ان دنوں ہمارے اور میرے چچا کے درمیان اختلافات تھے جس کی وجہ سے ہمارا آنا جانا نہیں تھا مگر میں بھی اپنی ضد پہ قائم تھا ایک دن میرے والد صاحب میرا رشتہ کی بات کرنے کے لیے ان کے گھر گئے اور انہوں نے صاف انکار کر دیا میرے والد اپنے بھائی کی بہت عیبیں کہیں مگر اس نے ایک نہ سنی اور جواب دے دیا اس کے بعد کئی دفعہ ان کو دوبارہ بھیجا مگر سوال جواب کے علاوہ کوئی بات نہ کرتے ایک دفعہ میں اپنے گھر گاڑی لے کر گیا اور اپنی ماں اور اپنے والد صاحب کو کہا کہ آپ آخری بار جاؤ اگر اب بھی جواب دیا تو میں دوبارہ کبھی بھی نہیں نہیں گا میری والدہ نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے۔

میری ماں نے قرآن کا واسطہ دیا مگر میرے چچا نے کہا سوچ کر بتاؤں گا ہم جس گاؤں میں تھے یعنی میرا والد جس گاؤں میں کام کرتا تھا ہم بھی وہاں چلے گئے تھے یعنی وہ گاؤں چھوڑ کر اس گاؤں کے ساتھ اڈا نوشہ موڑ تھا ہم نے وہاں اپنی جگہ لے لی وہاں پر مکان وغیرہ بنائے اب کسی کے غلام نہیں تھے جس گاؤں کے نے چھوڑا تھا وہاں پر میرا اور چچا آ کر کام کرنے لگے اسی دوران مجھے اتفاق سے پتہ چلا کہ میری کمزوری شریفاں وہاں چچا کے ہاں گئی ہوئی تھی تو میں نے شام کو ایک گھنٹہ پہلے گاڑی سے چھٹی کر لی بلکہ گاڑی پر ہی اپنے گھر آ گیا گاڑی گھر میں کھڑی کی دی اور سائیکل پر ان کے گھر کا چکر لگایا ایک دو چکر پر اس کی چھوٹی بہن کو پتہ چلا گیا کہ عباس آیا ہے جس

میزرک ہے وہ گھر میں کپڑے سینے کا کاروبار کرتی ہے
اور میں دوکان چلاتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کا شکر
ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی
فوت ہو گئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ سب کو اپنی
منزل تک پہنچائے۔ آمین۔

یہ بات بتا دوں کی مستری عباس نے مجھے کال
کے کے کہا تھا کہ بھائی میری بھی ایک نوٹی چھوٹی سے
کہانی ہے اور میری داستاں کو کوئی پڑھے گا نہیں میں
نے کہا یا تیری کہانی کو پانچ کروڑ عوام پڑھے گی۔

اپنے ہاتھوں سے کہیں میرا نام لکھ دینا
تم دعا مت مانگنا صرف دعا لکھ دینا
اس قدر ماننے نے کر دیا ہر نام مجھ کو
زندہ رہوں تو جینے کی دعا لکھ دینا
میں روٹھے ہوئے دوست و مہمانوں سے
روحنے والے یہ میری خطا لکھ دینا
جدا ہو کے تجھ سے جی لیس ہے
ان چھٹی ہاتھوں سے اپنی ایک دعا لکھ دینا
تم کہتے تھے تیرے بناتی نہ کہیں گے
اسیے کیسے ہی رہے ہو اتنا ضرور لکھ دینا
جیہ... علی نواز مزاری۔ گھونگی

غزل

پوچھا کسی نے حال کسی کا تو رو دیئے
پانی میں عکس چاند کا دیکھا تو رو دیئے
نقد کسی نے ساز پہ چھینر تو نہیں دیا
غمیر کسی نے شاٹ سے توڑا تو رو دیئے
ارتا ہوا غبار سر پہ دیکھ کر
انجام ہم نے عشق کا سوچا تو رو دیئے
ہا دل فضا میں آپ کی تصویر بن گئے
سایہ کوئی خیال سے گزرا تو رو دیئے
رنگ شفق سے آگے شگفتوں میں لگ گئی
سافر ہمارے ساتھ چمکا تو رو دیئے
ہا... ایم شہزاد سلیم خان

وقت شریفاں پاہر مجھے دیکھنے نگی اسی دوران باہر سے
میرا چچا آیا کیونکہ اس نے ہمیں باتیں کرتے ہوئے
دیکھ لیا تھا آتے ہی اس نے گالیاں دینا شروع کر دیں
بلکہ ہارنے لگ گیا تھا اور میں وہاں سے چلا گیا اسی
دوران وہاں لوگوں کا ایک جھوم جمع ہو گیا میں گھر آ گیا
اور گاڑی اشارت کی اور شہر آ گیا بہت زیادہ پریشان
تھا کہ اب کیا ہو گا۔

وقت گزرتا گیا اور میں گاڑی چلاتا رہا تقریباً
دو سال گزر گئے اور ان کے ساتھ شریفاں اور محمد عباس
آپس میں خط و کتابت بھی کرتے رہے اس کے بعد
میں نے گاڑی چھوڑ کر اس اڈے پر اپنی ٹائروں کی
دوکان بنائی تھی ایک آدمی میرے والد کے پاس آیا اور
کہا کہ میں تم دونوں بھائیوں کو ملاتا ہوں تو ایک ہو جاؤ
یہ میرے والد نے باں بہ کر ٹھیک ہے اس نے پتہ
نہیں میرے چچا کو کیا کہا کہ وہ رشتہ دینے پر راضی
ہو گیا بعد اس دنوں بعد ہمارا سادگی سے نکاح ہو گیا
سب خوش تھے۔ پہلو منزل مل گئی ہے نئی خوشی کے دن
نہ رہتے تھے تو میرے چچا نے کہا کہ اب شادی تھی
مگر تو میرے والد نے کہا کہ بھائی میں نے تیری مرضی
پہ ماہ بعد ہی ہماری شادی ہوئی ہم بہت خوش تھے۔
زندگی جب بھی کسی چیز کی طلب کرتی ہے
سونوں پہ تیرا نام چل جاتا ہے

ہماری شادی ہو گئی ہم بہت خوش تھے ہماری
خوشیوں کو خدا نظر بد سے بچائے روڈ کے اوپر میری
دوکان عباس ٹائیر سرورس سینٹر کی دوکان ہے روڈ کے
ڈراور میرا سامنے گھر ہے اب میں سارا دن دوکان
کرتا ہوں اور شام ڈھلے گھر جاتا ہوں ویسے تو تین
چار چکر لگاتا ہوں اپنی بیوی کی ہر خوشی پوری کرتا ہوں
اب ماشاء اللہ میرے دو بچے ہیں بیٹی دس سال کی ہے
میرن عباس اور بیٹا آٹھ سال کا ہے مدثر عباس۔ اب
ہم بھی خوش زندگی زور رہے ہیں بچے صبح سکول میں
جاتے ہیں میں دوکان پر چلا گیا میری بیوی کی تعلیم

کہاں ہیں اپنے

-- تحریر۔ حسنین شاہ کر ڈھڈیاں شریف۔ 0300,6573669

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میرا نام حسنین شاہ ہے اور میں خود بھی شاعری کرتا ہوں اور میں اپنی ایک کہانی نے کٹر حاضر ہوا ہوں امید ہے سب کو پسند آئے گی یہ کہانی ایک جعلی سنو ری ہے اور دو بھائیوں کی ہے کسی کو غربت میں رہ کر عزت مل جاتی ہے اور کسی کو دولت اندھا کر دیتی ہے اور ذلت ان کے حصے آتی ہے مہربان دامن نہیں چھوڑنا چاہئے کیوں کہ مہربانوں سے ہی ہمیں ملنے ہیں۔

ادارہ جواب عرض کی یا کسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام مرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل قلمی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا رشتہ دار نہیں

اور چھوٹی کا نام نہ نشہ جان محمد ہے۔ پانچ دوستوں نے کہا کہ ضرورت تھا چھوٹا بھائی دین محمد غریب اور ان پر ہر تھا بھائی نے اپنے بھائی کا ساتھ نہ دیا اور جان محمد اپنے بھائی کو لے کر اپنے غریب بھائی دین محمد کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ اور کسی دوسرے شہر جا رہا۔

دین محمد کو اس بات کا بڑا دکھ ہوا کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ اب وہ سارا دن مزدوری کرتا اور شام کو واپس آتا اس کی بیوی زیتون گھر کے کام کرتی اور اپنی بیٹیوں کا خیال کرتی آہستہ آہستہ کلثوم اور عائشہ جوانی کی میزبانی پر قدم رکھنے لگی دین محمد اور زیتون لاڑھاپے کی دلہن پر چڑھنے لگے جان محمد بھی بھی اپنے غریب بھائی کے گھر آتا تھا دین محمد اور زیتون بڑا بھائی سمجھ کر جان محمد کی بڑی عزت اور خدمت کرتے تھے۔

دین محمد کی دونوں بیٹیاں عائشہ اور کلثوم بہت خوبصورت اور بڑی شرم و حیا والی تھیں ایک دن دین محمد نے اپنی بیوی زیتون سے مشورہ کیا۔ اب ہماری کلثوم بیٹی ماشاء اللہ بڑی اور محمد ار سوئی ہے۔

اپنے لیے تو جیتے ہیں سبھی اس جہاں میں زندگی کا مقصد ہے اور ان کے کام آتا

ہم جانتے ہیں کہ ہم سب اس دنیا فانی دوستوں میں مہمان ہیں ایک نہ ایک دن ہمیں یہ سب چھوڑنا پڑے گا اور ہماری زندگی کتنے دن یہ دنیا چھوڑ کر جائے گی۔

زندگی بہت چھوٹی ہے کوشش کرنی چاہئے کہ زندگی میں ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے لوگوں کو نقصان پہنچے یا کسی کا دل کوٹ جائے اور اللہ میاں ہم سے ناراض ہو جائیں دوسروں کی مدد اور غریبوں کا خیال کرنا چاہیے۔

دین محمد اور جان محمد دونوں بھائی تھے جان محمد بڑا تھا اور پڑھا لکھا تھا اور اپنی نوکری کرتا تھا دین محمد غریب اور ان پڑھ تھا سارا دن محنت مزدوری کرتا تھا جان محمد کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام علی اور چھوٹے کا نام عباس تھا اور ایک بیٹی تھی۔

دین محمد کی دو بیٹیاں تھیں بڑی بیٹی کا نام کلثوم



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

انہوں نے کہا ہے کہ تمہاری بیٹی انہڑھ اور پینڈو ہے اور میری اولاد بڑھی لکھی ہے اور شہری ہے اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

یہ سن کر دین محمد کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اسے بڑا دکھ ہوا۔

میری غربت نے اڑایا کہ میرے فن کا مذاق

تیری امیری نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں
 کلثوم کو اس بات کا پتہ چلا تو اس کو بھی اپنے تایا پر بڑا افسوس ہوا کلثوم سوچتی تھی کہ پہلے بھائی کی کمی کا بوجھ ہمارے سر سے نہیں جاتا پھر تایا نے بھی ہم سے منہ پھیر لیا کلثوم سیدھی سا دھی اور گھریلو لڑکی تھی جان محمد کے انکار کے بعد زیتون کافی پریشان اور بیمار رہنے لگی پریشان تو دین محمد بھی تھا مگر وہ اپنے دکھ کو سناتا کس وجہ سے اس کی پریشانی کوجل کرتا اس لیے چوپ رہتا ہی بہتر تھا وہ اپنے غموں کو اپنے ہی اندر دھون کے خاموشی سے وقت گزار رہا تھا۔

ایک دن دین محمد صبح اپنے کام پہ گیا ہوا تھا اور زیتون کی اچانک طبیعت خراب ہو گئی گھر میں مرد نہ ہونے کی وجہ سے کلثوم کو مجبوراً اکثر کے پاس دوانی لینے جانا پڑا دوانی شہر سے لینی تھی اور شہر جانے کے لوکل بس میں سفر کرنا پڑتا تھا کلثوم اپنی ماں کو لینے کر چلی گئی بس چڑھے تو بیٹھنے کے لیے سیٹ خالی نہ تھی کلثوم اپنی ماں کا سہارا بن کر کھڑی ہو گئی۔

سامنے سیٹ پر دو لڑکوں نے آپس میں کوئی بات کی اور دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے ایک لڑکے نے کلثوم سے کہا باجی آپ سیٹ پر بیٹھ جاؤ ہم کھڑے ہو جائیں گے کوئی بات نہیں۔

باجی کا لفظ سن کر کلثوم کا دل بھر گیا آج زندگی میں پہلی بار کسی نے کلثوم کو باجی کہا تھا باجی کہنے والا کلثوم کو بہت اچھا لگ رہا تھا وہ بار بار اس کو دیکھتی تھی بس اپنی تیز رفتاری کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی لیکن کلثوم کے دل میں یہ حسرت بڑھ

میں چاہتا ہوں کہ اب اس کی شادی کا کچھ سوچنا چاہئے اگر بھائی جان محمد اپنے بیٹے کے لیے کلثوم کا رشتہ لے لیتا بہت ہی اچھا ہو جائے۔

زیتون نے کہا آج تک بھائی جان محمد نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تو کیا پتہ وہ ہماری بیٹی کا رشتہ نہ لے دین محمد نے کہا اسکی باتیں نہیں کرتے وہ ہمارا بھائی ہے اور ان کے سوا ہمارا اس دنیا میں اور کوئی بھی نہیں ہے میں تو کہتا ہوں کہ تم صبح ہی ان کے گھر چلی جاؤ اور ان سے بات کرہ ہو سکتا ہے ان کے دل میں رحم آجائے اور وہ ہمارا ہاتھ تھام لیں۔

یہ بات کہہ کر دین محمد نے ٹھنڈا سانس لیکر یہ کہتا ہوا اٹھا کہ اللہ میاں سب کی بچیوں کے نصیب اچھے کرے زیتون اس وجہ سے سن کو چپ ہو گئی کہ یہ دونوں آپس میں بھائی ہیں اور اگر میں نے جانے سے انکار کر دیا تو ہو سکتا دین محمد کو بہت دکھ ہو صبح سویرے ہی زیتون اپنے جیٹھ جان محمد کے گھر روانہ ہو گئی وہاں پہنچی تو ان لوگوں نے مہمان سمجھ کر چائے پانی کا پوچھ لیا۔

زیتون نے کہا بھائی صاحب میں تو اس لیے آئی تھی کہ کلثوم بیٹی اب بڑی ہو گئی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ کلثوم اور علی کی اب شادی کر دیں گھر کے بچے ہیں اگر گھر میں لگ جائیں تو اچھا ہوگا۔

زیتون کی یہ بات سن کر جان محمد نے کہا دیکھو بھائی میرا بیٹا علی ایک پڑھا لکھا شہری ماحول رکھنے والا لڑکا ہے اور آپ کی کلثوم ایک انہڑھ اور گاؤں کی لڑکی ہے اگر میں اپنے بیٹے کو انہڑھ بیوی لے دوں گا تو ساری زندگی میرا بیٹا مجھے کیا کہے گا اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتا زیتون کو اس بات کا بہت دکھ ہوا بہت افسوس ہوا وہ سارا دن دھکے کھا کر شام کو گھر واپس آئی اتنی دیر میں دین محمد بھی آ گیا۔

دین محمد نے اپنی بیوی زیتون سے پوچھا کہ کیا کہا بھائی جان نے تو زیتون نے ساری بات بتا دی

کہاں ہیں اپنے جواب عرض 186

رہی تھی کہ باجی سبنے والا لڑکا پھر مجھ سے کوئی بات کرے اور مجھے باجی کہے اور میں اس کو اپنا بھائی کہوں اتنے میں بس شہر پہنچ گئی۔

سب مسافر اترنے لگے کلثوم بھی اپنی ماں کرپڑ کر اتارنے کے کوشش کر رہی تھی اس لڑکے نے ایک بار پھر کلثوم کی مدد کی کلثوم کی امی زیتون کو بس سے اتار ایلچے اتر کر کلثوم نے کہا شکر یہ بھائی یہ میری امی ہیں ان کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے مجھے تو کسی خاص ڈاکٹر کا پتہ نہیں ہے۔

دراصل کلثوم کو وہ لڑکا ایک بھائی کے روپ میں اچھا لگ رہا تھا اس لیے وہ بات کو بڑھارتی تھی اور وہ لڑکا کلثوم اور اس کی امی کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا زیتون نے اس لڑکے کو ڈیڑھ ماری ماری دیا اور پوچھا جینا آپ کون ہو اور کہاں رہتے ہو کلثوم بھی پاس ہی بیٹھی تھی لڑکے نے بتایا خالہ میرا نام عابد ہے میں اپنے ماں باپ کا ایک ہی بیٹا ہوں اور مجھ سے چھوٹی ایک بہن ہے دراصل ہم بھی ایک گاؤں میں رہتے والے ہیں ہماری گاؤں میں اپنی زمینیں ہیں۔

میرے ابو ایک سرکاری ملازم ہیں اور ہماری پڑھائی اور اپنی نوکری کے لیے ابونے ہمیں یہاں شہر میں رکھا ہوا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ آپ بھی میرے ساتھ آئیں گھر چلتے ہیں آپ تمہوڑا آرام بھی کر لیں گے اور کھانا بھی کھا کر چلے جانا۔

کلثوم نے بات کی بھائی عابد میرا نام کلثوم ہے اور ہم دو ہی بہنیں ہیں اور ایک غریب بیٹی سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے مجھے ہائی کہا تو مجھے بہت اچھا لگا کہ کسی نے مجھے بہن کہا ہے مجھے بھائی کی سی بہت محسوس ہوتی ہے۔

عابد نے کہا ایسی کوئی بات نہیں انشاء اللہ آپ میری بہن ہو اور میں آپ کا بھائی ہوں اور رہوں گا بھی زیتون نے کہا جینا اللہ آپ کی لمبی زندگی کرے اب ہمیں جانے دوانی لے کر زیتون اور کلثوم اور زیتون

گھر واپس آ گئیں کلثوم بہت خوش تھی اس نے اپنے ابو اور چھوٹی بہن عائشہ کو بھی خوش سے بتایا ہے کہ آج مجھے ایک بھائی ملا ہے جو بہت ہی خوبصورت اور چھما سے کافی دیر تک کلثوم اور عائشہ باتیں کرتے رہے وقت اپنی رفتار سے چل رہا تھا۔

عابد آ کر بیٹا اور بھائی بن کر دین محمد کے گھر آتا تھا سب بہت خوش ہوتے زیتون اور دین محمد عابد کی اچھائی پر بہت خوش تھے اور وہ بھی کلثوم اور عائشہ کو اپنی بہنیں سمجھتا تھا یہ ایک عمدہ بولا رشتہ اور تعلق تھا۔

اور دوسری طرف جو حقیقی بھائی تھا جان محمد وہ تو غیروں سے بھی غیر نکلا دولت نیاس کو اندھا کر دیا تھا اور وہ سب رشتے جاٹے تو زچکا تھا۔

چلو اچھا ہوا بیٹوں میں کوئی غیر تو نکلا اگھر ہوتے کبھی اسے تو بیٹا نے کہاں جاتے ایک دن عائشہ اور کلثوم دونوں ہمیں گھر پر تھیں اور دروازے پر دستک ہوئی عائشہ نے دروازہ کھولا تو سامنے اس کے تایا جان محمد کا بیٹا علی آ رہا تھا۔

علی اندر آیا لیکن عائشہ اور کلثوم نے کوئی خاص توجہ نہ دی علی گاؤں چھوڑنے کے بعد آج پہلی بار اپنے چاچو دین محمد کے گھر آیا تھا عائشہ نے چائے پانی کا پوچھا تو علی نے انکار کر دیا لیکن پھر بھی عائشہ نے چائے پانی علی کلثوم کی خوبصورتی اور سادگی دیکھ کر بے ایمان ہو چکا تھا لیکن کلثوم نے علی کو گھاس تک نہ والا کیوں کہ ان لوگوں نے پیسے خود ہی وہ رشتہ اور محبت ختم کر دی تھی ان کو تو بس دولت کی خوش تھی رشتوں کی نہیں علی بار بار کلثوم کو دیکھتا لیکن کلثوم نے ایک بار نہیں دیکھا دیکھنے کی ضرورت بھی کیا تھی آخر علی نہ رہ سکا اس نے کلثوم سے کہا۔

کیا آپ ہم سے ناراض ہو کلثوم غصے میں آ کر بولی نہیں ہمیں میں آپ سے ناراض تو نہیں ہوں بلکہ میں تو ہواؤں میں اڑ رہی ہوں۔ کہ میرے تایا جان نے ہمارے لیے میری امی کے ہاتھ پھول اور میڈل

کہاں ہیں اپنے جواب عرض 187

بھیجے ہیں۔ ہمیں ان پڑھ جاہل اور پند و کالقب دیا گیا اور ہماری امی کو رسوا کیا گیا اگر وہ سوچتے تو ہم ان کی بھی بیٹیاں ہی تھیں لیکن انہوں نے نہیں سوچا ان کے لیے تو سب کچھ دولت ہی ہے وہ تو دولت سے سب کچھ خرید سکتے ہیں۔

کاش میرے ابو کے پاس بھی دولت ہوتی اور وہ آج کسی کی باتیں نہ سنتے اور نہ ہی اس عمر میں مزدوریاں کرتے کٹھوم نے کہا علی ہمارا کیا ہے بڑکیاں تو ماں باپ کے گھر میں مہمان ہوتی ہیں کسی نہ کسی دن انکل وہ گھر چھوڑنا پڑتا ہے اور ہمیں اپنے ماں باپ کی عزت بہت پیاری ہے وہ ہمیں کسی کے ساتھ میا دین گے تو ہم اپنا نصیب سمجھ کر چپ چاپ رخصت ہو جائیں گی دکھ تو اس بات کا ہے کہ تمہارے اپنوں نے ہمارے ساتھ بیٹا بنایا ہے۔

اتنی بات نہ کرے کٹھوم رونے لگی اور روز رات رات چلی گئی عائشہ بھی اپنی بہن کے رونے کی آواز سن کر اندر چلی گئی دونوں نہیں رونے لگیں تھی تو یہ ہے دوستو کہ اپنوں پر دھت ہو کر رہنا ہے جس نے کوئی جواب نہ دیا اس کے پاس کوئی جواب ہوتا تو وہ دیتا اور بالکل خاموش رہا کٹھوم جی بھر کے روتی۔

اتنے میں وہ رسوائی کے رشتے کی آواز آئی۔ شہزادہ مردرواز نے کہا تو سامنے ان کا منہ بولا پیرا سا بھائی۔ بد اندر داخل ہوا تو سامنے ایک اجنبی بڑکا بیٹا بوا تھا سلام دعا ہوئی کٹھوم اور عائشہ دونوں اپنے بہن کا عابد کو خوش ہو کر اور خیر خیریت پوچھی جا رہے تھے کچھ سب تو ٹھیک ہے آپ کی آنکھیں مال کیوں ہیں لگتا ہے روٹی ہو۔

کٹھوم نے کہا دیا نہیں بھائی اتنی تو کوئی بات نہیں ہے عابد نے کہا جیسے تو چاہو اور خالہ سے کام لیا خالہ کد حرجیں۔

عائشہ نے کہا امی ابھی آجائیں ہی آپ بیٹھیں یہ ماحول دیکھ کر علی پریشان ہو رہا تھا اور سب باتیں کر

رہے تھے کہ اتنے میں زیتون بھی آگئی زیتون خوش ہو کر عابد کو علی اور علی کو بھی ہاتھ پھیرا دونوں سے خیریت معلوم کی اور عابد نے کہا خالہ مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے میٹھی میں زیتون اٹھ کر اندر چلی گئی۔

پہلے تو عابد نے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے کسی نے اس کا تعارف نہیں کروایا۔

زیتون نے بتایا کہ یہ دیز بھائی جان محمد کا بیٹا ہے یہی تو وہ لوگ ہیں جنہاں۔ کٹھوم کا رشتہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔

اب پتہ نہیں یہ کیوں آیا ہے خیر و چھوڑو تم اپنی بات کرو بیٹا خیر تو ہے کیا بات ہے خالہ جان سوچ رہا ہوں کہ آپ سے بات کروں کہیں میری بات سن کر آپ ناراض تو نہیں ہو جائیں گی میں عائشہ اور کٹھوم کا بھائی بن کر آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔

زیتون نے کہا بیٹا کو بھی بیٹا میں جانتی ہوں آپ ہم سے بیٹے ہو عائشہ اور کٹھوم کے بھائی ہو اور آپ جو بات بھی مروے مجھے بری نہیں لگے گی بولو کیا بات ہے۔

عابد نے بتایا کہ خالہ جان بات دراصل یہ ہے کہ ہماری اپنی بڑا بڑی میں ایک لڑکا ہے جو اکیلا ہے لیکن بہت ہی اچھا انسان ہے اس کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں پر ان کی عورت طازمت مرگے اپنا حرم بنانے کے لیے اس کے وہاں شہر میں پلاٹ بھی خرید رکھا ہے اور یہ پلاٹ میں اپنے ماں باپ کے مشورے سے گھر بنا ہوں اور ہم کٹھوم باجی کا رشتہ اس کو دیں تو میرے نیماں سے وہ ٹھیک رہے گا واپار کے روپ میں آپ کو بیٹا بھی مل جائے گا اور پھر ہماری کٹھوم زندگی بھر خوش رہے گی۔ یہ سن کر زیتون بہت خوش ہوئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا دیکھو بیٹا آپ کے ماں باپ بہت اچھے ہیں وہ ہماری بہت عزت کرتے ہیں اور آپ پر بھی ہمارا پورا بھروسہ ہے آپ نے بات بہت

کہاں ہیں اپنے جواب عرض 188

اچھی کی ہے اور مجھے پسند بھی آتی ہے شام کو دین محمد آتے ہیں تو میں ان سے بات کرتی ہوں۔

زیتون اور عابد جب کمرے سے باہر آئے تو کلثوم اور عائشہ نے بتایا کہ علی تو چلا گیا ہے۔

زیتون حیران و پریشان ہو گئی کہ وہ بتائے بغیر ہی کیوں چلا گیا اور ملا بھی نہیں عابد بھی چلا گیا شام کو دین محمد گھر آیا تو پہلے تو سب نے علی کا بتایا اور وہ بھی بہت پریشان ہوا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے بتائے بغیر ہی چلا گیا۔

پھر زیتون نے عابد والی بات بتائی پھر دین محمد بہت خوش ہوا کہ میرا خیال ہے ہمیں یہ رشتہ کر لینا چاہئے عابد کے گھر والے بہت اچھے ہیں وہ ہمارا بھلا ہی سوچیں گے اپنوں نے تو ہمیں غیر سمجھا ہے اور اگر کوئی غیر ہمیں اپنا بنا رہا ہے تو ہمیں انکار نہیں کرنا چاہئے ہو سکتا ہے اللہ ہمارے لئے بہتر کر رہا ہوں۔

ادھر کلثوم کے رشتے کی باتیں ہو رہی تھیں ادھر علی نے اپنے گھر والوں کو بھڑکایا کہ مجھے تو کچھ اور ہی لگتا ہے پتہ نہیں وہ لڑکا کون ہے دونوں بہنیں بڑی ہنس ہنس کے اس سے باتیں کر رہی تھیں مجھے تو کسی نے ٹھیک طرح سے بلایا بھی نہیں ہے اور پتہ نہیں ہو آئی زیتون کو کہا کہہ رہا تھا۔

آئی زیتون اور اس کو اندر کمرے میں بیٹھے تھے دو گھنٹے گزر گئے میں تو تنگ آ کر وہاں سے نکل آیا ہوں جتے علی کی باتیں سن کر جان محمد کو بڑا غصہ آ رہا تھا کہ ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا۔

پھر علی نے بتایا کہ وہ تو ابو جی کلثوم کی بڑی لمبی زبان ہے اس نے تو میرے منہ پر میری بے عزتی کر دی اور آپ کو بھی برا بھلا کہہ رہی تھی۔

ادھر دین محمد اور زیتون بہت خوش تھے کلثوم کا رشتہ ایک اجنبی لڑکے سے طے کر دیا گیا۔

جس کا نام انور تھا ماں باپ نہ ہونے کی وجہ سے زمانے کی تھوکر میں کھا کھا کر حالات نے اسے بہت

مجھدار کر دیا تھا اور وہ سلجھا ہوا لڑکا تھا۔ اس کو اچھے برے کی پہچان بھی تھی وہ رشتہ داری کے حساب سے زیادہ تر عابد کے گھر ہی آتا جاتا تھا اور اس کی عابد سے ہی دوستی بھی تھی انور اور عابد دونوں بہت اچھے دوست بھی تھے اس لیے عابد کو انور کی اگلی زندگی کی فکر تھی۔

عابد کے ابو نے فیصلہ کیا کہ لہذا جوڑا کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس چار پانچ دن میں تیار یاں مکمل کر کے بچوں کا نکاح کر دیتے ہیں پھر بیٹی کلثوم کی مرضی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہمارے گھر رہ سکتی ہے پھر کچھ دنوں میں انور اپنا گھر بنالے گا تو اپنے گھر چلے جائیں گے۔

اس پر سب نے ہاں کر دی عابد اور عابد کے ماں باپ کلثوم کو اپنی بیٹی سمجھ کر شادی کی شاپنگ بھی خود ہی کر رہے تھے دین محمد نے کہا زیتون میں تو کہتا ہوں کہ ایک بار ہم دونوں صبح بھائی جان محمد کے گھر جاتے ہیں ان کو شادی کی دعوت دیتے ہیں ہو سکتا ہے وہ لوگ آجائیں اور ہماری عزت رہ جائے۔

دین محمد کا دل بھائی کے لیے پھر تڑپ رہا تھا اور وہ بھائی دولت میں اندھا ہو کر بار بار اپنے بھائی کو ٹھکرا رہا تھا زیتون نے شوہر کا دل رکھنے کے لیے ایک بار پھر جان محمد کے گھر قسمت آزمانے چلی گئی۔

دین محمد اور زیتون جب اپنے بھائی کے گھر گئے تو اس نے منہ پھیر لیا دین محمد نے کہا بھائی میں اپنی بیٹی کلثوم کی شادی کر رہا ہوں اور آپ کو لینے آیا ہوں آپ تیار کر ہمارے ساتھ چلیں۔

جان محمد نے کہا ہم کس منہ سے اپنے آپ کو اس گھر میں لے جائیں گے اگلے دن میرا بیٹا آپ کے گھر گیا کیا سلوک کیا آپ لوگوں نے اس کے ساتھ اور میری ایک بات سن لو دین محمد آپ کو پتہ ہے جس گھر میں آپ لوگ رہ رہے ہو وہ ہم دونوں کا ہے میں اپنا آدھا حصہ بیچنا چاہتا ہوں اگر آپ لوگ خریدنا

جاتے ہو تو مجھے اس کے پیسے دے دو اگر تم خرید نہیں سکتے تو میں وہ کسی اور کو بیچ دیتا ہوں۔

یہ بات سن کر حیرانگی کی انتہا نہ رہی دین محمد اور زیتون ایک بار پھر روہتے ہوئے گھر واپس چلے آئے بھائی نے ایک بار پھر دل کرچی کرچی کر دیا۔

دین محمد اور زیتون سوچوں کی گہری کھائی میں گر گئے تھے کلثوم کی شادی قریب آگئی دین محمد نے اپنی بیوی اور بیٹیوں کو منع کیا کہ یہ بات عابد کو نہ بتائیں کہ ہمارے بھائی نے آدھا گھر لینے کا کہا ہے۔

دین محمد ایک شریف انسان تھا اس نے یہ بات اس لیے چھپائی کہ کہیں عابد اور انور کے دل میں یہ بات نہ آئے کہ دین محمد اپنی بیٹی کے رشتے کے بدلے ہم سے کچھ مانگ رہا ہے لیکن دین محمد کے گھر کے جو حالات تھے عابد اور انور کو سب بتایا ہوا تھا۔

بڑی سادگی کے ساتھ کلثوم کا نکاح انور کے ساتھ کر دیا گیا محلے کی چند لڑکیوں اور عورتوں نے کلثوم کو دہن بتایا آج دین محمد اپنی بیٹی کو گلے لگا کر بہت رو دیا اور بقیہ کلثوم کو رخصت کر دیا۔

رخصت ہو کر کلثوم عابد کے گھر ہی گئی وہاں عابد اور اس کے گھر والوں نے اس کو بہت عزت دی عابد کے ابو نے کہا انور بیٹا کلثوم میرے عابد بیٹے کی بہن ہے اور تم یوں سمجھو کہ میری بیٹی تیرے گھر میں ہے۔

مجھے کبھی بھی زندگی میں کسی شکانت کا موقع نہ دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ میری اور میرے بیٹے کی عزت پر لوٹ اٹھیاں اٹھائیں۔

کلثوم سے کہا بیٹی یہ تمہارے بھائی کا گھر ہے اس گھر کے دروازے آپ لوگوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔

کلثوم کو بار بار انہوں کا خیال آ رہا تھا کہ جو ہمارے اپنے ہیں ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا اور جو غیر تھے انہوں نے میری زندگی بدل کر رکھ دی کتنا پیار دیا انہوں نے مجھے میرے اپنوں نے تو مجھے

دیکھنا بھی گوارا نہ کیا جب کلثوم ادھر ادھر دیکھتی تو کوئی بھی اس کو اپنا خوبی رشتہ نظر نہ آتا اور وہ پھر سوچوں میں ڈوب جاتی تھی آنکھوں میں نمی لے کر وہ اپنی دل ہی دل میں کہتی کہاں ہیں اپنے۔

جب کلثوم نے انور کو دیکھا تو بہت خوش ہوئی انور کا بی خود بصورت اور سلجھا ہوا لڑکا تھا انور نے کلثوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کا ساتھ لکھ دیا ہے میں ایک لاوارث لڑکا تھا عابد بھائی نے جو مجھ پر احسان کیے ہیں وہ میں ساری زندگی بھی نہیں بھول سکتا اور ہمیشہ وفا دار ہونے کی کوشش کروں گا۔

عابد نے کہا کہ میرے پاس پیسے ہیں ہم بہت جلد اپنا گھر بنا لیں گے اس وقت تک تمہاری اپنی خوشی کی بات سے تم اپنے ماں باپ کے گھر رہو یا بھائی عابد کے کلثوم انور کی باتیں سن کر بہت خوش ہو گئی دو دن بھائی انور کے گھر رہنے کے بعد عابد اور انور کلثوم کو لے کر دین محمد کے گھر آئے۔

گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں دین محمد اپنی بیٹی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور عابد کو ڈھیروں ساری دعائیں دے رہا تھا اوپر سے جان محمد اور اس کا بیٹا علی آئے کلثوم تو دیکھتے ہی اندر چلی گئی انہوں نے پانی پینا بھی گوارا نہ سمجھا اور نہ ہی بھائی سے خیریت پوچھی اور نہ کلثوم کو ملا اور جان محمد نے اپنے بھائی سے کہا کہ دین محمد میں نے تمہیں کہا تھا کہ تجھے پیسوں کی ضرورت ہے اور میں اپنی جگہ کا حصہ بیچنا چاہتا ہوں لیکن تم نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا اگر تم نے نہیں لینی تو میں کسی اور سے کہہ کر بیچ دیتا ہوں۔

اتنی بات سن کر انور بولا اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں بات کروں۔

جان محمد بڑے غور سے انور کی طرف دیکھا انور کو سب بات کا پتہ چل چکا تھا انور نے کہا تایا جان جگہ آپ کی ہے آپ بیچیں گے لیکن جگہ کی قیمت نہ آپ بتائیں گے نہ چاچو دین محمد بلکہ کسی ترفین آدمی کو

غزل
زندگی کی راہوں میں کوئی راستہ نہیں دیتا
زمیں واقف نہیں بنتی فلک سایہ نہیں دیتا
خوشی اور دکھ کے سب موسم اپنے اپنے ہوتے ہیں
کسی کو اپنے حصے کا کوئی لمحہ نہیں دیتا
اداسی جس کے دل میں ہو اسی کی خیند اڑتی ہے
کسی کو اپنی آنکھوں کا کوئی سپنا نہیں دیتا
اعضانہ خود ہی پڑتا ہے تھکا ہوا جسم اپنا جاوید
کب تک سانس چلتی ہے کوئی کاندھا نہیں دیتا

اب لوٹ آؤناں

چلو اب جان جاؤ تم
بہت انمول ہی گہرائیاں
بہت نایاب سے لمحے
شکر وقت کے پنجے میں آ کر
کھو گئے ہم سے
بہت ضدی اگر ہو تم تو
ہم بھی ہیں بہت خود سر
گمراہ بات بتلاؤ
چھڑ کے ہم نے کیا پایا
تیری خوشیاں جدا ہم سے
میرے سینے خفا مجھ سے
تیری راہیں بھی صدیوں ہی
میرے بھی دن نہیں گنتے
چلو اک پل کو سوچیں اب

کہ ان سب باتوں سے آخر کیا ملا ہم کو
چلو اب مان جاؤ تم واپس چلے آؤ

غلام فرید جاوید جگرہ شاہ مقیم

شعر

وہ ما بھی تو خدا کے دربار میں غالب
اب تم بتاؤ عبادت کرتے یا محبت
الطاف حسین گوپالنگ ٹنڈو۔ سندھ

بلا کر جلد کی قیمت لگوا لیں وہ جو قیمت بتانے کا ہمیں
منظور ہے اور آپ کی یہ جگہ آپ کی یہی کلثوم خریدے
گی یہ بات سن کر تمام کے تمام حیران رہ گئے دوسرے
دن کا نام رکھا گیا جان محمد غصے میں نت پتہ اٹھ کر چلا
گیا سب کے سامنے انور نے کلثوم سے کہا یہ جگہ تم
خریدو گی اور پیسے میں دو ٹکا اگڑ سی اور نے خریدی تو
چاچو کی عزت خاک میں مل جائے گی لوگ کہیں گے
کہ دین محمد نے گھر بیچ کر بیٹی کی شادی کر دی ہے اور
یہ میں نہیں چاہتا۔

گلے دن لوگ جمع ہو گئے عابد اور عابد کے ابو بھی
شامل تھے لوگوں نے پورے گھر کا تاپ تول کیا پھر وہ
حصوں میں تقسیم کر دیا گیا قیمت بتائی گئی کلثوم باہر آئی
انور کی دی ہوئی رقم تاپا کی گود میں رکھ دی تاپا جان محمد
بے شرم ہو کر پیسے گنتے لگا۔

کلثوم اور انور نے جگہ دین محمد کے نام کر دی
انور نے شہر والا گھر بیچ دیا اور اسی گھر میں اضافی
کمرے میں خوبصورت سا گھر بنا کر رہنے لگا کلثوم بھی
اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتی اور انور ڈیوٹی پر جاتا
سب گھر والے بہت خوش تھے لیکن انہوں نے دینے
ہوئے زخم بڑی مشکل بھرتے ہیں ہمیشہ دوسروں کا
خیال رکھا کریں۔

آپ کی دعاؤں کا طلب گار۔ حسین شاکر

فریاد

اے عشق سن فریاد میری کبھی دنیا تھی آباد میری
مہا بریم مگر کا باسی تھا اور پیار کا اتنا عادی تھا
سانس کبھی پیار سے چلتی تھی دھرن کبھی گیت سناتی تھی
نہ کھانا پینا عشق سوا نہ چہنا پھرنا عشق سوا
جب انہوں نے دل توڑا ہے اپنا کے ہم کو چھوڑا ہے
کیا کسی سے ہم فریاد کریں دن رات اسے ہی یاد کریں
اب ایسا پنا حال ہوا کہ جینا بھی دشوار ہو
اے عشق سن فریاد میری کبھی دنیا تھی آباد میری

کہاں ہیں اپنے جواب عرض 191

انوکھے روگِ محبت کے

۔۔ تحریر۔۔ انتظار حسین ساقی۔۔ 0300.6012594

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر انوکھے روگِ محبت کے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میری یہ کہانی
محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چٹکیں گے کسی سے بے وفائی
کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیخ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے مگر ایک صورت
آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان
دے سکتے ہیں ورنہ یہی چلنے دیں۔

اس نے مجھ سے طلاق لے لی۔ بعد میں پتہ چلا کہ شمیم نے تو لاہور میں کسی سے شادی کر لی ہے وہ کوئی
اور نہیں اس کا عاشق تھا جس سے وہ فون پر باتیں کرتی تھی جس کی وجہ سے اس نے دو گھروں کو تباہ بر باد
کر دیا۔ طلاق لینے کے بعد اس نے مجھ سے میری بیٹی کو چھیننے کی کوششیں شروع کر دیں۔ کیا ماں ایسی
ہوتی ہے وہ تو ماں کے نام پر بھی ایک گالی تھی اتنا کر جائے گی بھی سوچا بھی نہ تھا۔ جب بیٹی کو ماں کی
ضرورت تھی تب وہ تو میں اس کے لیے ماں تھا کیونکہ میں ہی اس کو اپنے پاس سلاتا تھا اس کے کپڑے
بھی تبدیل میں کرتا تھا اس کو پیشاب بھی میں ہی کرواتا تھا تب کہاں تھی اسکی متا تب کہاں تھی اس کی
محبت اس نے مجھ سے طلاق لیتے وقت مجھے چھوڑتے وقت ایک لمحہ بھی کے لیے بھی نہ سوچا تھا کہ میری
ایک چھوٹی سی بیٹی ہے اس کا کیا بنے گا یہ تو ابھی کتنی چھوٹی ہے مگر جب انسان اپنے پیاروں سے
بغاوت کرتا ہے پھر دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا تھا کہ چاہے جو بھی ہو جائے میں اپنی بیٹی
اس کو کسی بھی قیمت پر نہیں دوں گا۔ جس نے اس کو روٹا ہوا چھوڑ کر اپنی ایک نئی دنیا بسالی تھی۔
ادارہ جو اب عرض کی پابسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام
تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں
ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار محمد شہباز زخمی۔ شمیم۔ منزہ۔ عائشہ۔
کریمان
رائٹر۔ انتظار حسین ساقی۔ تانہ لیا نوالہ۔
ملاقاتا بھر کے راستے میں صبح کی مانند
چھنڑ گیا تھا مسافر سے رات ہونے تک
میں اس کو بھولن چاہوں تو کیا کروں آخر
وہ مجھ میں زندہ ہے میری ذات ہونے تک

زندگی کتنی مشکل ہو گئی۔ کوئی جینے ہی نہیں
دیتا۔ ہر گلی پر ہر بازار میں موت ہی موت نظر آتی
ہے کوئی بھی جگہ تو محفوظ نہیں ہے چاہے وہ گھر ہو
آفس ہو پارک۔ اتنے ڈرے ہوئے انسانوں کے
چہرے ہیں کہ سانس بھی لیتے ہیں تو کسی کو سانس نہیں
دیتا کیونکہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ گھر سے جانے
کے بعد واپس بھی خیریت سے آتا ہے کہ نہیں۔ دنیا

مارچ 2015

جواب عرض 192

انوکھے روگِ محبت کے



<http://www.urdutube.net/>

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

میں جس انسان کو بھی پوچھ لو اس کو کوئی نہ کوئی دکھ درد ضرور ہوگا کچھ درد اور دکھ ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو ہر وقت یاد آتے رہتے ہیں بلکہ ہر وقت ساتھ ساتھ رہتے ہیں کبھی ختم نہیں ہوتے انسان لاکھ کوشش بھی کرے تو ان کو بھول نہیں سکتا اور وہ دکھ انسان کی جان چھوڑتے ہیں کچھ زندگی میں حادثے ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان کی آنکھوں سے بھی اوجھل نہیں ہوتے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روگ بن جاتے ہیں سوگ بن جاتے ہیں وہ دکھ جو انسان کو محبت عشق میں ملتے ہیں وہ روگ بھی انوکھے ہوتے ہیں اور وہ سوگ بھی انوکھے ہوتے ہیں محبت کے دنیا الگ ہوتی ہے جیسے محبت کرنے والوں کی خوشیوں کو الگ مقام حاصل ہوتا ہے ایسے ہی محبت کے عشق کے غم بھی الگ درد بھی الگ سوگ بھی الگ۔ اور محبت کے روگ بھی الگ اور انوکھے ہوتے ہیں۔

میرے اندر کا انسان تو ابھی زندہ ہے
جھوٹ بولوں گا تو سولی پر چڑھ جاؤں گا

سب سے پہلے تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدمے کسی کو کوئی بیماری نہ دے اگر زندگی کی اصل قیمت جانتی ہو تو معاشرے میں معذور لوگوں کو دیکھا کرو معذور لوگوں سے پوچھا کرو کہ زندگی کیا ہے اور اس کی قیمت کیا ہے پھر زندگی کیا چیز ہے ان لوگوں سے پوچھا کرو جو ہسپتالوں میں زیر علاج ہوتے ہیں زندگی کا پتہ ہی انسان کو ہسپتالوں سے چلتا ہے دعا ہے مولا کسی کو ہسپتال نہ لائے۔ آمین۔

گر میوں کا موسم تھا جو ن کا مہینہ تھا گرم اپنے نور سے جو بن پر تھی گرمی اور جس کا یہ حال تھا کہ صبح صبح جب سورج آنکھیں کھولتا تھا تو ساتھ ہی آگ

برساتا شروع کر دیتا تھا قارئین میں گھر سے نکلا مجھے آج لاہور جانا تھا وہاں ایک ہسپتال میں میرا ایک دوست زیر علاج تھا مجھے اس کی خیریت دریافت کرنے جانا تھا گرم آج بھی ویسی تھی جیسے روز ہوتی تھی گرمیوں کے جھونکے گرمی اتنی تھی کہ دل نہیں کرتا تھا کہ گھر سے اپنے کمرے سے باہر نکلا جائے مگر انسانیت بھی ضروری تھی کسی کا پتہ لینا کسی کی تیار داری کرنا بھی ثواب ہے میں گرمی کو اپنے جسم پر سجا کر وہ پہر کو لاہور پہنچا میں ہسپتال گیا جہاں میری دوست زیر علاج تھی۔ وہ ایک سرکاری ہسپتال تھا میں جیسے ہی ہسپتال پہنچا تو مریضوں کی ایک لمبی قطار لگی ہوئی تھی ایک گرمی دوسرے دھوپ کی شدت اور پھر لوگ قطار میں لگے ایک پرچی لینے کے لیے نجانے کب سے کھڑے تھے مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ کتنی گرمی ہے اور اوپر سے کتنی دھوپ ہے اور لوگ قطاروں میں کتنے پریشان ہیں۔ اور پھر گرمی تو تھی ہی مگر جہاں مریضوں کی قطار لگی ہوئی تھی وہاں تو چھاؤں نام کی کوئی چیز نہیں تھی وہ تو کھلا آسمان تھا اس سے پہلے کہ میں اپنے دوست کا پتہ لینا وہاں پر مجھے ایک منظر نے روک لیا میرے قدم اپنے آپ ہی رک گئے۔ میں آگے ایک قدم بھی نہ چل سکا۔ میں نے اس مریضوں کی قطار میں ایسا ایسا شخص دیکھا جس کو دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو برسات کی صورت اترنے لگے وہ شخص نوجوان تھا خوبصورت تھا تندرست تھا مگر اس کی آنکھیں اور اس کے چہرے پر نجانے کیوں اسی چھائی ہوئی تھی اس کی شکل و صورت سے صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ بہت ہی پریشان ہے اس نوجوان کی جس چیز نے مجھے اس کی طرف گامزن کیا اس نوجوان کا ایک بازو تھا دوسرا ہاتھ اور بازو نہیں تھا۔ یعنی اس کا ایک ہاتھ تھا اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت سی بچی تھی جس کی عمر تقریباً دو سال تھی اس شخص نے بڑی مشکل

سرکاری ہسپتال میں مجھے ملا تھا اس نے اپنی داستان جو مجھے سنائی میں اپنے لفظوں کی مالا میں پرو کر آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

اس نے تو ڈاؤہ تعلق جو میری ذات سے تھا اس کو رنج نجانے میری کس بات سے تھا لا تعلق رہا لوگوں کی طرح وہ بھی جو اچھی طرح واقف میرے حالات سے تھا

میرا نام شہباز زخمی ہے ہم جس شہر میں رہتے ہیں اس کا نام شرقپور تھا شرقپور کے قریب ایک بہت خوبصورت گاؤں ہے وہاں رہتے ہیں۔ میری فیملی میں میری بہن میری ماں ہے اور میرے بہت ہی پیارے کرنے والے میرے والد صاحب ایک بھائی اور ایک پیاری سی معصوم سی میری بہن یعنی ہماری فیملی میں ہم دو بھائی اور ایک بہن اور امی ابو شامل تھے گھر میں میں سب سے بڑا ہوں جب میں پیدا ہوا تو میرے امی ابو نے پورے خاندان میں مشائی تقسیم کی کیونکہ میں ان کی پہلی اولاد تھا میرے بعد میری بہن پیدا ہوئی اور بعد میں بھائی میں آہستہ آہستہ بڑا ہوا تو گاؤں کے سکول میں پڑھنے چلا گیا۔ گاؤں کے سکول سے تعلیم کی آہستہ آہستہ میں میٹرک پاس کر لیا میں آگے بھی پڑھنا چاہتا تھا مگر ہمارے گھر کے حالات کچھ ایسے تھے کہ میرے چاہتے ہوئے بھی میں تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ ہمارے گھر میں اتنی غربت تھی کہ روٹی بڑی مشکل سے پوری ہوتی تھی میرے والد صاحب نے مجھے محنت مزدوری کر کے میٹرک تک پڑھایا تھا مگر آگے وہ کچھ نہ کر سکے۔ میں نے میٹرک کے بعد اپنے والد صاحب کا ہاتھ مٹانا شروع کر دیا ہم جہاں پر رہتے تھے وہاں اس گاؤں کے ایک زمیندار کے گھر میں میں نے ملازمت اختیار کر لی کیونکہ غربت میں زندگی گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے

سے اس بچی کو اپنے ایک ہاتھ سے اٹھایا ہوا تھا اور اپنے سینے سے لگا یا ہوا تھا وہ کتنا مجبور تھا اس کا ایک ہی ہاتھ تھا اور اس نے اسی ایک ہاتھ کی مدد سے بچی کو بھی سنبھالا ہوا تھا اس کی حالت دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ ایلو یہ انسان ایک ہاتھ سے معذور ہے اور دوسرا اتنی گرمی میں کھڑا ہے ایک خوبصورت پھول کو اپنے گلے سے لگائے ہوئے ہے میرے ذہن میں بہت سارے سوالوں نے جنم لیا کہ یہ کون سے کہاں رہتا ہے اس کا بازو ایک کیوں ہے کیا ہوا کوئی حادثہ ہوا کہ شروع سے اس کا ہاتھ ایسا تھا اور اس کے ساتھ یہ بچی کون ہے اس سے اس کا کیا رشتہ ہے اگر اس کی بیٹی ہے تو اس کی ماں کہاں ہے میں چلتا ہوا قطار میں اس شخص کے پاس چلا گیا میں نے اس کو سلام کیا سلام کا جواب کے بعد میں نے اس سے کہا بھائی جان آپ اپنی بچی مجھے دے دیں آپ بہت مشکل سے کھڑے ہیں میں کافی دیر سے آپ کی حالت کو دیکھ رہا ہوں اس نے بچی مجھے دے دی میں نے اس کو بھی سی پری کو خوبصورت پھول کو اٹھالیا۔ میں چھاؤں میں بیٹھ گیا اس کی نظروں کے سامنے اس نے بڑی مشکل سے اپنی باہری آنے پر پرچی لی جس سے اس نے دو آئی یعنی مٹی وہ پرچی لے کر میرے پاس آیا میرا شکر یہ ادا کیا میں نے اس سے پوچھا۔

آپ کون ہیں یہ بچی کون ہے۔ اور آپ کا ایک ہاتھ کو کیا ہوا ہے کیا اس بچی کی ماں نہیں ہے اگر ہے تو وہ کہاں ہے۔ اس کو میں نے اپنا تعارف بھی کروایا کہ میں جواب عرض کا رائٹر ہوں شاعر اور صحافی بھی ہوں اس نے کہا۔

بھائی جان یہ ایک لمبی داستان ہے میں آپ کو بتاتا ہوں آپ اس کو جواب عرض میں ضرور لکھنا کیونکہ ہو سکتا ہے کوئی انسان میری اس داستان سے سبق حاصل کرے قارئین اس معذور انسان جو

تھیں۔ اور ساتھ ساتھ ڈھولک کی تھاپ پر رقص بھی کر رہی تھیں اسکے گیت کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر بہت پیاری بہت سنہرے وہاں ان لڑکیوں میں ایک لڑکی جو میری کزن تھی وہ بھی گیت گار رہی تھی۔

ہم یار ہیں تمہارے
ہم پیار ہیں تمہارے
ہم سے ملا کرو۔
کوئی شکوہ اگر ہو
ہم سے ملا کرو
ہم سے گلہ کرو
ہم یار ہیں تمہارے۔

وہ یہ گیت گار رہی تھی اور بہت پیاری لگ رہی تھی اس کے لیے گھنے سیاہ بال اس کی خوبصورتی اور دلکشی میں اور بھی اضافہ کرتے تھے وہ بہت پیاری تھی وہ ہمارے خاندان سے الگ ہی نظر آ رہی تھی کیونکہ وہ ناہور میں کسی کوچھی پر کام کرتی تھی۔ اور لاہور کی آب و ہوا اور پھر امیر لوگوں کے گھروں میں رہنا کچھ تو فرق پڑتا ہے ماحول کا اس لیے میری وہ کزن جس کا نام شمیم تھا وہ بہت ماڈرن اور خوبصورت تھی مجھے آج تک کوئی لڑکی کا خیال تک نہیں آیا تھا کیونکہ سارا دن تو محنت مزدوری کرتے گزر جاتا تھا ابھی ناٹم نہیں ملتا تھا۔ وہ لڑکی میری آنکھوں کے راستے دل میں اترتی چلی آئی مہندی کی رسم کے بعد جب سارے میلے والے اکٹھے ہوئے تو شمیم سے بات ہوئی اس نے مجھے اپنا فون نمبر دیا اور یوں اس کے ساتھ بات ہونے لگی۔ اور دھیرے دھیرے آہستہ آہستہ آپ کی محبت میں میں گرفتار۔ تاکہ۔ اور یوں میں نے شمیم سے کہہ دیا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور شمیم نے بھی کہا کہ شہباز میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں یوں ہماری محبت دن بدن پروان چڑھتی گئی۔ دن رات فون پر

مگر چاہتا تھا کہ کوئی اچھی سی جا مل جاتی میں بھی اپنے خاندان اپنی فیملی کے لیے کچھ کر سکتا مگر شاید یہ قسمت نہیں ہی در بدر کی ٹھوکریں تھیں میں بھی کہنے لگا اور آہستہ آہستہ ہمارے گھر کی غربت میں کچھ کچھ خوشحالی آنے لگی میں جوان ہو چکا تھا اور میری بہن بھی جوان ہو چکی تھی گھر والے چاہتے تھے کہ سب سے پہلے عائشہ کی شادی کر دی جائے کیونکہ جب گھر میں بیٹی جوان ہو جائے تو والدین کو راتوں کو نیند تک نہیں آتی۔ بس یہی سوچ ہوتی ہے کہ جلدی سے جلدی دبا پنے گھر والی ہو جائے اب گھر والے چاہتے تھے کہ عائشہ میری بہن کی شادی ہو جائے اور ساتھ ہی میری بھی شادی ہو جائے مگر ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میرے پاس تو اپنا گھر بھی نہیں تھا ہم تو کرایہ کے گھر میں رہتے تھے میں نے اپنے ابو امی سے کہا۔

آپ عائشہ کی شادی کر دیں میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا ہوں مگر وہ تھے کہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھے تھے۔

ساتھ ہی کرنی ہے شادی آپ کی بھی۔ میں نے میری بہن نے میری امی نے اور ابو۔ چھوٹے ہائی نے ہم سب نے بہت محنت کی اتنی محنت کی کہ ہم سب لوگ اکٹھے محنت مزدوری کرتے تھے اور یہ وہ وقت بھی آ گیا جب ہم نے اپنا گھر لے لیا چھوٹا سا سر چھپانے کا ایک چھت تو ملی ہمارے کزن کی شادی بھی ہم سب لوگ بھی شامل تھے میں پہلی بار کسی خاندان کی شادی میں شریک تھا ہمارے خاندان والے بھی کوئی امیر لوگ تو نہیں تھے وہ بھی مزدوری کر کے روٹی کمانے والے تھے غریب لوگوں کی شادیاں بھی بہت سادگی سے ہوتی ہیں یہ شادی بھی ایک عام سی اور غربت کے مارے ہوئے لوگوں کی تھی جس میں کوئی بھی امیر نہیں تھا شادی کی رسم بھی مہندی کی دباں پر چند لڑکیاں گیت گار رہی

کے بچے ہوئے کپڑے ہم لوگ استعمال کرتے ہیں شہباز میرا مرنے کا جینا آپ کیساتھ ہے زندگی کے ہر موڑ پر آپ کے ساتھ ہوں ہر منزل پر تیرے ساتھ ہوں اور یوں مستقبل کے خواب بننے ہوئے رات گزر گئی۔ شادی کے بعد ہمارے دونوں خاندان کی زندگی میں بہت خوشیاں تھیں میری بہن عائشہ بھی عمران کے ساتھ بہت خوش تھی میں اور شمیم بھی بہت خوش زندگی گزار رہے تھے اسدن ہماری زندگی کی خوشی کی انتہا تھی جب مجھے ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک ساتھ دو بیٹیاں دیں یعنی میرے گھر میں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں میں بہت خوش ہوا۔ میری کہ میں ایک دن میں دو بیٹیوں کا باپ بن گیا ہوں زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں میں چاہے جتنا غریب تھا مگر شمیم کے لیے روز فروٹ اور اچھی اچھی خوراک کا بندوبست کرتا تھا میں نے ہر خواہش کو شمیم کے ساتھ منسوب کر دیا تھا۔ میں ان اس کی ہر خواہش کو پورا کیا جو شمیم نے کہا میری جتنی اوقات تھی میں نے اس سے بڑھ کر اس کی تمام ضروریات زندگی کو پورا کیا میری زندگی میں جتنی خوشیاں تھیں سب ایک دم بدل گئیں نجانے کس کی نظر لگ گئی ہمارے پیار کو ہماری زندگی کی تمام خوشیاں اجڑ گئیں سب خواب بکھر گئے ساری خوشیاں ماتم میں تبدیل ہوئیں زندگی اجڑ گئی۔ پر باد ہو گئی زندگی میں کچھ بھی نہ رہا تھا میری ایک بیٹی بہت بیمار تھی الماس۔ الماس کو نجانے کس کی نظر لگی وہ دو ماہ کے بعد اس دنیا سے چلی گئی اللہ کو پیاری ہو گئی میری بیٹی الماس مجھے بہت پیاری تھی میرے جگر کا ٹکڑا تھی مگر جیسے اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اس پاک ذات نے وہی تھی اس پاک ذات نے واپس لے لی اب میری دوسری بیٹی منزہ تھی ہماری محبت کا مرکز اب منزہ بیٹی تھی ہم منزہ سے بہت پیار کرتے تھے اس کے دم سے ہی میرے سونے آئین میں رونق تھی ہر طرف

باتیں ہوتی تھیں ہم نے ایک دوسرے کو بہت سارے گفت دینے بہ دونوں ایک دوسرے سے اتنی محبت کرتے تھے کہ دونوں کا ایک بل بھی ایک دوسرے سے الگ رہنا مشکل تھا ہم نے بہت عہد و پیمان کیے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے مرنے کی قسمیں کھائیں ہماری محبت کی خبر ہمارے گھر والوں کو پتہ بھی چل چکا تھا اور یوں ایک دن میرے گھر والے شمیم کے گھر اس کا رشتہ لینے چلے گئے شمیم کے گھر والوں نے رشتہ تو دے دیا مگر ساتھ ایک شرط بھی رکھ دی انہوں نے کہا۔ آپ عائشہ کا رشتہ ہمارے بیٹے عمران کو دے دیں اور ہم آپکو عائشہ کا رشتہ شہباز کے لیے دے دیتے ہیں میرے گھر والے تو مان گئے مگر مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا وٹے سٹے کی شادی اکثر ایسی شادیاں فلاپ ہو جاتی ہیں مگر میرے گھر والے تو بہت خوش تھے کہ عائشہ کا رشتہ بھی ہو جائیگا اور ساتھ میرا بھی اور یوں ہماری شادی ہو گئی عائشہ کو بھی وہ بیاہ کر لاہور لے گئے اور میں اپنی محبت شمیم کو بیاہ کر اپنے گاؤں لے آیا آج ہماری سہاگ رات تھی جو زندگی میں شاید ایک بار آتی ہے میں پہلی رات اپنی بیوی سے ایک بات کہی شمیم ہم بہت ہی غریب ہیں اور سادہ بھی ہیں میرے گھر والے بھی بہت سادہ سے ہیں آپ شہر لاہور کی رہنے والی ہیں وہ لوگ اور طرح کے تھے جہاں آپ رہتی تھیں جہاں ہم رہتے ہیں یہ ایک گاؤں ہے اور ہم محنت مزدوری کرنے والے ہیں پلیز یا تم ہمارے ساتھ مل جل کر رہنا اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتانا مگر بھی ہم سے دور نہ ہونا کبھی ناراض نہ ہونا۔ کبھی میرا ساتھ نہ چھوڑنا۔ شمیم نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

شہباز میں بھی ایک غریب گھرانے سے ہوں میرے گھر والے بھی لاہور میں کونھیاں پر کام کرتے ہیں اور میں بھی ایک کوشی پر کام کرتی تھی امیر لوگوں

چہل پہل اس کی آوازوں سے تھی کچھ دنوں سے میری بیگم میرے ساتھ کچھ خفا خفا تھی۔ میری بیگم کچھ بدلی بدلی سی رہنے لگی میرے ساتھ بھی اچھے انداز میں بات نہ کرتی تھی اور اکثر امی ابو کے ساتھ بھی اس کا اچھا سلوک نہیں تھا میں نے کافی اس سے پوچھا شمیم آپ کو کیا ہو گیا ہے تم اتنی تبدیل کیوں ہو گئی ہے کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ مگر وہ بتی کہ کچھ بتاتی ہی نہ تھی میرے ساتھ سیدھے منہ بات تک نہیں کرتی تھی میں بہت پریشان تھا کہ اتنا پیار کرنے والی بیوی کو آخر ہو کیا گیا ہے ایک دم اس نے مجھے بہا۔

شہباز مجھے اس گاؤں میں نہیں رہنا چلا لاہور چلتے ہیں یہاں بھی مزدوری کرتے ہیں وہاں بھی مزدوری کریں گے مگر میں اپنے ماں باپ کو بھائی کو کسی قیمت پر بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا بس اسی وجہ سے س نے مجھ سے بات بات پر لڑنا شروع کر دیا میرے ساتھ بدتمیزی کرتی مگر میں اس کو کچھ بھی نہیں کہتا تھا کیونکہ وہ میری محبت تھی میری بیٹی کی ماں تھی اس نے ایسے ہی اپنے گھر اپنے بھائی عمران کو فون کر دینا کہ شہباز نے مجھے بہت مارا ہے وہ میری بہن عائشہ کو مارتا اس کو گالیاں دیتا مگر میری بہن عائشہ ایسی اچھی تھی کہ نبھانے کوئی بار اس کو اس کے شوہر نے مارا پتا مگر اس نے بھی ہمارے ساتھ کوئی بات نہیں کی تھی برعکس میں چھوٹی موٹی باتیں تو ہوتی رہتی ہیں وہ روز بہانے بہانے سے لڑائی کرتی اور پھر اپنے بھائی کو فون کر دیتی کہ بھائی مجھے شہباز نے بہت مارا ہے پتا ہے وہ ایسے ہی بلا وجہ میری بہن کو مارتا تھا میں خود حیران تھا کہ پتہ نہیں شمیم ایسا کیوں کر رہی ہے اس کی وجہ کیا ہے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر میں نے شمیم کی بات مان لی اور میں لاہور اس کے ساتھ آ گیا۔ ہم کچھ دن لاہور مگر مجھے وہاں کا ماحول پسند نہیں آ رہا تھا شمیم کے گھر کا ماحول بہت اوپن قسم کا تھا بہت ماؤرن تھے وہ سب لوگ

سارا سارا دن گھر سے غائب رہتے تھے ان کی لڑکیاں بھی بہت بولڈ قسم کی تھیں مجھے ماحول کچھ اچھا نہ لگا اور میں نے شمیم کو لے کر واپس آ گیا اپنے گاؤں شمیم کو مجھ پر بہت غصہ تھا کہ میں نے اس کی مرضی کے مطابق لاہور میں کام نہیں کیا شمیم کی بے تمیزی اور اس کا میرے ساتھ سلوک بہت برا ہوتا جا رہا تھا شمیم کی چال چلن بھی بدلا بدلا ہوا تھا۔

دکھ جو اپنے حصے کا ہے سہنا ہوگا
ہنسنا ہوگا اور خاموش بھی رہنا ہوگا
میری بیگم اتنی بدل چکی تھی وہ اپنی بیٹی کو بھی ناگم نہیں دیتی اس کو اپنی بیٹی کی بھی پروا نہیں تھی وہ اپنی مرضی سے اٹھتی تھی اپنی مرضی سے سوتی تھی شمیم نے کھانا بنانا بھی چھوڑ دیا تھا وہ بھی امی بتاتی تھی وہ اتنی لاغر تھی اور بے حس ہو چکی تھی کہ بیٹی اس کے سامنے روٹی رہتی مگر وہ اس کو دودھ بنا کر نہیں دیتی تھی اگر بیٹی نے پیٹا پ کر دیا اس کے پیڑے خراب ہو گئے تو اس کو کوئی پروا نہیں ہوتی تھی وہ سب کچھ مجھے خود کرنا پڑتا تھا بیٹی کو دودھ دینا اس کے پیڑے تبدیل کرنا اس کو نہلانا سب کام میں کرتا تھا دوسرے لفظوں میں میں ہی اس کا باپ تھا اور میں ہی اس کی ماں تھا وہ سوچاتی تھی اور میں اپنی بیٹی کو ساری ساری دیکھ لیاں سناتا رہتا تھا اگر رات کو بیٹی کو دودھ دینا ہوتا تو بھی میں بنا کر دیتا اگر اس کے پیڑے گیلے ہو جاتے تو وہ بھی میں ہی تبدیل کرتا تھا وہ تو پھر کی بن گئی تھی جس کو اپنے خون کی پروا نہیں تھی۔ پتا نہیں وہ کیسی ماں تھی وہ تو ماں جیسی عظیم ہستی کے نام پر بھی ایک لعنت بن گئی تھی جس ماں کو اپنی بیٹی کا احساس نہیں وہ کسی اور کا احساس کیا کرے گی۔ دھوپ بہت تیز تھی اور جس جگہ پر ایک درخت کے سائے میں چار پائی پر میری بیٹی سوئی ہوئی تھی اس پر چھاؤں ڈھل گئی اور دھوپ آگئی میں کام میں مصروف تھا میں نے شمیم سے کہا۔

منزلہ بنی کو دھوپ سے اٹھا کر چھاؤں میں ڈال کر رکھی ہے۔

اس نے میری ایک نہ سنی اور وہ نجانے کس کا ساتھ فون پر بات کرتی رہی مجھے بہت غصہ آیا مگر میں نے کچھ نہ کہا اور خود ہی بنی کو اٹھا کر چھاؤں پر ڈال دیا میں اس دن ذہنی طور پر بہت پریشان تھا کہ اس کو ذرا بھی احساس نہیں ہے ہم سب کا یہ سنی بیوی ہے یہ کیسی میری جیون ساتھی ہے میں سوچ رہا تھا اب کیا کروں اس کو چھوڑ دو اس کا طلاق دے دوں پھر خیال آتا یہ میری محبت ہے پھر خیال آتا چھوٹی سی بنی کہاں جائے گی پھر خیال آتا میری بہن کا کیا ہوگا۔ میرے ذہن میں ایسے خیالات تھے کسی مشین میں جلتا تھا کہ میں گاؤں میں مشین پر کام کر رہا تھا مشین پر کام کرتے ہوئے میرے دل میں صرف اور صرف شیم کی پریشانی اور اس کا غلط سکون تھا تو کا مشین بھی میں چارہ لگا رہا تھا اس مشین میں کبیر سے ذہن تو شیم کی طرف تھا اچانک میرا ہاتھ اس نوکا مشین کے اندر آ گیا اور مجھے اس وقت پتہ چلا جب میرا ہاتھ کٹ چکا تھا خون کے پھوارے جاری تھے ہر طرف خون بنی خون تھا سب گھروالے بھاگ کر میرے پاس آئے شیم بھی آگئی۔ اور گھر میں اکی کھرام بچ گیا تھا میں بے ہوش ہو گیا تھا گاؤں کے چوہدری نے جس کے پاس ہم کام کرتے تھے اس نے مجھے اپنی گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال لے آیا جب مجھے ہوش آیا تو میرا ہاتھ کٹ چکا تھا اور اس پر پٹی لگی ہوئی تھی میری امی ابو اور باقی رشتہ دار سب رو رہے تھے اور ساتھ شیم بھی۔

ایک ہفتہ ہسپتال میں رہا پھر گھر آ گیا۔ ہمارے چوہدری نے ہماری بہت خدمت کی بہت مدد کی سارا خرچہ برداشت کیا اور پھر پورے گاؤں والوں نے بھی ہماری بہت مدد کی پیسے بھی دیئے تھانا وغیرہ بھی دیا لاکھ سے اوپر خرچہ

آ گیا تھا۔ عمر بہت اچھے لوگ تھے سارے گاؤں والے جنہوں نے ہمارا بہت خیال رکھا بہت مدد کی آہستہ آہستہ میرا زخم ٹھیک ہونے لگا مگر شیم کو کچھ احساس اب بھی نہیں ہوا تھا بلکہ اب تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بے تمیزی کرتی تھی اس کو اتنا احساس تک نہیں تھا کہ پہلے اس کی وجہ سے اس کی پریشانی کی وجہ سے میں معذور ہو گیا تھا ہمیشہ کے لیے دوسروں کا محتاج ہو گیا ہوں اصل میں اب مجھے پتہ چل گیا تھا کہ وہ میرے ساتھ خوش نہیں تھی وہ کسی اور سے محبت کی باتیں کرتی تھی وہ کسی اور کے ساتھ سیٹ ہو چکی تھی وہ بہت خراب ہو چکی تھی وہ مجھ سے طلاق لینا چاہتی تھی۔

ہم تو سمجھے تھے کہ اک زخم ہے بھر جائے گا
کیا خبر تھی کہ رگ جاں میں اتر جائے گا
وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ تو پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا

انسانیت تو یہ تھی کہ میں ایک ہاتھ سے معذور ہو چکا تھا اس کو میرا ساتھ دینا چاہیے تھا میں جیسا بھی تھا میرا حوصلہ بڑھانا چاہیے تھا مگر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور ایک دن بغیر بتائے گھر سے چلی گئی اور گھر جا کر سب کو بتایا کہ شہباز کے گھر والوں نے مجھے بہت مارا ہے انہوں نے میری بہن کو بہت مارا اور اس کو گھر سے نکال دیا ۱۰ پجاری گھر آگئی دنیا اجڑ گئی میرا گھر بھی تباہ ہو گیا اور ساتھ میری بہن کا گھر بھی اور وہ اتنی ظالم تھی کہ اپنی چھوٹی سی بیٹی کو چھوڑ کر لاہور اپنے نئے عاشق کے لیے چلی گئی اب ایک تو میں ایک ہاتھ سے معذور دوسرا چھوٹی سی بیٹی زندگی عجیب موڑ پر لے آئی تھی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی بچی بہت روتی تھی امی ابو اور چند خاندان کے لوگ شیم کے گھر گئے اور کہا کہ بچی کی طبیعت بہت کراب سے آپ لوگ لڑائی ختم کریں اور ایک دوسرے کے گھر میں امن اور سکون سے زندگی

گزارش شیم پھر سے میرے گھر آگئی اور میری بہن ان کے گھر چلی گئی۔

چند دنوں کے بعد ہی میرے گھر میں ایک قیمت نوٹ پڑی جب ہمیں پتہ چلا کہ میری بہن گھر سے فرار ہو کر دارالامان میں چلی گئی ہے دارالامان سے پتہ کیا تو عائشہ پھوٹ پھوٹ رونے لگی ہم اسے گھر لے آئے۔ عائشہ نے بتایا کہ اس کا بھائی یعنی شیم کا بھائی عمران بہت بے غیرت انسان ہے بہت ہی کمینہ شخص ہے اس نے مجھے بہت مارا ہے اور کہتا ہے۔

اگر آپ کو اس گھر میں رہنا ہے تو آپ کو میری باتیں ماننا ہوں گی جس طرح میں چاہتا ہوں وہی آپ کو کرنا ہوگا عائشہ نے بتایا کہ اس کا بے غیرت شوہر عمران اسے بتاتا تھا کہ تم رات کو میرے دوستوں کے چلی جایا کرو اور ان کا دل بہلایا کرو انکا بستر گرم کیا کرو اور روز ہی اپنی کمائی لایا کرو یعنی مجھے جسم فروشی کرنے کو کہا۔ میں نے کہا۔

تم اتنے بے غیرت ہو جاؤ گے تم اتنے گرجاؤ گے تم اتنے کیسے ہو جاؤ گے میں یہی سوچ بھی نہیں سکتی تھی بس مجھے اس بات سے اس نے مجھے بہت مارا پینا اور مجھے دارالامان میں چھوڑ آئے مجھے بہت افسوس ہوا کہ کتنے گھٹیا اور کتنے بے غیرت انسان ہیں میں نے شیم کو پاس بٹھایا اور اس کو سمجھایا اور کہا۔

شیم تم میری محبت ہو تم سے میں نے محبت کی ہے میں نے محنت مزدوری کر کے آپ کی تمام ضروریات زندگی کو پورا کیا ہے مگر تم نے اور تمہارے خاندان والوں نے اچھا نہیں کیا ابھی بھی وقت ہے اسے بھائی کو سمجھاؤ کہ انسان بن جائے اور دو گھروں کو اجرنے سے روک لو میں نے کہا میں ایک ہاتھ سے معذور ہوں مگر میں پھر بھی ایک ہاتھ سے اتنا کچھ کمالوں گا کہ تم کو بھوکا

نہیں رہنے دوں گا میرا ہاتھ بن جاؤ میرا ساتھ بن جاؤ۔ ارے اگر انسان کا اگر کوئی اعضا ناکارہ ہو جائے تو اس کو پھینک نہیں دیتے بلکہ اس کو اپنے گھر سے لگا لیتے ہیں۔

نشہ پلا کر گرانا تو سب کو آتا ہے مزا تو تب ہے گرتوں کو تھا م نے ساقی میں نے کہا شیم تم میرا نہ سہی اپنے لیے نہیں مگر اس چھوٹی سی جان کی طرف دیکھو اس کو اپنی ماں کا پیار دو اس کو متا دو اس کی توجہ دو اس کی حالت پر رحم کرو مگر شیم نے میری ایک نہ مانی اور ایک رات مجھے اور میری بیٹی منزوہ کو چھوڑ کر چلی گئی میں نے کافی تلاش کیا مگر وہ نہ ملی کچھ دنوں کے بعد پتہ چلا کہ وہ لاہور اپنے بے غیرت بھائی کے پاس اپنے خاندان اور فیملی کے پاس ہے ادھر بیٹی کو بخار ادھر میرا ایک ہاتھ دوسرا میری بہن کا دکھ تیسرا غربت کے دھیرے بہت ہی مشکل تھا ایسے حالات میں زندہ رہنا عائشہ کو اولاد نہیں تھی وہ میری بیٹی کو ماں کی طرح سنبھالتی تھی اور بہت خیال رکھتی تھی۔

اس نے مجھ سے طلاق لے لی۔ بعد میں پتہ چلا کہ شیم نے تو لاہور میں کسی سے شادی کر لی ہے وہ کوئی اور نہیں اس کا عاشق تھا جس سے وہ فون پر باتیں کرتی تھی جس کی وجہ سے اس نے دو گھروں کو تباہ بر باد کر دیا۔ طلاق لینے کے بعد اس نے مجھ سے میری بیٹی کو چھیننے کی کوششیں شروع کر دیں۔ کیا یاں ایسی ہوتی ہے وہ تو ماں کے نام پر بھی ایک گالی بھی اتا کر جائے گی بھی سوچا بھی نہ تھا۔ جب بیٹی کو ماں کی ضرورت تھی تب وہ تو میں اس کے لیے ماں تھا کیونکہ میں ہی اس کو اپنے پاس سلاتا تھا اس کے کپڑے بھی تبدیل میں کرتا تھا اس کو پیشاب بھی میں ہی کرواتا تھا تب کہاں تھی اسکی متا تب کہاں گئی اس کی محبت اس نے مجھ سے طلاق لیتے وقت مجھے چھڑتے وقت ایک لمحہ بھی کے لیے بھی نہ سوچا تھا

کہ میری ایک چھوٹی سی بیٹی ہے اس کا کیا بنے گا یہ تو ابھی گئی چھوٹی سے مگر جب انسان اپنے پیاروں سے بغاوت کرتا ہے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا تھا کہ چاہے جو بھی ہو جائے میں اپنی بیٹی اس کو کسی بھی قیمت پر نہیں دوں گا۔ جس نے اس کو روٹا ہوا چھوڑ کر اپنی ایک نئی دنیا بسالی تھی۔

وقت گزرتا گیا میں مرنے تو سکتا تھا لیکن اپنی بیٹی اس کو دینا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی دوں گا۔ وہ اپنے نئے شوہر کے ساتھ خوش ہے مگر ہماری زندگی برباد کر کے اس نے اچھا نہیں کیا میری بیٹی کو تین روز سے بخار ہے میں اس کو آج ہسپتال لے کر آیا ہوں لائین میں پرچی بیٹے سے مجھے بہت دیر ہو گئی میرا ایک ہاتھ بھی نہیں ہے ایک ہاتھ سے معذور بھی ہوں اور اوپر سے یہ چھوٹی سی جان ہے اس کو بھی سنبھالنا ہوتا ہے۔

اپنا مٹی کا دیا تو زندہ لینا یا رو

جب کبھی چاند کو آگین میں اترتے دیکھو جی قارئین کرام یہ بھی لاہور کے ایک سرکاری ہسپتال میں ایک ہاتھ سے معذور انسان کی داستان یہ سنگر میری آنکھوں سے بھی آنسوؤں کے قطرے گر رہے تھے۔

محمد شہباز زشی نے چند ضروری باتیں کہیں کہ میری یہ باتیں تمام دنیا کے لوگوں کو ضرور بتادیں۔ اس نے اپنی برسی آنکھوں سے کچھ باتوں کو یوں کہا کہ میں جواب عرض کے تمام قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ پلیز میرے لیے اور میری بیٹی کے لیے صحت کی دعا کریں اور مجھے افسوس اس بات کا نہیں ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ جب میں ٹھیک تھا کیا تھا تب تو وہ میری بیوی بھی تھی میری محبت بھی تھی مجھ سے محبت بھی کرتی تھی مگر جیسے ہی میرا ہاتھ کٹ گیا

اس کی محبت بھی بدل گئی۔ چاہت بھی اور اس کی ممتا بھی میں تمام لوگوں سے درخواست کرتا ہوں زندگی میں عروج زوال آتے رہتے ہیں غربت امیری آتی رہتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے ہاتھ کان آنکھ پاؤں دوہ لے بھی سکتا ہے اس لیے کسی کو ایسے حالات میں تنہا مت چھوڑنا جب کسی کو اس کی ضرورت ہو جیسے میری بیوی نے مجھے معذور سمجھ کر بنا کارہ سمجھ کر چھوڑ دیا مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس آج بھی دس بارہ ہزار روپے کما لیتا ہوں جس سے ہماری روزی روٹی چل رہی ہے مگر یہ دنیا مکافات عمل ہے اس کو ہمارے ساتھ کی گئی زیادتی کا بدلہ ضرور دینا ہوگا۔ اور وہ دن دور نہیں ہے

بھی درد ملے تو ضرور سوچنے کا

کیسے نوقی ہے ہجرے ماروں پر قیامت

قارئین کرام یہ بھی زخمی داستان انوکھے روٹ محبت کے امید ہے کہ ضرور آپ کو پسند آئے گی آپ لوگوں کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا آپ تمام لوٹ اپنی رائے اگر ایک ایس ایم ایس یا ایک منٹ کی کال کر کے بھی سرویں گے تو میرا حوصلہ اور بلند ہو جائیگا تمام شریک حیات ایک جیسی نہیں ہوتیں مرنے والے بھی ایسے توڑنے نہیں چاہیے کسی سے ساتھ اگر تم بنا نہیں کر سکتے تو اس کے ساتھ تعلق بھی بڑھاؤ ہی نہیں۔ کبھی جھوٹ نہ بولو اور کبھی کسی کو دھوکا نہ دیں بس محبت کریں محبت ہی ساری دنیا میں بانٹ دیں کیونکہ یہ دنیا محبت کے دم سے ہی قائم ہے اپنی یہ تحریر قرآن العظیم یعنی۔ شاہین حیدر رخصانہ ملک اور بہت ہی پیاری اور سویت سی سندری کزن مس مار یہ شامل کے نام کرتا ہوں۔

ماں تجھے سلام

-- تحریر۔ حسن رضا۔ رکن سٹی۔ 0345.4552134

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر ماں تجھے سلام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں یہ ایک بہترین کہانی
ہے اسے پڑھ کر آپ جو تلمیں گے ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں
شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ
ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹرز ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ماں جی ایک سول پوچھتا ہے آپ سے آپ برا
تو نہیں مانیں گی؟
نہیں بیٹا آپ پوچھو۔ ماں جی آپ مجھے مانگنے
والی نہیں لگتی۔ ضرور آپ کے ساتھ کوئی غلط ہوا ہے
۔ ماں جی بولیں ناں پلیز۔

میں ادھر ہی اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا
تھا اس خاتون کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔
ہاں بیٹا میں واقع بھیک مانگنے والی نہیں ہوں
بس حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ میں بھیک پر
مجبور ہوئی ہوں۔

ماں جی کیا آپ اپنا دکھ میرے ساتھ اپنا بیٹا سمجھ
کر بانٹ سکتی ہیں۔

بیٹا تم سب جان کر کیا کرو گے۔؟
ماں جی پلیز بتائیے ناں۔

اچھا بیٹا تمہک سے بیٹا میں آپ کو اپنے متعلق
سب کچھ بتا دوں گی لیکن آج تمہیں کل اسی نام اسی
جگہ پر آ جانا میں تم کو اسی جگہ پر ملوں گی۔
شکر یہ ماں جی۔

میں کل اسی جگہ اسی وقت آ جاؤں گا خدا حافظ۔
ہم گاڑی میں بیٹھ کر گئے صائم ڈرائیو کر رہا کہ
مجھے پتہ چلا ہی نہیں کہ میں کن گہری سوچوں میں کہ

ماں کی محبت مستحکم ماں کے پیار میں ذرا سی بھی
ملاوٹ نہیں ہے ماں کی محبت بالکل پابیزہ
وشفاف ماں دنیا کی عظیم ہستی ہے ہے ماں کہنے کو تو
ایک بہت چھوٹا سا نقطہ ہے لیکن یہ اپنے اندر محبتوں کا
ایک لامحدود ذخیرہ ہے جمع رکھتا ہے جو ماں کی صرف
قدر کرنے والا ہی جان سکتا ہے ماں ہی تو ہے جو اس
دنیا میں سچا رشتہ ہے جو بغیر لالچی کے اپنا فرض نبھاتی
ہے خدا را اپنی ماں کی قدر کرنا سیکھو جو اپنی ماں سے
منہ پھیر لے گا کل قیامت کے دن اللہ رب العزت
اس بندے سے منہ پھیر لیتے گا۔

پچھلے دنوں کی بات ہے کہ میں کسی کام کے لیے
اسلام آباد جا رہا تھا ایک دوست کے ساتھ ہمارا سفر
کافی خوشگوار گزرا ہم اسلام پینچے تو سگنل پہ گاڑی کو
روکنا پڑا جب گاڑی رکی تو اسی وقت ایک خاتون آگئی
بیٹا اللہ کے نام پر دے دو کچھ بھوک لگی ہے کچھ کھا لوں
گی میں اس خاتون کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا وہ
مانگنے والی نہیں تھی ضرور حالات سے مجبور کر کر شاید
اسے یہ کام کرنا پڑا ہو صائم یا گاڑی سائینڈ پہ کرو۔
کیوں۔؟

یار کرو ناں جلدی۔ ماں جی رکیے۔
جی بیٹا کیا کہنا ہے۔؟



Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

صائم نے کہا حسن یا رکھاں کو گئے ہو۔

چلو یار۔ ہم دونوں ایک ہوٹل میں چلے گئے کھانے کا آرڈر دیا یار صائم پتہ نہیں اس کے بیٹوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا میں یہ سب کچھ جاننے کے لیے بہت بے تاب تھا حسن تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ خاتون واپس اس جگہ پر کل آئے گی کیا۔

ہاں یار وہ ضرور آئے گی یار کیسے ظالم بنے ہیں کسی ظالم اولاد ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ ایسا کیا کہ وہ بھیگ مانتے پر مجبور ہوگئی وہ ماں جس کے پیار میں کوئی ملاوٹ نہ تو دکھاوے کے لیے پیار محبت کرتی ہے نہ لالچ کی خاطر خیر ہم نے کھانا کھایا فارغ ہوئے وہاں سے تو میں نے کہا صائم جو بھی کام ہے تم آج ختم کر لو پلیز اچھا یار ٹھیک ہے۔

دوسرے دن صائم اور میں مظلومہ جگہ پر اسی نام پر پہنچ گئے لیکن اگلی تک وہ خاتون نہیں آئی تھی ہم دونوں اس کا انتظار کر رہے تھے صائم یار مجھے لگتا ہے کہ وہ۔۔۔ یار تو کچھ دیر اور رک جانا۔ ابھی ہم گفتگو میں ہی تھے کہ وہ خاتون دور سے آئی ہوئی دکھائی دی وہ دیکھ کر صائم وہ آگئی۔

اسلام علیکم بیٹا۔

والسلام علیکم اسلام۔ اماں جی کیسی ہیں آپ بیٹا میں ٹھیک ہوں تم لوگ سناؤ کیسے زندگی گزر رہی ہے۔ اماں جی ہم بھی ٹھیک ہیں آؤ اماں جی ادھر پارک میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں ادھر ہم ہی قرعہ ایک پارک میں اس خاتون کے ساتھ بیٹھ گئے اس کے ساتھ کیسا ظلم ہوا اس کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام عائشہ ہے مجھے ماں باپ نے جب گھر میں بیاہ کے دیا تھا وہ لوگ بھی کافی اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے میرا ایک بی بی بیٹا تھا جس کا نام زبیر تھا جب وہ بڑا ہوا تو اس کی شادی کی ہم نے ایک نیا فرد ہمارے گھر میں آگیا تھا آخر دن گزرتے رہے زبیر کا ادھر ہی آفس میں کام ہوتا تھا وہ صبح جاتا اور شام کو

واپس آ جاتا اچھا خاصہ گھر کا ماحول تھا ہم سب بہت خوش تھے۔

ایک دن کی بات ہے کہ سناؤ جو کہ زبیر کی وائف تھی یعنی میری بہو تھی مجھے لگا کہ وہ کسی سے بات کر رہی ہے جو موہا بل پر تو میں نے کہا کہ بہو کسی کی کال ہے۔۔۔ سناؤ۔۔۔ سناؤ بیٹا کس کا فون ہے۔ امی جی کا اسی سے بات کر رہی ہوں۔۔۔ اچھا بیٹا ٹھیک ہے اسی طرف اب تو سناؤ کا معمول بن گیا تھا کہ سناؤ جب زبیر چلا جاتا تو پیچھے سے سارا سارا دن فون پر بات کرتی رہتی تھی مجھے اب سناؤ پر کچھ شک سا پڑنے لگا کہ آخر کون ہو سکتا ہے جس پر سارا سارا دن وہ فون پر بات کرتی ہے خیر دن گزرتے گئے۔

ایک دن میں نے زبیر کو کہا کہ زبیر بیٹا یہ کسی سے فون پر بات کرتی ہے سارا سارا دن۔ اماں تم شک نہ کیا کرو وہ کسی سے بات نہیں کرتی پلیز جب ہو جاؤ۔۔۔ ایک دن کی بات ہے کہ سناؤ موہا بل چار جنگ لگا کر شاپ تک گئی ہوئی تھی کہ اس کا فون آگیا مسلسل بج رہا تھا میں نے کہا کہ دیکھو تو سبھی کون سے میں نے کل پک کی تو آگے سے کوئی لڑکا بول رہا تھا کہہ رہا تھا، جان کہاں چلی گئی تھی تمہارا خاوند تو نہیں تھا تمہارے پاس جو تم کال اینڈ نہیں کر رہی تھی میں نے کہا کون ہو تم اور سناؤ سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔

آگے سے اس نے کال کاٹ دی اتنے میں سنا بھی آگئی میں نے کہا کہ تمہارے فون پر ابھی کال آگئی تھی یہ لڑکا کون ہے تو سناؤ غصہ کرنے لگی کہ تم نے میرے پیچھے سے موہا بل کو ہاتھ کیوں لگایا جو بھی ہو تم کیا اس سے کیا لینا دینا۔

رات کو جب زبیر گھر آیا تو سارا میں نے زبیر کو قصہ سنا دیا زبیر نے سناؤ سے پوچھا کہ ہاں کسی کی کال تھی زبیر تمہیں تو پتہ ہے کہ بھلا مجھے کون فون کر سکتا ہے یہ سب کچھ جھوٹ بول رہی ہے اماں تم شک نہ کیا کرو کیوں ہمارا گھر برباد کرنا چاہتی ہو۔

مارچ 2015

جواب عرض 104

ماں تجھے سلام

کے باوجود بھی آپ ان کے لیے دعا کر رہی ہوں۔
 ماں بیٹا میں ماں ہوں ناں ان کی۔
 ماں جی کتنا عرصہ ہو گیا آپ کو اس حالت میں۔
 تقریباً دو سال ہو گئے ہیں بیٹا۔

ماں جی آپ کا بیٹا کہاں رہتا ہے وہ ساتھ
 والے گاؤں میں ہی رہتا ہے۔۔۔ ماں جی آپ چلے
 ہمارے ساتھ۔

نہیں بیٹا نہیں۔۔۔ اماں جی آپ چلیے ناں۔ چلو
 صائم ان کے گاؤں کی طرف۔

ہم ان کے گاؤں روانہ ہو گئے تقریباً اسلام آباد
 سے ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ہم ان کے گھر پہنچے
 گئے دروازے پر دستک دی تو ایک نوجوان نے
 دروازہ کھولا جو کہ پتہ نہیں شاید ان کا بیٹا ہی تھا شیو
 بڑھی ہوئی تھی اداس چہرہ وہ نوجوان خاتون کو دیکھتے ہی
 رو پڑا۔۔۔ اماں جی۔۔۔ اماں جی۔۔۔ مجھے معاف کر
 دو اماں جی میں اجڑ گیا ہوں۔ اماں جی آپ سچ کہتی
 تھیں میں ہی غلط تھا جو کہ آپ کی بات نہیں مانی ثناء پر
 آپ سے زیادہ یقین کیا پر ثناء نے مجھے دھوکہ دیا ہے
 اماں جی مجھے معاف کر دو پھر اس طرح اس نے ماجرہ
 سنایا کہ ثناء کو کمرے میں دیکھا تو میرے ہوش اڑ گئے
 میں نے پوچھا یہ سب کیا ہے۔ زیر میں اس لڑکے
 سے پیار کرتی ہوں اور میں تم سے طلاق چاہتی ہوں
 اس طرح میرا گھر اجڑ گیا خیر ماں اور بیٹے کو ایک کیا
 اچھا ماں جی ہم چلتے ہیں کافی لیٹ ہو گئے ہیں۔

ہم نے بہت دور جانا ہے۔
 نہیں پتر آج آپ رہو ناں ہمارے پاس۔
 اماں جی بہت شکر یہ ہم کو آج ہر بال میں جانا
 ہے ہمارا جو مقصد تھا پورا ہو گیا ہے۔ یہ بھی اماں کی کہانی
 قارئین میری تو بس آپ سے ایک ہی ریکوریسٹ ہے
 کہ کہ اپنی ماں کے ساتھ ایسا سوک نہ کریں ماں تو
 جس میں ملتا۔ نہیں ہوتی۔ جازت چاہتا ہوں۔

سوری میں ایک بات بتانا بھول گئی تھی میرے
 شوہر یعنی کے زیر کے ابو وہ اسیر فورس میں تھے جب
 زیر کی عمر دس سال تھی تو اس وقت کی بات ہے کہ میں
 معمول کے مطابق کام کر رہی تھی کہ باہر سے
 ایسولینس آئی وہ ہمارے ہی دروازے پر رکی پتہ چلا
 کہ یہ زیر کے ابو کی میت ہے وہ بھی گوشت کے
 چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پونجھنے پر معلوم ہوا کہ
 خطرناک حادثے میں زیر کے ابو کی وفات ہوئی ہے
 اس کے بعد میں تو تباہ ہو گئی تھی بیٹا ویسے نہیں سمجھتا تھا
 خیر دن گزرتے گئے۔

ایک دن ایسے ہی ثناء کال پر بات کر رہی تھی کہ
 تھوڑی دیر بعد لڑکا گھر میں آیا ثناء سے اپنے کمرے
 میں بیٹھا یا تھا میں بہت حیران ہوئی کہ پہلے تو صرف
 کال ہوتی تھی اب ملنا بھی ملتا بھی شروع ہو گیا نہیں
 میں ایسا نہیں ہونے دوں گی کبھی نہیں۔ زیر آیا تو میں
 نے کہا بیٹا آج کل ٹھیک نہیں کر رہی اس کو روکتے
 کیوں نہیں پہلے تو کال پر بات ہوتی تھی اب تو آج
 ایک لڑکا بھی آیا تھا اس کے کمرے میں کافی دیر رہا ثناء
 کیا اماں سچ کہہ رہی ہے۔

نہیں یہ جھوٹ بول رہی ہے زیر یہ جھوٹ بولتی
 ہیں قسم سے آج ایک لڑکا آیا تھا اماں تم میرا کیوں گھر
 برباد کرنا چاہتی ہو اس سے پہلے کہ میرا گھر اجڑ جائے
 آپ جا سکتی ہیں۔۔۔ کیا؟

زیر بیٹا میں تمہارا گھر کیوں برباد کروں گی بھلا
 میں تمہاری ماں ہوں بیٹا زیر کیا تو مجھے گھر سے نکال
 دے گا۔ ماں میں کچھ نہیں سننا چاہتا بس کریں آپ
 بس جاؤ آپ کہیں بھی جاؤ پر ہمارا جینا تو نہ حرام کرو کم
 سے کم اس طرح میں نے کافی منت سماجت کیس پر بیٹا
 تو اچھا نہیں کر رہا لیکن اس نے میری ایک نہ سنی ان
 لوگوں نے مجھے گھر سے نکال دیا لیکن میں ان کے لیے
 بد دعا نہیں کروں گی بلکہ دعائی دوں گی کہ وہ خوش
 رہیں ہمیشہ خوش آباد رہیں۔ ماں جی اتنا سب ہونے

یاد آئے گا
 لگا کر اپنے سینے سے مجھے رخصت
 تو کرتی تھی
 وہ مڑ مڑ کرتے میرا ہاتھ بلانا یاد
 آئے گا
 امیدیں اب نہیں رکھنا میری ماں
 واپس آئے کی
 تجھے اب عمر بھر میرا وہ جانا یاد آئیگا
 کشور کرن۔ چٹوکی۔

چھوٹی سی ہے زندگی ہنس کے جیو
 بھلا کے غم سارے دل سے جیو
 اداسی میں کیا رکھا ہے
 مسکرا مسکرا کر جیو
 اپنے لیے نہ سہی
 اپنوں کے لیے جیو
 ایم رانی۔ سرگودھا۔

ہمارے چھین کر بیٹے جلانے آئے
 تھے
 ہمیں کیوں حق کی راہوں سے
 ہٹانے آئے تھے ظالم
 مگ روہ بھول بیٹھے تھے نگرالیں
 مے طوفانوں سے
 جو من سے علم کی جمع کو بھانے
 آئے تھے ظالم
 کشور کرن۔ چٹوکی

یہ پیار نہیں آسان بہت
 آخر ہم نے بھی کھیل لیا
 جس کھیل میں تھے نقصان بہت
 جب بکھر گیا تب یہ جانا
 آتے ہیں یہاں طوفان بہت
 اب کوئی نہیں جو اپنا ہو
 ملنے کو تو ہیں انسان بہت
 اے کاش وہ واپس آجائے
 یہ دل ہے اب سنسان بہت
 مریو۔ چکوال۔

ہمیں بھی یاد کر لینا جب داستان
 دقا کیسے بیٹھیں مریو
 کہ ہم نے بھی کھویا ہے کسی کی
 محبت میں سکون اپنا
 مریو۔ چکوال۔

میں یاد آؤں گا

میری ماں تجھے میرا مسکراتا یاد آئے گا
 وہ اتنے پیار سے مجھ کو بلانا یاد آئے گا
 میں ندادن ہوں جو رونا ہوں تو
 ہاتھوں سے کھلا مجھ کو
 ماں تجھے تو پیار سے مجھ کو کھلانا یاد
 آئے گا
 میری ضد تھی کہ اب میں بچ بھی
 تیرے ہاتھوں سے کھاؤں گا
 میرے بستے میں تجھے وہ بچ چھپانا

اب تو میری

اب تو میری تجاہیوں کو بھی مجھ
 سے وحشت ہونے لگی ہے
 دعا کرو کہ یہ موت ہی اب مجھ سے
 وفا کرے
 کتنے تجا ہوئے ہیں ہم فقط
 تمہارے روٹھ جانے سے ساقی
 دیکھ ہمیں اس محبت کی اتنی کراہی
 سزا تو موت دے
 کتنی تھا ہے میرے دل کی ہستی
 ہو سکے تو ملنے چلے آؤ ایک بار
 روٹھنے والوں کا کیا وہ تو بن تمائے
 روٹھ جاتے ہیں مریو
 دکھ تو ان کو ہوتا ہے جو نہیں حد
 سے زیادہ چاہتے ہیں
 ہم تجا زمانے میں فقط اس لیے
 ہیں مریو
 کہ ہمیں آج تک کوئی غلط
 چاہنے والا نہیں ملا
 مریو۔ چکوال۔

کچھ ہم بھی پاگل تھے

کچھ عمر کی پہلی منزل تھی
 کچھ رستے تھے انجان بہت
 کچھ ہم بھی پاگل تھے لیکن
 کچھ وہ بھی تھے نادان بہت
 کچھ اس نے بھی نہ سمجھایا

غزل

وہ مجھ سے محبت کرتا ہے
مگر میرا نام لینے سے ڈرتا ہے
میں ایک نظم لکھوں اس پہ تو
وہ مجھ پہ کئی غزلیں لکھتا ہے
تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو
آنکھوں سے سوال کرتے مجھے
دیکھتا ہے

میں بے وفا بے پردا وہ پاگل
میرے نام کی مالا چپتا ہے
اب تو مجھے لگتا ہے عاشا
وہ میرے دیرے مجھ پر مرتا ہے
عائشہ نور عاشا

غزل

عذاب یونہی نہ زندگی کرنا
خوب تسلیوں سے دوستی کرنا
لوگ خدا کی طرح رحیم نہیں
تم نہ لوگوں کی بندگی کرنا
روشنی چاند کی ہے قاضی
تم ستاروں کی روشنی کرنا
وعدہ ٹوٹے تو سائیس ٹوٹیں گی
تم نہ وعدہ کی کھنٹی کرنا
دل میں حسرتوں کے پھول جلتے
ہیں پھر سے آنکھوں کو چھینسی کرنا
جنس نایاب ہوئی یہ دنیا میں
میرے مالک مجھے آدمی کرنا
ہوش لینے رواب تبسم کو
درد خم میں ذرا کسی کرنا
الطاف حسین دکنی میر پور
غزل

وہ جدائی کی سزا دیتے رہے
ہم آتش شوق میں جلے وفادار دیتے

رہے
ذکر محبوب ہی عشق ہے
ہم بھر بھر کے ہجر کا جام پیتے رہے
ان کی گلی سے گزرنے تو قیامت
آگنی

محبت
ہم پھولوں کی طرح خاروں میں
مستکراتے رہے
تاریکی تو میرے مقدر میں تھی
ہم غم کا افسانہ چپ رہ کر بیان
کرتے رہے

آنکھوں سے نیند بھی لے گیا وہ
دوست
ہم خاموش محبت کی صدا دیتے
رہے

کبھی تو ہماری گلی سے گزر ہو گا ان
کا

آدمی عمر گنوا دی انتظار میں دعا
دیتے رہے
ہم گلہ کریں تو کس سے کہ سانسے
نہ آیا کریں

سننے والے بہت جینے کی دعا دیتے
رہے
ہماری خطا کیا تھی جو خفا ہو گئے
شعاع زندگی جل گئی وہ جن کے لیے
ہم فنا ہوتے رہے
رضیہ سلطانہ لاہور

غزل

پہلی فرست میں کہہ دینا مجھے تم
سے محبت سے
نہ نفرت میں پڑے رہنا مجھے تم
سے محبت سے
دنیا نظر کرتی ہے ہمیشہ پیار والوں

دکنی
میری خاطر بھی دکھ سہنا مجھے تم سے
محبت ہے
میرے ہو میرے رہنا مجھے تم سے
محبت ہے
میرا اقرار سننے کو تو کتنا مجھ سے کہتا
تھا دکنی

ذرا پھر سے بھی کہنا مجھے تم سے
محبت ہے
ابھی تک قائم ہوں میں تو اسی
الفت کے وعدے پر دکنی
محبت ہے میرا کہنا مجھے تم سے محبت

کہیں گناہم راہوں پہ ملے دکنی
اظہر
تو اس کو اتنا کہہ دینا مجھے تم سے
محبت ہے

اظہر سیف دکنی مسجد بلال سکھنکی
منڈی

غزل

میں نظر سے پی رہا ہوں یہ سماں
بدل نہ جائے
یہ جھکاؤ تم نگاہیں کہیں رات ڈھل
جائے نہ
میرے اشک بھی ہیں اس میں
شراب اٹل نہ جائے
میرا جام چھونے والے تیرا ہاتھ
جل نہ جائے
ابھی رات کچھ ہے باقی نہ اٹھا
نقاب ساتی
دیوانہ گرتے گرتے کہیں پھر
سنبھل نہ جائے

میری زندگی کے مالک میرے
دل ہاتھ رکھنا
تیرے آنے کی خوشی میں میرا دل
پگل نہ جائے
مجھے بھونکنے سے پہلے میرا دل
نکال لینا
یہ کسی کی ہے امانت کہیں میرے
ساتھ جل نہ جائے
صداقت علی چوکی
غزل

داغ دل کے دکھاؤں کیسے
تجھ حال دل سناؤں کیسے
رنگ بھر زیت کا ہے یارو
کس کس کو میں دکھاؤں کیسے
پھول چمن سے پھر خفا ہیں
میں اب اسے مناؤں کیسے
رسم رواج بدل دیں اب
لوگوں کو اب سمجھاؤں کیسے
غم کی راہ پہ چلتے چلتے
گرد سفر ہو جاؤں کیسے
زمانے کی بات نہ کر جاوید
اپنا درد پھر سے سناؤں کیسے
محمد اسلم جاوید فیصل آباد
غزل

کیا بتاؤں کہ کہاں زخم کھایا میں
اتنا کہتا ہوں اک بے وفا سے گل
گایا میں نے
کتنی آزمائشوں سے گزر رہا تھا
میں ساخل
پھر کبھی بھی اسے نہ آزمایا میں نے
جس کے پیار میں ڈوب کر بھلایا

زمانہ
میں بھر کے لیے بھی اسے نہ بھلایا
میں نے
ایک لہنے میں ہو گیا وہ پاش پاش
جو برسوں سے تھا خواب سجایا میں
نے
خطا میری ہے قصور بھی میرا اپنا ہے
جو اک بے وفا کو اپنا بنایا میں نے
ناجانے اپنے وعدوں سے کیوں
کتر گیا تھا وہ
جب کہ ہر حال میں وعدہ وفا نبھایا
میں نے
بیگانوں جیسا سلوک کرتا ہے وہ
مجھ سے ساخل
اس بے وفا کو کبھی نہ سمجھا پر لایا میں
نے
ملک عبدالرحمان ساخل خانپور
غزل

بھول جاؤ ہمیں بس من کی بات بتا
دینا
ہم جنہیں کے لیے جینے کی راہ دیکھا
دینا
تیرا مان بھی رو جائے تیرا ثمان بھی
نہ نونے
تم دنیا کے سامنے دو ہونڈیاں
آنکھوں سے برا دینا
تیرے دل میں جب پیار کا چاند
لکھے گا
تم میری یادوں کا بجھا ہوا چراغ جلا
دینا
میرے شہر میں پیار کے سوداگر بھی
فقیر بھی ہیں

کرم کچھ یہ کر دینا کسی پیارے کو
پانی چلا دینا
کاغذ پہ لکھے تیرے وعدے واپس
کر دوں گا
میرے نام کی لکھی سب تحریروں کو
جلا دینا
اگر پوچھے کوئی کیف سے کیسی
محبت تھی
ڈال کر دانہ چڑیوں کو پھران کو اڑا
دینا
شہزاد سلطان کیف
غزل

تمہیں جب بھی ملے فرست
میرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں
مجھے ایک شام اوطار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ
چمک سکیں میرے خدو خال
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو
میرے سارے رنگ اتار دو
اسی اور کو میرے حال سے نہ
غرض ہے نہ کوئی واسطہ
میں بٹھر گیا ہوں سمیت لو میں بگڑ
گیا ہوں سنوار دو
عبدالرزاق منغل
غزل

دیکھو آخر ہو اسی جس کا مجھے ڈیر تھا
تیرے جانے کے بعد بربادی تھی
یا میرا گھر تھا
خوشیوں کی طلب لائی چوکھٹ پہ
تیری لیکن شاید قدرت نے لکھا
میرا عجب میرا درد تھا

آج حسن مفروز اور عشق مجبور ہے
مگر

کبھی وہ بھی وقت تھا تیری جنیں
تھی میرا دور تھا
غضب کیا تو نہ آیا کر کے وعدے
کے دکھانا جو آلسوؤں سے دامن
میرا تر تھا
ملی ذاب تک تیری قربت ظلیل
پاؤں کے چھالے اور بیکار میرا
تھا
نکھیل احمد ملک شہدانی شریف
غزل

ہوا جب سے تم سے پیار صنم میں
دنیا کے ہوش بھلا بیٹھا
ہے لب پہ نام صرف تیرا ہوسب
سے یاد جدا بیٹھا
واسطے پیار تھرے سے کئی آباد
حسرتیں دل میں ہوئی
میں پیار تیرے کی دنیا میں اک اپنا
شہر بسا بیٹھا
میں پیار تیرے کی مئے پی لے دے
ہوش منتکسل رہتا ہوں بندھن کے
میں اس کرے میں یادوں کے
دبب جلا بیٹھا
تم زندگی میری ہو منزل بن تیرے
چینا ہے مشکل
ہے مقدر پیار صرف تیرا تجھ دے
میں دل لگا بیٹھا
اب دو نہ تھی رسوائی تم لوٹ کے
آجاؤ ناصر
ہے بے رونق یہ شہر اپنا میں یوں تو
خوب سمجاتا بیٹھا

ایم ناصر جوئے چوک میٹھا
غزل

روز روتے ہوئے کہتی ہے زندگی
مجھ سے
صرف ایک شخص کے لیے مجھے
پر یاد نہ کر
تفصیل سے کیسے سنائیں یہ قصہ
محبت کا
کہ معروف ہو اب تک ہمیں برباد
کرنے میں اس نے ہی لگا دیا
بیوقائی کا الزام عامر
میرے پاس تو میری وقاداری کا
گواہ بھی وہی تھا
تم لوٹ کے آنے کا تکلف مت
کرنا
ہم ایک شخص سے دوبارہ محبت نہیں
کرتے
کی قدر مشکل ہے یہ زندگی کا سفر
خدا نے جینا حرام کیا لوگوں نے
مرنا
ہم اتنے بھی نہیں بدلے کہ بھول
جائیں اپنوں کو
جب کوئی منتظر ہی نہ ہو تو رابطہ اجما
نہیں لگتا
بانی سے بھری آنکھیں لے کر مجھے
گھورتا ہی رہا
وہ آئینے میں کھڑا شخص پریشان
بہت تھا
عامر جاوید ہاشمی
غزل
کوئی آنکھ کا تارا ہو گا
کوئی جان سے پیارا ہو گا

کوئی خوشیوں کا اشارہ ہو گا
کوئی دشمن ہو گا زندگی کا
کوئی جیون کا سہارا ہو گا
کوئی روز جلانے گا دل میرا
کوئی دل کو پیارا ہو گا
میں اتنا بتا دوں تجھ کو عامر
جس نام سے خوش ہو گا یہ دل
وہی نام تمہارا ہو گا
مس نوزیہ کنول چوک میٹھا
غزل

تجھ سے تیرا حجاب ہو گا
تیرا پروا جناب ہو گا
میں تو کہتا ہوں مجھ میں تو ہے بسا
بول تیرا کیا تیرا جواب ہو گا حشر کا
رو ب مجھ کو دیتا ہے
آخر میرا کیا حساب ہو گا
مجھ میں رہ کر بھی بہت دور ہے
اس سے بڑھ کر کیا عذاب ہو گا
تیری پہچان میں ہی ہوں ساغر
اس سے بڑھ کر کیا خطاب ہو گا
ایم نذیر ساغر بہ سلطان پور
غزل

تمہاری یاد کے منظر بھی کھونے
نہیں دیتے
تمہاری یاد کے سائے ہمیں سونے
نہیں دیتے
یہ بادل یہ خوشبو یہ پھول ہمیں بے
تاب کرتے ہیں
اگر رونا بھی چاہیں ہم کبھی رونے
نہیں دیتی ہم اپنی سانس دے کر
رو لینے جانے والوں کو
ہمارا بس اگر ہوتا جدا ہونے نہیں

جواب عرض 209

دیتے
نظر میں دید کی حسرت لیے چپ
ہینٹھے ہیں دوست
آپ ہم سے دور ہیں کربھی ہمیں
سونے نہیں دیتے
خضر حیات روڈ اٹھل
غزل

اک خواب ہے اس خواب کو کھونا
بھی نہیں ہے
تعبیر کے دھاگے میں پرونا بھی
نہیں ہے
لپٹا ہوا ہے دل سے کسی راز کی
صورت
اک شخص کہ جس کو میرا ہونا بھی
نہیں ہے
وابت ہے مجھ سے تو ہے بھی کہ
نہیں ہے

جب میں نہیں تجھ میں تیرا ہونا بھی
نہیں ہے
یہ عشق و محبت کی روایت بھی عجب
ہے
پایا نہیں جس کو اسے کھونا بھی نہیں
ہے

جس شخص کی خاطر یہ حال ہے
دوست
اس نے تیرے مر جانے پی رونا
بھی نہیں ہے
ٹوپے حسین کہو۔

غزل
محبت کو ہم بدنام نہیں کرنا چاہتے
تجھ سے اظہار ہم سرعام نہیں کرنا
چاہتے

خوشیاں تیری ہیں میری جان تو
لے لے لے سب
پر غم اپنے تیرے نام نہیں کرنا

چاہتے
دنیا چاہے تجھے چھوڑ دو رفیبوں
لے لے

پر ہم یہ نیک کام نہیں کرنا چاہتے
ب سچ و شام تیری دید نہیں کرنا

چاہتے
اپنے مرنے کا اور انتظار نہیں کرنا

چاہتے
قصور اتا بس بیٹا وغا باق نہیں بننا

چاہتے
بے وفا کی کو ہم اور عام نہیں کرنا

چاہتے
بیٹا۔ عبد البجید۔ کراچی
غزل

میری چاہتوں کا سہارا تم ہی ہو
میرے سہنوں کا شہکار تم ہی ہو

دیران ہو جانی ہے زندگی خزاں
میں اکثر

میری زندگی کی بہار تم ہی ہو
نہیں جانتے ہو میری تمہائی کا عالم
مری سوچ و بچار تم ہی ہو
بن جائے زندگی نعمتوں سے جنت
زندگی کا اب دار و مدار تم ہی ہو
ڈھونڈتے رہے وفا عشق کے
بازار

حقیقت میں محبت کے خریدار تم ہی
ہو
ند دیکھیں تو سکون نہیں ملتا آنکھوں
کو

طے ٹھنڈک جس سے وہ دیدار تم
ہی ہو

میری خوشیوں کا تو زمانہ ہی نہیں تھا
اب جینے کا انحصار تم ہی ہو رک
جانی دھڑکن اگر تم نہ ہوتے
سب دل کا قرار تم ہی ہو

رکتے ہیں ہم کسی کے دل میں جگہ
وہ سادگی کے سروکار تم ہی ہو
ہر سانس ہے ساتھ ہے تیری
زندگی کی دعا

نہیں حسن کی پکار تم ہی ہو
حسن رضا رکن سخی
نظم

جب تمہیں الوداع کہتا ہوں میرا
ایک حصہ مر جاتا ہے

آبت خرام موت جو دھیرے
مسلل اور یقین کے ساتھ میری

طرف بڑھ رہی تھی
تا کہ مجھے اپنے بازوؤں میں لے
لے تب تک

مجھے نہیں معلوم کہ مجھے اور کتنی بار
مرتا ہے

غزل
میں اکثر خود سے کہتا ہوں
بہت بے تاب رہتا ہوں

بھی تجھ سے خوں گا تو کہوں گا
اے میرے ہدم میں تجھ بن نہ
رک سکوں گا

تیرا جادو میرے سر چڑھ کر ایسے
بولتا ہے کیوں
میرا من ڈولتا کیوں ہے کہ جب تو

جواب عرض 210

سائے ہوتا ہے تو دھڑکن ڈھ جاتی ہے میں تیری آنکھوں کے گہرے ساغر میں ڈوب جاتا ہوں میں ان جذبوں کو کوئی نام نہیں دے سکتا میں اکثر بھول جاتا ہوں ساگر گلزار کنول غنۃ

سر محفل عزت اتار رکھی ہے جب تک ممکن رہا ہم نے تو محبت ہر کسی سے بے شمار رکھی ہے گلوں کی بجائے شعلوں کا انتخاب عشق نے عقل بشر کی مار رکھی ہے دل کے نذرانے جان کی قربانی دوستی میں ہر قیمت تیار رکھی ہے وقت کے بختر کو وقت کے حوالے ہے

وہ ہے محمد عباس جانی غزل بہا کہ آنسو اس نے مجھ سے وال کیا یوں آخر تم نے مجھ سے اس قدر کیا کیا کچھ ایسے اس کے سوال نے مجھ کو

دل ہوا اور اس تیرے جانے کے بعد روٹھ گئی تھی زندگی ہم سے شاید زندگی پھر سے مسکرائی تیرے جانے کے بعد اسے میں خیال سمجھوں کا کوئی خواب کہیں پھر نہ ٹوٹ جائے دل میرا تیرے جانے کے بعد تو زدیاتم نے دل میرا کسی اور کے لیے پچھتاؤ گی تم اس کی ہو جانے کے بعد اور کتنا تڑپاؤ گی ہمیں ایف پیار کیا ہے تم جانو گی میرے مر جانے کے بعد عامر علی خضرو غزل دوستوں نے روایت برقرار رکھی ہے پھولوں کی تہ میں تلوار رکھی ہے خلوص کا میرے یہ ملا اجر کہ

ہیں اور بھی ہر سو جہاں کے پتھر وہ کہ یوسف کہ چونکٹ ہی تاز رکھی ہے یوسف دردی غزل جانے کیوں جان کر انجان بنا بیٹھا ہے جان کر بے جان بنا بیٹھا ہے وہ کتنا معصوم تھا جب میں نے اسے دیکھا آج وہ وقت کا شیطان بنا بیٹھا ہے مجھ سے دور سہمی پھر بھی قریب سے کتنا دل کے ایوان میں مہمان بنا بیٹھا ہے اسکو فرصت ہی کہاں جان دل پوچھے میرا رفتہ رفتہ میرے جان بنا بیٹھا ہے بھول جاؤں اسے یہ ممکن کہاں ہے میرے درد کی پہچان بنا بیٹھا

آنسوؤں لو چھپایا اس نے اپنی قسم دے کر اس وقت کہا میری شادی میں ضرور آنا میں نے بس کر اس وقت ہاں میں سر ہلا دیا میری ہنسی نے اسے کچھ ایسے تڑپا دیا اس نے روتے ہوئے پھر سے وہی سوال کیا میں نے اس کو آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے یہ جواب دیا نہیں کرتا میں تم سے پیار جاؤں میں نے تمہیں آزاد کیا اس کے جانے کے بعد خود میں نے یہ اعتراف کیا میں نے اپنے ہاتھوں سے خود کو برباد کیا غزل تجھ کو میری قسم سے میرے محبوب یہ وعدہ نہ لو ہم نبھانہ پائیں گے وہی بتا تیرا شہر چھوڑ کر یہ دیوانے کہاں جائیں گے

جواب عرض 211

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرٹک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety

شرابی کر گئے تو بہ جو شراب سے
 بتا پھر تیری نظر کے مد خانے
 کہاں جائیں گے
 عمر کی گھڑی سے نکال دیں اگر تجھ
 کو پھر محبت کے زمانے کہاں
 جائیں گے
 مت لبوں پر چپ کے تالے لڑالو
 تم نے لب سی لیے تو محبت کے
 ترانے کہاں جائیں گے
 میں نے تیرے ہنر سے اک شہر بنا
 رکھا ہے
 تیرے بنا محبت کے گھرانے کہاں
 جائیں گے
 جھکو بنا لیا ہے اپنا عباس تم
 چاہتوں میں ہو
 میرے بن میرے افسانے کہاں
 جائیں گے
 ماریہ عباس تنہا میر پور خاص
 غزل
 اپنے ہاتھوں سے یوں چہرے کو
 چھپاتے کیوں ہو
 مجھ سے شرماتے ہو تو سامنے آتے
 کیوں ہو
 مہم بھی میری طرح کر بھی لو اقرار وفا
 پیار کرتے ہو تو پھر پیار چھپاتے
 کیوں ہو
 اشک آنکھوں کے میری دیکھ کہ
 روتے کیوں ہو
 دل بھر آتا ہے تو پھر دل کو دکھاتے
 کیوں ہو
 سے وابستہ ہے جب میرا مقدر پھر
 تم

میرے شانوں سے یہ زلف اپنی
 ہٹاتے کیوں ہو
 روز مرہ کے مجھے جینے کو کہتے ہو
 ملنے آتے ہو تو پھر لوٹ کے جاتے
 کیوں ہو
 ڈیٹان ریاض فیصل آباد
 غزل
 نہیں منظور دل کو یہ عذاب مسلسل
 بے رنگ ہو گئے آنکھوں کے
 خواب مسلسل
 غزل لکھ رہی ہوں میں حرف
 حرف
 تیری وفا میں تیری جفا میں بے
 حساب مسلسل
 تیری بے رخی پہ بھی نہ بدلی روش
 اپنی
 بھیج رہی ہوں تیرے واسطے
 وفا میں کے گلاب مسلسل
 لفظ لفظ عیاں ہیں میری باب ہستی
 کا
 اور اک تو ہے بند کتاب مسلسل
 ابھی تن نشے میں ہوں حرا
 اک دفعہ پی تیری آنکھوں سے
 شراب مسلسل
 حرا رمضان اختر آباد
 غزل
 آنکھ رونے کی شدت سے لال
 تھوڑی ہے
 ملال ہے مگر اتنا ملال تھوڑی ہے
 س اپنے واسطے ہی فکر مند ہیں بھی
 لوگ
 یہاں کسی کو کسی کا خیال تھوڑی ہے

پروں کر کاٹ دیا ہے اڑان سے
 پہلے
 یہ خوف بھر ہے شوق وصال تھوڑی
 ہے
 مزہ تو تب ہے کہ ہار کے بھی ہنستے
 رہو
 ہمیشہ جیت ہی جانا کمال تھوڑی
 ہے
 لگائی پڑی ہے ڈبکی ابھرنے سے
 پہلے
 غریب ہونے کا مطلب ذوال
 تھوڑی
 ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ گوٹھ
 غزل
 میں پا سکا نہ بھلا سکا
 نہ دل کی بات بتا سکا
 وہ ہنسی ہنسی میں ہی چل دیا
 کہ میں ہاتھ تک بھی نہ ہلا سکا
 یونہی میں سوچتا رہا دیر تک
 مگر اس کو کچھ بھی نہ بتا سکا
 یہ مقام ہی تھا عجیب سا محسن
 کہ میں خود کو بھی نہ بچا سکا
 وہ جدا ہوا تو اس طرح ناصر
 کہ میں الوداع بھی نہ کہہ سکا
 نوید خان ڈاھا عارفوالہ
 غزل
 مجھے اپنی محبت کی خوشبو سے نور کر
 دو
 میں تم سے جدا نہ ہوں سکوں اتنا
 مجبور کر دو
 میری نس نس میں بس جاؤ کچھ اس
 طرح

میں کسی اور کی طرف نہ دیکھوں اتنا
مغرور کر دو
میری یادوں کے آسمان پر گھٹا بن
کا چھا جاؤ
میں کسی اور کو نہ سوچوں اتنا
معروف کر دو
شاہد رہیں سو کبیرا والا
غزل

تم سے کتنی محبت ہے یہ میں بتا
نہیں
انی زندگی میں تمہیں اہمیت جتا
نہیں
میری زندگی کا ہر لمحہ تمہیں سے
شروع ہوتا ہے
تم سے دور رہ کر ایک پل بھی
اکیلے جتا نہیں سکتی
ممکن ہے میں خود کو بھول جاؤں
پر تجھے بھولنے کی خطا میں کر نہیں
سکتی
تم میرے دل میں ہی نہیں میری
نس نس میں بے ہو
تم سے بچھڑ کر میں یہ زندگی جی نہیں
سکتی
یقین نہیں ہوتا کہ تم چاہتے نہیں ہو
ہمیں
اپنے درد کو اپنی زبان سے بیان کر
نہیں سکتی
آج وعدہ ہے میرے دل سے اد
میرے منم تمہارے سوا میں کسی اور
کو چاہ نہیں سکتی
دین محمد جتوکی بولان

غزل

ہم روزِ صبح کو ملتے تھے
نئے پھول بھی اس دن کھلتے تھے
تم روزِ مجھے یہ کہتی تھی
میں خوشی سے ہنس دیتا تھا
تو آہستہ سے رو دیتی تھی
تو سکول میں جب بھی آتی تھی
تو دیکھ کر مسکراتی تھی
میری روح بھی خوش ہو جاتی تھی
سکول کے دفتر میں ہم ملتے تھے
تو پانی پینے آتی تھی
میں بہانہ بنا کر آتا تھا
ہم دونوں اکٹھے ہو جاتے تھے
میں بازو تیرا پکڑتا تھا
تو شرما کر مجھ سے جاتی تھی
وہ گزرے دن بھی یاد آئے
وہ جیتے لمحے یاد آئے

آج دیکھنے کو ترستے ہیں
آنسو آنکھوں سے برستے ہیں
کبھی ملیں گے ہم اس طرح
جیسے ماضی میں ملتے تھے
یہ خواب ہی رہ جائے گا
تب وہی پلکے مر جائے گا
پھر لوٹ کے تم بھی آؤ گی
حد سے زیادہ پچھتاؤ گی
یا سرد کی صالحوال

غزل

کبھی ہمارا بھی محبت کا ترہہ ہوا کرتا
تھا
بھجیں بھی ایک شخص جان سے
پارا ہوا کرتا تھا
ایسی محبت کہ لوگ دیکھ کر رشک

کریں
وہ میرا ہاتھ میں اس کا تارہ ہوا
کرتا تھا
پھر حالات نے پلٹا کھایا ہم بچھڑ
گئے
بس یادوں پر دونوں کا گزارہ ہوا
کرتا تھا
نا جانے کیوں اس نے پلٹ کر میرا
حال تک نہ پوچھا
جو زندگی کے ہر موڑ پر میرا سہارا
ہوا کرتا تھا
جس کے ڈھلنے حسن پر شاعر غزل
آج لکھ رہے ہیں فیصل
کبھی اس کے لیوں پر اشعار ہمارا
ہوا کرتا تھا
فیصل شہزاد دہاڑی
غزل

گل نایاب سے فرشتوں نے سجایا
ہوگا
کتنی فرصت سے تجھے رب نے
بنایا ہوگا
کتنی چاہت سے بنائی ہوگی تیری
آنکھیں
تنتنے پھولوں سے تیری پلکوں کو
سجایا ہوگا
تراش کر اس سنگ نایاب کو
تیرا جسر کتنی محنت سے بنایا ہوگا ملا
کر تیری سانسوں سے مشک نقرن
تیرے ہونٹوں کو کسی ریشم سے بنایا
ہوگا
مصوری کی تو حد ہی کر دی میرے
نے

میری ماں تجھے وہ میرا مسکراتا یاد
 آئے گا
 وہ اتنے پیار سے مجھ سے جگانا یاد
 آئے گا
 میں ناداں ہوں جو روتا ہوں کہ
 تیرے ہاتھوں سے کھاؤں گا
 ماں تجھے وہ پیار سے مجھ کو کھلانا یاد
 آئے گا
 میری ضد تھی کہ اب میں لٹج بھی
 تیرے ہاتھوں سے کھاؤں گا
 میرے بچنے میں تیرا وہ لٹج چھپانا
 یاد آئے گا
 لگا کر اپنے سینے سے مجھے رخصت
 تو کرتی تھی
 مڑ مڑ کر تجھے میرا وہ ہاتھ ہلانا یاد
 آئے گا
 امیدیں اب نہیں رکھنا میری ماں
 واپس آئے گی
 تجھے اب عمر بھر میرا وہ جانا یاد آئے
 گا
 -----کشور کرن چوکی
 ان بچوں کے لیے دعاگوں ہوں
 کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس
 میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان
 کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے
 آمین۔ اور جو ان کے چھوٹے
 بہن بھائی ننھے معصوم کلیاں ہیں ان
 کو بھی ہر قدم پر کامیابی نصیب
 فرمائے اور ان کا حوصلہ بلند
 رکھے اور ان کے خوابوں کو پورا
 فرمائے آمین۔
 کشور کرن چوکی

سفر وفا کی راہ میں منزل جفا کی تھی
 کاغذ کا گھر بنا کے بھی تو خواہش ہوا
 تھی
 تھی جگنوؤں کے شہر میں تاروں
 سے دشمنی
 محبوب چاند تھا اور تمنا صبح کی تھی
 اس نے تو عبادت کا تماشا بنا دیا
 چاہت نماز کی تھی پر عادت قضاء
 تھی
 میں نے تو زندگی کو اس کے نام لکھا
 تھا
 شاید مگر کچھ اور ہی مرضی خدا کی تھی
 دروہی دینا تھا تو پہلے بتا دیتے
 ہم کو بھی ازل سے تمنا سزا کی تھی
 غزل۔ مزاحیہ
 آج اپنی محبت کو نیا موڑ دیا اس
 نے
 چھت سے ادھکا دے کے ہاتھ توڑ
 دیا اس نے
 پہلے ہنستا تھا میں اب مسکراتا ہوں
 مار کے مکا آگے کا دانت تو رہا
 اس نے
 اس نے اشارہ کیا کہ کچھ کہنا ہے تم
 سے
 کان پاس کیا تو مروڑ دیا اس نے
 سردیاں آئیں تو لایا مالٹے اس
 لیے
 وفا کے لیے
 مالٹا کھا کے چھلکا آنکھ میں نچوڑ دیا
 اس نے
 شاید اقبال چوکی
 میری میں نہیں آؤں گا

تیرے رخسار پہ جب گل سجایا ہوگا
 بنائے ہو گئے جب قدرت نے
 ہاتھ
 ان لکیروں میں پھر جان جگر کا
 چھپایا ہوگا
 سجا کر ہلکی سی مسکان تیرے
 چہرے پہ کے سبحان اللہ
 سب سے اچھا سب سے پیارا
 تجھے تب نے بنایا ہوگا
 عامر سہیل جگر سمندری
 غزل
 اک دن میں نے اس سے کہا
 کہ میں کہاں ہوں
 وہ مسکرا کر بولا
 میرے دل میں
 میری جان میں
 میری ہر سانس میں
 میری ہر آس میں
 میری ہر آواز میں
 میری روح میں
 میری امید میں
 میری پہچان میں
 میرے خیالوں میں
 میری زندگی کی جتھو میں
 یہ سب سن کر میں نے خوشی سے
 پوچھا
 کہ کہاں نہیں ہوں
 اس کی آنکھوں سے آنسو نکل
 پڑے اور تڑپ کر بولی بس میری
 قسمت میں نہیں ہو تم
 محمد آصف دکنی شجاع آباد
 غزل

میری زندگی کی ڈائری

اے سنا کی ڈائری ایم سے نام

دل کا رشتہ بڑا ہی پیارا ہے
 کتنا پاگل یہ دل ہمارا ہے کتنا
 خوبصورت رشتہ ہوتا ہے یہ دل
 جب کسی دل کے ساتھ مل جاتا ہے
 تو پتھر چل پر عجیب قسم کا سرور
 ملتا ہے ان دونوں دلوں پر
 بہار چھانڈ لگتی ہیں جو دو دل مل
 جائیں دل کیسے کام کرے لیتا
 ہے وہی ایک طرف سے تو کتنا
 چمک لگتا ہے لیکن ایک طرف

سے کتنا خوبصورت لگتا ہے ایسے
 لگتا ہے اگر دل جو دل سے نہ ملا
 تو کیا ہوگا اگر مل گئے وہ دل تو
 کیسا مزہ آئے گا لیکن جب ان
 دو دلوں پر خزاں آجاتی ہے تو پھر
 جھٹکا جی وہ دونوں دل مر جاتے
 ہیں ہاں مر جاتے ہیں وہ
 نہ کتنا پیارا موسم ہوتا ہے جب
 شاخوں پہ پھول کھلتے ہیں وہ کیسا
 خوبصورت موسم ہوتا ہے جب
 پھولوں پہ بہار آتی ہے وہ
 کیسا پیارا موسم ہے جب پھول
 اپنی مست دھند میں ہوتے ہیں
 لیکن جب خزاں آتی ہے تو
 پھول بربھجا جاتے ہیں وہ بھی
 شاخوں سے ناراض ہو جاتے

ہیں اس طرح دو دل ہیں
 دل پر خزاں بھی آتی ہے اور بہار بھی
 آتی ہے لیکن بہار کم وقت
 اور خزاں زیادہ وقت کیوں
 کہ یہ انسان کی قسمت ہوتی ہے
 اے کاش! یہ سب کچھ میری
 جان M تو جان جائے ان دلوں
 کو کہ ان کی خوشی کے لئے
 کیا کرنا چاہئے!

☆ حسن رضا - رکن مٹی

جانی کی ڈائری سے پسندیدہ نزل

مجھے اپنی زندگی کی ڈائری میں یہ
 نزل بہت پسند ہے:

زندگی رخ بدل گئی ہوتی
 کاش تو مجھ کو مل گئی ہوتی
 زندگی کو گلے لگا لیتا
 یہ تمنا کھل گئی ہوتی
 کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
 خواب پکوں پہ میں سجا لیتا
 تجھ کو سینے سے میں لگا لیتا
 اپنے دل کے امد بسا لیتا
 میری قسمت بدل گئی ہوتی
 کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
 بے وقا تو نے دل کو توڑ دیا
 دو قدم چل کے ساتھ چھوڑ دیا
 اپنی منزل کا رخ ہی موڑ دیا
 دو قدم ساتھ چل گئی ہوتی

کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
 آہ کھلے گی ہونٹ سی لوں گا
 جس طرح ہو سکے جی لوں گا
 زہر بھی پنتے پنتے لی لوں گا
 غم کی ہر دھوپ ڈھل گئی ہوتی
 کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
 اب تیرے غم کو دل میں پالوں گا
 ہاں جدائی کا زخم کھا لوں گا
 موت کو بھی گلے لگا لوں گا
 موت بھی آ کے تل گئی ہوتی
 کاش! تو مجھ کو مل گئی ہوتی
 ☆ محمد جمیل جانی - پشاور

امداد علی کی ڈائری اپنے ہمدرد کے نام

امداد علی کی برباد زندگی میں جہاں
 مجھے تین لڑکیوں نے برباد کیا تو ایک
 اچھا دوست بھی ملا جو کہ میرے ساتھ
 ہی رہتا ہے، فیضان احمد ہری پور
 والا۔ اپنے پیارے دوست کے لئے
 یہ احمد فراز صاحب کے چند اشعار
 امید ہے کہ ضرور پسند آئیں گے۔

مجھ سے گریز چاہے تو ہر دستہ بدل
 میں سگ ماہوں تو سبکی راستوں میں ہوں
 مجھ سے بچنے کے تو بھی تو روئے گا لہر بھر

ابراہیم بلوچ کی ڈائری کا مصلیٰ

میری زندگی کی ڈائری ہر مہینے
 کے رسالے میں آپ قارئین کی نظر

ہوتی آرہی اور ان شاء اللہ جب تک زندگی رہی میں اپنی زندگی کے ہر بدلے ہوئے اوقات اپنے ڈائری میں اور جواب عرض کے ذریعے آپ پیارے قارئین کی نظر کرتا رہوں گا۔
 بظاہر تو میں اپنی زندگی میں بے حد خوش ہوں اپنے ماحول اپنے علاقے کی آب و ہوا اور اپنے اچھے اچھے دوستوں کے ساتھ کبھی بھی اداسی محسوس نہ ہو اور میں اللہ کا بہت بہت شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے ایسی اصول زندگی عطا فرمائی۔ ہائی دکھ درد، خوشی غمی وہ تو ہر ایک کی زندگی میں آتے جاتے ہیں۔ کسی کا نصیب دکھوں میں نکلا ہوا ہوتا ہے اور کسی کا خوشیوں میں اور اسی طرح ہمیں بھی ہر طرح کی حالت کو سمیٹ کر چلنا ہوا گا کیونکہ ہم انسان ہیں ہمارے ساتھ ہر طرح کے واقعات پیش آ سکتے ہیں۔

☆ عبدالوحید ابرار بلوچ - آواران

ضیافت علی کی بھیجی گئی ڈائری

کیا کروں اس دل میں ارمان تو بہت ہیں پر اتنے وسائل نہیں ہیں جتنی اس دل کی خواہش ہے۔ ایک غریب ہونے کی وجہ سے کلمن سی زندگی گزار رہا ہوں۔ نہ جانے کیوں میرا ساتھ سب چھوڑ دیتے ہیں جس کو اپنا سمجھتا ہوں جس کو اپنا دوست بناتا ہوں وہی میرے ساتھ وفا کرتا ہے، وہی میرا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ آج تک

کسی سے سچا پیار نہیں ملا۔ جس کی میرے دل میں خواہش تھی آج تک کسی اپنے نے ساتھ نہیں دیا تو فیروں سے کیا گلا کروں، شاہد قسمت میں کچھ ایسا لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ سب پسند ہے۔

☆..... ضیافت علی - کوٹلی آزاد کشمیر

کالا باغ سے جو ادکی ڈائری

ماہ اگست کے رسالے میں بھی میری ڈائری شائع ہوئی اس کے بعد میں یہ ڈائری قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ جب سے جواب عرض میں لکھنا شروع کیا تب سے کچھ سکون میں رہتا ہوں۔ جو بھی بات مجھے دکھ دے تو شاعری کے ذریعے دل سے نکال دیتا ہوں اس سے میرے غم میں کچھ کمی آ جاتی ہے۔ دوست کوئی وفادار نہیں ملا، ہر دوست دکھ سن کر منہ موڑ جاتا ہے۔ جس سے دل کو اور بھی دکھ مل جاتے ہیں زندگی میں جو بھی خوشی کی ٹھٹھی آتی ہے تو دل کو خوشی پھر بھی نہیں ملتی۔

☆..... محمد افضل جواد - کالا باغ

فیض کی ارسال کردہ ڈائری

میری جان تم سدا خوش و خرم رہا کرو۔ خدا کریں کہ تم تاقیامت سدا خوش و خرم اور سلامت رہو۔ جان تم میری قسمت میں ہی نہ تھی۔ جان میں تم سے گلے لگے لگے کیسے کروں اور کیوں کروں؟ کیونکہ جان تم بے وفا تو نہیں تھی، تم تو وفا کی مثال تھی، تم

نے مجھ جیسے ادنیٰ انسان کو چھینے کا راستہ دکھایا، مجھے منزل بہ منزل پہنچایا۔ جان جب تک حیرا ساتھ رہا اس وقت تک میں اپنے آپ کو دنیا کا سب سے اعلیٰ اور خوش قسمت انسان تصور کرتا رہا مگر جب سے جان تم نے وہ تعلق، وہی ساتھ ہی توڑ ڈالا تو میں اعلیٰ سے ایک کترہ، ادنیٰ انسان بن گیا ہوں۔

☆ فیض اللہ خٹک - واکلی محبت خیل

ظہیر ملک کی اداس ڈائری

اپنی سانسوں کا تسلسل آنسوؤں کی جھریاں، یہ زمین موسم، ادھورے خواب، سہانے پل ٹوٹے سمن، اسے بھیگی راتیں..... یہ سب میں نے ساحل تہذیب نام لکھ دینے ہیں۔ تمہیں دیکھنے کی تمنا، تمہیں چھونے کی خواہش میں میں نے اپنی ہستی کو کھو دیا ہے۔ تمہیں پانے کی اسگ بھانے مجھے کن انجان راستوں میں چھوڑ گئی کہ شاید اب تم بھی میری صدا نہیں سن پاؤ گی۔ جانتی ہو میری زندگی میں اب صرف تلخاں ہی کیوں جم گئی ہیں کیونکہ میری آنکھیں پل پل تمہارا راستہ دیکھتی ہیں۔ میں نے تمہیں بڑی آرزو سے چاہا ہے، میری شاعری کا ہر حرف تمہاری ذات سے جا ملتا ہے اور میری ڈائری کا ہر ورق تم پر ہی ختم ہوتا ہے۔ تم مجھ سے اور کیا جانتی ہو؟ میں تم کو کیسے بتاؤں کہ سو قسم کے دوسے میرے دل کو لاحق رہتے ہیں۔



دکھ

دکھ بھی ہمیشہ ساتھ ساتھ لگ کے پھرتے رہتے ہیں ذرا ان کا ذکر پھیڑو، ان کی بات کرو، ان کا نام لو تو آ موجود ہوتے ہیں۔ ان کے قریب بھی کوئی اور کب ہوتا ہے جو بہت پاس ہوتے ہیں۔ وہ بھی اکثر کھو جاتے ہیں، روٹھ جاتے ہیں اور پیچھے بیٹھ کر دکھ رہ جاتے ہیں محبتوں، رفاقتوں کا حاصل، ان کی اخیر یہ دکھ ہی تو ہوتے ہیں۔ شاید اس دنیا کا سب سے پکا، سب سے مضبوط، سب سے جاندار رشتہ انہی دکھوں سے ہوتا ہے۔ پھر جن کے دکھوں کا پتہ نہ ہو ان کو دلا سے دینا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ کوئی اگر دکھ پہ رو پڑے تو اسے بندہ آسرا دے لیتا ہے اور جو صرف دکھ کی بات کریں ماواں ہو جائیں، ان کو بندہ کیسے تسلی دے۔

☆..... عابد محمود۔ مکہ ہائس

سہکتے پھول

○ گناہوں کی عادت چھڑوانے کے لئے "یا مفلحین" ایک سو گیارہ مرتبہ روزانہ پابندی کے ساتھ سوتے ہوئے پڑھے۔ ان شاء اللہ گناہوں کی عادت چھوٹ جائے گی۔
○ دنیا کی محبت سے نجات کے لئے "الفہاز" کو 313 مرتبہ پڑھے دنیا

کی محبت دور ہو جائے گی۔

○ ڈراؤنے خواب سے بچنے کے لئے "یا مفلحین" کا ورد کرے ڈراؤنے خوابوں سے نجات مل جائے گی۔

○ مگر عبادت میں دل نہ لگتا ہو تو "یا اللہ یا غفار یا قاضی" کو 121 مرتبہ پڑھے اول و آخر گیارہ مرتبہ درود پاک کے ساتھ۔ ان شاء اللہ عبادت میں دل لگ جائے گا۔

○ دوزخ سے حفاظت کے لئے جو شخص فجر و عصر کے بعد سات سات مرتبہ اس دعا کو پڑھے تو دوزخ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ مجھے اس شخص سے بچا "اللہم اجزنی من النار"۔

☆..... صحت۔ بھولال

دلچسپ ایس ایم ایس

○ "ہم دوستی میں صورت کو نہیں سیرت کو دیکھتے ہیں فراز"..... سچی تو میرے سارے دوست دینگے چہ

سے ہیں۔
○ "کچھ اس لئے بھی دوستوں سے رابطہ کم رکھتا ہوں فراز"..... جو جتا ہے کہتا ہے یاد مری بہت ہے بوجھ تو پلاؤ۔ لودہ سو سورج نوں آگ میں لائی اے۔

جواب عرض 217

○ میری شادی میں تم ضرور آنا، تیار ہو کے نہ آنا اور پیش صاف کرنے بیٹھ جانا، اے جان جانوں میری شادی میں تم ضرور آنا۔

○ نئے نئے کاری نے مرغابی کو نشانہ بنایا ہر بار تہی نشانہ چوک جاتا۔ چار پانچ بار ایسا ہوا تو مرغابی خود اڑ کر شکاری کے پاس آئی اور اپنے پروں میں سے پچاس روپے کا نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا: "برخوردار! یہ اد پچاس روپے بازار سے کچھ لے کر کھالینا"۔

☆..... پرنس افضل شاہین۔ بہاولنگر

محتاجی اور غربت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: محتاجی اور غربت سات چیروں سے آتی ہے۔

○ جلدی جلدی نماز پڑھنے سے۔
○ کھڑے ہو کر پانی پینے سے۔
○ منہ سے چائے بھجانے سے۔
○ آستین یا دامن سے منہ صاف کرنے سے۔

○ عصر کے بعد گھر میں جھاڑو دینے سے۔

○ دانتوں سے ناخن توڑنے سے۔

○ فجر کی نماز کے بعد فوراً سونے سے۔

☆... تارا احمد حسرت - نور جہاں

ذرا سا مسکرائے

○ خوب حسن نظامی کی بھتی: ایک انگریز نے حضرت حسن نظامی سے پوچھا۔ سارے انگریزوں کا رنگ ایک سا ہوتا ہے لیکن یہ نہیں کیوں ہمارے ہندوستانیوں کا رنگ ایک سا نہیں ہوتا۔ خوب حسن نظامی نے جواب دیا۔ گھوڑے کے رنگ مختلف ہوتے ہیں لیکن سارے گدھوں کا رنگ ایک سا ہوتا ہے۔

○ تمہارا چہرہ چھوٹا دکھائی دے رہا ہے۔ شاعر اشرف بخاری سے ایک دوست نے کہا۔ چہرہ اتنا ہی بے حیا مت کرائی بھی سر چھوٹی کر میں آگیا ہے۔ اشرف نے جواب دیا۔

○ مشہور شاعر اختر شیرانی ایک جوتوں کی دکان میں جوتا خریدنے پہنچے۔ دکاندار نے ان کے سامنے جوتوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اختر شیرانی نے ایک ایک جوتا دیکھا مگر کوئی جوتا پسند نہیں آیا، قیمتوں پر بھی انہیں اعتراض تھا۔ دکاندار کھڑی لہجے میں بولا۔ اتنے جوتے بڑے ہیں آپ اب بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ اختر شیرانی ایک جوتا پہنتے ہوئے بولے۔ "بارہ روپے لیتے ہو یا اٹاروں جوتا۔"

☆... محمد آفتاب شاد۔ ملیسی

دست مبارک کی خوشبو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شخص سے بھی مصافحہ فرماتے اس شخص کے ہاتھ سے سارا دن خوشبو آتی رہتی تھی اور جس بچے کے سر پر آپ دست مبارک رکھ دیتے تو وہ بچہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔ اسی حوالے سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تلہر کی نماز پڑھی پھر آپ اپنے الہی خانہ کی طرف نکلے، میں بھی آپ کے ساتھ نکلا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار کو اپنے دست مبارک سے مس فرمانے لگے۔ میرے رخسار کو بھی آپ نے مس فرمایا۔ پس میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا دست مبارک القدس عطار کے صندوقچے سے نکالا تھا۔

☆... مقبول احمد ساغر۔ چک 14/68

چاہت

چاہت کا صرف ایک اصول ہے انسان یا تو ٹوٹ کر چاہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ٹوٹ کے چاہے تو دنیا سمیٹ لیتا ہے اور جب چاہت میں ٹوٹ جاتا ہے تو بکھر جاتا ہے۔ ٹوٹ کے چاہے تو موت کو برا دیتا ہے اور چاہت میں ٹوٹ جائے

تو زندگی سے باز جاتا ہے۔

☆... جنید اقبال۔ انگ

صدقہ

○ ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب طلوع آفتاب ہوتا ہے تو آدمی کے ہر ہڈی کے بدلے میں ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرو یہ صدقہ ہے۔ کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے پر مدد کر دینا بھی صدقہ ہے۔ کھڑے ٹیبلٹ پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لئے وہ بھی صدقہ ہے۔ رات سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ (جامع البخیر)

○ ایک اور حدیث میں ہے کچھ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے جائز، قائم ہو جاتی ہے۔ (مکمل نوٹ)

○ دماغی اگر خود یقین سے محروم ہو تو دعوت میں تاخیر نہیں رہتی۔

○ بالکل غلط سے تقریباً درست ہونا بہتر ہے۔

○ دنیا دار آخرت دو سگی نہیں ہیں جن سے بیک وقت نکاح جائز نہیں۔

○ بہترین شکر یہ ہے کہ انسان خود کو ادا یعنی شکر سے عاجز تصور کرے۔

○ آگے بڑھنے کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ ہے چلنا۔

☆... محمد صفدر دگی۔ کراچی

☆

جواب عرض 218

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میرری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان جموم جاتا ہے لیکن جو لوگ غم دینے والے ہوتے ہیں جب خوشی ملتی ہے تو غم دینے والے خدا کو بھی بھول جاتے ہیں۔ (محمد آفتاب شاہ۔ کوٹ ٹنگ دوکوٹہ)

میرری رائے میں کوئی ہے ایسا بندہ ہے جہاں ساتوں ہاسیاں دا پتہ دیوے جدوں خوشی لہدی ای لکھیں خیر بھادیں تم خوشی تو پہلے آون بھادیں بعددوج کی فرق پیندا اے سجنوں۔ (محمد خاں انجم۔ لدھی وال)

میرری رائے میں میرری رائے میں خوشی ساتھ نجانے والی ہوں عارض ہوں تو پھر مزہ آتا ہے۔ (زاہدہ کالمی۔ سری)

میرری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے جب انسان کو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو غم بھول جاتے ہیں غم نہیں رہتا بہت خوشی ہوتی ہے۔ (عابد شاہ۔ چک نمبر 26 گ۔ ب رسال)

میرری رائے میں بہت اچھا محسوس ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خوشی زیادہ دیر کسی کو راس نہیں آتی جیسے میرا خوشیوں کا وقت جلدی گزر جاتا ہے پھر بھی اللہ کا شکر ہے ملتا تو ہے۔

(عابد رشید۔ ڈھوک مغل)

میرری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو دل بھی دعا کرتا ہے کہ خدا دوبارہ غم نہ دینا انسان اپنے غموں کو بھول جاتا ہے اور اک خوشی کے احساس میں سارے غم بھول جاتے۔ (چوہدری الطاف حسین دہلی)

میرری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے جیسے زندگی میں رونق آگئی ہو دنیا بہت حسین لگنے لگتی ہے جیسے خزاں سے بہار کا سفر ہو۔ (نامعلوم)

میرری رائے میں انسان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے سابقہ گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے، آئندہ گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے۔ (ظفر اقبال جوئیہ۔ چشتیاں شریف)

میرری رائے میں انسان کو ہر حال میں خوش ہونا چاہئے کیونکہ انسان خوشی اور غم کا ذمے دار خود ہوتا ہے جب کوئی غم ملتا ہے تو کہتا ہے کہ فلاں نے مجھے غم دیا ہے یہ نہیں سوچتا کہ غم پانے میں اس کی کتنی غلطی ہے۔ (الطاف حسین ناز۔ مجذوبہ شاہ محمود شاہ)

میرری رائے میں زندگی غم ہی ہے خوشی نہیں ہے۔ (عمران۔ چشتیاں)

میرری رائے میں دکھ بہت بڑی چیز ہے لیکن دکھ نہ ہوتا تو خوشی کہاں سے آتی اس لئے ہر وقت خوشی غمی ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں خدا سب کو غموں سے بچائے۔ (ایم والی سجا۔ جدہ)

میرری رائے میں بھائی مجھے زندگی میں غم زیادہ ملے ہیں خوشی کم ملی ہے لیکن خوشیاں نہیں تو براک کو اچھا لگتا ہے غم کے بعد خوشی ملے تو روتا ہے جو اس نعمت سے محروم ہوتا ہے۔ (عابد علی آرزو۔ سانگلہ بل)

میرری رائے میں بہت خوب اچھا لگتا ہے خوشی ایک ایسی چیز ہے جیسے شبنم بنا بادل میں گرسے۔ (عبدالصمد SK بھول۔ کراچی)

میرری رائے میں خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں جہاں کتنی بے شہنائی وہاں غم بھی ہوتے ہیں۔ (خالد فاروق آسی۔ فیصل آباد)

میرری رائے میں اچھا تو لگتا ہے مگر میری زندگی میں کوئی خوشی نہیں غم ہی غم ہیں۔ (مس صبا۔ کلر سیداں)

مصلح نہ سہی عہدائی تو ملن ہے ملن نہ سہی ہدائی تو ملن ہے کون کہا ہے عشق میں کچھ نہیں ملتا نظیر وفا نہ سہی بے وفائی تو ملن ہے

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں اتنی اچھے دوست ہوں،

کیونکہ میرے دوست میرے ساتھ ہیں میرے جتنے بھی دوست ہیں وہ سب اچھے ہیں اللہ میاں میرے دوستوں کو سلامت رکھے۔ (ذریعہ: ظہور احمد بلوچ - ڈیرہ مراد جمالی)

میں اتنی اچھے دوست ہوں یا بڑا یہ مجھے نہیں پتہ وہ بات میرے دوست مجھے بتا سکتے ہیں لیکن میں دن رات اچھا بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ (محمد عباس جانی اے ایس۔ پبلیک نمبر 75/12L)

میں اتنی اچھے دوست ہوں اپنے رب اور اپنے آپ پر فخر ہے کہ مجھے اچھے اچھے دوستوں سے نوازا اور ان کی محفل میں بیٹھ کر مجھے اچھا بننے کا موقع دیا اور ان طرح میں اپنے آپ کو اچھا دوست کہلانے کا حقدار بنا۔ (ظہیر احمد ملک - شیدائی شریف)

میں اتنی اچھے دوست ہوں ان کے لئے جو میرے اچھے دوست ہیں کیونکہ میں نے ان کو پرکھ لیا ہے کہ وہ میرے کتنے غلصے ہیں میں ان کے لئے اور وہ میرے لئے اچھے دوست ہیں۔ (شہزاد سلطان کیف - الکوئٹہ)

میں اتنی اچھے دوست ہوں اس

لئے کہ میں جواب عرض کے ذریعے اکثر دوستوں کو یاد کرتا ہوں اور قدر بھی کرتا ہوں۔ (فناکار شیر زمان بیٹادری - بیٹادری شہر)

میں اتنی اچھے دوست ہوں اگر کوئی اچھا دوست مل جائے تو انسان اچھا بن جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اور نرس اچھے ہوتے ہیں اپنے مریضوں کا خیال رکھتے ہیں۔ (محمد اشرف - محلی)

میں اتنی اچھے دوست ہوں ان کے لئے جو غلصے اور پاکیزہ جذبے اور خوش اخلاق کے اوزار سے سج ہوں جن کے دل میں لالچ نہ ہو۔ (خان افسر خاکسار - دیہا پور)

میں اتنی اچھے دوست ہوں اس کا ثبوت میرے دوست ندیم مرزا اور شاہد ہیں وہ بتا سکتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ کتنا غلصے ہوں۔ (عامر امتیاز نازی - ٹکرسیدال)

میں اتنی اچھے دوست ہوں اچھی دوست ہوں یا نہیں یہ تو کوئی مجھ سے دہتی کرے آزمائے گا تو پتہ چلے گا۔ (ایس جان - کراچی)

میں اتنی اچھے دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں میں کیسے اپنے منہ سے اپنی تعریف کروں مجھے آزما کر دیکھ لیں۔ (مہر ریاض احمد زید لوکا -

(جزوال)

میں اتنی اچھے دوست ہوں کیونکہ میری دوستی سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ میں ہر دوست کو خوشیاں دیتا ہوں چاہے خود کو تم ملیں۔ (ارمان سنگھ - قیصل آباد)

میں اتنی اچھے دوست ہوں میں نہیں مانتا ہوں کہ میں ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے تمام دوست ہی آپ کو بتائیں گے۔ (محمد حسن ساغر - عارف وال)

میں اتنی اچھے دوست نہیں ہوں، قول مشہور ہے کہ دوستی کرنی آسان مرنے والی بہت مشکل ہے۔ آج کل لوگ ایک دوسرے سے دوستی محض لالچ کی خاطر کرتے ہیں، شو کریں کھا کھا کر میں بھی ایسا ہی ہو گیا ہوں۔ (سید مبارک علی نسکی - قائم پور)

میں اتنی اچھے دوست ہوں کہ نہیں یہ میں نہیں بتا سکتا ہوں یہ میرے دوست میرے رشتے دار اور جواب عرض کے قارئین بہتر بتا سکتے ہیں۔ (بے وفا ایم زید اے گبول - کراچی)

میں اتنی اچھے دوست ہوں کیونکہ میرا دوست ظاہر محمود ظاہری اور ارسلان علی بھٹی اور عامر جی کہتے ہیں کہ میں بہت اچھا دوست ہوں

220 جواب عرض کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

ماں سے پیار کا اظہار

..... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہر بیٹے کے دل میں ماں کا پیار پیدا کر دے۔ (ذریعہ ظہور احمد بلوچ - (برہ مراد جمالی)

..... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں میری ماں بہت اچھی ہے، میرا دعا ہے کہ ماں خوش رہے۔ (علی نواز حزاری - گھوگی)

..... قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے انسان تو ماں باپ کی خدمت کر تو میں تجھے جنت عطا کر دوں گا اور ساتھ میری عبادت بھی کر۔ (ایم افضل کھل - ننگنا صاحب)

..... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور یہ میری ماں کی دعائیں ہی ہیں کہ میں ابھی تک زندہ ہوں ورنہ..... (عاصر سمیل بھٹی - سمندری)

..... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں اتنا کہ شاید اسے آپ سے بھی آپ سے بھی نہیں۔ اللہ میری ماں کو بھی زندگی دے۔ (رئیس صدام ساحل - خان بیلہ)

..... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں۔ میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (نثار احمد حسرت - نور جمال شانی)

..... ماں کے قدموں تلے جنت ہے، ماں کی خدمت کرنی چاہئے، ماں کے بغیر گھر قبرستان کی مانند ہے، وہ لفظ نہیں جس میں ماں کی تعریف ہو، ماں عظیم شخصہ ہے۔ (قمر سریز بشیر گوئیل - گوجرہ)

..... میں اپنی ماں سے کتنا پیار کرتا ہوں یہ میں بتانے سے قاصر ہوں کیونکہ میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (مسٹر ایم ارشد وفا)

..... میں اپنی ماں سے بے پناہ محبت کرتا تھا مگر اب اس دنیا میں نہیں ہے اور ماں کے بغیر میں آدھا ہوں۔ (سردار اقبال - سردار گڑھ)

..... اے میری پیاری ماں آج میں جو کچھ بھی ہوں تیری وجہ سے ہوں۔ اے میری ماں میرے لئے دعا کرتا۔ (ندیم عباس ڈھکو - ساہوال)

..... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں یہ زندگی تو ماں کی دی ہوئی ہے۔ (عبدالصمد SK - کراچی)

..... ماں ایک خوشبو ہے جس سے سارا جہاں جھک جاتا ہے۔ ماں کی مستی پھر دل کو بھی موم بنا دیتی ہے۔ ماں دنیا کی سب سے حسین ہستی ہے۔ (حماد ظفر ہادی - گوجرہ)

..... میری ماں عظیم ہستی ہے، اللہ اس کا سایہ مجھ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ (مختصر حیات بلوچ - میاں چنوں)

..... ماں جی آپ صدا خوش رہیں اللہ پاک آپ کو ہماری زندگی دے اور آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر قائم رکھے۔ (خیاضت علی - کوئی)

..... ماں کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ دو لیکن ساری دنیا کے لئے ماں کو مت چھوڑنا۔ (سید اظہر حسین - چنیر)

..... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میری ماں دنیا کی عظیم ماں ہے۔ (اسفیر اداس موہری - مظفر آباد)

..... ماں دنیا کا عظیم ہستی ہے، اسی کی جتنی تعریف کرو وہ بہت کم ہے، ماں کی خدا کرو، بر اس کی دن رات خدمت کرو۔ (بیکہ ہماری جنت ہے۔ (نیل - نیول - کراچی)

..... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں ماں کی دعا جنت کی ہوا۔ (عمران رمضان - ٹھیک موڑ)

..... ماں ڈانچی ہے تو لگتا ہے کہ پیار بے ماں کی مار میں بھی پیار ہوتا ہے۔ (راجیلہ منظر - جھمرہ شی)

..... میرے لئے ماں ہی سب کچھ ہے۔ (جنید اقبال - ایک)

دُکھ درد ہمارے

لے کر حاضر ہوئی ہوں پچھلے دو ماہ میں نے اشتہار دیا لیکن کسی بھی صاحب نے میری ذرا بھی مدد نہ کی میں تو بہت آس لے کر آپ قارئین کے سامنے آئی تھی لیکن آپ کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی بھی مدد نہ پا کر شدید دکھ ہوا۔ مجھے تو کسی نے بتایا تھا کہ جواب عرض پڑھنے والے دہی لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں ان کا خیال رکھتے ہیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہے کیا کسی کی مدد کرنا آپ لوگوں کے نزدیک کوئی گناہ ہے انہیں تو پھر میری اپیل پر عمل کریں اور میرے لیے کچھ نہ کچھ کریں میں بہت ہی مجبور ہوں خدا ایسی مجبوری کسی بھی انسان پر نہ لائے جو مجھ پر بیت رہی ہے ایک ایک لمحہ جی جی کر رہتی ہوں کیسے جی رہتی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں خدا تعالیٰ آپ کو اس نیک کام کا اجر دے گا۔ کسی دہی انسان کے کام آتا سب سے بڑی نیکی ہے، میں کہاں جاؤں کوئی بھی راستہ مجھے دیکھائی نہیں دے رہا ہے کچھ بھی جھٹائی نہیں دے رہا ہے رات ہوتی تو آنکھیں بند نہیں لگتی ہیں کیلی ہی روتی رہتی ہوں کس کو

منتظر رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرے بھائی میرا یہ مسئلہ ضرور حل کر دیں گے کیونکہ جو اب عرض کے قارئین کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں ان کے دلوں میں درد ہوتا ہے۔ میں معذور انسان ہوں۔ آپ کی مدد کا مستحق ہوں آپ کی وجہ سے مجھے روزگار مل گیا تو میری زندگی میں بھی سکون آسکتا ہے ایم۔ یونادھی۔

قارئین کے نام
ایک سال قبل میری شادی ہوئی لیکن خدا نے مجھے ایک آزمائش میں ڈال دیا کام کرتے ہوئے میرے خاوند گر کر بری طرح زخمی ہو گئے اور ان کی ریزی کی ہڈی نوٹ گئی اب وہ بستر پر پڑے رہتے ہیں گھر کا خرچہ چلانے والا کوئی نہیں ہے کوئی بھی راستہ نظر نہیں آتا ہے آپ لوگوں کے سامنے آئی ہوں کہ اگر آپ لوگ ہماری مدد کر سکیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم دے گا۔ اور ہماری دعا میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔ آپ کی ایک دہی بہن

قارئین کرام۔ میں اپنا مسئلہ لے کر آپ لوگوں کے سامنے آیا ہوں امید ہے کہ آپ لوگ میرے پیغام کو پڑھنے کے بعد میری کچھ مدد کریں گے میں شادی شدہ ہوں۔ میرے پاس ایسی نوکری نہیں ہے جس سے میں اپنے گھروالوں کا پیٹ پال سکوں آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میری کچھ مدد کریں تاکہ میں اپنے گھروالوں کا بہتر طریقے سے پیٹ پال سکوں۔ یہ آپ لوگوں کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ میں بہت ہی مجبور ہو کر یہ پیغام دے رہا ہوں امید ہے کہ میری مدد کریں گے اور مجھے کوئی بھی بھائی میری مدد کرے میں اس کی ایک ایک پائی ادا کروں گا یہ میرا آپ لوگوں سے وعدہ ہے۔ امید ہے کہ میرے بھائی ضرور میرے اشتہار پر غور فرمائیں گے اگر کوئی صاحب حیثیت انسان مجھے یہاں ہی کسی اچھی نوکری پر لگا دے تو میں اس کا احسان بھی زندگی پر مادر کھوں گا میری اور میرے بیوی گھروالوں کی دعائیں آپ کے لیے ہی ہوں گی مجھے آپ کی مدد کا انتظار ہے گا میں شدت سے

بہت مہنگا علاج بتایا ہے جو ہمارے بس سے باہر ہے اور پھر ہمارا کوئی کمانے والا بھی نہیں ہے امی ہی ہیں جو سارا دن کام کرتی رہتی ہیں۔ اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں لیکن نجانے کیوں ایسا نہیں کر پاتی ہوں۔ مجھے آپ بہن بھائیوں کی مدد کی ضرورت ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی چلو کام کروں اپنی ماں کا ہاتھ بناؤں لیکن شاید میری یہ سوچ بھی پوری نہ ہو مجھے کسی نے مشورہ دیا ہے کہ میں آپ لوگوں سے مدد کی اپیل کروں سو آگئی ہوں برائے مہربانی میری مدد کریں تاکہ میں اپنا علاج کرا سکوں اور گھر کے سلسلہ کو چلاسکوں امید ہے کہ آپ میری ضرور مدد کریں گے۔ خدا آپ کو اس نیک کام کا اجر دیں گے ہم گھر والے آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے۔ میں ہر وقت روتی رہتی ہوں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں کوئی بھی نازک وقت میں ساتھ نہیں دیتا ہے۔ میں پہلے ٹھیک تھی لیکن یکدم اسو بیماری کا مجھ پر حملہ ہوا اور میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہو گئی ہوں۔ میں کسی بھی قسم کا جھوٹ نہیں بول رہی ہوں صرف۔ جبلم۔

میرے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا ہے ہم لوگ گھر میں اچھے بھلے رہا کرتے تھے لیکن قسمت نے ایسا زخم دیا کہ ہم نے بھی سوچا بھی تھا۔ میرے شوہر کام پر گئے کہ ان کا ایکسٹرنٹ ہو گیا۔ چوٹ اس قدر زور کی تھی کہ ان کی ریزہ کی ہڈی ٹوٹ گئی اب وہ کئی سالوں سے چارپائی پر بڑے ہوئے ہیں میں ہی لوگوں کے گھروں میں کام کر کے اپنا اور بچوں کا بلکہ شوہر کا بھی پیٹ پال رہی ہوں گھر بھی اپنا نہیں ہے اور پھر آپکو تو معلوم ہے کہ جس انسان کا کوئی بھی کمانے والا نہ ہو اور مکان بھی اپنا نہ ہو اس پر زندگی کس قدر اذیت بن جاتی ہے مجھے نہ دن کو سکون ملتا ہے اور نہ ہی رات کو نیند آتی ہے سوچ سوچ کر یاگل ہوئی جا رہی ہوں اب لوگوں کے سامنے آئی ہوں کہ خدا کے لیے ان نازک حالات میں میری کچھ مدد کریں ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں کا قارئین کرام میری زندگی دکھوں میں تہمتی جا رہی ہے میں کیسے جی رہی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں میری عمر بائیس سال ہے لیکن دونوں ٹانگوں سے معذور ہوں نہ چل سکتی ہوں اور نہ ہی کوئی کام کر سکتی ہوں بس سارا دن چارپائی ہوئی اپنی قسمت کو روٹی رہتی ہوں ڈاکٹروں نے اس کا

اپنے آنسو دکھاؤں کس کو کہوں کہ میں جینا چاہتی ہوں میرا بھی زندگی پر حق ہے لیکن نجانے آپ لوگوں کی وجہ سے مجھے اتنی مایوسی کیوں ہوئی ہے۔ کاش آپ میری جگہ ہوتے اور پھر میری نظروں سے دیکھتے کہ زندہ رہنا کتنا مشکل ہوتا ہے لیکن خدا کسی پر بھی براقت نہ لائے سب کو خوشیاں دے آئین میں اپنا پیغام جوں کا توں شائع کروا رہی ہوں تاکہ آپ لوگ سمجھ جائیں کہ میرا یہ پیغام پہلے بھی شائع ہوا تھا اور کسی بھی میری مدد نہ کی تھی لیکن اب کی بار ایسا نہ کریں اور خدا کے لیے میرے حال پر رحم کھائیں ایک دو قارئین نے رابطہ کیا تھا لیکن وہ شاید مدد نہیں کرنا چاہتے صرف لارے لگانا چاہتے تھے۔ اگر کسی کی مدد کرنا ہو تو پھر لارے نہیں لگائے جاتے کیونکہ یہ میں جانتی ہوں کہ میں ان کی مدد کے لیے کس قدر تڑپی ہوں یہ میں یہ جانتی ہوں اب کی بار اپنا نمبر شائع کر رہی ہوں امید ہے کہ اب کی بار مجھے مایوس نہیں کریں گے اور مجھ سے رابطہ کریں گے میرا پیغام وہی ہے جو دو بار شائع ہوا ہے اب پھر شائع کروا رہی ہوں۔ کبھی کبھی وقت انسان پر ایسا آجاتا ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

رشتے ناطے

چاہنے والے شوہر کی تلاش ہو وہ جلد رابطہ قائم کریں میں اس کو بھی بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا میں اپنا کاروبار کرتا ہوں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے سادگی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور تین کپڑوں میں بیاہ کر لانا چاہتا ہوں عمر کی کوئی بھی قید نہیں ہے اور نہ ہی ذات پات کی قید ہے جس بھی برادری سے ہو قابل قبول ہے مسٹر کاشف۔ لاہور۔۔۔۔۔

میں شادی کا خواہش مند ہوں میری عمر تیس سال ہے تعلیم بی اے ہے اور ایک مل میں جاب کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ گھر کا نظام اچھے انداز میں چل رہا ہے مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو خوبصورت ہو پڑھی لکھی ہو۔ پیار و محبت کرنے والی ہو۔ اور زندگی کے ہر موڑ پر میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ میں اس کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔ مکمل تفصیل کے ساتھ مجھ سے رابطہ کریں۔ شکر یہ عمر فاروق۔ اسلام آباد۔۔۔۔۔

کریں اگر میرے اپنے شوہر کی ہوتی سب سے بہتر ہوگا ورنہ کسی بھی علاقے کو ہو قابل قبول ہے اے۔ گل ماہرہ

میں شادی کی خواہش مند ہوں میری عمر چالیس سال ہے تعلیم میٹرک ہے ایک بار شادی ہوئی تھی جو ناکام ہوئی۔ میں اب ایسے انسان سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو دل کی چچی ہو جو پیار کرنا جانتی ہو جس کے دل میں دھوکہ فریب نہ ہو۔ خدانے مجھے شکل و صورت بھی اچھی دی ہوئی ہے لیکن شاید قسمت اچھی نہیں ہے۔ جس وجہ سے میرا گھر نہ بس سکا۔ ہر وقت کے لڑائی جھگڑوں نے میری زندگی اجیرن بنا دی ہوئی ہے دل کو ایک لمحہ بھی سکون نہیں ہے اپنے سکون کی خاطر میں یہ شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں میری شریک سفر نہایت ہی شریف ہو جس میں خود بخوبی بصورت ہوں کلین شیو ہوں پتلون شرٹ پہنتا ہوں اور گفتار ہوں۔ وہ لڑکی ہو یا کوئی عورت بس جو دکھی ہو جو ایک اچھے مہیٹر کی تلاش میں ہو جس کو ایک حقیقی پیار کرنے والے اور

میں شادی کا خواہش مند ہوں میری عمر پینتیس سال ہے تعلیم مل تک ہے اور اپنا کاروبار کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ میرا سلسلہ اچھے انداز میں چل رہا ہے ماہنامہ آمدن تیس سے چالیس ہزار تک بن جاتی ہے کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے ایک میں ہوں اور ایک میری بہن ہے جو کہ شادی شدہ ہے بس مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ میں اس کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔ اس کو تمام خوشیاں دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے رابطہ کریں بھی بھی ابن کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ لڑکی زیادہ پڑھی نہ بھی ہو تب بھی قبول ہے لیکن شریف فیملی سے ہو وہ خود رابطہ کرنا چاہے یا پھر والدین رابطہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں مجھ پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں نہ تو میں دھوکہ باز ہوں اور نہ ہی آوارہ گردی کرتا ہوں بس اپنے کاروبار میں دلچسپی رکھتا ہوں لڑکی کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہو چیز کی ضرورت نہیں ہے بس شرافت چاہیے مکمل تفصیل کے ساتھ رابطہ

پندیدہ اشعار

خوشبو کہیں نہ آئے گی
تیری زندگی سے اے دوست۔
تو اتنی اس ہستی کا ہے جس سے
پہل بھی خوشبو کی بھیک مانگتے ہیں

☆ چہا اقبال - ایک
اس سے بڑھ کر میں بد نصیب نہیں ہو سکتا
تیرے شو میں رہنے کے ہاں جو تیرے لوہار نہ کر سکا

☆ ایلی علی شمس - کچھ کران
ہوئی محبت کا نغمہ نے کھیل کیا نہ میرا کام ہے
مجھے بے وفائی نہ دھوکہ نہ دانا میرا نام ہے

☆ دین گوشتی - کراچی
زندگی تو بڑے اچھا لگتی ہے تیرے
صحت بھی ہے پھر پختی بھی لکھ لکھ گئے لگتی ہے

☆ مہاراجہ صاحب - گول - جلاب گوٹہ
وہ ہم سے جدا ہوا ہمیں یہ منظور نہ تھا
اپنا مہن اجڑ گیا مستوی ہمیں یہ منظور نہ تھا

☆ محمد سردار محمد اقبال خان - مستوی - سرگمبار خان
ہمیں جس سے محبت ہے وہ بھی جانتا رضا
پھر کیوں اہمیاں بے دل سے کہتا ہے

☆ ضمیر رضا - ساہیوال
اپنے فم کو کہہ ہر وقت میرے پاس رہے
ایک احسان کرو اس کو مسلسل کر دو

☆ محمد چندی چالی - چنار
اپنی تعلیم پر تہہ امت پر دوستی کے گڑھوں میں
دعویٰ کاٹوں ہے ان کی سکتی ہے

☆ پہل دیکھتے ہیں جو کتابوں میں
☆ رہا تو ہوا کیا لی - جہلم
جب سے کہا ہے اے انسان ہے زندگی میں
کہیں کہو نہ کہے لب بکھا گی بائی لکھ میرے پاس

☆ ساہرا حسن - مظفر گڑھ
ہر سکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو تیرے

☆ بکھڑک سکرانے ہیں فم ہپانے کے لئے
☆ سرفراز - لاہور
اب تو زمانے کے رسم و رواج بدل گئے
ہم جنہیں چاہتے تھے ان کے حواج بدل گئے

☆ جاتے جاتے وہ ہم سے کہنے لگے تیرے
☆ بدل جاؤ تم بھی دیکھو ہم بھی بدل گئے
☆ ایم فتح علی - امرہ ٹورڈ
عمر سزاؤں میں بسر ہو یہ ضروری تو نہیں
ہر شب فم سکر ہو یہ ضروری تو نہیں

☆ نیند تو درد کے ہتھ پر بھی آ سکتی ہے
☆ تیری آغوش میں بسر ہو یہ ضروری تو نہیں
☆ واصل علی آرا - کئی - نوشہرہ فیروز
میرا ہر لفظ تیری ہر بات سے اچھا ہو گا
میرا ہر دن تیری ہر رات اچھا ہو گا

☆ اگر یقین نہ آئے تو آ کر دیکھو تمہارا
☆ میرا جنازہ تیری پارک سے اچھا ہو گا
☆ محمد ارسلان علی - گورخان
بہت اچھا لگا ہے ساتھ تمہارا
☆ تمہارے اور کون ہے تمہارا

☆ شہناز مجید - میرپور خاصیل
☆ ما سوچے مجھے غما ہونا اچھا نہیں لگا
☆ اچھا ہے وہ ہونا مجھے اچھا نہیں لگا
☆ کسی سے بھی نہیں متحاب میں یہ سوچ کر افسوس
☆ کسی سے بھی جدا ہونا مجھے اچھا نہیں لگا

☆ سید اعظم حسین شاہ کاگی - میر آواز کھیر
☆ ہر بات تمہیں پہل جانے کا لہو کہہ کے جا چلوں
☆ مگر میری ناک آواز تمہیں ہی نہیں تیری یاد کے بغیر

☆ اللہ سے ہمدرد - بہاول
☆ شاعر سے گزرنے والے بچے یہ کہاتے ہیں
☆ مگر جیسے جاک ہارو کہ لوٹ کر آتے ہیں

☆ ساہر علی ذہب سیال - جنگ صدر

انہی راستوں نے جن پر مگی کاہن تھے ہم دونوں
مجھے دک دک کر پوچھا تیرا مسل کہاں ہے تیری

☆ سید نادر علی شاہ ذوق - ساگھڑ
انہی تھروں پہ ماں کے آ سکر تو آؤ
☆ تارے گھر کے راستے میں کوئی کہیں نہیں

☆ محمد محمد احسان تیر - پسرور
☆ حد میں لانا بھی ہاتھ میں باہام
☆ کارڈ کھولنے سے پہلے میرا سلام

☆ آصف وصال - ہٹوں
☆ خوشی بھنگ لگی ہے فم سے شک ہو گئی ہے
☆ میری مادی زندگی ایک داستان فم بن گئی ہے
☆ ایک ہا تو لوٹ آ کر کیجے کیفیت اپنے ہمارے کی

☆ فنی میں گزرا تھا کچھ نیا اب جہاں فم میں بدل گئی ہے
☆ عبدالوحید میرا بلوچ - آواران
☆ کسی کی کیا پہل کہ کوئی ہمیں طرح سے بھائی
☆ ہم تو وہ سنا کر ہیں جو طرحوں میں کھلے لیتے ہیں

☆ محمد اختر راوی - گوجرہ
☆ لہانے زمانے والوں کو کیا صحت ہے ہم سے
☆ کہ جس چیز کو ہم چاہتے ہیں
☆ سب اس کے طلبگار بن جاتے ہیں

☆ محمد ضمیر مظہر - کراچی
☆ نیسے بھلاؤ گے میری برسوں کی چاہت کو
☆ دریا سوکھی چاہتے تو ریت میں کی رہتی ہے

☆ شاد ماہذ عرف شلوں - بہاولنگر
☆ دل بھی آہا ہے جاک شہر خاموشی کی طرح تیرے
☆ ہر طرف لڑک مگر عالم عہائی ہے

☆ جڑا کیول - کراچی
☆ وہ شخص اچھا لگا تو صاف کہہ دیا ہے آؤ
☆ دل کی بات تمہیں طاقت نہ ہو سگی ہم سے

☆ احمد - راولپنڈی
☆ اس سے بڑی اور کیا ہے وفائی ہوگی تیرے

وہ مجھ سے بیگناہ رہا چار کسی اور کے لئے
 ☆ ————— اسے بڑی ناز سا یہ حال
 جدا ہونے کا اندیشہ تھا ہونے سے پہلے تھا
 وہ مجھ سے انتہائی خوش تھا ہونے سے پہلے تھا
 ☆ ————— غلام مصطفیٰ عرف سو جو سرگودھا
 ہوئیں ہیں رات رات ان کو مدتوں میں ہم
 تسکون میں خود گئی کا حرم ہم سے پوچھتے
 ☆ ————— جیسا تھا کاش۔ ایک
 میں کس طرح ماسکوں کا اس کا ہول سے لڑا
 میرے لیوں پہ سچا سے ایک دعا کی طرح
 ☆ ————— صبا۔ گو جرنال
 جب بھی لکھتا ہوں تیرے کی کہانی حسن
 میرے آلسو میری تحریر سے دیتے ہیں
 ☆ ————— وہ چاہت۔ فیصل آباد
 اچھے عیار سے نہ بلا ہم خاندان بدوشوں کو
 اچھے سادہ ہیں کہ گھر بار اٹھا لائیں گے
 ☆ ————— محمد عارف۔ انیسوا
 اے ذلک منم آجے جے سے لکھیں ذرا
 کہ تیری ہی طرح ہم بھی پریشان بہت ہیں
 ☆ ————— شہد محمد ان سائل۔ وزیر آباد
 عارف دہاں ہر شے آئے تھے غلبہ آگھوں میں
 پھر اس کے اندر مسلسل آئے طلب آگھوں میں
 ☆ ————— سید عارف شاہ۔ بہلم
 آتی ہوئی مہند کیے کے بھی تم اٹھ کر آ نہ سکے
 وہ چار قدم تو دشمن بھی تکلیف گوارا کرتے ہیں
 ☆ ————— محمد حسن ساغر۔ عارف والا
 زندگی بدل تو جاتی ہے خوش رہنے سے
 اداس بہت ہوتا ہے دل تم سب سے
 ☆ ————— محمد عمران رحمان۔ گاؤں سرانوالہ
 قبرستان میں اتنی خاموشی کیوں ہوتی ہے عیب
 لوگ تو اسے آباد کستے ہیں اپنی جان دے کر
 ☆ ————— شہباز۔ پوچھتے ہو
 اگر تم نہ ہوتا تو فزول کون لکھتا
 کسی کی طوہورتی کو کھول کون کہتا
 یہ تو کرشمہ ہے نصبت کا ورنہ
 پھر کی دیواروں کو تاج گل کون کہتا

☆ ————— حافظ فیاض احمد کھول۔ دھوا پور
 حسن کی بندوبست میں شرارے بھر دیتے
 آگھوں کا گھوڑا بنا کر دل کے گلے کر دیتے
 ☆ ————— ملک محمد طاہر۔ لاہور
 موسم کی باد میں ہیں اب نہ بے موسم کے ہول
 تنگ چوں کی طرح کیوں حشر میں ملتی رہیں
 ☆ ————— عابد محمود۔ ملک ہانس
 وہ آئے گی کفر سے کفر سے منہ نہ پھینچے میں شام کا
 نہ ہوئی یاد کی تنگ نہ میں نے سے لگا سا
 ☆ ————— تصویر علی حسرت کوکمر۔ اکوچک
 ہم تو محبت میں ہی توحید کی کے کان ہیں
 بس ایک ہی شخص کو سدا محبوب بنا رکھا ہے
 ہنسا ہنسا ہنسا کے کھل۔ جلاب گلہ سید حلوے
 ست بہاؤ آلسو ہے قدرتوں کے لئے قرآن
 بڑا لوگ قدر کرتے ہیں وہ کی بولے نکل دیتے
 ☆ ————— وہیم سلطان صابر ملک۔ کرک
 اچھا ہوا جو رات میں ہمیں شوکر گی لڑا
 ہم گر پڑے تو سارا زمانہ سنبھل گیا
 ☆ ————— محمد عمران بٹ۔ سوہاہ
 جس کی جگہ پانے سے رہتا تھا سب لوگوں میں ہم
 کل رات تم تہلی میں وہ کرک جہڑ گیا
 ☆ ————— بشیر سائل۔ واہ کینٹ
 وہ کچھ اس دور سے وہ بھار رہا تھا بسف
 کہ میری قبر سے گزرا تو دعا تک نہ کی
 ☆ ————— تنوکی
 ہماری قسمت تو آسان ہے پچھتے ہوئے
 ستاروں کی طرح ہے لڑا
 لوگ اپنی جتنا کے لئے
 ہمارے نونے کا انکار کرتے ہیں
 ☆ ————— لویا اختر عمر۔ کبیر والا
 دیا کا تم ظفر کا تم ہر حال میں سہا چتا ہے
 گلے کی زباں پاتے ہیں خاموشی کہہ رہا چتا ہے
 ☆ ————— معان محمد آرتھی۔ نئے پیری منڈی ایب
 میرے دل میں اترا سکو تو شاید اتنا چہن لو
 کہ کتنی خاموش محبت تم سے کرتا ہے کوئی
 ☆ ————— پرویز احمد ساگر۔ چاننی

ہزاروں تم میرے سینے میں پیچھے ہیں لیکن جسم
 میں نے ہر حال میں ہنسنے کی قسم کھالی ہے
 ☆ ————— طلعت نسیم۔ ہون
 مجھ کو معلوم نہ تھی شب بھر کی یہ رح
 جب تو میرے پاس نہ ہو گا تو برسوں کا
 ☆ ————— سائے چاہو کھول۔ فورٹ مہاس
 دوستی پہ مرنا دوستی پہ بیٹنا
 اگر منظور نہ ہو تو دوستی نہ کرنا
 ☆ ————— محمد افضل جواد۔ کالا باغ
 ہر رات تجھے دیکھتا ہوں ہر جا تجھے دیکھتا ہوں
 ہیں اپنے بھی مشاغل عیب سے عجیب تر
 ☆ ————— ایم جہینہ بیگم۔ زون۔ بلی برون
 مہینے کی گھنٹوں میں ہو شام میری
 تڑپتا ہوا دل دعا مانگتا ہے
 ☆ ————— عبدالرحمن بکر۔ گاؤں نین لاکھ
 اب خیر سے کہہ دو ہم سے سچا کر لے منم
 وہ چلا گیا جس کے لئے ہم جا کا کرتے تھے
 ☆ ————— محمد شرف زئی۔ دل۔ تنوکی
 طے ہزاروں لوگ زندگی میں اے ناز باری
 وہ ان سب سے جدا تھا جو دل میں اترا گیا
 ☆ ————— اے ناز باری۔ گدائی
 دکھوں کے تصادم سے یہ کیا انقلاب آیا
 اب آگھوں نے جرات کی اور رہنے پہ تھپ آیا
 ☆ ————— محمد شہدائشی۔ گاؤں ہالٹینا
 دیرانوں میں گھنٹے ہیں جن کو کھلتا ہوتا ہے
 دیرانوں میں تو ذکر بھی لے ہیں جن کو کھلتا ہوتا ہے
 ☆ ————— نذیر احمد گبول۔ جلاب کلف
 کیا تم ہے کیا خوش ہے معلوم نہیں
 اپنے ہیں کہ اپنی سلطان نہیں
 جس کے بغیر ایک پلی نہیں گزرتا
 کیسے گزرتے کی عمر معلوم نہیں
 ☆ ————— عمران رمضان بکر۔ شینگ سول
 ہر کی تھی جو تجھے دیکھ کے
 یاد ہے مجھے آج تک وہ چلے ہر کون
 ☆ ————— انوار حسین بھونتر۔ کھجورستان
 آتا تو کسی بار حرم کا کوئی جہنما

شعری بیگانہ اپنے پیاروں کے نام

دل کی چوٹیوں نے بھی جھین سے رہتے نہ رہے
جب چلی برو ہو میں نے تجھے یاد کیا
اس کا روز نہیں کہ تم نے کیا دل ہو اور کیا
اس کا روز ہے بہت دور میں نہ رہے
محمد رفیق اعوان - گوجرہ

شہزادہ عالمگیر (مرحوم) کے نام

بہ سب نہیں ان سونے گھروں کے تانے
مکان بھی رویتے ہیں کھینوں کو یاد کرتے
محمد رفیق ماویا - منٹھی بہاؤ اللہ

K ماں کی ٹھٹھہ قریشی کے نام

دل نے چاہا آپ کو کوئی تھنہ دور
میرے پاس وہ دنوں کے سوا کچھ بھی نہیں
تیر بھر نہ پڑے تم کا سایہ آپ کا
میرے پاس ان دنوں کے سوا کچھ بھی نہیں
محمد رفیق ماویا - گوجرہ

این کے نام

کیا رکھا ہے بڑی زندگی کے افسانے میں
تو تیری ہے اسے جانے میں
کچھ تیری جانے کی بھلانے میں
سیر نازاں ہو جی - گجرات

AZ عبدالحکیم کے نام

تو اس شہر کے لوگوں کے حسن سناک سے
واقف نہیں اے فرزند
یہ تو اپنی حسن تو بھی مرعابہ مزادیتے ہیں
محمد اعجاز احمد - عبدالحکیم

خاص شخص سکھر کے نام

کچھ لوگ دیکھتے ہی روٹھ جاتے ہیں

بر رشتے کی زندگی سنو رہا ہے
عمران خواجہ - بلوچستان

FMI کراچی کے نام

موتوں بعداں تیری کے ساتھ تیرا دیکھا تو کیا ہے
باتی کہ ہم نے اس کو بہت پیے پھونکا ہے
آمنہ - راولپنڈی

این پھول مگر کے نام

شستی بھی نہیں بدلی دیر بھی نہیں ہے
ہم ڈوبتے دلوں کا جذبہ بھی نہیں بدل
ہے شوق سڑاتا کہ اک عمر سے ہم نے
منزل بھی نہیں پائی اور راستہ بھی نہیں بدل
عثمان عینی - قبولہ شریف

SHA شہنشاہ پورہ کے نام

اے مضم تیرے عشق میں مجھے اتنے یاد کیا
کہ جہد کی حالت میں دل نے تجھے یاد کیا
محمد اشرف زخمی دل - گجرات

YA مہمانوالی کے نام

اس کو تعریف کر کے دیکھی ہے
کچھ بھی میزان میں نہیں رہتا
نرگس ناز - سکھر

اے اعوان کراچی کے نام

دعا میری ہو یقین آپ ہو
رات میری ہو خواب آپ ہو
پر میرے دست دعا کن کبھی ایسا نہ ہو کہ
آنسو میرے ہوں اور وہ آپ ہو
ماجد علی اعوان کھیری - کراچی

Z جان گوجرہ کے نام

ساجد عباس اعوان حافظ آباد کے نام
الوداع اے دوست الوداع
زندگی میں پھر نہیں گئے اتر موقع بنا
محمد بارون قمر اعوان - بیجا پور ہزارہ

FK اسلام کے نام

تیرے جذبوں کی سچائی بھی وہی ہے
تیرے بن میری تمہاری اب بھی وہی ہے
اب کیا احساس دلوں تھو کو اپنے درد کا
سنا سے تیری ناپرواہی اب بھی وہی ہے
ظہیر احمد ملک - شیدائی شریف

R جان کے نام

پتہ لوگ آنکھوں میں بس جاتے ہیں
آنکھوں سے دل میں اتر جاتے ہیں
ہم چاہیں تو مانا نہیں سکتے اس ہستی کا نام
کچھ لوگ ہوں ہاتھوں کی بکیر نہ جاتے ہیں
ایم اشفاق بیٹ - لالہ موٹی

NS بریڈ فورڈ کے نام

میں تم کو بھول جاؤں یہ میرے اختیار میں نہیں
صورت تو فراموش ہے نام بھی چھوڑا گیا ہے
ڈو الیقین حسین ناز - بریڈ فورڈ

میری جان کے نام

کبھی قسمت نے تو یاد کر لینا اے دوست
کتنی یہ نشہ کو تم بن بیٹھنے کی عادت پڑ جائے
مطلوب حسین بریڈ فورڈ - لاہور

A راولپنڈی کے نام

میری عبادت کو ایسے کر قبول یارب!
کہ جہدے میں جھکوں تو مجھ سے جڑے

جواب عرض 227

کچھ لوگ دیکھتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں
محمد لقمان اعوان - شیخوپورہ

NI مخلصی خورد کے نام

خوشی ملی تو کئی درد مجھ سے روٹھ گئے
یارو ادعا کرو کہ میں پھر سے اداس ہو جاؤں
منظر علی گوندل - بھلولال

کسی اپنے کے نام

کسی کی خست حالت کو دیکھ کر یوں مسکرانے والے
وقت تھے اس حال میں لے آئے تو کیا ہوگا
غلام شہزاد سی رانو - فریبند

محمد عرفان خان ندال کے نام

ہم آپ سے تعلق تو نہیں لیکن پھر بھی
دعا ہم کریں گے ان شاندار زندگی کی آفریں سانس میں
ایم جہا پیداداس - خان ندال

ایرن راولپنڈی کے نام

اک شخص جو مجھ کو رزم شناسائی دے گیا
جب دے نہ سکا پندر تو رسوائی دے گیا
جائے جائے اپنی نشانی کے طوق پہ
کتھے پیار سے مجھے کو تنہائی دے گیا
عامر امتیاز تازی - مگر سیداس

III اور کے نام

میری آوارگی میں وہ تیرا قصور ہے
جب تیری یاد آتی ہے تو گھرا چھا نہیں لگتا
عکاس احمد ڈاکٹر - حضور

MI ملہ گنگ کے نام

مجھ سے بچ کر ہے نام ہو جاؤ گے
سوداگروں کے ساتھ نیلام ہو جاؤ گے
بچہ کو اچھا نہیں لگتا تیرا ہر کسی سے مانا
ہر کسی سے چلو گے تو عام ہو جاؤ گے
شاہ نول - چکوال

Z ایڈرا چگان کے نام

تو کین جانے میری رودکی داستان واس دوست
میں نن کو بھی دعا دینا ہوں جو
میرے نام سے نغرت کرتے ہیں
بونادنگی - بہاولپور

ریاض احمد کے نام

جسے چاہا اس نے بیسے منج دینے
جو چھڑا پتا یاد آئے
باتھ اٹھائے تھے فقط اپنے لئے
اس وقت دعا تو یاد آئی
میردضا - ساہیوال

GN ٹھٹھ قریشی کے نام

تو نے کہا نہ تو کہ میں کشتی میں ہو جاؤں
پیرے کو اب نہ ادا ہے مجھے ڈونا بھی دینے
پرنس عبدالرحمن پھر - نین لائبر

بھائی غلام فرید شولہ تامل لیا نوالہ کے نام

ہم ہر روز اداس ہوتے ہیں تو شام گزر جاتی ہے
اک روز شام بہاں ہوگی اور ہم گزر جائیں گے
عبدالحمید احمد - فیصل آباد

بے وقت لاکوں کے نام

بڑوں عزیزوں کی بڑوں کا دن ہوں گے
لگا ہیں ہم کو وہ زندگی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے
کاشف گلونہ - بنوں دولین ملز

KS کراچی کے نام

کیا ہوا میں رسوا ہو گیا
تجربوں چاہا تھا چاہنے کی سزا پائی
عبدالحمید ارمان - گوجران

NI شیخوپورہ کے نام

مناہ چاہوں بھی تو نہ مٹا پاؤں گا
تیرا نام اپنے دل سے

مٹانے تو وہ جانتے ہیں حروف
جو لفظی سے نہیں جاتے ہیں
ایم احمد علی - کالاباش

AHS بھاگو وال کے نام

کہنے کو تو ہیں بہت ہی ہاتھ کھر
منا سے ہے ہونے نہیں ہاتھ بہت تیزی
جگر کے صدمے تو یاد ہیں بہت ہاتھ
عمر بھول جاتی ہوں سب ہاتھ تو کمر صورت تیری
سہیل رحمان - چیک نمبر 17 سیدہ الہ

کسی اپنے کے نام

مشق خدا سے تعلق مشکل تو نہیں
دفا کی یہ رہ مشکل تو نہیں
کرو رب سے آگے سرف اک بہرہ
یہ کجہ ہزار بہرہوں سے کوئی مشکل تو نہیں
محمد داسف غفص - ہوا کینٹ

ایم زید باہی والہ کے نام

اس نے نہیں پہنچی کرا لڑا کرا کرا کرا
یہ غریب لوگ تیر محبت کے سوا کچھ دیں گے
عالم شہ زید - باہی وال

آئی ایس چوک اعظم کے نام

یہ کیا کہ سب سے بیان دل کی باتیں تیری
جان تجھ کو نہ آئیں محبتیں تیری
منان عمر آرحقی - چوک اعظم

R چک نمبر 11 ایم آر کے نام

بھاری سہلنت میں دیکھ کر قدم رکھا
بھاری محبت کی قید میں رہائی نہیں ہوتی
محمد زید شاہد - ملتان

اسے ناز بلوچ گڈائی کے نام

اپنی چاہت سے میرے دل کو چر اکرے جا
جس طرف تو نے غزل میری چرائی ہے منہ
محسبت علی ناصی بلوچ - وطنی

جواب عرض 228

آئینہ روبرو

کشور کرن چوکی سے لکھتی ہیں۔ اسلام علیکم۔ میں ادارہ جواب عرض کی بے حد مشکور ہوں کہ وہ میری تحریروں و جگہ دے کر میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مجھے مزید لکھنے کا موقع ملتا ہے اور میں اپنے ان بہن بھائیوں میں شامل ہو جاتی ہوں جنہوں نے میرے ساتھ اپنے تمام ریڈز اور رائٹروں کے ساتھ مل کر اس رسالے کے لیے محنت کر کے نا صرف اپنی ایک پہچان بتائی ہوئی ہے بلکہ ایک جھکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں قارئین سسٹرز اینڈ برادرز۔ میں بھی آپ سب کے ساتھ ہیں ہوں اگر ایک دو شمارے میں میری تحریر نہ لگے تو اس میں میرا کیا قصور ہو تو ادارے والوں کا کام ہے ہمارا کام بھیجنا ہے اور امید لگا کر بیٹھا ہے ہر ماہ شمارے کو بے چینی سے دیکھتا ہے اگر کچھ شائع ہوا ہے تو دل میں لذت چھوٹے اگر نہیں تو اپنے دوستوں کی باتیں سن کر ہی بہت خوشی ہوتی ہے میں سب ہی کہانیاں پڑھ چکی ہوں ہمارا پیارا دوست جواب عرض ہم سب کو ساتھ لے کر چل رہا ہے تو قارئین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مجھے یاد کرنے کا یا میری تحریروں کو پسند کرنے کا بہت شکر یہ خط پہلے ہی بہت بڑا ہو گیا ہے مزید نام لکھنے سے اور بھی بڑا ہو جائے گا پھر کیا ہو گا پتہ نہیں۔ میں نے سب کے خط پڑھے ہیں سب کے دلوں میں عزت اور خلوص دیکھ بہت خوش ہوتی ہے۔ اور ایک بات کی خوشی ہوئی کہ ادارے نے جواب عرض کے قارئین کو جواب دینے شروع تو کر دیئے ہیں لیکن ہمیشہ یہی سلسلہ چلتا رہے تو کیا ہی بات ہے مزید لکھنے والوں کا حوصلہ بڑھتا رہے گا پچھلے خط میں بھی میں نے ادارہ میں لیکر لکھا تھا کہ میری دوستی کہانی دوبارہ شائع کر دیں یا پھر اگر وہ رسالہ کسی قارئین کے پاس ہے تو پلیز مجھے بھیج دیں میں اس کے پرائز فور ادا کر دوں گی مگر مجھے اس کا جواب نہیں ملا شہزادہ صاحب میری بات پر غور کریں مہربانی ہوگی۔ باقی مجھے ایک اور بات کا دکھ ہوا ہے کہ جب رائٹر بالکل لکھنے کے قابل نہیں ہوتا تو جواب عرض اس کو اتنی عزت دیتا ہے اور ہم لوگ جواب عرض کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھتے ہیں اور اس سے آگے بڑھنا سیکھتے ہیں یہ ہمیں۔ عزت۔ ایک۔ تمام۔ ایک پہچان دیتا ہے اور پھر جب ہم لکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو جواب عرض کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہم اپنی تحریروں کا انتظار نہیں کر سکتے کیوں ہم ایسا سوچیں ہمارا دماغ خراب ہے کہ جواب عرض کو چھوڑ کر جائیں یہ الفاظ میں اپنے لیے نہیں ان کے لیے بول رہی ہوں جو ایسا سوچ رہے ہیں اور جو کر چکے ہیں پھر بہانہ ہوتا ہے کہ آج بھی ہے اور کل گئی کیوں نہیں ہم تو کسی اور میں لکھیں گے۔ یہ سوچ رکھنے والے رائٹروں سے ریکویسٹ ہے کہ اگر ان کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ جواب عرض میں تو گئی نہیں ہم کسی اور میں بھیج دیتے ہیں تو وہ لوگ رسالے کی ہمارے سامنے جواب عرض کی یوں تو چین نہ کریں مہربانی کیونکہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی ہمارے پیارے رسالے کو چھوڑ کر جائے۔۔۔ اور ایک اور سنوری محبت کے لالچ پڑھ کر بہت دکھ ہوا ہے پلیز بھائی اگر آپ کا ذہن ایسا تھا تو ہر کسی کا ایسا نہیں ہوتا اگر وہ لڑکی پاگل تھی تو آپ تو سمجھا رہے تھے ایسی سنوری لکھنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا اسی عورت ذات سے آپ کا بھی کوئی رشتہ ہے پھر اپنے اس رشتے کو سامنے کیوں نہیں رکھا پلیز ایسی کہانیوں سے اپنا کردار خراب نہ کریں

ہمیشہ ایسی کہانی لکھو کہ پڑھنے والا بھی خوشی سے پڑھے اب مرد لوگ تو یہ کہانی پڑھ کر شاید سمجھ نہ سکیں مگر لکھنے کے لیے ایسی بات کوئی عام بات نہیں ہے کہانی سوچ کر لکھا کریں مہربانی۔ اگر کسی کو میری کوئی بات بری لگی ہو تو سوری مگر سب سچ لکھا ہے آخر میں جواب عرض کے لیے دعاگوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دن رات چوٹی ترقی کی گامزن رکھے آمین۔

گڑیا چوہدری۔ سید پور سے لکھتی ہیں۔ اسلام علیکم۔ جواب عرض کے سنا اور سب قارئین کو میرا مکتوب پھر اسلام قبول ہو جو اب عرض ہرگز رتے ہوئے لوگوں کے ساتھ ترقی کی طرف گامزن سے اس میں شائع ہونے والی ہر تحریر میرے خیال میں خود شامی کا بہترین ذریعہ ہے باقی لوگ کیا سوچتے ہیں مجھے یہ علم نہیں دیر سے آنے کی وجہ اور لکھنا شروع کیا کیوں کہ بے یقینی تھی۔ بابا بابا۔ صرف یہ کہ پر وہ نہیں جلد ملے یا نہ ملے پر بہت زیادہ شکر یہ ادا کرتی ہوں بھائی ریاض احمد کا جنہوں نے مجھے جواب عرض میں لکھنے کی جگہ دی اور میری ہمت بندھائی تھی کس بھائی ریاض احمد اللہ آپ کو بڑی عمر حیات دے۔ اے عائشہ نور عا شا آف شاد یوال یا آپ تو اپنے ہی علاقے کی ہو جلدی کہانی لکھا کرو تا میں بہت بے صبری سے انتظار کرتی ہوں انشاء اللہ وقت اور سانس نے اجازت ہی تو پھر جانے ہوگی تمام سنا اور قارئین کو سلام اللہ حافظ۔

امداد علی عرف ندیم عباس تنہا۔ میر پور سے لکھتے ہیں مابنا۔ جواب عرض کی پوری نیم کو سلام قبول عرض یہ ہے کہ اینڈ بیٹر صاحب میری عزیز ہیں اور کہانیوں کو بھی جلد دیں مجھے امید ہے کہ اس بات میری کوئی کہانی کہانی ضرور منظر عام تک پہنچے گی شکر یہ اب آتے ہیں شمارے کی طرف تو جنوری کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔۔۔۔۔ آپ کی کشور بن ہر باری اپنی قلم کا جادو دکھائی ہیں شک گلاب بھی ان کی اچھی کاوش تھی۔۔۔۔۔ رفعت محمود۔۔۔۔۔ سیف زخمی۔۔۔۔۔ رابعہ ذوالفقار۔۔۔۔۔ مجید احمد جانی۔۔۔۔۔ نے بھی اچھا لکھا ہے۔۔۔۔۔ مس فوزیہ کی کہانی بھی تعریف کے قابل ہے۔۔۔۔۔ باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا ہے کوشش کریں کہ جواب عرض کے باقی سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح بہت اچھے ہوں۔۔۔۔۔ علی رضا۔۔۔۔۔ رمضان آرمیں۔۔۔۔۔ مسکان علی پور۔۔۔۔۔ ماریہ ماناگا منڈی۔۔۔۔۔ خزانہ مری۔۔۔۔۔ آفتاب احمد بھکر۔۔۔۔۔ عثمان کشکوری نالی۔۔۔۔۔ محمد وسیل ٹھنڈہ۔۔۔۔۔ شوکت علی کراچی۔۔۔۔۔ عبدالستار۔۔۔۔۔ ٹھنڈہ۔۔۔۔۔ باقی جن دوستوں کے میں نام نہیں لکھ پایا ان سب نے مجھے یاد رکھا آپ نے میری تعریف کی یا تنقید کی آپ سب کس بہت بہت شکر یہ۔۔۔۔۔ اور زین میر پور خاص اس کے علاوہ۔۔۔۔۔ ماریہ عباس۔۔۔۔۔ آپ سب کا بہت بہت شکر یہ میرے پیارے بھائی۔۔۔۔۔ ندیم اقبال قرنی صاحب آپ کا بھی شکر یہ پوری نیم کو سلام۔

پرنس مظفر شاہ پشاور سے لکھتے ہیں۔ سال 2015 کا شک گلاب نمبر ملنے کے بعد پورا پڑھ چکا ہوں اور انصاف کے ساتھ اس تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں آغاز میں خلیل احمد ملک کا اسلامی منظر اور عثمان علی کا ماں کی یاد میں زبردست تھا آئینہ روبرو سے ہوتا ہوا کہانیوں کے کشن میں قدم رکھا سب سے پہلے۔۔۔۔۔ شاہ اجالا کی کہانی پڑھی لیکن مزہ نہیں آیا پھر۔۔۔۔۔ دین محمد بلوچ کی کہانی محبت کے عیب منظر پڑھی کچھ بہتر تھی۔۔۔۔۔ انتظار حسین سانی صاحب کی کہانی ربا عشق نہ ہونے پا کر خوشی ہوئی۔۔۔۔۔ رفعت محمود کی آئینہ کی موت بھی اچھی کہانی تھی ویری گنڈ۔۔۔۔۔ مس فوزیہ کنول کی اب نشانہ کون نے بھی شمارے کی اچھی کہانیوں میں اضافہ کیا۔۔۔۔۔ یا سرور کی کہانی کوئی ہے میرا پردیس میں بھی ایک اچھی کاوش تھی۔۔۔۔۔ محمد سلیم اختر نے دوستی امتحان لکھی ہے کہ کر شمارے کو چار چاند لگا دینے ویری گنڈ بھیا۔۔۔۔۔ آصف دیکھی شجاع آباد کی سنوری امتحان ہے زندگی بھی

خوبصورت تھی۔۔۔۔۔ یعقوب صاحب صنوبر لکھنے پر مبارک باد قبول کریں۔۔۔۔۔ عابد شاہ کی سنوری کون ہے وقا
 بھی ایک منفرد کہانی تھی۔۔۔۔۔ سراج اللہ خشک کی کہانی نے متاثر نہیں کیا البتہ۔۔۔۔۔ شہزادہ سلطان کی بلا عنوان
 نے خوب رنگ جمایا گند شہزادہ صاحب۔۔۔۔۔ عمر حیات شاہ کی کہانی محبت مر نہیں سکتی شمارے کی نایاب سنوری
 تھی مبارک باد ہوا اور۔۔۔۔۔ محمد یونس صاحب نے مکافات عمل تحریر کے شاہد افریدی کا چھکا لگا دیا جو کہ گزر گراؤنڈ
 سے باہر برائے بھائی کیا بات ہے تیری سنوری کی آپ کے لیے مبارک باد کی جگہ کشمیر بنے کا پاکستان اور آپ کشمیری
 بنے پاکستانی ہوئے۔۔۔۔۔ آخر پر مجید احمد جانی صاحب کی مٹی کے انسان خوبصورت انداز میں ایک کرب مسلسل
 کے رائٹر۔۔۔۔۔ عرفان ملک آف راولپنڈی کی کہ بات ہے آپ نے ہندی نوڈ سنور میں ذر دیا اور میرے دل
 میں اپنے لیے جگہ پٹی اب تم آسانی سے اس میں ڈیرہ جتا سکتے ہو باقی تمام دوستوں کا شکر یہ جو مجھے یاد
 کرتے ہیں۔

ایم عمر دراز آکاش۔ فیصل آباد سے لکھتے ہیں اسلام علیکم جنوری کا شمارہ ملائے سال کی طرح خشک
 گلاب بھی نیا اور زبردست تھا جس کے بارے میں میرے پیارے دوست۔۔۔۔۔ جبر آئیل آفریدی مپانوانی
 سے ایڈوانس میں ہی بتا دیا تھا کہ شمارہ زبردست ہے یہ من گزیری خوشی ہوئی اس بار کہانیوں میں۔۔۔۔۔ شہزادہ
 سلطان کیف کویت۔۔۔۔۔ مجید احمد جانی۔۔۔۔۔ انشکار حسین ساقی۔۔۔۔۔ ریاض مجسم۔۔۔۔۔ محمد عرفان ملک
 رفعت محمود۔۔۔۔۔ اور سیف الرحمن بھائی کے ساتھ ساتھ۔۔۔۔۔ ایم یعقوب نے زبردست قلم کاری کی ہے
 ان کے علاوہ باقیوں نے بھی اچھا لکھا ہے مبارکباد ہو۔۔۔۔۔ آصف سانول آپ کیسے ہیں اور کہاں ہیں پلیز جلدی
 واپس آجائیں۔۔۔۔۔ منظور اکبر آپ نے تو نمبر ہی بند کر دیا ہے خیر تو ہے۔۔۔۔۔ جبر آئیل آفریدی صاحب آپ
 بھی کوئی اچھی ہی سنوری کے ساتھ انٹری ماریں باقی ادارے سے گزارش ہے کہ آپ کے پاس میری چار کہانیاں
 ہیں مہربانی فرما کر انہیں بھی جگہ سے نکال کر حوصلہ افزائی فرما لیں شکر یہ آخر میں ادارے کے لیے دعا گو۔

افسانہ کنول کھولی رتہ سے ہستی ہیں میں بڑی امید کے ساتھ ایک کہانی لے کر زندگی اور شاعری بھیجی
 ہے پلیز ریاض بھائی جان میری کہانی اور شاعری جلدی شائع کریں جو اب عرض واحدہ رسالہ ہے جو میں شوق
 سے پڑھتی ہوں اور آپ میری کہانی اور شاعری کو شائع کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کریں گے کیوں کہ
 جواب عرض میں کوئی مایوس نہیں کیا جاتا پلیز جلدی شائع کریں اور میرا خط آئینہ رو برد میں شائع کرنا اس کے علاوہ
 جواب عرض کے لیے فریڈروں دنگل میں اور تمام پڑھنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے سلام قبول ہو۔

نوبیہ حسین۔۔۔۔۔ نوبیہ سے کئی ہیں جواب عرض کی سب کہانیاں بہت اچھی ہیں غزلیں بھی اچھی تھیں
 جن میں۔۔۔۔۔ شہزادہ کرن۔۔۔۔۔ زاہد۔۔۔۔۔ آبی کشور کرن۔۔۔۔۔ کی غزلیں اچھی تھیں شاعری میں آنتہ شہزادی
 ۔۔۔۔۔ پولس۔۔۔۔۔ مظفر۔۔۔۔۔ محمد عرفان۔۔۔۔۔ اسحاق انجم کی شاعری اچھی تھی اور سب بہن بھائیوں سے گزارش
 ہے کہ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھئے آخر میں سب پڑھنے لکھنے اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام دعا۔

اظہر سیف تبسم سکھسکی منڈی سے لکھتے ہیں۔ پیارے قارئین سے میری ریکویسٹ ہے کہ آج
 کے بعد مجھے اظہر سیف تبسم سکھسکی منڈی سے یاد کیا جائے گا میں نے اپنا نام بدل لیا ہے میری پیاری بیوی میری
 جان کی فرمائش پر میں نے اپنا نام بدلا ہے آخر میں اپنی جان سے پیار و سلام جان آپ کے لیے تو میں یہ دنیا
 بھی چھوڑ سکتا ہوں پیارے قارئین کو مجھ توں بھر اسلام سب خوش رہو شاف والے بھی رسالے والے بھی۔۔۔۔۔
 سیف الرحمن زحی۔ سیا لکوٹ سے لکھتے ہیں۔ ماہ جنوری کا شمارہ خشک گلاب دو جنوری کو مجھے ملا

دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے سب سے پہلے۔۔۔ اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد۔۔۔ ماں کی یاد میں پڑھ کر دل کو خوش کیا پھر میں کہانیوں کی طرف گیا تو پہلے نمبر پر۔۔۔ شاہ اجالا کہ کہانی محبت تھی میری طرف سے مبارک باد قبول ہو میری بردعا ان کے ساتھ ہے۔۔۔ مس فوزیہ کنول کہ کہانی اب نشاۃ کون اپنی مثال آپ تھی میری طرف سے مس فوزیہ کنول کو مبارکباد۔۔۔ عمر حیات شاکر کی کہانی۔ محبت مر نہیں سکتی۔۔۔ یونس ناز کی کہانی۔۔۔ مکافات عمل۔۔۔ مجید احمد جانی کی کہانی۔ مٹی کے انسان۔ ہم سب کے لیے ایک سبق اسوز کہانی تھی۔۔۔ یعقوب کی کہانی بخمبور بہت پیاری کہانی تھی میری بردعا ان کے ساتھ ہے آخر میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میری کہانیوں کو پسند کرتے ہیں میں جو بھی ہوں آپ سب کی دعاؤں سے ہوں۔۔۔ امجد علی۔۔۔ رمضان پر مکی۔۔۔ مدد حسین بلوچ۔۔۔ اللہ دتہ۔۔۔ عامر۔۔۔ غلام حیدر۔۔۔ سید ذیشان حیدر۔۔۔ سید مدثر۔۔۔ عمران ساحل ان سب دوستوں کو سلام قبول ہو آخر میں۔۔۔ فنکار شیر زمان۔۔۔ بشر علی کھوکھر میں آپ کی دعا کو سلام پیش کرتا ہوں۔

محمد بلال عباسی۔ بہستی خمیسہ۔ سے لکھتے ہیں ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے جواب عرض کے سب شاف کو اور پڑھنے والوں کو چاہوں بھرا سلام ماہنامہ جواب عرض کی محفل جاتے رہو میں نے پہلا خط لکھا ہے اور غزل تو آپ نے شائع کی تھی بہت خوشی ہوئی دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ اسی جواب عرض کی محفل میں شریک ہوتا رہوں جواب عرض میں سب دوستوں کی کہانی اچھی ہوتی ہیں ہر کسی کی کہانی کا اپنا منفرد کردار ہوتا ہے جن کی تحریر مجھے اچھی لگتی ہے ان کے نام یہ ہیں۔۔۔ آپی کشور کرن بھوکی۔۔۔ دین محمد بلوچ۔۔۔ انتظار حسین سانی۔۔۔ رفعت محمود۔۔۔ محمد عرفان ملک۔۔۔ مس فوزیہ۔۔۔ شاہ اجالا۔۔۔ عافیہ گوندل۔۔۔ سیف الرحمن زخمی۔۔۔ سلیم اختر۔۔۔ یاسر وی۔۔۔ آصف دگی۔۔۔ ایم یعقوب۔۔۔ رابعہ ذوالفقار۔۔۔ عابد شاہ۔۔۔ سراج اللہ خٹک۔۔۔ شہزاد کیف۔۔۔ عمر حیات شاکر۔۔۔ یونس ناز۔۔۔ مجید احمد جانی۔۔۔ اور آخر میں۔۔۔ عبدالجبار بروی انصاری کو سلام پیش قبول کرنا۔

سیدہ امامہ۔ راولپنڈی سے لکھتی ہیں۔ تمام شاف کو مبارکباد اور قارئین کو سیدہ امامہ کا سلام جنوری کا تازہ ترین شمارہ آخر مل ہی گیا بڑی بے مشکل سے ہر ماہ اسی مسئلے سے گزرنا پڑتا ہے کبھی ہاتھ آتا ہے تو کبھی نہیں اس مسئلے کے بارے میں۔۔۔ انکل ریاض احمد کو بھی میں نے آگاہ کیا تھا اور انہوں نے مسئلے کے حل کی یقین دہانی بھی کروائی تھی بہر حال میں شکر گزار ہوں۔۔۔ ریاض بھائی کی کہ وہ اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر ہمارے مسائل پر توجہ دیتے ہیں اور ہماری رہنمائی کرتے ہیں بے شک یہ رسالہ نئے لوگوں کے ہی مشکل راہ ثابت ہوتا ہے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی سب کو موقع ملتا ہے اپنا ٹیلنٹ دکھانے کا بھی کاتبوں کی صورت میں تو کبھی شاعری کی صورت میں ہر ایک کا بہر تین کا سفر لا جواب ہے ویلڈن ان تمام کی تہ دل سے شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں خاص طور پر سینئر لکھنے والے اجب تعریف و تشہید کرتے ہیں تو ان کی عزت میرے دل میں مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ بھی ہمیں پڑھتے ہیں اور تہرے کرتے ہیں سب ایک سے بڑھ کر ایک لکھتے ہیں اسی طرح جواب عرض کی موتیوں کی مالا کو پروتے رہیں اور شان سے شاندار بناتے رہیں پرانا سال بیت گیا اور نیا سال نئی امیدیں لے کر چڑھ گیا ہے۔۔۔ ثوبیہ حسین کہونہ سے میں پوچھنا چاہوں گی کہ آپ کہونہ کہاں پڑھتی ہیں میں بھی آپ کے شہر میں رہتی ہوں ضرور بتائیے گا اس کے ساتھ۔۔۔ ملک علی رضا صاحب۔۔۔ اور آپی کشور کرن۔۔۔ ذیشان علی صاحب۔۔۔ طاہر حسین

۔۔۔۔۔ صدیق صاحب ۔۔۔۔۔ الطاف حسین دکنی صاحب ۔۔۔۔۔ شاہد رفیق سہو صاحب ۔۔۔۔۔ فنکار شیر
 زمان صاحب ۔ میری طرف سے بہت بہت سلام اور دعائیں آپ سب بہت اچھا لکھتے ہیں میری دعا ہے کہ
 جواب عرض اسی طرح ہی ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے اور کامیابیاں میسر رہے آمین ۔۔۔۔۔ مس فوزیہ
 ۔۔۔۔۔ پریا دعا ۔۔۔۔۔ پونس ناز ۔۔۔۔۔ عابدہ رانی ۔۔۔۔۔ حماد ظرف بادی ۔۔۔۔۔ آپ بھی سیدہ امامہ کا سلام
 سب بہتر اچھا لکھتے ہیں اگر سانسوں نے وفا کی تو انشاء اللہ آئندہ نئے شجرے کے ساتھ حاضر ہوں گی تب تک
 کے لیے اجازت دیں اللہ تمہارا ۔۔۔۔۔

عثمان عینی پشاور ۔۔۔۔۔ سے لکھتے ۔۔۔۔۔ اسلام ٹیکم ۔۔۔۔۔ پیارے اور اچھے ریاض احمد بھائی یقیناً آپ خیریت سے
 ہوں گے اور ٹھیک ٹھاک ہوں گے ریاض احمد بھائی جان ڈائجسٹ پشاور جیسے معروف ترین شہر میں اکثر لیٹل
 جاتا ہے اور کبھی کبھی مارکیٹ کے دس پندرہ چکر لگانے کے بعد بھی نہیں ملتا آپ سے گزارش ہے کہ جب آپ
 میری کہانی شائع کریں سچ مجھے ڈائجسٹ کی ایک کاپی عزیزی درج ذیل پتہ پر ارسال کر دیا کریں شکریہ ۔۔۔۔۔
 ملک علی رضا ۔۔۔۔۔ فیصل آباد ۔۔۔۔۔ سے لکھتے ہیں ۔۔۔۔۔ محترم برادران ایند جواب عرض کے پورے شاف کو
 سلام جواب عرض ہر ماہ قائم کے ساتھ فیصل آباد گھنٹہ گھر سے موصول ہو رہا ہے جس کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد
 دل و دماغ میں شادابی آ جاتی ہے جواب عرض میں تمام تحریریں عمدہ سے عمدہ ہیں ان تمام لکھاریوں کی خدمت
 اقدس میں سلام و دعائیں ۔۔۔۔۔ جناب منیر رضا کے سر کی وفات پر میری جانب سے اظہار افسوس تعزیت اور
 دعا مغفرت اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں علیٰ مقام عطا فرمائے آمین ۔۔۔۔۔ اس بار تحریر تو سب کی ہی لا جواب تھی
 مگر محترم ۔۔۔۔۔ حکیم جاوید نسیم ۔۔۔۔۔ ملک علی عاشق حسین ساجد کے قلم سے لکھے ہوئے الفاظ پڑھ کر دل باغ
 باغ ہو گیا ۔۔۔۔۔ غزلوں میں ۔۔۔۔۔ حافظ شفیق ناجز ۔۔۔۔۔ شہزاد سلطان کیف ۔۔۔۔۔ عبدالرشید صارم ۔۔۔۔۔
 دوست محمد وٹو ۔۔۔۔۔ مس فوزیہ کنول ۔۔۔۔۔ فاطمہ لاہور ۔۔۔۔۔ افضل آزاد ۔۔۔۔۔ اشرف شریف
 دل ۔۔۔۔۔ بوٹا عاصم ۔۔۔۔۔ جاوید رنگ والا ۔۔۔۔۔ شازیہ وقاص شازی ۔۔۔۔۔ گڑیا چوہدری
 ۔۔۔۔۔ ریٹا محمود ۔۔۔۔۔ کوثر پرین جرنوال ۔۔۔۔۔ ریاض اچوہان ۔۔۔۔۔ کی غزلیں زبردست تھیں دعا ہے کہ
 جواب عرض دن دگنی رات چوٹی ترقی کرے آمین

شاعر یوسف وردی ۔۔۔۔۔ ناروال سے لکھتے ہیں ۔۔۔۔۔ ریاض صاحب اسلام ٹیکم ۔۔۔۔۔ امید برقرار ہے آپ
 کی زندگی کا چمن مہکتا ہوگا اور آپ کے لبوں پر جہم قائم دائم ہوگا حضور آپ کے ہم بے حد مشکور ہیں وہ آپ نے
 ہم حقیر اور ادنیٰ سے انسان کو جواب عرض کی عدالت میں پیش قدمی کا شرف بخشا اور ساتھ ہی ساتھ ہماری کمزوری
 شاعری کو جواب عرض کے دل میں جگہ عطا فرمائی یہ آپ کا حسن اخلاق ہے کہ آپ بر آنے والے نئے مہمان کی
 حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور کسی کی دل شکنی نہیں کرتے ہاں انتظار ڈرا طویل ہوتا ہے مگر مایوسی کسی کے حصے میں نہیں
 آئی بھائی جی اگر یونہی آپ کے خلوص کا سلسلہ قائم رہا تو ہم ہر ماہ جواب عرض کے لیے اپنے خون جگر سے لکھے
 ہوئے الفاظ شاعری میں سجا کر آپ تک پہنچاتے رہیں گے اور امید ہے کہ آپ بھی ہماری محنت اور کوشش کو ممکن
 بنائیں گے اور مختصر یہ ہے کہ آپ کے پاس میری شاعری کے بقیہ حصے کو بھی انصاف کے ترازو میں تولاجائے اگر
 ممکن نہیں تو ہم ماہ جنوری میں لکھے گئے تازہ کلام کا کچھ حصہ آپ کے سپرد کرتے ہیں گزارش ہے کہ کسی نزدیکی
 شمارے میں جگہ دے کر دوبارہ سلامی کا موقع دس گے باقی جواب عرض کا ہر فرد محنت سے لکھ رہا ہے اور چھاپنے
 والے بھی کوئی کمی نہیں رکھتے فن کے استاد ہیں لیکن کچھ نام قابل ذکر ہیں جو میرے پسندیدہ ہیں ۔۔۔۔۔ انتظار

حسین ساقی۔۔۔۔۔ حسنین کاظمی۔۔۔۔۔ مس فوز یہ کنول نکلن پر۔۔۔ یہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کے قدم سے نکلے ہوئے الفاظ انسان کو اپنی طرف متوجہ راغب کرتے ہیں اور ایک مجھپ سا گھنچاؤ پیدا کرتے ہیں اور میری پیاری آبی شاز یہ کو بھی میرا اسلام آخر میں ایک خاص بات ہے کہ ریاض بھائی ہم ہر بار آپ کو سننے نئے پتے بھیجتے ہیں اس کی وجہ یہ کہ ہم آری مہل ہیں اور ہمارا ایک ٹھکانہ نہیں ہے۔۔۔ لیے جگہ و مقام بدلتے رہتے ہیں۔

محمد حسن بلوچ چکی جو ہر کراچی سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم۔ عرض یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ انتظار حسین ساقی کی کہانی۔ ریاض شوق نہ ہوئے شائع ہوئی اس قسم کی کہانی کا مجھے پہلی بار پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے میں رائٹر کو دل کی گہرائیوں میں داخلہ دینے بغیر نہیں رہ سکتا بلاتجربہ کہانی۔ حسن رضا اور مقدر کے گروہ جو مٹی سے جو کہانی کے دو بڑے مرکز کردار ہیں مقدس کی نیت سچی محبت میں خوبصورت جذبات چھلکتی عبرتی زندگی کے شیب و فراز میں سرگردان رہتی ہے اپنوں سے دکھ ہے رخی اور پریشانی کی ٹھوکریں کھانے کے بعد جب سنبھل جاتی ہے تو بے قراری کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرتی ہے اللہ کا فرمان ہے جب بندہ ایک قدم میری طرف بڑھاتا ہے تو وہ دس قدم بندے کی طرف بڑھ جاتا ہے جب مقدس کے خاندول سے حسن رضا نکل جاتا ہے تو اللہ واحد نیت مقدس کی زخمی دل میں مالا مال کرتا ہے اور حسن رضا اپنے بڑے اعمال کے ٹکڑوں کس کرکتے کی موت مرتا ہے میری دل کی صدا ہے اللہ کے نیک و صالح لڑکے لڑکیاں والدین کے فرمان برداری کے ساتھ جب اپنے آپ کو اللہ اور اس کے قرآن کے سپرد کر دیا کرتے ہیں تو ان کا مستقبل چو بدویں کے چاند کی طرح درخشاں رہے گا کامیابی ان کے قدم جو بے گی امید قوی ہے یہ خط فردی میں یا مارچ میں جواب عرض میں شائع فرمائیں گے تاکہ انتظار حسین ساقی کی قدم کو اخراج حسین کے الفاظوں سے یاد کیا جاسکے۔

محمد حسن بلوچ لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم بھائی جان سب سے پہلے میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ اتنا اچھا رسالہ نکالتے ہیں اور ہر نئے نئے لکھنے والے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں بھائی میں جواب عرض بہت شوق سے پڑتا ہوں پہلے مجھے کسی بھی رسالے سے دلچسپی نہ تھی مگر ایک دن اپنے سزن سے جواب عرض کا پرانا شمارہ جو ماہ جون کا دوستی ممبر تھا لیلر آیا تو پڑھا کافی اچھا لگا تمام کہانیاں پسند آئیں خاص طور پر شاعری تو بہت ہی اچھی تھی اور آپ کا ذہنی صفحہ پڑھ کر مجھے احساس ہوا کہ آپ سننے عظیم انسان ہیں کیونکہ آپ ہر قارئین کو ماں کی خدمت کا کا درس دیتے ہیں اور جو بھی ماں کی خدمت کرتا ہے مجھے وہ اچھا لگتا ہے اور میں اس کی دل و جان سے عزت کرتا ہوں بھائی باتیں بہت کر لی اب یہ بھی عرض کر دوں کہ میں جواب عرض میں لکھنا چاہتا ہوں اور امید ہے کہ آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے بھائی آپ بتادیں کہ میں کہانی مختصر بھیجوں یا طویل جیسے آپ میں گے ویسی ہی بھیج دوں گا بھائی جان ایک پرابلم ہے کہ میری عمر سترہ سال ہے اس لیے شاعری کا رڈ نہیں بنا ہوا آپ کہتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ این آئی سی کی بھائی کہانی کے ساتھ بھیجیں۔ تو ضرور بتائیے گا انتظار رہے گا۔

محمد ابو ہریرہ بہاؤ لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم امید کرتا ہوں آپ کا شاف۔ قارئین اور رائٹرز حضرات خیریت سے ہوں گے فروری 2015 ہندو کا شاہ اس دفع ایٹ ملا کافی انتظار کروا یا تقریباً تین چار چکر ضرور لگائے ہوں گے آخر دو فروری کو ملا دھڑکتے دل سے رسالہ کھولا تو فہرست میں اپنی کہانی دیکھ کر پہلے پہل تو یقین ہی نہ آیا لیکن جب آنکھوں کو دو تین بار مل کر دیکھا تو حقیقت کو ماننا بہت انتظار کروا یا انکل جی تاہم پھر بھی شکر یہ ادا کرتے ہیں مہربانی نوازش جی کہ آپ نے میری سنوری کو شائع کیا یقین جانیں بہت خوش ہوئی آپ کے پاس میری ایک اور کہانی پیاری جیت محفوظ پری ہے امید ہے کہ کسی نزدیکی شمارے میں جگہ دے کر شکر یہ کا

موقع دین گئے تو دوستو جن دوستوں نے مجھے پھری کہانی کی تعریف کی ہے ان میں پہلے۔۔۔۔۔ ندیم عباس میوانی۔۔۔۔۔ عمر فاروق۔۔۔۔۔ عثمان یونس۔۔۔۔۔ آفتاب رائے۔۔۔۔۔ ابو زر حفاری۔۔۔۔۔ ابو طلحہ۔۔۔۔۔ عبدالرشید بلوچ برادر اینڈ سنز۔۔۔۔۔ پروفیسر صاحب اور ان کے علاوہ اور بہت سے دوست جن کے میں نام نہیں لکھ سکا سب کا مشکور ہوں ندیم عباس میوانی اینڈ مصباح میوانی۔۔۔۔۔ ایم نادور شاہ۔۔۔۔۔ میں آپ کے شاہن گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے گروپ کے تمام اصول و ضوابط پر پورا اتروں گا اور مخلص دوست بن کر رہوں گا آپ کے جواب عرض کا انتظار رہے گا کہانیوں پر تفصیلی تبصرہ اگلے ماہ ہوگا انشاء اللہ بہادر لنگر والوں کو سلام آپ سب کو رسالے میں دیکھ کر خوشی ہوئی ہم سب ایک ہی خاندان کے فرد لگتے ہیں اپنے شہر کا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی بالخصوص جنیں راؤ صاحب آپ کو سنوری لکھنے پر بہت مبارک ہو خوش ہو جائیے کہ آپ سنوری لکھوانے کے لیے کسی کی منت سماجت نہیں کرتی پڑے گی کیونکہ آپ خود اس میدان میں اتر چکی ہیں گڈ ویری گڈ اسی طرح لکھتے رہنا۔۔۔۔۔ بھائی سلمان بشیر صاحب آپ کی سنوری کا بے چین سے انتظار رہے گا۔۔۔۔۔ پرس افضل شاہین آپ کی غزلیں اور اشعار پسند آئے آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالے کو دن و رات جو گئی ترقی عطا فرمائے آمین لکھتی ہیں۔

میں نے نئے سال کا جواب عرض خرید اپنا ہاتھ تو بہت خوشی ہوئی بہت ہی اچھا لگا کیونکہ اس میں میرے پسندیدہ رائٹر۔۔۔۔۔ شاعر۔۔۔۔۔ اور ادیب۔۔۔۔۔ صحافی۔۔۔۔۔ کالم نگار۔۔۔۔۔ انتظار حسین ساقی کی سنوری۔۔۔۔۔ رباح شوق نہ ہوئے۔۔۔۔۔ پڑھی بہت اچھی لگی انتظار حسین ساقی کی سنوری بہت پیاری ہوئی ہے بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ انتظار حسین ساقی کی سنوری ایک سبق آموز کہانی ہوئی ہے سنوری اتنی مزے دار ہوئی ہے دل کرتا ہے کہ ان کی سنوری کو بار بار پڑھوں مجھے سب سے اچھے سب سے پیارے رائٹر انتظار حسین ساقی لگتے ہیں دعا کرتی ہوں وہ ہمیشہ لکھتے رہیں میری ڈھیروں دعا میں انتظار حسین ساقی کے لیے ہیں۔

یا سرور کی دنیا پاپور سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم سب قارئین کو سلام جنوری میں میری سنوری لگی۔۔۔۔۔ کوئی ہے میرا پردیس میں۔۔۔۔۔ کافی لوگوں نے اسے پسند کیا میرے ایڈیٹر اس ماہ کی انیس تاریخ کو ہور ہے ہیں دعا کیجئے گا قارئین آپ دعا کیجئے گا کہ میرے پیچھے ہوجائیں اور میں اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں اگر میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا تو میرا جواب عرض کے سب قارئین سے وعدہ ہے کہ آپ سب کے لیے ایک دعوت کا انتظام کروں گا سب کو اکٹھا کروں گا سب لوگ دعا کیجئے گا۔ وقاص انجم صاحب آپ کا بہت شکریہ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی ہے اس کے علاوہ جن کامیاب نام نہ لے سکا سب کی مہربانی اور۔۔۔۔۔ سلیم منیو صاحب کہا ہوا پس آ جاؤ اور فون آن کرو آپ مجھ سے خفا کیوں ہیں مرضی سے میوانی لوگو آپ کی۔۔۔۔۔ محمد اسحاق انجم صاحب آپ بہت مہمان نواز ہو یا رہی میرے پاس بھی چکر لگاؤ آخر میں۔۔۔۔۔ فخر حیات بھٹی۔۔۔۔۔ فیضان۔۔۔۔۔ آصف۔۔۔۔۔ نذر۔۔۔۔۔ ارسلان۔۔۔۔۔ رضوان۔۔۔۔۔ ظفر۔۔۔۔۔ انسر بٹ۔۔۔۔۔ ایم یعقوب۔۔۔۔۔ محمد حسین ڈو۔۔۔۔۔ عمران شاہ۔۔۔۔۔ آپی کشور کرن۔ ان سب کو سلام۔۔۔۔۔ غلام فرید جاوید آپ سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔

میرا شہزادی۔ جو ملی لکھاں سے لکھتی ہیں۔ اسلام علیکم سب قارئین کو محبتوں بھر اسلام قبول ہو قارئین میں دو سال سے جواب عرض پڑھ رہی ہوں یہ رسالہ بہت کمال کا ہے مجھے بھی یاد ہے کہ جب میں شہر

سے عید کی شاپنگ کرنے گئی واپس آ رہی تھی تو بازار میں میں ایک جنسی کے قریب ایک برگر ڈال دکان پر ہم برگر لینے کے لیے کھڑے ہو گئے تو اس اجنسی والے کے پاس دو لڑکے کھڑے تھے اور بات کر رہے تھے کہ بھائی اگر کوئی جواب عرض خرید نے آتا ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہوتے تو آپ اسے جواب عرض دیجئے گا میں آپ کو مل دے دوں گا یہ کہہ کر وہ لڑکے موٹر سائیکل پر بیٹھے اور چلے گئے یہ لڑکے دونوں ہی اچھے خاندان کے نظر آ رہے تھے میں فوراً اجنسی والے کے پاس گئی اور کہا کہ جواب عرض چاہنے میں پڑ کر کھڑی ہو گئی اور اس کو دیکھنے لگی اس آدمی نے کہا اگر آپ نے لے جانا ہے تو لے جاسکتی ہیں وہ بھی فری میں میں نے پوچھا کہ یہ دونوں لڑکے کون تھے اس نے بتایا کہ ایک کا نام یاسرو کی ہے اور دوسرے کا۔۔۔ نام نعمان ہے جب سے آج تک۔۔۔ یاسرو کی صاحب ہی رسالہ لے کر بھیجتے ہیں یاسرو کی اینڈ ملک نعمان صاحب۔۔۔ آپی کشور آپ بہت اچھا لکھتی ہیں اور۔۔۔ سلیم منیو آپ بھی کمال کا لکھتے ہیں۔۔۔ یاسرو کی کی بہت تعریف کی ہے ہر کوئی اس کی باتیں کرتا ہے مس فوزیہ آپ کی کہانی پڑھ کر مجھے بخار ہو گیا اتنی پریشان ہوئی کہ کیا بتاؤں گریٹ آپی ہو آپ آخر میں یاسرو کی اور فخر حیات بخشی اور ملک نعمان نواز کو میرا سلام۔

محمد ندیم میوانی پتوکی سے لکھتے ہیں۔ جواب عرض کے چمکتے چمکتے پھولو سلام۔ فروری کا شمارہ خوبصورت حسینہ سے تاشل کے ساتھ ہاتھوں کی زینت بنا آٹکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی رونق بڑھا رہا ہے مگر یہ اپنے چاہنے والوں کو انتظار کی سولی پر لٹکا کر لطف اندوز بہت ہوتا ہے۔ قارئین مظلوم ہیں پاکستانی ہونے کی وجہ سے سہہ لیتے ہیں۔۔۔۔۔ سوئی آپی کشور کرن جی سلام اینڈ پھولوں کا تازہ گلہ دستہ جلدی سے برائے کرم قبول فرما لیجئے ورنہ مصباح کریم چھیننے کی تیاری میں ہے آپی جی کا یاد کرنا میرے لیے حکم سوا حاضر خدمت ہوں آپی جی میں دو طرح کی سنڈی کر رہا ہوں اسی لیے ہر ماہ جواب عرض میں حاضری مشکل ہوتی ہے مگر اب آپ اور کچھ دوستوں کے اصرار پر انشاء اللہ ضرور ہر ماہ خطوط کی محفل میں حاضری ممکن بناؤں گا آپی جی آپ کے ادارے کو نیو خط شائع کرنے کی اپیل حق پرینی ہے مگر آپی جب فروری کا شمارہ ہی دس فروری کے بعد پانچ سات چکر لگا کر ملے تو وہ کس طرح خط لکھیں تمہوڑی ہی توجہ دین اور خوفناک میں قسط وار کہانی لکھنے کا اپنا وعدہ پورا کریں۔۔۔۔۔ تقدیر کے کھیل۔۔۔۔۔ ابو ہریرہ بلوچ ویری گند میرے خیال میں آپ کی فرسٹ کہانی ہے شائع ہوئی ہے بہت بہت مبارک ہو آپ کی سنوری شائع ہوئی یہ بھی تقدیر کے کھیل ہیں۔ باہا با۔ پلیز نو مائنڈ۔ بہت اچھی تحریر تھی اب اگلی سنوری بھی لے کر آئیگا ورنہ تقدیر کھیل قارئین بھول بھی سکتے ہیں۔۔۔۔۔ ارے بھائی سلیم منیو جی سلام میں نے لاسٹ ٹائم مٹی میں جواب عرض پڑھا تو آپ کی سنوری سچا پیار پڑھی اس کے بعد اب فروری کا شمارہ بلا ارادے خرید اور قگردانی کی تو آپ کی کہانی موجود پائی لگتا ہے یہ بھی آپ کی محبت کی نشانی ہے کیونکہ آپ ہمارے میوانی بھائی ہو دوسرے جواب عرض کے لکھانی ہو پر ان سب باتوں سے الگ اور ورطہ حیرت میں ڈالنے والی بات یہ ہے کہ آپ کا گاؤں کوٹھامیری جائے پیدائش سے رابطے میں رہا کریں ہمیں بلا کر غائب ہو جاتے ہو سنوری ویری گند۔۔۔۔۔ میرا تو یہ معلوم ہی ہے کہ خوفناک کا لکھاری ہوں تو فروری کے شمارے میں میری سنوری خونی صحرا شائع ہوئی مجھے آپ کی تنقید کا بے چینی سے انتظار رہیگا اب یہ بہانہ نہ کرنا میں صرف جواب عرض کا عاشق ہوں عارف شہزاد صادق آباد گند سنوری وینڈن محنت کریں ایک دن اچھا لکھاری بنو گے۔۔۔۔۔ مصباح کریم اینڈ انعم شہزاد ہی بھی جلد از جلد حاضری دیں جواب عرض کی محفل منتظر ہے۔۔۔۔۔ انکل ریاض جان ہمیں دھرنا دینے پر آپ مجبور نہ کر رہے ہیں اچھے انکل بن کر پہلے کی طرح تمام خطوط کا جواب دیں ورنہ مجبور لوگ کچھ بھی کر جائیں گے

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام و مقام

نام شہر

پیغام (شعری شکل میں)

.....
.....
.....
.....

بھیجنے والے کا نام و مقام

نام
شہر

کوئین

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

”کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟“ اس عنوان کے تحت آپ اپنی دوستی کے بارے میں لکھیں کیا آپ
وہابی ایک اچھے دوست ہیں کہ نہیں۔ مرد حضرات صرف اپنے لڑکوں سے دوستی کے بارے میں لکھیں۔
مرد لڑکیوں کے بارے میں نہ لکھیں اور لڑکیاں صرف اپنی سہیلیوں کے بارے میں لکھ سکتی ہیں۔
میں وہابی نیک اچھا دوست

<http://www.youtube.com>

نام: شہر:

میری پہلی کوشش ہے مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے جب سے ہوش سنبھالا ہے اور لکھتی بھی رہی ہوں مگر شائع نہیں کرانے کے بارے میں سوچا اب سوچا ہے یہ میری پہلی کوشش ہے مادہ فروری کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا اپنی اپنی جگہ پر سب کی کوششیں بہت اچھی ہیں۔۔۔۔۔ ملک عاشق حسین صاحب۔۔۔۔۔ جلتے خوابوں کی راکھ آخری قسط بہت اچھی تھی۔۔۔۔۔ فلک زاد ایلاد ہور پیار کا سراب پہلی قسط پڑھی بہت اچھی لگی۔۔۔۔۔ ندیم امانت صنم تیری بے وفائی۔۔۔۔۔ ڈریم گرل جہلم کیسی ہے یہ زندگی۔۔۔۔۔ شاہد رضا کیا یہی پیار ہے۔۔۔۔۔ ماہ نور کنول برباد محبت کی داستان۔۔۔۔۔ راشد لطیف آخر کب تک۔۔۔۔۔ عافیہ گوئل کاش تو بچی نہ ہوتی۔۔۔۔۔ عذاب محبت۔۔۔۔۔ عائشہ علی پچھتاوا۔۔۔۔۔ شاید رفتی سو ماں کہاں ہے تو۔۔۔۔۔ اے آرزوئی رہشم۔۔۔۔۔ عورت کی پہچان چو بدری پرویز سہو۔۔۔۔۔ غم عاشقی تیرا شکر یہ ثنا اجالا۔۔۔۔۔ سب کی کہانیاں سب کی اچھی تھیں۔ سب کو پیار بھرا اسلام خرم شہزاد مغل بھی ایک اچھے رائٹر ہیں دسمبر میں ان کی کہانی لازوال محبت بہت اچھی تھی اگلی کہانی کا انتظار رہے گا خرم بھائی آپ کی اگلی کہانی کا انتظار رہے گا اچھا اب اجازت دیں زندگی رہی تو پھر اگلے ماہ آئینہ رو برو میں حاضری دوں گی جہاں رہیں سب خوش رہیں آمین۔

علی اکبر زیب بلوچ۔ کونینہ بخچپائی سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ میری طرف سے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام یہ میرا پہلا خط ہے اور امید کرتا ہوں ریاض بھائی ضرور اس کو شائع کریں گے ماہ جنوری کا جواب عرض خشک گلاب بہت اچھا تھا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آپنی کشور ترین کی کہانی خشک گلاب پڑھی تو دل چاہا آپنی کی تعریف میں کیوں نہ خط لکھا جائے آپنی آپ کی سنوری بہت اچھی تھی میری طرف سے ماہار کہاں قبول کریں بھائی رائٹر بھی کمال کا لکھتے ہیں اب اجازت چاہتا ہوں اللہ حافظ جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام۔

محمد افضل انصاری لاہور سے لکھتے ہیں اسلام علیکم جواب عرض فروری کا شمارہ بہت پیارا تھا شامل کے ساتھ مل بے حد خوشی ہوئی بہت پسند آیا۔۔۔۔۔ جلتے خوابوں کی راکھ کی آخری قسط پڑھی اس کے بعد۔۔۔۔۔ پیار کا سراب کی پہلی قسط پڑھی دل تو خوش ہو گیا کیونکہ ابھی ایک ناول ختم ہوا اور دوسرا پڑھنے کے لیے مل گیا پہلی قسط بہت دل کش تھی۔۔۔۔۔ کیسے ہی یہ زندگی واقعی میں کیسی ہے یہ بھی خوشی ہوتی ہے تو مجھے ہی تم ہی طرح یہ گزر جاتی ہے کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے مجھے بہت پسند آئی یقیناً سب قارئین کو بھی بہت پسند آئی ہوگی۔۔۔۔۔ ماں تو کہاں ہے تو ایک بہت دکھی تحریر تھی۔۔۔۔۔ وہ شخص تو شہر ہی چھوڑ گیا۔۔۔۔۔ بے وفائی نمبر کے لحاظ سے ایک دم زبردست تھی جبکہ۔۔۔۔۔ آئینہ رو برو میں سب نے بہت خوب لکھا جن میں۔۔۔۔۔ آپنی کشور کرن۔۔۔۔۔ عبدالاجار رومی۔۔۔۔۔ عنوا ایمان۔ میں بھی پہلی دفعہ جواب عرض کی محفل میں شریک ہوا ہوں گلہ دستہ میں ہر ایک کی تحریر عمدہ شامل ہوتی ہے غزلیں کچھ خاص نہ تھیں اور آخر میں سب کو سلام

ادارہ جوہ عرض۔ قارئین ہم اپنے نئے درائز حضرات کو ایک اطلاع شاید پہلے بھی دے چکے ہیں اور اب پھر کہنا پڑ رہا ہے کہ جو کہانی یا تحریر بھیجیں ان کے ساتھ اپنی آئی ڈی کا پتہ ضرور ارسال کریں جو کہ ہمارے پاس ریکارڈ کے ساتھ ہونا لازمی ہے اور اگر کسی کا آئی ڈی کارڈ نہیں بنا ہوا تو اپنے والد یا کسی بڑے کی کا پتہ لازمی بھیجا کریں ورنہ وہ کہانی شائع نہیں کی جائے گی۔ پرانے درائز حضرات کی تو ہمارے پاس موجود ہیں مگر جو نئے لکھنے والے ہیں یہ پیغام ان کے لیے ہے ادارہ جوہ عرض کی شناخت کے بغیر کوئی کہانی شائع نہیں کرے گا بے شک ایک بار بھیجنا لازمی ہے بار بار نہیں تو اس درخواست پر عمل کریں مہربانی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈفری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety

کریکٹ میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں جواب عرض

آپ کے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہئے
اگر اشتہار کرشل ہے تو اس کا ٹیسٹ ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا۔ ایڈیٹر

نام عمل پزیر



کریکٹ ملاقات کیلئے

جواب عرض

اس وقت پاکستان کرکٹ کی تمام ٹیموں کی کرکٹ اور ٹیسٹ کرکٹ اور ٹیسٹ کرکٹ
وہیں کے لئے آپ کا اشتہار ضائع نہیں کیا جائے۔

اس کورن کے علاوہ
اپنی ایک عدد تصویر
ارسال کریں ہم شائع
کریں گے۔ بیحد

نام
علاقہ
عمل پزیر

جواب عرض 240

